نکالتے نکالتے گوہر سلطنت پائے - کہین پہاڑون سے دھات کہودتے کہودتے لعل بے بہا نکال لائے
رہنے والے کون تھے؟ اور انکی زبان کیا تھی؟ قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے
ہین اب قطعہ قطعہ کی زبان کہین کچھہ کچھہ - اور کہین بالکل اختلاف رکھتی ہے اور یہی حال
ہندمین ہے اسیطرح اُس عہدمین بھی اختلاف ہوگا - اور اُس عہد کی نامی زبانین
کی نشانی تامل - اُوڑیا - اور تلنگو وغیرہ اضلاع دکن
بود ہین - بلکہ اس حالت مین بھی اُنکی شاعری اور انشا پرد
یوہ کی ہے - اور سنسکرت سے انہین لگاؤ تک نہین -

نے ہندوکش کے پہاڑ اُتر کر پہلے تو پنجاب ہی مین ڈیرے ڈالے ہونگے پھر
ہٹتے گئے ہونگے اصلی باشندے کچھہ تو لڑتے مرتے دہین بائین جنگلون کو - اور پہاڑون
لیے ہونگے کچھہ بھاگے ہونگے - وہ دکن اور مشرق کو ہٹتے گئے ہونگے - کچھہ فتحیابون کی غلامی
ہی مین کام آئے ہونگے - اور وہی شودر کہلائے ہونگے - چنانچہ ابتک بھی اُنکی صورتین
کھہ کسی اور بدن کی ہڈی ہین -

ماٹ ایرین بھائیون کے کاروبار ہندستانی بھائیون کے ساتھہ ملے جلے رہے ہونگے -
) - ایک تاریخ قدیم مین مہ آباد اور اُسکے زمانہ کی تقسیم برہما کے زمانہ سے اور اُسکے
عہد سے مطابقت کہاتی ہے - اور چار ون برنون کا برابر پتا لگتا ہے - یہان بودھ نے
- وہان زردشت نے ... نے اُسے جلا کر خاک کیا - مگر ہندون نے بودھ کے بعد
کو سنبھال لیا - ایرانی اپنی بدحالی کو نہ سنبھال سکے -

برنون کی تقسیم اور اُنکا الگ تہلگ رہنا دُور سے دیکھنے والون کو غرور کے لباس
علوم ہو تو ہو کچھہ بری بات نہ تھی - اسی کی برکت ہے کہ آجتک جا ... ون سلسلہ صاف
ہین - جو ہندو ہوگا ماں باپ دونون کی طرف سے خالص ہوگا اور برابر آ

ہو گئے - کہین کہین کونے گوشے مین جہان کے راجہ وید کو مانتے رہے وہان ویدون
رہا - باقی راج کے دربار اور علمی سرکار سب ماگدہی سے ماگدہی ہو گئی - اِنکے حوصلے وسیع
ہو رہے - اور باواز بلند کہدیا کہ ابتدائے عالم سے تمام زبانون کی اصل ماگدہی ہے
اور کل انسان بات کرنے کے لائق بہی نہ تھے - اصل مین اُنکی بہی اور تہا ورنہ مطلق بودہ
بہی بہی ہی - اِسکے صرف و نحو کی کتابین بہی تصنیف ہوئین خدا کی قدرت دیکہو جو لونڈی
وہ رانی بن بیٹھی اور رانی منہ چہپا کر کونے مین بیٹھ گئی -
زمانہ نے اپنی عادت کے بموجب (تخمیناً ۱۵ سو برس بعد) **بودہ** مذہب کو بہی رخصت کیا
ساتھ اُنکی زبان بہی رخصت ہوئی **شنکراچارج** کی برکت سے برہمنونکا ستارا اُدہ
اُبہر کر چمکا اور سنسکرت کی آب و تاب بہی شروع ہوئی - **راجہ بکرماجیت** کے
جو روشنی اِسکی فصاحت نے پائی - آجتک لوگون کی آنکہون کا اُجالا ہے - اُس سے یہ بہی
ہوتا ہے کہ دربار سلطنت اور اعلیٰ درجہ کے لوگون کو سنسکرت بولنا اعتبار و افتخار تہا
اور پراکرت عوام کی زبان تہی - کیونکہ اُس عہد مین جو **کالی داس ملک**
نے **شکنتلا** کا ناٹک لکہا ہے - سبہا مین دیکہو بادشاہ - اُمرا - اور پنڈت
بول رہے ہین - کوئی عام آدمی کچہہ کہتا ہے تو پراکرت مین کہتا ہے -
گیارہوین صدی عیسوی سے پہلے **راجہ بہرت** کے عہد مین برج کے قطعہ کی
جسے ہم آجکی برج بہاشا کی اصل کہہ سکتے ہین - اُسوقت بہی ہر قطعہ مین اپنی اپنی بولی
کی حاجت روائی کرتی تہی - اور سنسکرت تصنیفات اور خواص کی زبانون کے لئے
برکت تہی کہ دفعتہً زمانہ کی شعبدہ بازنے ایک اور رنگ بدلا یعنے **اسلام**
مین آیا - اُسنے پہر ملک و مذہب کو نیا انقلاب دیا اور اُسیوقت سے زبان

ت اور اصل فارسی یعنے ژند و اوستا کی زبان ایرین کے رشتہ سے ایک
ی اولاد ہین مگر زمانہ کے اتفاق دیکھو کہ خدا جانے کے سو برس یا کے ہزار برس کی بچھڑی
ہین اس حالت سے آکر ملی ہین کہ ایک دوسرے کی شکل نہین پہچان سکتی۔

دوستانی بہن کی کہانی تو سُن چکے - اب ایرانی بہن کی داستان بہی
کہ اُسپر وہان کیا گذری - اول تو یہی قیاس کرو کہ اُس ملک نے جو ایران نام پایا
ہ لفظ ایرین ہی کی برکت ہو۔ پھر یہ بہی کچھہ تہوڑے تعجب کا مقام نہین کہ جس طرح
انی بہن پر وقت بوقت بودہ وغیرہ کے حادثے گذرے اسیطرح اُسپر بہی وہان انقلاب پڑتے
جود اسکے اب تک ہزارون لفظ فارسی اور سنسکرت کے صاف ملتے جُلتے نظر
ن۔

ہ جب اُس ملک [illegible] مدت تک اُنکے مذہب رسم و رواج اور زبان
تصنیف ہاتھہ نہین [illegible]

تو زردشت کے وقت سے ملتا ہے جسے آج تخمیناً ۲۴ سو برس ہوئے۔ اِس
حد نے شعلۂ آتش کے پردہ مین توحید کے مسئلہ کو رواج دیا۔ مذہب مذکور نے
کے بازوٗن سے زور پکڑا اور ایران سے نکلکر دو سو برس کے قریب اطراف و جوانب
یہان تک کہ یونان سے سکندر طوفان کی طرح اوٹہا۔ اور ایشیا کے امن و امان
دیا جو مصیبت بودہ کے ہاتھہ سے بید شاستر پر پڑی تہی وہان وہی مصیبت ژند
ی۔ چنانچہ جس آگ نے زردشت اور جاماسپ کے متبرک ہاتھون سے
روشن کیا تہا۔ جسکے آگے گشتاسپ نے تاج اوتار کر رکہا جسکی درگاہ
ندیار نے گرز اور تلوار چڑہائی وہ یونان کے آب شمشیر سے بجہائی گئی اور آتشخانی
افسوس یہ ہے کہ ژند و پاژند کے ورق ورق برباد کئے گئے۔ اور

ہزارون کتابین فلسفہ الٰہی اور علوم وفنون کی تہین کرنابود ہوگئین - جب کہ یونانیو
ملک پر غلبہ پایا تو زبان نے زبانون پر بہی زور دکہایا ہوگا - تہوڑے ہی دنونمین نامز
والون کا عمل دخل ہوگیا - وہ ایران جسے ہزارون برس سے ملک گیری کے نشان
اوتارتے تھے - اور تہذیب وشایستگی اُسکے دربار مین سرجہکاتے تہے ... ہ برس
طفیلیانون کے قبضہ مین دبارہا - اور ژند کے کتب مقدسہ ڈہونڈ ڈہ
فنا کی گیئن -
سنہ ۲۲۶ء مین پہر تخت کیان مین سانس آیا اور ساسانیون کے تلوارون مین قدیم
نے چمک دکہائی - ان بادشاہون نے ملک ومملکت کی قدامت کے ساتھ بجھے ہو
کو بہی روشن کیا - گرے ہوے آتشخانونکو پہر اُٹہایا - اور جہان جہان سے پہٹے پُرانے
پریشان ہاتھ آئے - بہم پہنچائے - اُنہی کے کوششون کی کمائی تہی - جو پہر ساڑہے
برس مین تعلیم اسلام کے آگے قربانی ہوئی - اس معاملہ مین ہمین نیک نیت پارسیون کا
نہ بہولنا چاہیئے کیونکہ باوجود تباہی اور خانہ بربادی کے جو پُرانا کاغذ کسی بااعتقاد کے
وہ جان کے ساتھ ایمان کو بہی لیتا آیا - کہ **بندر سورت - گجرات** وغ
آج تک اسی نور سے آتشخانے روشن ہین - جو کچھ اُنکے پاس ہے وہ اُن تصنیفا
بقیہ ہے جو ساسانیون کے عہد مین ہوئین - کتب مذکورہ دونون زبانون کا تعلق
ہی نہین ثابت کرتین بلکہ اُنکے اتحاد واعتقاد پر بہی شہادت دیتے ہین - جو چار بر
مین وہی ایران مین تھے - اجرام آسمانی کی عظمت واجب تہی - حیوانات بے
مارنا گناہ عظیم تہا - تناسخ کا مسئلہ دونومین یکسان تھا - آتش - آب خاک باد
ہوا وغیرہ وغیرہ اشیا کے لئے ایک ایک دیوتا مانا ہوا تہا جسکے اظہار عظمت کے
خاص طریقے تھے - یاد الٰہی کے زمزمے تہے جسکو وہ اپنی

ابہی لفظ ہے جسکے نام پر یہان گیتا کتاب ہے کیونکہ اسمین بہی یاد الٰہی کے گیت ہین -
الیسی مُروّجہ کے چند الفاظ تمثیلاً لکہتا ہون کہ سنسکرت سے ملتے ہوئے معلوم
رتے ہین -

ی سنسکرت	فارسی	سنسکرت
پِتر	برادر	بہراتر
پُتر	دختر	دوہِتر
ہاتہ	انگشت	انگشٹ
جانو	پا	پاد
بہار	ہیم	ہیمے
بہوم	خاشاک	کشپا
اشو	شتر	کہر

ہن یہ ایران مین پہلے اسلام کے ہاتہ سے دو صدمہ گذرا تہا جو کہ یہان دو سو برس بعد
ذ اُسے اُسکی حیثیت بالکل بدل گئی تہی - بہرحال یہان وہ ایسی حالت کے ساتہ پہنچی کہ
تہ کی الفاظ اور بہت سی لفظی اور ترکیبی تبدیلیون کے سبب سے اُسکی صورت نہ پہچانی
- یہان جو مسلمان آئے وہ آپسمین وہی رائج الوقت فارسی بولتے تہے اور ہندو منے
ء الفاظ ملا جُلا کر گذارہ کر لیتے تہے -

بت تو دیوبانی یعنے زبان آسمانی تہی - اُسمین ملکشون کو دخل کہان ؟ - البتہ برج بہاشا
ن بلانے مہمان کو جگہہ دی - دہرم وان ہندو سالہا سال تک ملیکش بہاشا سمجہکر
بتہ تہی رہے مگر نہ انکا قانون دہرم اور حکومت کے قانون سے بہی سخت ہے کیونکہ
اب و ملی پل کی ضرورتین دوڑتی ہین جو کسی طرح بند نہین ہوتین - غرض آہستہ

پھر ایک جگہ کا رہنا سہنا لین دین کرتا تھا - لفظون کے بدلے بغیر گذارہ نہ کرسکے ـــــ دوق
کے ارتباط مین ایسا اختلاط ضرور ہوتا ہے اور اسکے کئی سبب ہین **اول** تو یہ کہ اکثر نئی چیز
ایسی آتی ہین جو اپنے نام اپنے ساتھ لاتے ہین (۲) اکثر معانی ایسے ہوتے ہین کہ اُ
اُنہی کی زبان مین کہین تو ایک لفظ مین اَدا ہو جاتے ہین - ترجمہ کرین تو ایک فقرہ
پھر بھی نہ وہ مزا آتا ہے نہ مطلب کا حق ادا ہوتا ہے - اِس صورت مین گویا قانون زبا
آئینِ بیان مجبور کرتا ہے کہ یہان وہی لفظ بولنا چاہیئے - دوسرا لفظ بولنا جائز نہین
جو لوگ اکثر غیر ملکون مین سفر کرتے ہین وہ اِس لطف کو جانتے ہین کہ جب دو
والے ایک جگہہ رہتے سہتے ہین تو کبھی کام کاج شدّت مصروفیت مین کبھی اُسی عا
بات جلدی کہہ دینے کی غرض سے - کبھی آسانی سے مطلب سمجھانے کو ایکدوسرے
خواہ مخواہ اِسطرح بول جانے پڑتے ہین کہ بے اُسکے گذارہ نہین ہوتا (۴) بہت
رہکر شیر و شکر ہوتے ہین تو اکثر پیار اور محبت سے - کبھی آپسکی دل لگی کے لئے ایک دو
کے لفظ بولکر جی خوش ہوتا ہے - جسطرح دوست کو دوست پیارا ہوتا ہے اِسی طرح
لفظ بھی پیارے معلوم ہوتے ہین - یا یون سمجھو کہ جسطرح وطن دار اپنے مہمانون کو
جگہ دیتے ہین اِسطرح اُنکی زبان مہمان لفظون کو جگہہ دیتی ہے (۵) بڑی بات یہ
فتحیابون کے اقبال کی چمک اُنکی بات بات کو بلکہ لباس - دستار - رفتار - گفتا
ایسی آب و تاب سے جلوہ دیتی ہے کہ وہی سب کی آنکھون مین بھلے معلوم ہوتے ہین
اُسے فقط اختیار ہی نہین کرتے بلکہ اُسپر فخر بھی کرتے ہین - پھر اُس مین بہت
بھی عقلی دلائل سے پیدا کرتے ہین -

اُس زمانہ کی عہد بعہد کی ہندی تصنیفین آج نہین ملتین - جنسے وقت لا
حال معلوم ہو - البتہ جب ۱۱۹۳ء مین **شہاب الدین غو**

اپر تھ پائی تو چند کوی (ایک نامی شاعر) نے پرتھی راج راسا لکھا
کہ حیرت ہوتی ہے کہ زبان مذکور نے کتنا جلد عربی فارسی کے اثر کو قبول کر لیا۔ ہر صفحہ
الی لفظ نظر آتے ہین۔ ساتھ ہی یہہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت مین یہان کی بہاشا
رہا شاہی۔ مین نمونہ تصنیف مذکور کا دکہاتا ہون۔

७० पत्र उग्रिमहलथियौराज भगिआरेहनिवाजीय

७६ पत्र परवरदिगार पैगामरदयलाह करीमकेवार स

लाहदीन आया सुरिलान सहाबदीन अलहउपाया मुस

मदनिदानभीमदाल इतनीकहेरकहनलागो पातिशाह

रवरेदेवरोदीवानखंडा जादवनि वैरभेडा मलक आल

जीवते बडुबानमेांई हजरतिगुरावषेल आसमरदामेल

वासहावतांई देयचादरउचाई

इतनेमुलककोआलमपेस कजलविलास केलासेहथा

७२ पत्र पायचालि थिथीराजबांहदीनिहदिलाने बीर

हिकारपरीअंगुलिसुविलाने

جگہہ کے ٹکڑے ہین۔ مطلب انکا اصل کتاب کے دیکہنے سے کہلتا ہے کہ حرف
بہی اتنا جان سکتا ہے۔ کہ یہ لفظ عربی فارسی کے اسمین موجود ہین۔ محل۔
۔ پگام (پیغام)۔ کریم۔ سُرتان (یعنے سلطان)۔ پات شاہ (بادشاہ) دیوان۔
)۔ عالم۔ حجرت (حضرت)۔ ملک۔ پہرمان (فرمان) سلام۔
ہم کے تجربہ کار جانتے ہین کہ انکی عبارت مین کسی زبان کا اصل لفظ جو اپنا
اب وہی سطر بسطر عبارت مین ترجمہ کرین تو بہی وہ بات حاصل نہین ہوتی

جو مجموعہ خیالات کا اور اُسکے صفات و لوازمات کا اُس ایک لفظ سے سُننے والے کے
ہو جاتا ہے وہ ہماری سطر بہر سے پورا نہین ہوتا ۔ مثلاً چند اپنی نظم مین سلطا
اگر راجہ بلکہ مہاراجہ لکھدیتا ۔ تو بہی صفات اور اُسکے لوازمات نیک یا بد ۔
زور یا ظلم ۔ یہ لفظ اُسکی نظم مین دکہارہا ہے وہ بات راجہ مہاراجہ سے ممکن نہ
لفظ سلام کہ اُسکے مطلب کا حق خواہ ڈنڈوت خواہ پرنام کوئی لفظ ادا نہین
نظیر اسکی آج انگریزی کے سینکڑون لفظ ہین ۔ اگر ترجمہ کرین ۔ تو سطرون مین
نہین ہو سکتا ۔ مثلاً ایک ہندوستانی شخص اپنے دوست سے کہتا ہے ۔ لاٹ
بجے سٹیشن پر پہنچینگے ۔ پروگرام کے بموجب شہر کی سیر کرینگے ۔ دو بجے آنادہ مین چلکر
اب خواہ صحیح خواہ بگڑے ۔ مگر جو اصلی لفظ آپ اپنے معنے سُننے والے کو سمجہا رہے ہیں
سطر مین ترجمہ کئے جائین تو بہی حق مطلب بجا نہ لا سکین گے ۔ آخر پندرہ صدی
مین کہ سکندر لودی کا زمانہ تہا اتنا ہوا کہ اول کا تیہہ فارسی پڑہکر
مین داخل ہوئے اور اب اِن لفظون کو اُن کی زبانون پر آنیکا زیادہ موقع ملا
اکبر کے عہد سے کہ مسلمان شیر و شکر ہوگئے ۔ یہ نوبت ہوئی کہ اُدہر بادشا
اُسکے اعلے درجہ کے اہل دربار نے جبہ و دستار کو جگہہ دیتی ہے (ہ) ۔ عہدہ نا تہ
ہنکہ کہر کی دار بکریان مانند جیسے ۔ ادہر ہندو دستور فا بلکہ راجا مہاراجہ ایرانی لبا
در فارسی بول کر فخر کرنے لگے ۔ بلکہ مرزا کے خطاب کو بڑے شو
لینے لگے ۔

ب جسقدر ممکن ہے عہد بعہد کے زبانون کے نمونے دکہاتا ہون امیر خسرو
ت فوت ہوئے ۔ اُنکی ایک غزل نظم اُردو کی تاریخ مین دیکہو ۔ جسکا پہلا مصرع
حال مسکین مکن تغافل درائے نیناں بنائے بتیان ۔ الخ ۔ اِس

ہردو شاہی اور دربار مین ملے جلے الفاظ زیادہ بولتے تہے - وہان کی بولی کا نام اُردو ہوگیا
ہے فقط شاہجہان کا اقبال کہنا چاہئیے کہ یہ زبان خاص و عام مین اُسکے اردو کیطرف منسوب ہو کر
ہے جو نظم و نثر کی شالین تہا - اصل سبب یہ ہے کہ اُسوقت بہی لوگون کے زبان پر عربی فارسی
لفظ بانونکا قدم بندہے تہے - جب ہی طوطے کی زبان سے نمکحرام کا لفظ نکلا - جا نور تہا
ہوگا وہی بولتا ہوگا -

سولہوین صدی عیسوی مین بابا تلسی داس برہمن ضلع باندے کے رہنے
والے پنڈت بہی تہے - شاعر بہی تہے - فقیر بہی تہے اُنہون نے راماین کی بہاشا
مین ترجمہ کیا کہ وہ لاثانی کتاب مطبوع خاص و عام ہوئی - اُنکے دوہرے نہین بہت - اور
اور مین کہین کہین - لفظ فارسی عربی کے موجود ہین - دوہرا اراماین

رہے سیوک سکل چلے سوامی رکہہ پاؤ	گہر تر و تر و بن د باگ و برو بیرا دیو گا
گہر بسواس بچن ہٹ بولے	کتنی بہانگ کلہ بہی کہولے
رام اینک گریب نواجے	لوک بید بر برد براجے
گنی گریب گرام نر ناگر	پنڈت موٹے ملین اوجاگر
مایا کو مایا ملے کر کر لنبے ہاتہہ	تلسی داس گریب کو کوئی نہ پوچہے بات

سورداس جی نے سری کرشن جی کے ذکر سے اپنے کلام کو مقبول خاص و
عام کیا - اُن کے تصنیف مین شاید کوئی شعر ہوگا کہ فارسی عربی لفظ سے خالی ہوگا -

مایا دام دہن ونتا	باندہیون ہون اس ساج - یعنی ساز
سنت سبہی جانت ہون	تو نہ آئیو باج - یعنی باز نہ آیا
... کاہو تم تانے	سبن سنی آوا ج - یعنی آواز
... ہوا ... اتر آئے	چاہت چڑہین جہاج - جہاز

دوہرا

خیال کرو کہ جب یہ بزرگان مذہب اپنے دُہرون مین فا
مین عام ہندو لوگ کیا اِس سے کچھ زیادہ نہ بولتے ہونگے۔
اجیر مین حسن و خوبی برج بھاشا کی راجہ جے سنگ سوائی کی قدردانی سے ظاہر ہے دُ
نے ایک ایک اشرفی دُہرہ گوئی اور گنوان پنڈتون کو انعام دیکر دہلی اور نواح
شوق پھیلایا۔

اِس عہد مین مسلمانون کی زبان کا کیا حال ہوگا؟ ظاہر ہے کہ کئی سو برس سے اسلام آیا
جنکے باپ دادا کئی کئی پشت یہین کے خاک سے اُٹھے۔ اور یہین پیوند زمین ہوئے۔
آپس کے رشتون اور معاملات کے سررشتون سے ضرور یہان کی زبان یعنے برج
بولنی ہوتی ہوگی۔ تازہ ولایت۔ آدہی اپنی آدہی اُنکی ملاکر ٹوٹی پہوٹی بولتے ہونگے۔ اِن
کی کوئی نثر تصنیف نہین۔ وہی امیر خسرو کی ایک غزل۔ اور پہیلیان۔ اور مُکرنیان۔ او
پتا بتاتے ہین کہ گذشتہ مین یہان کے مسلمان خاصی بھاشا بولتے ہونگے۔ بلکہ یہی کلام
دیتی ہین کہ مسلمان بہی اب یہین کی زبان کو اپنی زبان سمجھنے لگے تھے اور اُس زبان کو
اور محبت سے بولتے تھے شاید بہ نسبت ہندؤن کے فارسی عربی لفظ اُنکی زبان پر زیادہ آ
ہونگے۔ اور جتنا یہان رہنا سہنا اور استقلال زیادہ ہوتا گیا اُتنا ہی روز بروز فارسی
نے ضعف اور یہان کی زبان نے زور پکڑا ہوگا۔ رفتہ رفتہ شاہجہان کے زمانے مین
تیموری کا آفتاب عین اوج پر تہا۔ شہر اور شہر پناہ تعمیر ہوکر نئی دلّی دار الخلافہ ہوئی
اور ارکان دولت زیادہ تر وہان رہنے لگے۔ اہل سیف۔ اہل قلم
ملک ملک اور شہر شہر کے آدمی ایک جگہہ جمع ہوئے۔ ترکی مین

...ردو شاہی اور دربار مین نئے چلے الفاظ زیادہ بولتے تہے - وہان کی بولی کا نام اُردو ہو گیا -
...سے فقط شاہجہان کا اقبال کہنا چاہئے کہ یہ زبان خاص و عام مین اُسکے اردو کیطرف منسوب مشہور ہوگئی
...نہ جو نظم و نثر کی مثالین بیان ہوئین - اُنسے خیال کو وسعت دیکر کہہ سکتے ہو کہ جو وقت سے
مسلمانونکا قدم ہندوستان مین آیا ہوگا - اُسیوقت سے اُنکی زبان نے یہانکی زبان پر اثر شروع
کر دیا ہوگا چند کوی کا کلام ملگیا اُسمین الفاظ موجود ہین - محمود کے وقت کی نظم یا نثر ملجائے
تو اُسمین بہی ضرور ہونگے -

بیانہائے مذکورہ سے یہ بہی ثابت ہوا کہ جو کچہہ اسمین ہوا کسی کی تحریک یا ارادہ سے نہین ہوا بلکہ زبان
اردو کی طبیعت ایسی ملنسار واقع ہوئی ہے کہ ہر زبان سے ہل جل جاتی ہے - سنسکرت آئی اُسنے ملگئی
عربی فارسی آئی اُسے بسم اللہ خیر مقدم کہا - اب انگریزی الفاظ کو اس طرح جگہ دی ہی ہر گویا
اُنکے انتظار مین بیٹہی تہی -

اسی زبان کو ریختہ بہی کہتے ہین کیونکہ مختلف زبانون نے اِسے ریختہ کیا ہے - جیسے دیوار کو اینٹ مٹی -
چونا - سفیدی - وغیرہ پختہ کرتے ہین - یا یہ کہ ریختہ کے معنے ہین - گری پڑی - پریشان چیز -
چونکہ اسمین الفاظ پریشان جمع ہین اسلئے اُسے ریختہ کہتے تہے - یہی سبب ہے کہ اسمین عربی -
فارسی - ترکی وغیرہ کئی زبانون کے الفاظ شامل ہین اور اب انگریزی بہی داخل ہوتی جاتی ہے
ایک وقت ہوگا کہ عربی فارسی کی طرح انگریزی زبان قابض ہو جائیگی - چنانچہ مین ایک خاندانی
شہزادی کی گفتگو لکہتا ہون جسکی پرورش اور تعلیم گہریلو ہے یعنے نہ عربی فارسی کے لفاظے نے
...رنگ چڑہایا ہے نہ انگریزی نے روغن پہیرا ہے فقط دوستانہ بے تکلفانہ باتین ہین -
...آکا کی پنشن لینے کل کچہری گیا تہا - ڈپٹی صاحب کے کمرے کے آگے کچہہ قرقی کا مال نیلام
ہوتا تہا اندازاً ... کوٹ - اور واسکٹین نئی تہین - کنٹر - اور گلاس بہی ولایتی تہے - کرسیان
ایک خوش رنگ تہین - مینے کہا چلو کوی ڈہب کی چیز ہو تو لے لین -
... با وہوا - ...

...تے تہے - میر جعفر زٹلی کی تقریر مین دیکہو صفحہ ۱۰۸ مرزا رفیع فرماتے ہین ع شعر بے معنی سے تو بہتر ہے ...

منجملے آکا بولنے جاننے ہی دو - جس مال نے مالک سے وفا نہ کی ہمسے کیا وفا کرے گا -
ہوئے ریل اسٹیشن کے پاس دیکھتا ہوں - کہتے مرزا جان چلے آتے ہیں - تنکم ٹھیرا کر بڑے
سے ملے بڑاپے نے بچارے کا رنگ روپ سب کہو دیا - وہ شکل ہی نہیں - وہ صورت
نہیں - کیسے گورے چٹے چھبیلے جوان تھے - لوگ تصویریں اتروانے تھے - میں نے کہا - میاں
تو جانا تہا ہم دکھن سے خوب چاق - چوبند - سرخ - سفید ہو کر آؤگے - تم تو سوکھکر قاق
غضب کیا اکلا جوبن بہی گنوا آئے - ٹھنڈا سانس بہر کے بولے - ہائے جوانی -
فارسی عربی کے الفاظ تو ظاہر ہیں مگر خیال کیجئے کہ - قرق - چق - چاق - قاق - آکا - ترکی
میز - نامعلوم - نیلام - پرتگالی ہے - کمرا - اطالی ہے - ڈپٹی - ریل - اسٹیشن - کوٹ
واسکٹ - کنسٹر - کلاس - انگریزی ہیں - چھٹا - کہتا - پنجابی ہے - مگر اتنا ہے کہ ہم چٹا ابھی
کے اور اسیطرح چٹا بغیر جیلے کے نہیں بولتے - وہ اکیلا ہی بولتے ہیں - کہتا پنجابی میں عام
ہم خاص صفت کے ساتھ بولتے ہیں - بھانڈا - پھوڑنا - اردو میں کسی بات یا راز کہ
کو کہنے - پنجابی میں باسن کو بھانڈا ہی کہتے ہیں گلا گھوٹنا اردو میں بولتے ہیں - پنجابی میں کہ
باندہنے کو یا مضبوط پکڑنے کو کہتے ہیں مثلاً گہت کر باندہو - بانہت کر پکڑو - ٹہنا - بہنا
توڑنا - اور اترونا ہے - اور اسی سبب سے پنجابی میں روپیہ کے لئے بہی بہنا کہتے ہیں - اس
میں پہلے معنے متروک ہوگئے - دوسرے معنے رہے وہ ہیں - رکو توڑ کر کے - کر جاؤ روپے کے
سے سنبال - اور اس ہمارت کا سراغ یون لگا کہ فارسی میں روپیہ کے لئے خردہ کردن بولتے
ہیں اور اردو میں بہی کہتے ہیں - صبح کو روپیہ خوردہ کیا تہا - دوپہر کو دیکہو تو برکت اپنے
پیسے اٹھ گئے -
کسوٹی - گہسنا مرادف - فرسودن اردو میں بالکل ہے - [illegible]
[illegible]

جو طوطی ناطقہ شیرین سخن ہو۔ پس یہ چند مصرعے کہ از قبیل ریختہ گذر ریختہ۔ خامۂ دو زبان
سے سفید کاغذ پر تحریر پائے۔ لازم ہے کہ تحویل سخن سامعہ سجان روزگار گردن۔ تا زبانی ان
اشخاص کی ہمیشہ مورد تحسین و آفرین رہون سے

قیمت قدر دشناسائی سے پہنچی ہے بہم۔   ورنہ دنیا مین خذف بھی نہین گوہر سے

مضمون سینہ مین مثل مرغ اسیر نہین۔ کہ ہر صبح قفس کے جو وقت زبان پر آیا فریاد بلبل ہے داد
داورس کے عرض حسب اہل سخن کا در مصفی زینت لب ہو۔ سر رشتہ حسن معانی کا اسکلام کہ اس سے انصاف
ہے۔ اگر حق تعالی نے صبح کا غذ سفید کی مانند تمام سینہ کو۔ خاکسار خلق کیا ہے۔ تو اس
کے فانوس دماغ مین چراغ ہوش دیا ہے۔ چاہئے کہ دیکھکر نکتہ چینی کرے۔ ورنہ گز مذر
بے اجل کا ہیکو مرے۔

اس تصنیف سے تخمیناً ۳۰ برس کے بعد جبکہ میر انشا اسد خان اور مرزا جانجانان مظہر
مین ملاقات ہوئی ہے۔ اُس گفتگو کے چند فقرے بھی قابل غور ہین سید انشا مرزا
سے فرماتے ہین

سید انشا فرماتے ہین

ابتدائے سن صبا سے تا اوایل ریعان۔ اور اوایل ریعان سے الی الآن۔ اشتیاق مالا
تقبیل عتبہ عالیہ۔ نہ بحدے تھا کہ سلک تحریر و تقریر مین منتظم ہو سکے۔ لہذا بے واسطہ
حاضر ہوا ہون۔

مرزا صاحب جواب مین فرماتے ہین

اپنے تئین کون ہی بعد طفلی سے تہین ایسے اشخاص کے ساتھ موانست اور مجالست
کی ہے۔

لیکن میر غضنفر غضنفر کے نام سے ایک گفتگو سید انشا نے دریای لطافت مین لکھی
تعجب آتا ہے کہ ایسے صاحب کمال نے یہ زبان کس ... سے لکھی۔ کے قابل ہین

عجیب لطف یہ ہے کہ زبان اُردو کی عام فہمی دیکھکر مذہب نے بہی اپنی برکت کا ہاتھ اُسکے سر پر رکہا سنہ [illegible] مین مولوی شاہ عبد القادر صاحب نے قرآن شریف کا ترجمہ اردو مین کیا۔ بعد مولوی اسمعیل صاحب نے بعض رسالے عام اہل اسلام کی فہمایش کے لئے اُردو مین لکہے سنہ ۱۸۳۵ء سے دفاتر سرکاری بہی اُردو ہونے شروع ہوئے۔ چند سال کے بعد کل دفترونمین اُردو ہوگئی اسی سنہ مین اخبارون کو آزادی حاصل ہوئی سنہ [illegible] مین اُردو کا اخبار دلی مین جاری ہوا اور یہ اس زبان مین پہلا اخبار تہا کہ میرے والد مرحوم کے قلم سے نکلا۔

غرض اپنی آسانی کی وصف سے اور اس لحاظ سے کہ ملکی زبان یہی ہے۔ دفتری زبان بہی ٹہیری۔ اُردو نے آہستہ آہستہ فارسی کو پیچہے ہٹانا اور اپنا قدم آگے بڑہانا شروع کیا۔ تب مناسب سمجہا کہ اس ملک کے لوگون کو انہی کی زبان مین انگریزی علوم و فنون سکہائے جائین۔ چنانچہ سنہ ۱۸۴۲ء سے دلی مین سوسائٹی قائم ہوکر ترجمے ہونے لگے اور ضرورت علمی الفاظ بہم پہنچانے لگی۔ خیال کرو کہ جس زبان کی فقط اتنی بنیاد ہو وہ زبان کیا۔ اور اُسکی وسعت کا میدان کیا۔ البتہ اب امید کر سکتے ہین کہ شاید یہ بہی ایکدن علمی زبانون کی صف مین کوئی درجہ پائے۔

اُردو اسقدر جلد جلد رنگ بدل رہی ہے کہ ایک مصنف اگر خود اپنی ایک سنہ کی تصنیف دوسرے سنہ کی تصنیف سے مقابلہ کرے تو زبان مین فرق پائیگا۔ باوجود اسکے اب تک بہی قابل نہین کہ ہر قسم کے مضمون خاطرخواہ ادا کر سکے یا ہر علم کی کتاب کو بے تکلف ترجمہ کر دے اسکا سبب یہ ہے کہ اکثر علوم اور ہزارون مسائل علمی ممالک فرنگ مین ایسے نکلے ہین کہ زمانۂ سابق

برج بھاشا پر عربی اور فارسی بانون نے کیا کیا اثر کیے

جب دو صاحبِ زبان قومین باہم ملتی ہین۔ تو ایک کے رنگ روپ کا دوسرے پر ضرور سایہ پڑتا ہے
اگرچہ اسکے اثر۔ گفتگو۔ لباس۔ خوراک۔ نشست۔ برخاست۔ مختلف رسوم مین بھی ہوتے
ہین۔ لیکن چونکہ مجھے اسمقام پر زبان سے غرض ہے اسلئے اُسیمین گفتگو کرتا ہون۔ ظاہر ہے
کہ جب ایک قوم دوسری قوم مین آتی ہے تو اپنے ملک کی صدہا چیزین ایسی لاتی ہے کہ جو یہان
ہوتین نہین۔ اشیاءِ مذکورہ کبھی ضروری اور کبھی ایسی باعثِ آرام ہوتی ہین کہ اونہین استعمال
مین لینا ضروریاتِ زندگی سے نظر آتا ہے۔ اِسلئے یہہ لوگ اُنہین غنیمت سمجھکر لیتے ہین۔ اور
باخوشی کام مین لاتے ہین۔ اِن اشیاء مین سے بہتیری چیزین تو اپنے نام اپنے ساتھ لاتی
ہین۔ اور بہتیرے نئی ترکیب سے۔ یا اول بدلکر یہان نیا نام پاتی ہین۔ اور یہہ پہلا اثر
دوسری زبان کا ہے اسکے علاوہ جب یہہ دونو ایک جگہہ رہکر شیر و شکر ہوتی ہین تو
ایک زبان مین دوسری زبان کے لفظ بھی گھُل مِل جاتے ہین۔

جب مہمان و میزبان ایک دوسرے کی زبان سمجھنے لگتے ہین۔ تو ایک خوشنما اور مفید تبدیلی
کے لئے رستہ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ طبعِ انسانی کے اتحاد سے سب کے خیالات متفق یا
قریب قریب ہون مگر اندازِ بیان سب کا جدا جدا ہے۔ اور طبیعت ہمیشہ نئے انداز کو پسند
کرتی ہے۔ اسلئے اداے مطلب مین ایک دوسرے کے اندازِ بیان سے بھی فائدہ اُٹھاتے ہین۔
پھر نئی نئی تشبیہین۔ لطیف استعارے لیکر اپنی پرانی تشبیہون اور مستعمل استعارون کا رنگ
بدلتے ہین۔ اور جسقدر زبانمین طاقت ہے ایک دوسرے کے خیالات اور نئی طرز کو لیکر
اپنے مین نیا مزہ پیدا کرتے ہین۔

آب و ہوا۔ [illegible] مین وقت بوقت ہر ایک زبان پر گزرتا ہے۔ چنانچہ قومِ عرب جو ایک زبان

ین - روم - یونان - اور سپانیہ وغیرہ سے خلط ملط ہوئی تھی - ہزاروں لفظ علمی اور
وہان سے لئے - اسیطرح فارسی زبان عربی ترکی وغیرہ الفاظ سے مالا مال نظر آتی ہے - انگریزی
کے اب مین مجھے کچھہ کہنا زیبا نہین - کیونکہ اب روشنضمیر انگریزی خوان بہت ہین - اور وہ
مجھسے زیادہ جانتے ہین - مگر اتنا کہنا کافی ہی کہ جسطرح ایک مہذب سلطنت کو تمام ضروریات
سلطنت کی کارخانے اور ملکی سامان موجود ہونے چاہئین - اسیطرح سب قسم کے الفاظ اور تمام
ادا ے خیالات کے انداز انگریزی زبان مین موجود ہین -

اب ہم اپنی زبان مین گفتگو کرنی چاہیے - لیکن اتنا پھر یاد دلانا واجب ہی کہ **اُردو**
سے نکلی ہے اور کیونکر نکلی ہی - اُردو زبان اوّل - لین دین - نشست برخاست کی ضرورت
کے لئے پیدا ہوگئی - ہندؤن کے ساتھہ ہندی مسلمان تھے اکثر ایرانیون - یا ترک تانیوں کے
اولاد رہی - ہندستان کو وطن - اور اس زبان کو اپنی زبان سمجھنے لگے - یہہ بھی ظاہر ہے
کہ جسطرح زمین بے روئیدگی کے نہین رہ سکتی - اسیطرح کوئی زبان بے شاعری کی نہین رہ
سکتی - **محمد شاہی** دور تھا - اور عیش و عشرت کی بہار تھی ان شرفا کو خیال آیا ہوگا
کہ جسطرح ہمارے بزرگ اپنی فارسی کی انشا پردازی مین گلزار کھلاتے تھے - اب ہماری ہم
زبان ہے - ہم بھی اسمین کچھہ رنگ دکھائین - چنانچہ وہی فارسی کے خاکے اُردو مین اُ
سخن نوانیان شروع کردین اور قصیدہ کہنے لگے - اور اسمین کچھہ شک نہین کہ جو کچھہ
خیال - یا لفظون کی تراش - یا ترکیبون کی خوبصورتی - یا تشبیہہ اور استعارہ کی رنگینی
عروج اتنا جو کچھہ نصیب ہوا شعرای اُردو کی بدولت ہوا - اور یہی سبب ہی کہ جو کچھہ سامان
ایک ملکی اور ٹکسالی زبان کے لئے درکار ہوتے ہین اتنے یہہ زبان مفلس رہی - کیونکہ ا

جہاز۔ مستول۔ بادبان۔ تہمت۔ دَرہ۔ پردہ۔ دالان۔ تہ خانہ۔ تنخواہ۔ ملاح
تازہ۔ غلط۔ صحیح۔ رسد۔ سرباری۔ کاریگر۔ ترازو۔ شطرنج کے باب مین تعجب ہی کہ
خاص ہند کا ایجاد ہے مگر عرب اور فارس سے جو پھر کر آئی تو سب اجزا کے نام اور اپنے
اصطلاحین بدل آئی۔

سینکڑون لفظ عربی فارسی کے یہان آئے مگر ہوا موافق نہ آئی اسلئے مزاج اور صورت
بگڑ گئی مثلاً مرغا وغیرہ۔ دیکھو صفحہ ۸

صرف مین فارسی سے کچھ نہین لیا۔ خود اتنا کیا کہ ون علامت جمع ہندی کو عربی
فارسی لفظون پر بھی لگا لیا۔ مثلاً۔ آدمیون۔ انسانون۔ درختون۔ میوون۔

اسم فاعل۔ فارسی عربی کے بے شمار لئے۔ اور انمین شطرنج باز کے قیاس پر۔
و ٹربّاز۔ اور وفادار کے قیاس پر ظرفا۔ سمجھہ دار۔ سمجھناک۔ بھی بولدیتے ہین۔ باغبان
کے قیاس پر گاڑی بان۔ ہاتھی بان۔ بہلبان۔ مگر بان اور وان۔ حقیقت مین
ہین۔ کیونکہ اصل مین دونو زبانین ایک دادا کی اولاد ہین۔ اسکی تحقیق جیسی کہ
ہئے۔ فارسی لیکچرون مین لکھی ہی۔

اسم ظرف۔ قلمدان وغیرہ کے قیاس پر خاصدان۔ پاندان۔ ناگردان۔ پیک دان
دیخانہ۔ پیخانہ۔

حروف۔ کا بھی یہی حال ہی۔ مثلاً حرف تشبیہ کوئی نہین لیا۔ مگر۔ چنانچہ
چونکہ موجود ہین اور اِسطرح آتے ہین کہ ترجمہ کے لئے ہندی حرف معلوم ہی نہین ہوتا
حرف شرط مین۔ اگر۔ اور اس سے اگرچہ بھی لیا۔

عاطفہ سمیت معطوف۔ اور معطوف علیہ۔ اردو عبارت مین لے لیا
ہوا۔ شب و روز۔ صبح و شام۔ زور و شور۔

کہنا ضرور چاہیے کہ جو کچھ ہوا تھا اپنے رنگ پر خوب ہوا تھا۔

اب ہمیں پھر مطلب پر آنا چاہیے کہ بھاشا نے اردو کو کپڑے پہنانے کے لیے فارسی سے کیا کیا لیا

۱۔ اون چیزون کے نام لیے جو عرب اور فارس سے آئیں اور اپنے نام اپنے ساتھ لائیں۔
مثلاً لباس میں قرغل۔ لبادہ۔ کرتہ۔ قبا۔ چوغا۔ آستین۔ گریبان۔ پاجامہ۔ ازار۔
عمامہ۔ رومال۔ شال۔ دوشالہ۔ تکیہ۔ گاؤتکیہ۔ برقع۔ پوستین۔ وغیرہ۔
کھانے کے ذیل میں۔ دسترخوان۔ چپاتی۔ شیرمال۔ باقرخانی۔ پلاؤ۔ زردہ۔ مزعفر۔
قلیہ۔ قورمہ۔ متنجن۔ فرنی۔ ماقوتی۔ حریرہ۔ حریسہ۔ لوز۔ مربی۔ اچار۔ فالودہ۔
گلاب۔ بیدمشک۔ خوان۔ طبق۔ رکابی۔ تشتری۔ کفگیر۔ چمچہ۔ سینی۔ کشتی۔ چاجوبز وغیرہ
متفرقات میں۔ حمام۔ کیسہ۔ صابون۔ شیشہ۔ شمع۔ شمعدان۔ فانوس۔ گلگیر۔ تنور۔
رفیدہ۔ تنک۔ نماز۔ روزہ۔ عید۔ شب برات۔ قاضی۔ ساقی۔ حقہ۔ نیچہ۔ چلم۔ تفنگ۔
بندوق۔ تختہ نرد۔ گنجفہ۔ اور انکی اصطلاحیں۔ یہ سب چیزیں اپنے نام ساتھ لیکر آئیں۔
بہت سی چیزیں آئیں کہ بھاشا میں انکے لیے نام نہیں۔ سنسکرت کی کتابوں میں ہونگے۔
پستہ۔ بادام۔ منقی۔ شہتوت۔ بیدانہ۔ خوبانی۔ انجیر۔ سیب۔ بہی۔ ناشپاتی۔ انار۔ وغیرہ

۲۔ بہت سے عربی فارسی کے لفظ کثرت استعمال سے اسطرح جگہ پکڑ بیٹھے ہیں۔ کہ اب
اونکی جگہ کوئی سنسکرت یا قدیمی بھاشا کا لفظ ڈھونڈھ کر رکھا جاتا ہے تو اسمیں یا تو مطلب
اصلی فوت ہو جاتا ہے۔ یا زبان ایسی مشکل ہو جاتی ہے کہ عوام تو کیا خواص ہنود کی سمجھ میں
بھی نہیں آتی مثلاً۔ دلال۔ فراش۔ مزدور۔ وکیل۔ جلاد۔ حراف۔ مسخرا۔ نصیحت۔
لحاف۔ توشک۔ چادر۔ صورت۔ شکل۔ چہرہ۔ طبیعت۔ مزاج۔ برف۔ فاختہ۔ قمری۔
طوطا۔ پر۔ دوات۔ قلم۔ سیاہی۔ جلاب۔ رقعہ۔ عینک۔ صندوق
لگام۔ رکاب۔ زین۔ تنگ۔ پوزی۔ نعل۔ کوتل۔ عقیدہ۔ وفا۔

بہا سا پر جاری ہے لیا اور ۔

سوچنا - اب کہتے ہین - ہر چند فکر کرتا ہون عقل کام نہین کرتی -
پچتانا - اپنے کئے پر بہت پشیمان ہوا مگر اب کیا ہوسکتا ہی - یعنے پچتایا
اسیطرح خوش ہونا خفتے ہونا خفا ہونا - تنگ ہونا - دق ہونا - غمگین ہونا - تما
سیر کرنی - انتظار کرنا - راہ دیکھنا - یہان تک کہ بہتیرے مصدرون کی اصل ہند
اس سے بڑھکر یہہ کہ عربی فارسی کے مصدر یا مشتقات لیکر ہندی کا اشتقاق کرلیا
گذشتن سے گذرنا - اور اُسکے افعال محاورہ ہی کہ گئی گذری بات کا اب کر
فرمودن - سے فرمانا - اور اُسکے بہت سے افعال -
قبول - سے قبولنا - محاورہ ہی - بڑا بادی چور رہتا - ہرگز نہ قبولا -
بدل - سے بدلنا - اور اوسکے بہت سے افعال - محاورہ ہی کہ اوتیلے کا بدلا لے

بخشیدن سے بخشنا | لرزیدن - سے - لرزنا
نواختن یا نوازش سے نوازنا | شرم - سے - شرمانا

کاہلی سے کہلانا - میان مجبور - ایک قدیمی شاعر تھے - اوستاد مرحوم
باتین کیا کرتے تھے - کہ بڈہے دیرینہ سال تھے - مکتب پڑھایا کرتے تھے - ایک
مین غزل پڑہی - دیکھا کس خوبصورتی سے فعل مشتق کو بٹھایا ہے - ع
باتین دیکھہ زمانہ کی - جی بات سے بھی کہلاتا ہی ٭ خاطر سے سب یارون کی مجبور
نحو - مین ترکیب اضافی - ترکیب توصیفی - کہین مبتدا کہین خبر ہوکر تمام ہند
اسمین پہلا فائدہ یہہ ہوا کہ اختصار کے لحاظ سے لفظون کا پھیلاؤ کم ہوگیا -
دوسرے - جمع موصوف ہو تو اسم صفت موصوف کو بھی اسکے لیے جمع لاتے تھے اب
ملایم ہوگئین دلبر سبزہ کی ساعتین کڑیان ٭ پہر گھٹنے لگے اُن بن نہ گذ
اب کڑی ساعتین بولتے ہین -

وفا -

سمیرے - صیغہ مضارع معنے حال - سوداے

نالہ سینہ سیر کرے عزم سفر آخر شب ٭ راہ رو چلنے پہ باندہے ہے کمر آخر شب

ے - یہہ کہ اقسام اضافہ مین تشبیہہ اور استعارہ کے رنگ سے - سیدہی سادی

ان رنگین ہوگئی - جناچہ بہاشا مین کہنا ہو تو کہینگے - راج کنور کو دل کے

ل کی کملاہٹ دربار کے لوگون سے نہ دیکہی گئی - اُردو مین کہینگے شہزادہ کو غنچۂ

ل کی کملاہٹ اہل دربار نہ دیکہی گئی -

لی وغیرہ متقدمین کے کلامون مین ایسی ترکیبین بہت ہین - بلکہ آدہے آدہے اور

رے سارے مصرع فارسی کے ہین - مگر کچہہ اور طرح سے - علی ہذ القیاس بہاشا

الفاظ اور اوسکے ترکیبین بہی زیادہ ہین - اور اسطرح ہین کہ آج لوگون کو فصیح

ین معلوم ہوتین - اِسکی مثال ایسی ہے گویا دُودہ مین مٹہاس مِلائی مگر وہ اچہی

طرح گہلی نہین - ایک گہونٹ خاصا میٹہا - ایک بالکل پہیکا ہے - پہر ایک مین مصری

ڈلی دانت تلے آگئی - ہان اب گہل ملکر وہ مرتبہ حاصل ہوا جسے شیروشکر کہتے ہین

ض اشخاص یہہ بہی کہتے ہین کہ خالی بہاشا مین کچہہ مزہ نہین - اُردو خواہ مخواہ طبیعت

لی معلوم ہوتی ہے مگر میری عقل دونو باتومنین حیران ہے - کیونکہ جب کوئی کہے

ایک شخص آیا تہا - یا یہہ کہین کہ ایک منش آیا تہا - تو دونو یکسان ہین - کیونکہ

ن کہ منش مخالف طبع ہے ٭ یہہ بہی تو ہو سکتا ہے کہ ہم بچپن سے شخص سنتے

ن اسلئے ہمین منش یا مانس - نامانوس معلوم ہوتا ہے اسیطرح اور الفاظ -

ن تعداد شمار سے باہر ہوگئی ہے -

سے زیادہ تعجب یہہ ہے کہ بہت سے لفظ خود متروک ہین مگر دوسرے لفظ سے ترکیب

ویسے ہی کہ ... ہین کہ فصحا کے محاورہ مین جان ڈالتے ہین - مثلاً یہی مانس کہ

اکیلا محاورے مین نہین مگر سب بولتے ہین کہ احمد ظاہر مین تو بہلا آدمی معلوم
باطن کی خبر نہین ہے

بندھو - بھاشا مین بھائی یا دوست کو کہتے ہین - اب محاورہ مین بھائی و
کہتے ہین - نہ فقط بندھو نہ بھائی بندھو - اور ان استعمالون کی ترجیح کے لئے و
کسی کے پاس نہین - جو کچہہ جس زمانہ مین رواج ہو گیا وہی فصیح ہو گیا - ایک ز
آئیگا کہ ہماری محاورے کو لوگ بے محاورہ کہکر ہنسین گے -

اگرچہ یہہ بات بغیر تمثیل دیکہنے کے بہی ہر شخص کے خیال مین نقش ہے کہ سنسکرت ا
برج بہاشا کی مٹی سے اُردو کا پُتلا بنا ہے - باقی اَور زبانون کے الفاظ نے خط و خ
کا کام کیا ہے - مگر مین چند لفظ مثالاً لکہتا ہون - دیکہو سنسکرت الفاظ جب اُردو مین
تو اُنکی اصلیت نے انقلاب زمانہ کے ساتھ کیونکر صورت بدلی ہے -

(۱) **چُورن** سنسکرت ہے یعنے آٹا - بہاشا مین - چون - کہتے ہین اُردو مین چ
پسی ہوئی دوا کو کہتے ہین - اور کُٹی ہوئی چیز کے نیچے جو باریک اجزا رہ جائین وہ چو

(۲) **پشٹ** سنسکرت ہے برج بہاشا مین - پسان - اِسی کو ہے پسنہاری آ
- **پیٹھی** - پسی ہوئی دال کے لئے خاص ہو گئی - اور پیسنا - مصدر ہو گیا -

(۳) **اَٹ** جسے برج بہاشا اور اُردو دونون مین آٹا کہتے ہین -

(۴) **وَارتا** - یا **ورت** - اُردو مین - بات ہو گئی -

(۵) **چترد ہر** - اُردو مین چودہری ہو گیا -

(۶) **چندر** - چاندری سنسکرت ہے - اُردو مین - چاند اور چاندنی ہو گئی

(۹) ہستی - کا ہاتھی ہو گیا -
(۱۰) بادر - سنسکرت ہے - بھاشا - بادر - اردو بادل یعنے ابر ہو گیا -
(۱۱) ڈل - ایک ایک چیز کے دو دو ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں - بہاشا اور اردو مین دال خاص غلہ کے لئے - اور دلنا مصدر نکل آیا -
(۱۲) کشیر - دودھ - بہاشا - کہیر - یا چھیر - اردو مین دودھ چاول سے تیار ہوتی ہے -
(۱۳) دُگدھ - سنسکرت ہے - بہاشا دُودھ ہوا - اب اردو مین دودھ کہتے ہین -
(۱۴) ماش - یا ماکھ - ماس - اردو مین مہینا ہو گیا -
(۱۵) گاندھا - اردو مین گنا ہو گیا مگر گنڈیری مین ڑ ال باقی رہی - بہت سے الفاظ ہین عربی فارسی نے اردو کو دئے - اردو نے کہین تو لفظون مین کچھ تصرف کیا - معنے ہی سب - کہین لفظون کو سلامت رکھا - معنے کچھ سے کچھ کر لئے مثلاً -
فیلسوف - یونانی لفظ ہے - بمعنے محب الحکمت - جسے عربی مین حکیم اور انگریزی مین فلاسفر کہتے ہین - مگر اردو والے - دغا باز اور مکار کو کہتے ہین - اور فیلسوفی مکاری
اماں - آب اور اُم سے نکلے ہین -
خصم - عربی مین بمعنے مقابل یا دشمن ہے مگر اردو مین خاوند بمقابل جورو کے ہے سے زیادہ کوئی دنیا مین عزیز نہین -
تماشا سیر - عربی مین فقط بمعنے رفتار ہے - اردو مین کہتے ہین - چلو باغ سیر دیکھ آئین - عجب تماشا ہے -
خلوص - عربی مین خالص کرنیکو کہتے ہین - اردو والے - پیار - اخلاص - محبت معنون مین بولتے ہین -
[illegible] لفظ ہے یعنے نیکیان - اردو مین خیرات دو - صدقہ اتارو -

تکرار - عربی مین دوبارہ کہنے یا کام کرنے کو کہتے ہین - اُردو مین نزاع یا جھگڑ
کو کہتے ہین -

طوفان - عربی لفظ ہے فارسی مین کسی شے کی حالت افراط کو کہتے ہین - اُردو
بمعنے تہمت بہی آتا ہے -

خفیف - عربی مین ہلکی تنے کو کہتے ہین - ہندی مین کہتے ہین - وہ مجہسے ذرا ملے تو
دیکہو کیسا خفیف کرتا ہون - یعنی شرمندہ

مصالح - جمع مصلحت - یا مَصلَح کا مخفف ہے - اُردو مین گرم مصالح وغیرہ اور سا
عمارت کو بہی مصالح کہتے ہین -

خاطر - عربی فارسی مین دل - یا خیال کے موقع پر بولتے ہین - اُردو مین کہتے ہو
- بہلا ایک گہونٹ تو ہماری خاطر سے بہی پی لو یا اُنکی بڑی خاطر کی -

دستوری - جن معنونمین یہان بولتے ہین - یہہ یہین کا ایجاد ہے - پنجابی مین
جہونگا کہتے ہین -

روزگار - فارسی مین زمانہ کو کہتے ہین - ہندی مین روزگار نوکری ہے -

رومال - جن معنونمین یہان بولتے ہین یہہ یہین کا ایجاد ہے - فارسی مین رو پاک یا دست

خیر و صلاح - عوام الناس خیر سلا کہتے ہین یعنے صحت و سلامت -

رسند - اگرچہ فارسی لفظ معلوم ہوتا ہے - مگر اہل فارس ان معنون مین نہین بولتے
بہت الفاظ اسطرح لئے کہ معنون کے ساتہہ اونکی صورت بہی بدل دی - اگرچہ ا
انمین سے عوام الناس بولتے ہین - مگر بعض الفاظ خواص کی زبانون تک بہی

...روا - شوربا - یا شوربا بہ -	تاٹ بافی - تار بافی -
...یسا - کیسہ -	زری گوٹا - زری کہنہ -
...گل - کاہ گل -	تار تلا - تار طلا یعنے زری کہنہ -
...امام دستہ - ہاون دستہ -	تانے تشنے - طعن و تشنیع -
...باز - بزاز	بک بک - جہک جہک - زق زق - بق بق
...ور - قربوس -	توبہ تیقنسوہا - توبۂ نصوحا -
...پیناہ - دست پناہ - یہین کی فارسی ہے	تاشہ - تاسہ - اور تاسک فارسی لفظ ہے -
...دار سنگ - مردہ سنگ	سہ بندی - سپہ بندی - نونگہداشت فوج
...ری گذری - بازارِ وقت شام	غرفش - عرش -

...راتفری - یعنے افرط و تفریط - اصل مین نہایت بہتات - اور نہایت کمی کے ...ہین - اب کہتے ہین عجب افراتفری پڑ رہی ہے - یعنے ہل چل - پڑ رہی ھے -

...نچ - قلاش - یا قلاج - ترکی مین دونو ہاتہون کے درمیان کی وسعت کو کہتے ... - اسلئے کپڑا ماپنے کا پیمانہ ہے - یہان خرگوش یا ہرن وغیرہ جانور دوڑتے ہون ...ہین گے کہ - قلانچین بہرتے ہیرتے ہین - ذوق -

...شتی کو دیکہا ہمنے اوس آہونگاہ کے جنگل مین بھر رہا تھا قلانچین ہرن کی ساتھ

...کا - ترکی مین بڑے بہائی کو کہتے ہین - یحصان - آکا - یار دوست کو بولتے ہین ...اسمین کچھہ بانکپن کو بھی دخل ہے -

...رق - ترکی مین شئے محفوظ کو کہتے ہین - یہان جو شئے حاکم کی ضبطی مین ...ایا سے قرق کہتے ہین -

...یسے کہتے عربی مین کنگہی کو کہتے ہین - فارسی مین - مشاطہ اوس عورت کو

کہتے ہین جو عورتون کو جا و بیجا لیکر جاتی - جیسے ہندستان مین نائن - اُردو مین
مُشّاطہ - بضم اول - اور بتخفیف ثانی - اوس عورت کو کہتے ہین - جو دلہن وغیرہ
کی نسبت تلاش کرے اور شادی کرواوے -

مُرغا - فارسی مین مرغ - فقط مرغ ہے - اردو مین - مرغا مخروس - مرغی -
ماکیان کو کہتے ہین - اور آخر ان ہر ہمہ کا مرغون کی پالی ہندستی ہے -

چِق - باچیق - ترکی مین باریک پردہ کو کہتے ہین - یہان چلمن کو - چک کہتے ہین

کُتا - ترکی مین بڑے کو کہتے ہین - یہان - کُتّا - موٹے کو کہتے ہین - سپاکُتا - محاورہ ہے

نظَر - بالتحریک ہے - مگر مع اسکی بسکون اوسدھی بولتے ہین - وزیر
ترچھی نظرون سے نہ دیکھو عاشق دلگیر کو + کیسے تیرانداز ہو سیدھا تو کر لو تیر کو

خَطّ - مشدد ہے - مگر اب کہتے ہین - آجکل خطون مین آداب والقاب کا دستور کہ
نہین رہا - کسی اُستاد کا شعر ہے -
صاف تھا جب تک کہ خط - تب تک جواب ملتا تہا + اب تو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

غَمّ - یعنی عربی مین مشدد ہے - فارسی اور اُردو مین بالتخفیف بولتے ہین -

سکّرح - عربی مین بالتسکین ہے اُردو کے اہل محاورہ اور شاعرسی بالتحریک باندہتے ہین

محلّ - بالتشدید ہے مگر کہتے ہین - کل بولی بہشیاری کی محلون پر بسنت ہے -

بولی بہشیاری - کوئی بر علی بختیاری کا مخفف و متبدل کہتا ہے - کوئی
کہتا ہے بہولی بہٹی کا -

نجیب منڈل - بدیع منزل - کا مخفف و مبدل ہے - دلی کے باہر شاہان
قدیم کی تعمیرات سے ایک مشہور عمارت ہے -
مرزا حسن کو پیار سے میرزا احسنو کہتے ہین اور یہان سے کو [illegible] دہ وفا -

کَلیجہ - لام کی زیر سے ہے - محاورہ مین سکون لام بہی بولتے ہین اور وہی بہلا معلوم ہوتا ہے جرأت نے کیا خوب کہا ہے -

کلمہ پڑہے ترا - جسے دیکھے تو بہر نظر ٭ کافر اثر ہے یہہ تیری کافر نگاہ کا -

نَشَاء - اہل محاورہ اسے بہی - نشا - کہتے ہین - ذوق نے کیا خوب کہا ہے

جتنے نشے ہین یہان - روشِ نشئہ شراب ٭ ہوجاتے بدمزہ ہین جو بڑہ جاتے حد سے ہین

کہلا نشے مین جو پگڑی کا پیچ اوسکی مہمیز ٭ سمند ناز کو ایک اور تازیانہ ہوا

اِسطرح سینکڑون لفظ ہین - جنکی تفصیل بے فائدہ تطویل ہے -

انگریزی زبان بہی اپنی عملداری بڑہاتی چلی آتی ہے - ہندو مسلمان بہائیو تکو اوسدن کا انتظار چاہیئے کہ وہ عربی فارسی کے لفظ جو ابتک ہمارے تمہارے باپ دادا بولتے ہین آئندہ انکی جگہہ اس کثرت سے انگریزی لفظ نظر آئینگے کہ عربی فارسی کے لفظ خود جگہہ چہوڑ چہوڑ کر بہاگ جائینگے - چند لفظ ایسے بہی دکہانے چاہئین جو کہ مختلف ملک یورپ کے ہین اور اب ہماری زبان مین اسطرح پیوند پا گئے ہین کہ جوڑ تک نہین معلوم ہوتا مثلاً -

کمرا اطالی ہے -
نیلام - پرتگالی ہے - وہ لیلام کہتے ہین
پادری - زبان لاطینی سے آیا ہے -
لالٹین - لین ٹرن انگریزی ہے -
اسٹام - سٹمپ انگریزی ہے -
بسکٹ - بسکٹ انگریزی ہے -
درجن - ڈزن انگریزی ہے -
بٹن - بٹن ایضاً
بگی - انگریزی ہے -
گلاس - انگریزی مین عام شیشہ ہے -
فرانیل - یا فلالین - فلینل انگریزی ہے -
بانبٹ - بابی نٹ - ایک جالی کی قسم کا کپڑہ
بوتل - باٹل انگریزی ہے -
دن پیچو ... ہے -

بوتام - بوتان فرنچ ہے ۔	میم - میڈم - انگریزی ہے
پستول - پسٹل انگریزی ہے ۔	اردلی - آرڈرلی ۔

اسیطرح اسٹیشن ٹکٹ - ریل - پولس - وغیرہ صدہا لفظ ہین کہ خاص عام سے بڑھکر عورتون کی زبان تک پہنچگئے ہین - اور جو الفاظ دفترون اور کچہریون مین صاحب لوگونکے ملازم بولتے ہین اگر سب لکھے جائین تو ایک ڈکشنری بنجائے ۔

ہر زبان کے فصحا کا قاعدہ ہے کہ اپنی زبان مین تصرفاتِ لطیف سے کچھ ایجاد کرکے نیئے الفاظ اور اصطلاحین پیدا کرتے ہین - ہماری اردو بھی اس میدان مین کسی سے پیچھے نہین رہی - اِن اصطلاحون کی بنیاد اگرچہ اتفاق پڑتی ہے مگر اُن لوگونکی طبیعت سے ہوتی ہے جو علم کے ساتھہ فکرِ عالی - طبیعتِ برّاق - ذہن پُر ایجاد - اور ایجاد دلپذیر رکھتے ہین - اُنہی کے کلام کو خاص وعام کے دلومین بھی اثر ہوتا ہے کہ بات سبکے دلون کو بھلی لگتی ہے - اور اُسے اختیار کر لیتے ہین - مثلاً

گھوڑے کا رنگ جسے ہندستان مین **سُرنگ** اور پنجابی مین - چنبا - یا - کُلّا کہتے ہین فارسی مین اُسی کو کُرنگ کہتے ہین - چونکہ بھاشا مین - کُ - علامت بدی اور سُ - علامت خوبی ہے اسلیئے **اکبر** نے اسکا نام سُرنگ رکھا -

گھوڑے کی اندھیری کا نام - **اُجیالی** رکھا کہ نیک شگون ہے -

خاکروب کو **حلال** خور کا خطاب بھی اوسی ذرہ نواز بادشاہ کا بخشا ہوا ہے -

جہانگیر کی رنگیلی طبیعت نے شراب کا نام - رام **رنگی** رکھا اور اُسکو فارسی کے شعرا نے اشعار مین بھی باندھا - طالب آملی -

نہ ایم منکر صہبا ولیک میگویم　　کہ رام رنگی ما نشۂ دگر دارد

سنگترہ کو اوسکی خوبی و خوشرنگی کے سبب سے **محمد شاہ** نے [illegible] - وفا -

بلبل ہندوستان کا گلدم نام رکھا۔
ہار کے لفظ کو بدشگون سمجھکر۔ پہلماں کہوایا۔
شاہ عالم نے سُرخاب کو بھی گلسیرہ۔ کہا۔ مگر اُسنے رواج نہ پایا۔
نواب سعادت علی خان مرحوم نے ملائی کا نام بالائی رکھا کہ لکھنؤ مین عام اور دلّی وغیرہ مین کم رایج ہے مذاقِ سلیم دونو کے لطف مین امتیاز کر سکتا ہے۔
بھاشا کی ساخت کو دیکھو کہ ہر ایک زبان کی ملاپ کے لئے کیسی ملنسار طبیعت رکھتی ہے نظم و نثر پر غور سے نظر کرد او سنے اپنے مہمان کے لئے فقط لفظون ہی مین جگہہ خالی نہین کی بلکہ بہت سے الفاظ و خیالات جو کہ ملکی خصوصیت عربی فارسی سے رکھتے تھے وہ بھی لیئے چنانچہ بہادری کا میدان رستم و سام کو دیا۔ حالانکہ یہان وہ بھیم اور ارجن کا حق تہا۔ سودا کہتے ہین ع

رستم رہا زمین پہ نہ سام رہگیا ❊ مردونکا آسمان کے تلے نام رہگیا
رستم سے بہلا کہہ تو سر تیغ تلے دہر دے ❊ پیارے یہ سمین سے ہو ہر کاری و ہر مردے

حسن و جمال کے شبستان مین لیلی و شیرین آگئین۔ اور جب وہ آئین تو راجھے کی جگہہ مجنون و فرہاد کیونکر نہ آتے۔ مجنون و فرہاد کی آنکھون سے گنگا جمنا تو بہہ نہین سکین مجبور جیحون سیحون ہندستان مین آگئے۔ ہماچل اور بندھیاچل کو چھوڑکر۔ کوہ بیستون اور شیرین کوہ الوند سے سر پھوڑتے ہین۔ مگر جب کوئی خوش طبع جاتا ہے تو بین کے پھولون سے بھی یہان کے مکان سجا دیتا ہے اور وہ عجب بہار دیتے ہین۔
ایک زبان کے محاورہ کو دوسری زبان مین ترجمہ کرنا جایز نہین مگر اِن دونو زبانون مین ایسا اتحاد ہوگیا کہ یہہ فرق بھی اُٹھ گیا اور اپنے کارآمد خیالونکے ادا کرنے کے لئے دلپذیر ن بھی ہے کہ پسندیدہ محاورات جو فارسی مین دیکھے اُنہین کبھی بجنسہ اور کبھی ترجمہ کرکے

محاورات فارسی ہو گئے

لیا- مثلاً **بر آمدن** اور **بسر آمدن** ہندی میں اسکا ترجمہ لفظی ڈھونڈہین تو
نہین ہے مگر اہل زبان نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ تضمین کرلیا اور سودا نے کہا سودا
اِس دل کی تفِ آہ سے کب شعلہ بر آئے + بجلی کو دم سرد سے جسکے حذر آئے
اُسکو یہہ طاقت ہے کہ اوس سے ہی بسر آئے : ن زلفِ سیہ اپنے اگر لعل پر آئے
درآمدن یعنے گُھس آنا- سودا-
یہان تک نہ دل آزارِ خلایق ہو کہ کوئی : ملک لمومنینہ سے صفِ محشر مین درآئے
عرق عرق شدن اور **آب شدن** ذوق-
آگ دوزخ کی بھی ہو جائیگی پانی پانی + جب یہہ عاصی عرقِ شرم مین ترجائینگے
حرف آمدن اور **دل خون شدن**-
حرف آئے مجھپہ دیکھیے کس کس کے نام سے + اِس درد سے عقیق کا دل خون ہین آئے
سید انشا- ع لب ون کہ لعل کے بھی نگینہ پہ حرف ہے-
چشمک زدن- ذوق-
لب پہ تیری پسینہ کی بوندای عقیق لب + چشمک زنی کری ہے سہیل یمن کے ساتھ
پیمانہ پر کردن- مارڈالنا- سودا-
ساقی چمن مین چھوڑکے مجھکو کدہر چلا + پیمانہ میری عمر کا ظالم تو بھرچلا
دامن افشاندہ برخاستن- بیزار ہوکر اوٹھ کھڑے ہونا سودا
کیا اِس چمن مین آن کے لیجا ئیگا کوئی : دامن تو میری سامنے گل جہاڑکر چلا
از جامہ بیرون شدن- سودا-
نکلا پڑے ہے جامہ سے کچھ اِن دنون رقیب + تہوڑے سے ہی دم دلاسی مین [illegible] چلا
کب صبا آتی ترے کوچہ سے ای یار کہین + جون حباب لب جو جامہ سے [illegible]
[illegible] وفا

فلکش خبر ندارد - یہہ محاورہ بھی اہل ہند کا نہین کیونکہ یہان آکاس ہے
فلک نہین ہے اہل ہند اسکا مضمون کیون باندہتے مگر سودا کہتے ہین -

تجہہ رخ مین ہے جو لطف ملک کو خبر نہین * خورشید کیا ہے اُسکے فلک کو خبر نہین

دل از دست رفتن بے اختیار ہو جانا - سودا کا مصرع ہے

ہاتھ سے جاتا رہا دل دیکھہ محبوبان کی چال

دل دادن عاشق ہونا - **ظفر**

دل دیکے تمکو جان پہ اپنی بُری بنی * شیرین کلامی آپکی میٹھی چُھری بنی *

میر صاحب ع ایسا ہو دل دادہ کوئی جی سے گذر جائے

از جان گذشتن - جان پر کھیل جانا ظفر کا شعر ہے -

وہان جائے وہی جو جان سے جائے گذر پہلے -

از سر چیزی گذشتن - دست بردار ہونا - سید انشاء -

خدا کے واسطے گذرا مین ایسے جینے سے - **ذوق علیہ الرحمہ**

پہنچین گے رہگذر یار تلک کیونکر ہم | پہلے جب تک نہ دو عالم سے گذر جائینگے

تو اپنے شیوۂ جور و جفا سے مت گذرے | تری بلا سے مرا دم رہے رہے نہ رہے

چاہیے تجہہ چشم کے آگے جو ہو بادام سفید | کہینچکر پوست کرے گردش ایام سفید

سفید شدن - پوست کشیدن بھی فارسی کا محاورہ ہے جسکا ترجمہ
اُنہون نے کر لیا ہے اُردو مین کہال اوتارنا - **ناسخ**

بہا گئی کونسی وہ چیز بتون کی ہمکو | نہ کمر رکہتے ہین ظالم نہ دہن رکھتے ہین

یہہ حقیقت مین لفظی ترجمہ فارسی محاورہ کا ہے کہ - نہ کمر دارند نہ دہن دارند - ہندی کا
محاورہ یہی ہے کہ نہ کمر ہے نہ دہن ہے -

بعض جگہہ اصل اصطلاح فارسی کی لیکر اوسپر اپنے شعر کی بنیاد قائم کی ہے۔ مثلاً

تر دامن - اصطلاح فارسی مین پرگناہ ہے دیکھو اُسی کی بنیاد پر کیا مضمون پیدا کیا ہے

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو ۔ دامن نچوڑ دین تو فرشتے وضو کرین

ذوق - ع کہ میری تر دامنی کے آگے عرق عرق پاک دامنی ہے

چراغ سحری - بیمار جان بلب ہے

تک میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے ✣ کیا یار بھروسا ہے چراغ سحری کا

اور دیکھو اُردو فارسی اور محاورون کو کس خوبصورتی سے ترکیب دیا ہے۔

آشیانے مین میر بلبل کے ✣ آتش گل سے رات پہول پڑا

غنچہ دہن یعنے کم گو - زبان دراز بے ادب پرگو۔ اُستاد مرحوم نے ساقی نامہ مین کہا ہے

شیشہ مے کی یہہ دراز زبان ۔ اوسپہ ہے یہہ ستم کہ غنچہ دہان

شیشہ کے مُنہہ مین سے عرق یا شربت وغیرہ نکلتے وقت جو دہار بندہتی ہے اوسے اصطلاح فارسی میں **زبان شیشہ** کہتے ہیں -

آتش زیر پا - بے قرار **موئے آتش دیدہ** جسے آگ کی سینک پہنچی ہو

بسکہ ہون غالب اسیری مین بہی آتش زیر پا ۔ موئے آتش دیدہ ہے حلقہ میری زنجیر کا

مُردن چراغ کشتن چراغ - چراغ کے بجھنے اور بجھانے کو کہتے ہین اسی سے

شمع مُردہ چراغ مُردہ - دیکھنا ذوق مرحوم نے کس لطف سے جان ڈالی ہے

شمع مردہ کے لئے ہے دم عیسےٰ آتش ۔ سوزش عشق سے زندہ ہون محبت کے قتیل

داغ دل فسردہ یہ پہاہا نہین ہو ۔ کام اس چراغ مردہ کو کیا ہے کفن کے ساتھ

کمر کوہ اور **دامن کوہ** سے بہی دیکھو کیا مضمون نکالا ہے۔ ذوق علیہ الرحمہ

حاضر مین جا بجا مین تیری وحشی کہ منزل ✣ باندہے ہوئے کہسار ... کمر کرتے

لہ دلی والون کا محاورہ ہے۔ اگر رات کو کبہی آگ لگتی تہی تو اصیل ... [illegible]

گردن مینا- آتش نے کیا خوب مضمون نکالا ہے-

ہر شب شب برات ہے ہر روز روز عید ۔ سوتا ہوں ہاتھ گردن مینا میں ڈال کے

دست سبو- خواجہ وزیر نے کس خوبصورتی سے اسکا ترجمہ کیا ہے-

ہوں وہ میکش گر نہ آیا میکدہ میں ایکدن ۔ ہر سبو نے ہاتھ پھیلائے دعا کے واسطے

سوسن دہ زبان- فارسی والوں کا خیال ہے- میر وزیر علی صبا کہتے ہیں

کھولا بہار نے جو کتب خانۂ چمن ۔ سوسن نے دس ورق کا رسالہ اٹھا لیا

سرو کو آزاد- فارسی والوں نے کیا تھا- کہ بہار و خزان- اور ثمر اور بے ثمری کی قید سے آزاد ہے- ذوق مرحوم اس بنیاد پر فرماتے ہیں-

پا بزنجیر آب جو کی موج میں سب سرو ہیں ۔ کیسی آزادی کہ یہاں یہہ حال ہے آزاد کا

قافلۂ نکہت گل- سید انشا نے کیا خوب ترجمہ کیا-

جو ٹھنڈے ٹھنڈے چلی ہے ای آہ- چھاؤں تاروں کی چل نکل تو

گلو بکی نکہت کا قافلہ بھی- چمن سے ہے لا دپھا نہ نکلا

آسمان زمین کے قلابے ملانے- بھی ایجاد اہل اُردو کا ہے- **ذوق**

قلابے آسمان و زمین کے نہ تو ملا ۔ اوس بت سرکوئی ملنے کی ناصح تباہ صلاح

طوفان باندھنا بھی انہی کا ایجاد ہے- ہندی میں نتھا-

اشک آنکھ ہیں مژگاں پہ کہ یارو ابھی ۔ پانی سو نیزہ دیا باندہ کے طوفان چڑھا

بعض فارسی کے محاورے یا انکے ترجمے ایسے تھے کہ میر و مرزا وغیرہ استادوں نے لئے مگر متاخرین نے چھوڑ دئے چنانچہ فارسی کا محاورہ ہے-

تر آمدن یعنے شرمندہ شدن **میر صاحب** کہتے ہیں

کھلنے میں تیرے موہنہ کی کلی پھاڑ سے گریبان ۔ آگے ترے رخسار کے گل برگ تر آوے

توگوئی - میر حسن - اسکا ترجمہ فرماتے ہین -

ع - کہے تو کر خوشبوئیون کے بہار تو ایک اور موقع پر کہتے ہین

کہے تو کہ دریا تھا ایک نور کا + میر

اب کوئی سی ہجران کی جہان دل پہ رکھا تھا + جو درد و الم تھا سو کہے تو کہ یقین تھا

نمود کردن یعنے ظہور کر دن یعنی فارسی کا محاورہ تھا

نمود کرکے وہین بحر غم مین بیٹھ گیا کہے تو میر بھی اک بلبلہ تھا پانی کا

حیف آنان یا حیف کسانیکہ - میر صاحب

حیف وے جو کہ وہ اس وقت مین پہنچا جس وقت + اُن کہے حال اشارون سے بتایا نہ گیا

اب اگر کہین گے تو یہہ کہین گے کہ حیف ہے اُن لوگون کے حال پر جنکو یاس تو گیا اور

وہ بیچارے اشارے سے بھی حال نہ کہہ سکے - کہنے - ہندی ہے مگر اب متروک ہے

بے تہی - یعنے کم مائگی میر صاحب کا شعر ہے -

اس زمانہ کی تری سے لہر بحر اگلی نہین + بے تہی کرنے لگو دریا دلو نکو حوصلے

خوشم نمے آید - مجھے بھلا نہین لگتا - میر صاحب فرماتے ہین

ناکامی صد حسرت خوش لگتی نہین ورنہ + اب جی سے گذر جانا کچھہ کام نہین رکھتا

خوشا بحال کسانیکہ - میر صاحب فرماتے ہین

خوا حال خوش اونہون کا ہم بزم ہین جو تیرے + افسوس ہے کہ ہمنے وہان کا نہ بار پایا

داغ این حسرت ام - میر صاحب کہتے ہین

داغ ہون رشک محبت سے کہ اتنا بیتاب + کسکے تسکین کے لئے گھر سے تو باہر نکلا

یکہ - یا - آنی آنکہ - میر صاحب نے کہا ہے -

اسی تو کہ جہان سے عاقبت کار جائیگا + غافل نہ رہ کہ قافلہ یکبار جائیگا

ایک قصیدۂ مدحیہ کے مطلعِ ثانی مین سودا کہتے ہین -

اٹھ تو کہ کارِ جن و بشر تجھسے ہو رواں ٭ تیری وہ ذات جس سے دو عالم ہو کامران

فارسی مین **بیا** امر کا صیغہ شعر کے اول مین لاتے ہین اور وہ بہت مزا دیتا ہے

بیا کہ گریۂ من آنقدر زمین نگذاشت ٭ کہ در فراقِ تو خاکی بسر توان کردن

عرفی - بیا کہ با دلم آن می‌کُند پریشانی ٭ کہ غمزۂ تو نکردہ است با مسلمانی

میان رنگین - اسکا ترجمہ کرتے ہین -

آ تجھہ بغیر مملکتِ دل اُجاڑ ہے ٭ چھاتی پہ رات ہجر کی کالا پہاڑ ہے

دستی درین کار دارد یعنے وہ اس کام مین واقفیت یا مہارت رکھتا ہے سودا

کون ایسا ہے جسے دست ہو دل سازی مین ٭ شیشہ ٹوٹے تو کرین لاکھ ہنر سے پیوند

او دہن این کار ندارد - سودا نے کہا -

نہین ہے بحث کا طوطی ترا دہن مجھسے ٭ سُخن تو دیکھہ ہو رنگین ترا چمن مجھسے

گوش کردن - سُنا سودا نے ترجمہ کیا -

کب اِسکو گوش کرے تھا جہان مین اہلِ کمال ٭ یہہ سنگریزہ ہوا ہے دُرِ عدن مجھسے

بو کردن - سونگھنا - سودا نے ترجمہ کیا -

دیکھون نہ کبھی گل کو ترے منہہ کے مین ہوتے ٭ سنبل کی سوا زلف تری بُو نہ کرون مین

اور **میر صاحب** نے اِس سے بڑھکر کہا -

گل کو محبوب ہم قیاس کیا ٭ فرق نکلا بہت جو باس کیا

خوابم بُرد - یا **خوابم در ربود** یعنے مجھے نیند آگئی - **جرأت** -

کل وہان سے آتے ہی جو ہمین خواب لیگیا ٭ دیکھا تو پھر وہین دل بیتاب لیگیا

ہند کا محاورہ نیند آتی ہے - خواب کا لیجانا محاورہ نہین -

ساجتا ہے وہ ہی کسی کے لیے دیتے

زنجیر کردن - قید کرنا - سید انشاء

سودازدہ دل ہے تو یہہ تدبیر کرینگے ۔ اُس زلف گرہگیر سے زنجیر کرینگے

سودا - نے ترجمہ کر دیا -

خاک بر سر کردن - سودا -

تو ہی کچہہ اپنے سر پہ نہ یہان خاک کر گئی + شبنم بھی اِس چمن سے صبا چشم تر گئی

ہندی مین - سر پہ خاک ڈالی کہتے ہین -

اس سے بڑہکر یہہ کہ بعض رسمین اور ٹوٹکے جو ایران اور توران مین ہوتے تھے

اونکے اشارے اُردو مین کرنے لگے **سودا**

دِوانہ اون لڑکون کا ہون قسم ہے روح مجنون کی + نہ مارو مجکو چوب گل بغیر از بید کی چھڑیان

میر اور سودا کے حال مین ان مطالب کی توضیح کی ہے -

داغ جنون - اوستاد مرحوم عالم طفولیت کی ایک غزل مین فرماتے ہین -

دیوانہ ہون تیرا مجھے کیا کام کرلون گل + زیبائش سر کو ہے مرے داغ جنون گل

اور **میر صاحب** مثنوی مین کہتے ہین

سراپا آشفتہ دماغی ۔ داغ جنون دسے جبہ چراغی

ولایت مین رسم ہے کہ قلعہ کے محاصرہ مین یا ایک لشکر سے دوسرے لشکر مین جب اسد

کا پہنچنا ممکن نہین ہوتا تو خط کا پرزہ تیر مین باندہکر پہینکتے ہین - چنانچہ میر و

سودا نے اوسے اُردو مین باندہا ہے -

نامہ جو وہان سے آئے ہے سو تیر مین بندہا ۔ کیا دیجئے جواب اجل کے پیام کا

نہ تہا پیکان پہ کیا جوہر جو نامہ تیر پہ لکہا ۔ اشارہ قتل کا قاتل نے کس تقسیر پہ لکہا

اگرچہ ان باتون پر فصاحت کے اصولِ عامّہ کے بموجب بہت اعتراض ہونگے مگر اعتراض

نہ ہونگے کیونکہ بولنے والون کی نسلین اور اصلین اور گھر اور گھرانے فارسی سے

ہنکر ہو رہے تھے - جتنا اوسکا دخل زیادہ ہوتا تھا اوتناہی مزہ زیادہ ہوتا تھا - اور آج دیکھتے ہین تو اور ہی رنگ ہے - ہمارے قادر الکلام انشا پرداز ترجمہ کرکے انگریزی کے خیالون کے چربے اُتارتے ہین - اور ایسا ہی چاہئے - جہان اچھا پھول دیکھا - چُن لیا - اور دستار نہین تو کوٹ مین زیبِ گریبان کر لیا - ہمارے انشا پردازون نے جب دیکھا کہ فارسی والون نے اپنی قادر سخنی کے زور یا طرافتِ طبع کے شور سے عربی ترکیبون کا استعمال کیا ہے تو اُنھون نے بھی اپنی پیارے ملک کی زبان کو اِس نمک سے بے لطف نہ چھوڑا سودا فرماتے ہین -

ع - جیسی کہتا ہے کوئی ہو ترا صدقاً صدقاً

سید رضی خان رضی مرحوم نے کیا خوب کہا -

ع تیری وہ مثل ہے کہ آئی رضی نہ الی الذی نہ الی الذی -

دو تو زبان کے باب تشبیہات مین ایک نکتہ کہی بغیر جیسے آگے نہین بڑھا جاتا - یعنے مختلف افرادِ انسان کے طبایع پر غور کرو کہ ہزارون کوس پر پڑے ہون - اور مختلف طبیعت کے ملکون مین ہون لیکن چونکہ طبیعتِ انسانی متحد ہے اسلئے دیکھو اونکے خیالات کسقدر ملتے جُلتے ہوتے ہین - چنانچہ یہان بالون کی تعریف مین ناگون کے لہرانے اور بھونرون کے اُڑنے سے تشبیہ دیتے تہے - فارسی مین بھی زلف کی تشبیہ سانپ کے ساتھ آئی ہے اسلئے اُردو مین سانپ رہے مگر بھونرے اوڑ گئے - اور اوسکی جگہ مشک بنفشہ - سنبل - ریحان آ گئے جو کبھی یہان دیکھے بھی نہین مگر عرب کا سادہ مزاج فصیح اپنے نیچر کا حق ادا کرتا ہے - اور زلفا کو کویلے سے تشبیہ دیتا ہے - سانولی رنگت کی تعریف مین شام برن اور میگھ برن کہتے تھے - اوس سے کُھلتا رنگ ہوتا تو چانپک برنی کہتے تہے - اب

سمن رنگ اور سیم رنگ کے الفاظ حسن کو بچار دیتے ہین مگر چین
اور ماہرخ مشترک ہے۔
آنکھ کی تعریف مین یہان ہرگ کی آنکھ اور کنول کے پھول۔ اور مچھلی
کی اچپلاہٹ سے تشبیہ دیتے تھے۔ اُردو مین آہو چشم رہے مگر مچھلی ہوا ہو گئے
اور کنول کی جگہہ ساغر لبریز اور نرگس شہلا آئی جو کسی نے یہان دیکھی بھی تھی
بلکہ تُرکِ چشم شمشیرِ نگاہ سے قتل کرنے لگی۔
رفتار کے لئے بھاشا مین ہتنی اور ہنس کی چال ضرب المثل ہے۔ اب ہنس کو ساتھ
ہاتھی بھی اوڑ گیا۔ فقط کبکِ دری۔ شورِ محشر اور فتنۂ قیامت نے آفت
برپا کر رکھی ہے۔
بھاشا مین ناک کی تشبیہ طوطے کی ناک سے تھی۔ اب زنبق کی کلی سے تشبیہ دیتے ہین
آتش کا شعر ہے۔

توڑ نے والے گلِ زنبق کے ہین　　کاٹنے والے چمن کے ناک کے

فارسی والون نے کمر کی نزاکت مین بڑی باریکیان نکالی ہین۔ مگر سنسکرت نے بھی
اپنی جگہہ مبالغہ مین کچھہ کمی نہین کی۔ چنانچہ آنکھون کی تعریف مین ایک شاعر نے
کہا۔ گوشے اونکے کانون سے جا ملے تھے۔
پہلے یہان ہوا یا ابر یا ہنس کو قاصد کہتے تھے۔ انھون نے نسیم اور
صبا کو قاصد رکھا۔
بلکہ نالہ اور آہ اور اشک سے بھی پیغام رسانی کا کام لیا۔ اوستادِ مرحوم کا شعر

نالہ ہے اُنسے بیانِ دردِ جدائی کرتا　　کام قاصد کا ہے یہ تیرِ ہوائی کرتا
ظفر گر نہین ہے کوئی نامہ بر　　تم آنسو ہی اپنا روانہ کرو

کر دیتے جس شے کا ذکر کرتے ہیں صاف اُسی کی برائی بھلائی نہیں دکہا دیتے - بلکہ اُسکے مشابہہ ایک اَور شے جسے ہمنے اپنی جگہہ اچھا یا بُرا سمجہا ہوا ہے - اُسکے لوازمات کو شئے اوّل پر لگاکر اونکا بیان کرتے ہیں - مثلاً پھول کہ نزاکت - رنگ - اور خوشبو میں معشوق سے مشابہہ ہے - جب گرمی کی شدت میں معشوق کے حسن کا اندازہ کہنا ہو تو کہیں گے کہ مارے گرمی کے پھول کے رخساروں سے شبنم کا پسینہ ٹپکنے لگا - اور اسی رنگ میں شاعر کہتا ہے - خواجہ وزیر - وزیر

ہوں وہ بلبل جو کرے ذبح خفا تو ہو کر + روح میری گُلِ عارض میں رہے بُو ہو کر

یہہ تشبیہیں اور استعارے اگر پاس پاس کے ہوں - اور آنکھوں کے سامنے ہوں تو کلام میں نہایت لطافت اور نزاکت پیدا ہوتی ہے - لیکن جب دور جا پڑیں اور بہت باریک پڑجائیں تو دِقّت ہو جاتی ہے - چنانچہ ہمارے نازک خیال - کسی بادشاہ کے اقبال اور عقل کے لئے اِسقدر تعریف پر قناعت نہیں کرتے کہ - وہ اقبال میں سکندر یونانی - اور عقل میں ارسطوے ثانی ہے - بلکہ یہہ کہتے ہیں کہ اگر اوسکا ہمائے عقل - اوجِ اقبال سے سایہ ڈالے - تو ہر شخص کشور دانش و دولت کا سکندر - اور ارسطو ہو جاے - بلکہ اگر اُسکے سینہ میں - دلائل عقلی کا دریا جوش مارے - تو طبقہ یونان کو غرق کردے - اوّل تو ہما کی یہہ صفت خود ایک بے بُنیاد فرض ہے - اور وہ بھی اوسی ملک کے ساتہہ خاص ہے - اِسپر اقبال کا ایک فلک الافلاک تیار کرنا - اور اسپر نقطۂ اوج کا دریافت کرنا دیکھئے - وہاں سے فرضی ہما کا جانا - دیکھئے - پھر زمین پر اوس خیالی آسمان کے نیچے ایک تدبیر کا یونان بسانا دیکھئے - پھر اِس فرضی ہما کی برکت کا اِسقدر عام کرنا دیکھئے - سب ہی دُنیا کے جاہل اِس خیالی یونان میں جاکر ارسطو ہو جائیں -

و شاہ بھاشی کہا کرتا تھا۔
سیطرح شعرا نے اپنے تصرفات رنگین کے ساتھہ اشعار فارسی کو رونق دی ہے۔
میر خسرو ۶سو برس پہلے کہتے ہین ع بنشستہ چون در پالکی نہ چرخ کہار آمدہ
قران السعدین مین کہتے ہین۔
خان کرہ جہجوے کشورکشا ٭ کز لب شاہان کرہ دارد بپا
دہلی کی یاد مین ایک جگہہ کہتے ہین۔
آہی دہلی و آہی بتان سادہ ٭ پگ بستہ و چیرہ کج نہادہ
زآن دو چشم گردم کہ چو ہندوان بہ ہرزہ ٭ ہمہ را بنوک مژگان زدہ بر جگر کٹارہ
عرفی۔ در چاشتگہ از شبنم گل گرد فشانست ٭ آن باد کہ در ہند اگر آید جگر آید

ہوئی	سرگشتہم ز کہچڑے ایام	ہوس سیم و زر نمید ارم
شرف	سپہر از سر افرازیش در حساب	زچہ کہنڈلیش سایہ بر آفتاب
طغرا	چو کہنڈی شکوہش اگر سایہ افگند	فیل سپہر شانہ بدزدد بزیر بار
سندر	شوخ سوسن را بگو دل میر باید شفقہ آ	ذات رجپوت است ترسم دست بر جمدہر کند
ہوئی	پان خوردہ بمن داد لہ گال آن بت ہندی	این بوسہ بہ پیغام چہ رنگین مزہ دارد
	شود چہرۂ زرد خورشید آل	دہندش اگر نازنینان اگال

ورسہ نثر مین بادشاہ کے لئے کیا خوب کہا ہے بار جگت گرو تی عالم برخود گرفتہ
بیان مذکورۂ بالا سے تمھین اجمالاً معلوم ہوگیا کہ اُردو کا درخت اگرچہ سنسکرت اور
بھاشا کی زمین مین اگا مگر فارسی کی ہوا مین سرسبز ہوا ہے۔ البتہ مشکل یہ ہوئی کہ
بیدل اور ناصر علی کا زمانہ قریب گذر چکا تھا۔ اور اُنکے معتقد باقی تھے۔
وہ استعارہ اور تشبیہ کے لطف سے مست تھے۔ اسواسطے گویا اردو بھاشا مین استعارہ و تشبیہ کا رنگ بھی آیا

سودا۔ قاصد اشک آکے خبر کر گیا قتل کو بھی دل کا نگر کر گیا ۔

فارسی والے طفلِ اشک باندھتے تھے۔ انہون نے بھی آنسو لڑکا بنایا۔

اور دیکھو اوستاد مرحوم نے اوسکے لئے دامن کیا خوب تیار کیا ہے۔ ع

طفل اشک ایسا گرا دامان مژگان چھوڑ کر

اور ظفر نے کہا ع کیا ہی شریر لڑکے یہہ اوپر تلے کے ہین۔

اور سرور نے کہا ہے۔

ابھی سے نام خدا کر نے قاصدی نکلا ۔ یہہ طفلِ اشک بڑا یا نو کا بلی نکلا

بیان کیا کرون اشک کی ابتری کا ۔ یہہ لڑکا بد اطوار پیدا ہوا ہے

نہ سمجھنا کہ فارسی زبان ہندی مین تصرفِ حاکمانہ ہی کرتی رہی۔ نہین۔ اُسے بھی یہان الفاظ لئے بغیر چارہ نہین ہوا۔ چنانچہ جو الفاظ فارسی اور سنسکرت کے اصلیت مین متفق ہین اونسے قطع نظر کرکے کہتا ہون کہ سلاطین چغتائیہ کے دفتر مین صدہا لفظ ہندی کے تھے جو کہ فارسی عبارتون مین بے تکلف مستعمل ہوتے تھے اور اب بھی عہد مذکور کی تواریخ مین موجود ہین۔

مثلاً جھروکہ درشن اور پھول کٹارہ اور کہپوہ مُرصّع۔

جہانگیر بادشاہ اپنی توزک مین لکہتا ہے کہ میرا بھائی شاہ مُراد کوہستان فتحپور سیکری مین پیدا ہوا تھا اسواسطے میرے والد اُسے پہاڑی راجہ کہا کرتے تھے۔

اور آرام بانو بیگم میری چھوٹی بہن کو بہت پیار کرتے تھے اور اکثر مجھسے کہتے تھے کہ بابا بجہتِ خاطرِ من باین خواہرِ خود کہ لاڈلہ من است بعد از من باید بجزو شی سلوک کنی من نادمیکنم۔ ناز او برداشتہ۔ بے ادبی و شوخی ہاے او را بگذرانی۔ اِسی باب سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہجہان بچپن مین اکبر کو شاہ بابا اور جہانگیر

ہر فقرے مین - اول تو علمائے ہند فی تنور سے طوفان کا نکلنا مانا ہی نہین ہے
بقیۂ یونان کا اپنے فلسفہ کی تہمت مین تباہ ہونا - وغیرہ وغیرہ - ایسی باتین
روایاتین ہین کہ اگرچہ ہمارے معمولی خیالات ہون مگر غیر قوم بلکہ ہمارے
عام لوگ اوسنے بے خبر ہین - اسلئے بے سمجھائے نہ سمجھین گے - اور جب تا
اِن سے کہکہ سمجھانیکی نوبت آئی تو لطفِ زبان کہجا - اور یہہ ہین نفرت تاثیر
مزا دیتی ہے - کہ آدھی بات کہی آدھی منہہ مین ہے اور سننے والا پھڑک
ہا - تار باجا اور راگ بوجھا - اِن خیالی رنگینیون اور فرضی لطافتون کا
یہہ ہوا کہ جو باتین بدیہی ہین اور محسوسات مین عیان ہین - ہماری
ہہون اور استعارون کی پیچ در پیچ خیالون مین اگر وہ ہی عالمِ تصور مین
اثر ہے ہین - کیونکہ خیالات کے ادا کرنے مین ہم اول اشیاءِ بے جان کو
ندار - بلکہ اکثر انسان فرض کرتے ہین - بعد اسکے جانداروں اور عاقلون
لے لئے جو باتین مناسبِ حال ہین - اِن بیجانون پر لگاکر ایسے ایسے خیالات
دا کرتے ہین - جو اکثر ملکِ عرب یا فارس یا ترکستان کے ساتھہ قومی یا مذہبی خصوصیت
رکھتے ہین -

مثلاً رات کو اہلِ محبت کی جلسہ مین اول تو **ساقی**[1] کا آنا واجب ہے - پھر معشوق
جو ایک نازنین عورت کے پری زاد لڑکا ہو - اوسکی **پیشانی** اور **رخسارہ** سے
نورِ صبح روشن ہے - مگر **زلف** کی شام بھی برابر مشک افشان ہے **صراحی** کبھی
سرکشی کرتی ہے - اسی لئے - جگر - خون ہوکر ٹپکتا ہے کبھی جھکتی ہے - اور خندۂ قلقل
سے ہنستی ہے - کبھی وہی قلقل - حق حق ہوکر یادِ الٰہی مین صرف ہوتی ہے - مگر پیالہ
اپنے کھلے منہہ سے ہنستا ہے - اور اوسکے آگے دامن بھی پھیلاتا ہے - **فلک** تیر خواہ

[1] ساقی عربی لفظ ہے اور ایسا ہے کہ جسکے لئے ہندی لفظ ہے ہی نہین - اسکا سبب یہہ ہے کہ اسکا سامان یہان ساقی [illegible] نہین تھی اسلئے اوسکے خیالات بھی نہین تھے -

کا ترکش - اور کمانِ کہکشان لگائے کھڑا ہے - مگر عاشق کا تیرِ آہ اُسکے سینہ کو پار جاتا ہے
پھر بھی زحل منحوس کی آنکھ نہین پھوٹتی کہ عاشق کی صبحِ مراد روشن ہو -
بھلا کی محفل مین شمع - تیغِ فانوس مین تاجِ زر سر پر رکھے کھڑی ہے - اسلئے
پروانہ کا آنا بھی واجب ہے - وہ عاشقِ زار آتے ہی جلکر خاک ہوجاتا ہے چراغ کہتا
ہین اور شمع کو عاشق کے غم مین رُلاتے ہین - وہ باوفا عشق کی تپ مین سراپا جلتی
اوسکی چربی گھُل گھُل کر بہتی ہے - مگر پاے استقامت اُسکا نہین ٹلتا یہانتک کہ سفیدۂ
سحری کبھی اُسکا کافور دیتا ہے اور کبھی تباشیرِ شمع[٢٥] کا دل اسلئے بھی گداز ہے کہ
شبِ زندگی کا دامن بہت چھوٹا ہے - لیکن صبح دونوں کے ماتم مین گریبان چاک کرتی ہے
عاشقِ بادہ خوار کے لئے مرغِ سحر بڑا موذی ہے - اُسکے ذبح کو ہمیشہ تیغ ناکا
تیز رہتی ہے - بادِ سحر قاصدِ خجستہ گام ہے کہ پیغامِ یار کا بہت جلد لاتا اور لیجاتا ہے -
اسی عالم مین آفتاب کبھی تو پنجۂ شعاع سے آنکھ ملتا سر برہنہ حجرۂ مشرق
سے نکلتا ہے - کبھی فلک کے سبزہ گھوڑے پر سوار کرن کا تاجِ زرنگار سر پر
جھکاتا - شفق کا پھریرا اُڑاتا آتا ہے کیونکہ اپنے حریف شاہِ انجم کی فوج کو پریشان
کرکے فتحیاب آیا ہے -

انھی بنیادون پر جب گلزار کی شگفتگی - یا باغ کی بہار دکہانی ہو تو ایسے خیالات میں
دکھائینگے کہ - شاہدِ گل کے کان مین قاصدِ صبا - کچھ ایسا افسون پھونک
گیا کہ - وہ ماری ہنسی کے فرشِ سبزہ پر لوٹ گیا - طفلِ غنچہ مسکراکر اپنے عاشق
بلبلِ شیدا کا دل لُبھاتا ہے - کبھی خزان کا غارتگر آتا ہے تو گل اپنا جام
اور غنچہ اپنی صراحی لیکر روانہ ہوجاتے ہین - اسیطرح ہمارے باغمین بہار خود ایک
معشوق ہے - اُسکا چھرہ چمن ہے - گل رخسار ہین - سنبل بال ہین - بنفشہ

[٢٥] شمع عربی مین بمعنے موم ہے - پھر موم بتی کو کہنے لگے - فارس مین اگرچہ چربی کی بھی بنتی تھی مگر نام شمع ہی رہا -
ہندمین چربی ناپاک ہے اسلئے نہ شمع تھی نہ اسکا نام تھا - بزمِ سحر کے ذبح کا مضمون بھی [illegible]

زلف ہے۔ نرگس آنکھیں ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

بہار موسم جوانی ہے۔ درخت جوانان چمن ہیں کہ عروسان گلشن سے گلے مل مل کر خوش ہوتے ہیں۔ شاخیں انگرائیاں لیتے ہیں۔ تاک کا سینہ پڑا اینڈتا ہے۔ اطفال نبات دایۂ بہار کی گود میں پرورش پاتے ہیں۔ خضر سبزہ کی برکت سے نسیم سحری مردۂ ہزار سالہ میں دم عیسوی کا کام دیتی ہے مگر بلبل زار عشق شاہد گل میں اُداس ہے۔ آب روان عمر گذران ہے۔ اُسکی موج کی تلوار سے دل کٹتے جاتے ہیں۔ سرو کے عکس کا اژدہا نگلے جاتا ہے۔ شبنم کے آنسو جاری ہیں۔ بلبل کبھی خوش ہے کہ گل اُسکا پیارا پاس ہنس رہا ہے۔ کبھی افسردہ ہے کہ خزان کا خونریز اُن سبکو قتل کریگا۔ یا اُسکے دشمن یعنے گلچین و صیاد اُسے یہاں سے نکالینگے۔ سرو یا شمشاد کے عشق میں قمری کا گیروا لباس ہے اُسکے نالہ کا آرہ دلون کو چیرتا ہے۔ کبھی عاشق زار بھی وہین آنکلتا ہے۔ وہ بجائے اپنے معشوق کے حسرت و غم سے ہم کنار ہے۔ روتا ہے اور قاصد صبا کو پیغام دیتا ہے کہ میرے تغافل شعار کو ذرا میری حال کی خبر کر دینا۔

بیان مذکورہ بالا سے معلوم ہوا ہوگا کہ اِنمین بہت سی باتین ایسی ہین جو خاص فارس اور ترکستان کے ملکون سے طبعی اور ذاتی تعلق رکھتے ہین۔ اِسکے علاوہ بعض خیالات مین اکثر اون داستانون یا قصون کے اشارے بھی آگئے ہین جو خاص ملک فارس سے علاقہ رکھتے تھے۔ مثلاً بجائے عورت کے لڑکون کا عشق۔ اُنکے خط کی تعریف۔ شمشاد۔ نرگس۔ سنبل۔ بنفشہ۔ موئی کمر۔ قد سرو وغیرہ کی تشبیہین۔ لیلی۔ شیرین۔ شمع۔ گل۔ سرو وغیرہ کا حسن۔ مجنون۔ فرہاد۔ بلبل۔ قمری۔ پروانہ کا عشق۔ فانوس کا برقع۔ غازہ —

ملکی قص... داستا... بھی فار...

اور گلگونہ - مانی و بہزاد کی مصوری - رستم و اسفندیار کی جہادری - زحل کی
نحوست سہیل یمن کی رنگ افشانی - شاہیر فارس دیونان اور عرب کے قصے
ہفتخوان - کوہ الوند - کوہ بےستون - جوئے شیر - قصرِ شیرین - جیحون سیحون - وغیرہ
ہر چند یہ سب معاملات عرب اور فارس سے متعلق ہیں مگر اُردو میں بہت سے خیالات انہی
کی بنیاد پر نظم و نثر میں پیدا ہوتے ہیں -
تعجب یہ ہے کہ ان خیالوں نے اور وہاں کی تشبیہوں نے اسقدر زور پکڑا کہ انکی مشابہ جو بھاشا
کی باتیں تھیں انہیں بالکل مٹادیا - البتہ سودا اور سید انشاء کے کلام میں کہیں کہیں
لکھی ہیں - اور وہ اپنے موقع پر نہایت لطف دیتے ہیں -
غرضکہ اب ہماری انشا پردازی ایک پُرانی یادداشت اُن تشبیہوں اور استعاروں کی
ہے کہ صدہا سال سے ہمارے بزرگوں کی استعمال ہوکر ہم تک میراث پہنچی ہیں -
ہمارے متاخرین کو نئی آفرین لینے کی آرزو ہوئی تو بڑا کمال یہ ہوا کہ کبھی صفت تجدید
کبھی استعارہ در استعارہ سے - اُسے اور تنگ و تاریک کیا جس سے ہُوا تو یہ ہُوا کہ
بہت غور کے بعد فقط ایک وہمی نزاکت - اور فرضی لطافت پیدا ہوگئی کہ جسے محالات
کا مجموعہ کہنا چاہیئے - لیکن افسوس یہ ہے کہ بجائے اسکے کہ کلام انکا خاص و عام کے
دلوں پر تاثیر کرے - وہ مستعد لوگوں کی طبع آزمائی کے لئے ایک دقیق معمّے - اور عوام
کے لئے ایک عجیب گورکھ دھندا تیار ہو گیا - اور جواب اونکا یہ ہے کہ - کوئی سمجھے نہ
سمجھے - جو نہ سمجھیں وہ اپنی جہالت کے حوالے -
اب اسکے مقابلے میں دیکھو بھاشا کا انشا پرداز برسات میں اپنا باغ کیونکر لگاتا ہے
درختوں کے جھنڈ چھائے ہیں - گہن کے پتے ہیں - اونکی گھری گھری چھاؤں ہے - املی کی
ٹہنیاں آم کے پتوں میں کھچڑی ہو رہی ہیں - کھرنی کی ٹہنیاں فالسے کے درخت میں

سکے ایک کنارہ سے شلاً پشاور سے چلو تو اوّل افغانی ہے - اٹک اُتر کر تو پوٹھواری کچھ آور ہی
ہین - جہلم تک داہنی کو کشمیر پکار رہا ہے کہ پور دُلا - پور دُلا - یعنی ادہر آؤ - بائین پر ملتان
ہے کہ کہتے ہین کتھیاں سے کمان چلے - آگے بڑہے تو وہ بولی ہے کہ پنجابی خاص اوسی کو کہتے
ہین - اسکے بائین پر پہاڑی ایسی زبان ہے کہ تحریر تقریر سب سے الگ ہے - ستلج اُتر ین تو
پنجابیت کی کمی سے لوگون کی وضع و لباس مین بھی فرق شروع ہوتا ہے - دلّی پہنچے تو اور
ہی سما بندھا ہوا ہے میرٹھ سے بڑہے تو علیگڈھ مین بھاشا سے ملا جلا پورب کا انداز شروع
ہو گیا - کانپور - لکھنؤ - سے الہ آباد تک یہی عالم ہے - جنوب کو ہٹین تو مارواڑی ہوکر گجراتی
اور دکھنی ہو جاتی ہے - پھر ادہر آئے تو آگے بنگالہ ہے - اور کلکتہ پہنچکر تو عالم گوناگون -
خلق خدا - اور ملک خدا ہے - جس کا امتیاز حدِ اندازہ سے باہر ہے میرے دوستو تم جانتے ہو کہ ہر شے
کی اصلیت اور حسن و قبح کے واسطے ایک مقام ایسا ہوتا ہے جیسے سکہ کے لئے ٹکسال - کیا سبب ہے
ابتدا مین زبان کے لئے دلّی ٹکسال تھی؟ - وجہ اسکی یہہ ہے کہ وہ دار الخلافہ تھی - دربار ہی
خاندانی اُمَرا اور امیرزادے خود صاحبِ علم ہوتے تھے - انکی مجلسین اہلِ علم اور اہلِ کمال
سے جمع ہوتی تہین - جنکی برکت سے طبیعتین گویا ہر شے کے سلیقے اور شائستگی اور لطافت و ظرافت
کے قالب ہوتی تہین - اسیواسطے گفتگو - لباس - ادب آداب - نشست برخاست - بلکہ بات
بھی ایسی سنجیدہ اور پسندیدہ ہوتی تھی کہ خواہ مخواہ سب کے دل قبول کرتے تہے - ہر شے کی نئی ہمیشہ
نئی تراش اور نئی نئی اصطلاحین - اور ایجاد و اختراع و ہانسے ہوتے تہے - اور چونکہ دار الخلافہ
میں ہر شہر کا آدمی موجود تھا - اسلیئے وہ دلپذیر ایجاد اور اصطلاحین ہر شہر مین جلد عام ہو جاتی تھی
چنانچہ بہادر شاہ سے پہلے تک دلّی میں بات کے لئے سند رہی اور انھی صفتون سے لکھنؤ نے یہہ افتخار حاصل
کیا دیکھکر سمجھ لو کہ دلپسند ایجادون - اور رنگین باتون کا ایجاد ہونا کسی شہر کی اینٹ پتھر
پر نہین ہے - ہان شائستہ اور رنگین مزاج لوگ جہان جمع ہونگے - اور دلپذیر باتون کے

دہلی زبان اُ
لیے کیوں

اب لکھنؤ بھی اس
کا مالک ہے۔

سامان موجود ہونگے وہین سے وہ پھول کھلنے لگین گے - چنانچہ وُہی دلّی کے لوگ اور اونکی اولاد تھی کہ
تباہی سلطنت اور آبادی لکھنؤ کے سبب سے وہان پہنچے تو چند روز مین ویسی ہی تراشین م
نکلنے لگین - لکھنؤ دار السلطنت ہو گیا - اور اسکے ضمن مین زبان بھی دلّی کی اطاعت سے آزا
ہو گئی - اس آزادی کی - ناسخ - آتش - ضمیر - خلیق - وغیرہ اہل کمال نے بنیاد ڈالی - اور انیس
رند - خواجہ وزیر - اور سرور نے خاتمہ کر دیا - انہون نے زبان کو بڑی ترقی دی - مگر اکثر انمین
ہوئے کہ جنگل کو صاف کرنے کو اُٹھے تھے مگر اوسمین باغ کا دخل نہ لائے یعنے صفائی زبان کی جگہ م
تکلفات کی بوچھاڑ کر دی - یہانتک کہ لکھنؤ کا ورق بھی زمانہ نے الٹ دیا - اب آفتاب ہماری قلم
فاق کا نشان ہے جسے حکم نہین کہ اوسکی قلمرو کے خط سے باہر حرکت کر سکے - ڈاکون اور ریل گاڑیون
نے پورب سے پچھم تک دوڑ کر بھانت بھانت کا جانور ایک پنجرے مین بند کر دیا - دلّی برباد لکھنؤ ویران
ونو کے سندی اشخاص کچھ پیوند زمین ہو گئے - کچھ دربدر خاک بسر - اب جیسے اور شہر ویسے ہی لکھنؤ
یسے چھاونیون کے بازار ویسی ہی دلّی بلکہ اوس سے بھی بدتر - کوئی شہر ایسا نہین رہا جسکے لوگون
ی زبان عموماً سند کے قابل ہو - کیونکہ شہر مین ایسے چیدہ اور برگزیدہ اشخاص جنسے کہ وہ شہر
بل سند ہو صرف گنتی کے لوگ ہوتے ہین اور وہ زمانہ کی صدہا سال کی محنتون کا نتیجہ ہوتے
ن انمین سے بہت مر گئے - کوئی بُڈھا جیسے خزان کا مارا پتا کسی درخت پر باقی ہے - اوس
ہر کی آواز کلیون کے غل اور اخبارون کے نقارخانو مین سنائی بھی نہین دیتی -
ں اب اگر دلّی کی زبان کو سند سمجھین تو وہانکے ہر شخص کی زبان کیونکر سند ہو سکتی ہے
ا کا رخ اور دریا کا بہاؤ نہ کسی کے اختیار مین ہے نہ کسی کو معلوم ہے کہ کدھر پھیریگا -
لئے نہین کہہ سکتے کہ اب زبان کیا رنگ بدلے گی - ہم بھی جہاز بے ناخدا مین - توکل بخدا
ے ہین - زمانہ کے انقلابوں کو رنگینیون کی تبدیلی سمجھکر دیکھتے ہین - اور کہتے ہین - آزاد ؎
ت مین جو لکھا تھا سو دیکھا ہے اب تک   اور آگے دیکھئے ابھی کیا کیا ہین دیکھنے

نظمِ اُردُو کی تاریخ

فلاسفۂ یونان کہتے ہین کہ شعر خیالی باتین ہین جنکو واقعیت اور اصلیت سے تعلق نہین- قدرتی موجودات - یا اُسکے واقعات کو دیکھکر جو خیالات شاعر کے دلمین پیدا ہوتے ہین وہ اپنے مطلب کے موقع پر موزون کر دیتا ہے - اس خیال کو سچ کی پابندی نہین ہوتی - جب **صبح** کا نور وظہور دیکھتا ہے - تو کبھی کہتا ہے دیگِ مشرق سے دُودھ اُبلنے لگا - کبھی کہتا ہے دریاے سیماب موج مارنے لگا - کوئی مشرق سے کافور اُڑاتا آتا ہے - صبح طباشیر بکھیرتی آتی ہے - یا مثلاً **سورج** نکلا - اور کرن ابھی اچھی نہین پیدا ہوئے - وہ کہتا ہے - سُنہری گیند ہوا مین اچھالی ہے - صبح طلائی تھال سر پر دھرے آتی ہے - کبھی مرغان سحر کا غُل - اور عالم نور کا جلوہ - آفتاب کی چمک دمک - اور شعاعون کا خیال کر کے صبح کی دھوم دھام دکھاتا ہے - اور کہتا ہے بادشاہِ مشرق سبز خنگِ فلک پر سوار - تاج مرصع سر پر رکھے - کرن کا نیزہ لیے مشرق سے نمودار ہوا - **شام** کو شفق کی بہار دیکھتا ہے تو کہتا ہے - مغرب کے چھپرکھٹ مین آفتاب نے آرام کیا اور شنگرفی چادر تانکر سو رہا - کبھی کہتا ہے - جام فلک خون سے چھلک رہا ہے - نہین - مغرب کے ایوان مین آگ لگ گئی - تارون بھری **رات** مین **چاند** کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے - لاجوردی چادر مین ستارے ٹنکے ہوئے ہین - دریائے نیل مین نور کا جہاز چلا جاتا ہے - اور روپے کی مچھلیان تیرتی پھرتی ہین - غرض ایسی ایسی باتین ہین کہ نہایت لطف دیتی ہین مگر اصلیت سے انہین کچھ بھی غرض نہین ہے -

وجود اسکے صنعت گاہِ عالم مین **نظم** - ایک عجیب صنعت صنائع الٰہی سے ہے - اسے

دیکھکر عقل حیران ہوتی ہے کہ اوّل ایک مضمون کو ایک سطر مین لکھتے ہین۔ اور نثر میں پڑھتے ہین۔ پھر اُسی مضمون کو منقط لفظون کے پس وپیش کے ساتھہ لکھکر دیکھتے ہین تو کچھہ اَور ہی عالم ہو جاتا ہے بلکہ اُسمین چند کیفیتین پیدا ہو جاتی ہین۔

(۱)۔ وہ وصفِ خاص ہے کہ جسے سب موزونیت کہتے ہین۔

(۲)۔ کلام مین زور زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور مضمون مین ایسی تیزی آجاتی ہے کہ اثر کا نشتر دلپر کھٹکتا ہے۔

(۳)۔ سیدھی سادھی بات مین ایسا لطف پیدا ہو جاتا ہے کہ سب پڑھتے ہین اور مزے لیتے ہین تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب خوشی یا غم وغصہ۔ یا کسی قسم کے ذوق وشوق کا خیال دلمین جوش مارتا ہے۔ اور وہ قوت بیان سے ٹکر کھاتا ہے تو زبان سے خود بخود موزون کلام نکلتا ہے۔ جیسے پتھر اور لوہے کے ٹکرانے سے آگ نکلتی ہے۔ اسیواسطے شاعر وہی ہے جسکی طبیعت مین یہہ صفت خداداد ہو۔ قدرتی شاعر اگرچہ ارادہ کرکے شعر کہنے کو خاص وقت مین بیٹھتا ہے مگر حقیقت مین اُسکا دل اور خیالات ہر وقت اپنے کام مین لگے رہتے ہین۔ قدرت کے کارخانے مین جو چیز اُسکے حواس مین محسوس ہوتی ہے۔ اور اُس سے کچھہ اثر اُسکی طبیعت اُٹھاتی ہے۔ وہ ہر شخص کو نصیب نہین خواہ لطف وشگفتگی ہو۔ خواہ آزردگی یا بیزاری۔ یہہ ضرور ہے کہ جو کیفیت وہ آپ اُٹھاتا ہے اُسکے لیئے ڈھونڈھتا رہتا ہے کہ کیسے لفظ ہون۔ اور کسطرح اُنھین ترکیب دون تاکہ جو کیفیت اُسکے دیکھنے سے میرے دلپر طاری ہے وہی کیفیت سُننے والون کے دلپر چھا جائے۔ اور وہ بات کہون کہ دلپر اثر کر جائے۔

شاعر کبھی ایک حجرہ مین تنہا بیٹھتا ہے۔ کبھی سب سے الگ اکیلا پھرتا ہے۔ کبھی کسی درخت کے سایہ مین تنہا نظر آتا ہے۔ اور اسی مین خوش ہوتا ہے۔ وہ کیسے ہی خستہ حالی مین ہو

مگر مزاج کا بادشاہ اور دل کا حاتم ہوتا ہے - بادشاہ کے پاس فوج وسپاہ - دفتر ودربار - اور ملکداری کے سب کارخانے اور سامان موجود ہیں - اِسکے پاس کچھہ نہین - مگر الفاظ اور معانی سے وہی سامان بلکہ اُس سے ہزارون درجے زیادہ تیار کرکے دکہا دیتا ہے - بادشاہ سالہا سال مین کن کن خطرناک معرکون سے ملک فتح - یا خزانہ جمع کرتا ہے - یہہ جسے چاہتا ہے گہر بیٹھے دیدیتا ہے - اور خود پروا نہین بادشاہ کو ایک ولایت فتح کرکے وہ خوشی نہین حاصل ہوتی جو اسے ایک لفظ کے ملنے سے ہوتی ہے کہ اپنی جگہہ پر موزون سجا ہوا ہو - اور حق یہہ ہے کہ اُسے ملک کی پروا ہی نہین -

اس بات مین جو کچھہ مینے اپنی آنکہوں سے دیکہا وہ یہہ ہے کہ شیخ ابراہیم ذوق جس مکان مین بیٹھتے تھے تنگ وتاریک تہا - گرمی مین دل دق ہوجاتا تہا - بعض قدیمی احباب کبھی جاتے تو گہبراتے - اور کہتے کہ یہہ مکان بدلو - گہڑی بہر بہی بیٹھنے کے قابل نہین تم کیونکر دن رات یہین کاٹتے ہو؟ - وہ - ہون ہان کرتے اور چپکے ہو رہتے کبھی مسکراتے - کبھی جو غزل کہتے ہوتے - اُسے دیکہنے لگتے - کبھی اُنکا مُنہہ دیکہتے - خدا نے مکانات - باغ - آرام وآسایش کے سامان سب دیے تہے - مگر وہ وہین بیٹھے رہے اور اَیسے بیٹھے کہ مر کر اُٹھے - اچہا اُنکے قصیدا ور غزلین دیکہہ لو - کسی بادشاہ کی سلطنت مین اس شان وشکوہ اور دہوم دہام کے سامان موجود ہین؟ - گویا سلطنت کے سامان سب اُنہی کا مال تہے کہ جس طرح چاہتے تہے اپنے کام مین لاتے تہے - جب وہ اپنے کلام کو پڑہتے تہے تو بادشاہ کو جو مالک سلطنت ہوتا ہے کچھہ اُنسے زیادہ خوشی نہ ہوتی ہوگی کیونکہ اسے اُنکا فکر بہی رہتا ہے - اُنہین پروا بہی نہین تہی -

جسطرح کوئی زمین اپنی قابلیت کے موافق بے کچھہ نہ کچھہ روئیدگی کے نہین رہ سکتی

اسطرح کوئی زبان اپنے اہل زبان کی حیثیت بموجب نظم سے خالی نہین رہ سکتی ہم
روئیدگی کی رنگینی اور شادابی اپنی سرزمین کی خاصیت ظاہر کرتی ہے زبانون
کے سلسلہ مین ہرایک نظم اپنی زبان اور اہل زبان کی شائستگی ۔ اور تہذیب علمی کے ساتھہ
لطافت طبع کے درجے دکہاتی ہے ۔

زبان اردو کے ظہور پر خیال کرین اور اُسکی تصنیفات پر نگاہ کرین تو اُسمین نثر سے پہلے
نظم نظر آئیگی ۔ اور یہہ عجیب بات ہے کہ ایک بچہ نے شعر کہے پہر باتین کرنے سیکہے
ہان ۔ نظم جوش طبع تہا اسلئے پہلے نکل پڑا ۔ **نثر** شائستگی کے بوجہ سے گران بار تہی
اپنی ضرورت کے وقت ظہور کیا ۔ نثر اردو کی تصنیف سنہ ۱۲۰۵ھ سے پہلے نظر نہین
آتی البتہ نظم کی حقیقت زبانی حکایتون اور کتابی روایتونکی خاک چہانکر یہہ نکلتی ہے کہ
جب برج بہاشا نے اپنی وسعت اخلاق سے عربی فارسی الفاظ کے مہمانونکو جگہ دی تو طبیعتون مین
اُس قدرتی روئیدگی نے بہی زور کیا ۔ لیکن وہ صدہا سال تک دوہرون کے رنگ مین
ظہور کرتی رہی ۔ یعنے فارسی کی بحرین اور فارسی کے خیالات نہ آتے تہے ۔

امیر خسرو نے کہ جنکی طبیعت اختراع مین اعلے درجہ صنعت و ایجاد کا رکہتی تہی ملک سخن
مین برج بہاشا کی ترکیب سے ایک طلسم خانہ انشا پردازی کا کہولا **خالق باری** جسکا
اختصار آجتک بچونکا وظیفہ ہے کہی بڑی بڑی جلدون مین تہی ۔ اسمین فارسی کے بحرون نے
اول اثر کیا ہے اور اُسی سے یہہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت کون کون سے الفاظ
مستعمل تہے جو اب متروک ہین ۔ اسکے علاوہ بہت سی پہیلیان عجیب وغریب لطافتون
سے ادا کی ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کے نمک نے ہندی کے ذائقہ مین کیا لطف
پیدا کیا ہے ۔ مکرنی ۔ انمل ۔ دوسخنے وغیرہ خاص انکے آئینہ کا جوہر ہے ۔ ہرایک کی
مثال لکہتا ہون کیونکہ اِنسے ہی اُسوقت کی زبان کا کچہہ نہ کچہہ پتا لگتا ہے ۔

	نبولی کی پہیلی	
باپ کا اوسکے نام جو پوچھا آدھا نام بتایا		ترور سے ایک تریا اُتری اُسنے بہت رجہایا
امیر خسرو یون کہین اپنے نام نبولی		آدھا نام پتا پر پیارا بُوجہ پہیلی مورنی
	آئینہ کی پہیلی	
ترکی سوچی پائی نا		فارسی بولی آئینہ
منہہ دیکہو جو اسے بتاے		ہندی بولتے آرسی آے
	ناخن کی پہیلی	
نا مارا ناخون کیا		بیسون کا سر کاٹ لیا
	لال کی پہیلی	
دیکہہ سفید ہی ہوت انگارا گونگے سے بہر جاے		اندہا گونگا بہرا بولے گونگا آپ کہاے
سنگ ملے تو سر پر راکہین وہ کورا او راجا		بانس کا مندر واہ کا باشا۔ باشی کا وہ کہاجا
اولٹا سیدہا ہر پہر دیکہو وہی ایک کا ایک		سی سی کرکے نام بتایا۔ تامین بیٹہا ایک
عربی ہندی فارسی تینون کر دخیال		بہید پہیلی مین کہی تو سن لے میرے لال

دلی بلکہ ہندوستان کے اکثر شہرون مین رسم ہے کہ عام عورتین برسات کی بہار مین ہم گرد واتے ہین درخت ہو تو اُسپین جہولا ڈلواتے ہین۔ مل ملکر جہولتے ہین۔ اور گیت گا کر جی خوش کرتے ہین۔ اُنہین شاید کوئی عورت ہو جو یہہ گیت نہ گاتی ہو جو پیا آون کہہ گئے۔ اجہون نہ آے سوامی ہو۔ اے ہو جو پیا آون کہہ گئے۔ آون آون کہہ گئے۔ آئے نہ بارہ ماس۔ اے ہو جو پیا آون کہہ گئے۔ وغیرہ وغیرہ یہہ گیت بہی اُنہی **امیر خسرو** کا ہے اور **برواراگ** مین تے بہی انہی کی رکہی ہوئی ہے۔ واہ کیا زبانین تہین کہ جو کچہہ اُسنے نکل گیا۔ عالم کو بہایا۔ گویا زمانے کے

دلپر نقش ہو گیا۔ بنانے والون نے ہزارون گیت بنائے۔ اور گانے والون نے گائے۔ آج ہوئے کل بہول گئے۔ ۲ سو برس گذرے۔ یہہ آجتک ہین۔ اور ہر برسات مین ویسا ہی رنگ دیے جاتے ہین۔ اِس حسنِ قبول کو خداداد نہ کہئے تو کیا کہئے۔

بڑی بڑی عورتون کے گانے کے لئے تو وَیسے گیت تہے۔ چہوٹی چہوٹی لڑکیونکو پیا اُور سوامی کی یاد مین اسطرح گانا مناسب نہ تہا۔ لیکن دل مین اُمنگ تو وہ بہی رکہتی تہین اُنہین بہی فصل کی بہار منانی تہی۔ اُنکے لئے اَور گیت رکہے تہے۔ چنانچہ ایک لڑکی گویا سسرال مین ہے۔ برسات کی رُت آئی۔ وہ جہولتی ہے۔ اور ماں کی یاد مین گاتی ہے۔

امّان میرے باوا کو بہیجو جی۔ کہ ساون آیا۔	بیٹی تجہے آکر لیجائے
بیٹی تیرا باوا تو بڈہا ری۔ کہ ساون آیا۔	بیٹی وہ کیونکر آسکتا ہے
امّان میرے بہای کو بہیجو جی۔ کہ ساون آیا۔	
بیٹی تیرا بہائی تو بالا ری۔ کہ ساون آیا۔	بیٹی بچہ اکیلا اتنی دور کیونکر آئے
امّان میرے ماموں کو بہیجو جی۔ کہ ساون آیا۔	بیٹی اُسکے لئے تو وہ دور نوعذر نہین
بیٹی تیرا ماموں تو بانکا ری۔ کہ ساون آیا۔	بہلا وہ میری کب سُنے گا

ذرا غور کرکے دیکہو۔ باوجود علم وفضل اور اعلےٰ درجہ خیالات شاعرانہ کے۔ جب یہہ لوگ بستی کی طرف جہکتے تہے تو ایسے تہ کو پہنچتے تہے کہ زمین کی رت تک نکال لاتے تہے ان الفاظ وخیالات پر نظر کرو کیسے نیچر مین ڈوبے ہوئے ہین۔ عورتون اور لڑکیونکی فطری خیالات اور دلون کے ارمانونکو کیا اصلی اصلی طور سے ظاہر کرتے ہین۔ بلکہ میونکا انہین موجد کہنا چاہئے۔

مکرنی ۱ - سگری رین موہے سنگ جاگا	بھور بھئی تب بچھڑن لاگا -
اُسکے بچھڑے پھاٹت ہیا	اے سکھی ساجن - نا سکھی دیا -
مکرنی ۲ - سر ب سلونا سب گن نیکا	وا بن سب جگ لاگے پھیکا -
واکے سر پر ہووے کون	اے سکھی ساجن - نا سکھی لون
مکرنی ۳ - وہ آوے تب شادی ہوئے	اُس بن دوجا اور نہ کوئے -
میٹھے لاگے واکے بول	اے سکھی ساجن - نا سکھی ڈھول -

ایک کوئین پر چار پنہیاریان پانی بھر رہی تھین - امیر خسرو کو رستہ چلتے چلتے پیاس لگی - کوئین پر جاکے ایک سے پانی مانگا - اُنمین سے ایک انہین پہچانتی تھی - اُسنے اَور ونسے کہا کہ دیکھو خسرو یہی ہے - اُنہون نے پوچھا کیا تو خسرو ہے جسکے گیت سب گاتے ہین - اور پہیلیان اور مکرنیان اُنکی سنتے ہین - انہون نے کہا - ہان - اسپر ایک اُنمین سے بولی کہ مجھے - کھیر کی بات کہدے - دوسری نے چرخہ کا نام لیا - تیسری نے ڈھول - چوتھی نے کتے کا - انہون نے کہا کہ مارے پیاس کے دم نکلا جاتا ہے - پہلے پانی تو پلا دو - وہ بولین - جبتک ہماری بات نہ کہدیگا نہ پلائینگے - انہون نے جھٹ کہا -

انمل - کھیر پکائی جتن سے - چرخہ دیا جلا - آیا کتا کھا گیا - تو بیٹھی ڈھول بجا - لا پانی پلا

اسیطرح کبھی کبھی ڈھکوسلا کہا کرتے تھے کہ وہ بھی انہی کا ایجاد ہے -

ڈھکوسلا - بھادون پکی پیپلی - چو چو پڑی کپاس - بی مہترانی دال پکاؤگی - یا ننگا ہی سو رہوں -

دو سخنے - گوشت کیون نہ کھایا - ڈوم کیون نہ گایا - گلا نہ تھا

جوتا کیون نہ پہنا - سنبوسہ کیون نہ کھایا - تلا نہ تھا

انار کیون نہ چکھا - وزیر کیون نہ رکھا - دانا نہ تھا

دو سخنے فارسی اُردو - سوداگر را چہ می باید - بوچے کو کیا چاہئے - دوکان

تشنہ را چہ می باید۔	طلاپ کو کیا چاہئے۔	چاہ
شکار بچہ می باید کرد۔	قوت مغز کو کیا چاہئے۔	بادام

موسیقی مین انکی طبیعت ایک مین تہی کہ بن بجائے پڑی بجتی تہی اسلئے دہرپت کی جگہ **قول و قلبانہ** بناکر بہت سے راگ ایجاد کئے کہ انمین سے اکثر گیت انکے آجتک ہندستان کے زن و مرد کی زبان پر ہین۔ بہار راگ اور بسنت کے میدلے انہی کی طبیعت سے رنگ پکڑا ہے **بین** کو مختصر کرکے **ستار** بہی انہی نے نکالا ہے۔

لطیفہ۔ سلطان جی صاحب کے ہان ایک سیاح فقیر مہان آئے۔ رات کو دسترخوان پر بیٹہے۔ کہانیکے بعد باتین شروع ہوگئین۔ سیاح نے ایسے دفتر کہولے کہ بہت رات گئی ختم ہی نہوں۔ سلطان جی صاحب نے کچہہ انگڑائیان کچہہ جمائیان بہی لین۔ وہ سادہ لوح کسیطرح نہ سمجہے۔ سلطان جی صاحب مہان کی دل شکنی سمجہہ کر کچہہ نہ کہہ سکے۔ مجبور بیٹہے رہے۔ امیر خسرو بہی موجود تہے۔ مگر بول نہ سکتے تہے۔ کہ آدہی رات کی نوبت بجی۔ اُسوقت سلطان جی نے کہا کہ خسرو یہہ کیا بجا؟۔ عرض کی۔ آدہی رات کی نوبت ہے۔ پوچہا اسمین کیا آواز آتی ہے؟۔ انہون نے کہا سمجہہ مین تو ایسا آتا ہے۔

نان کہ خوردی خانہ برو۔ نان کہ خوردی خانہ برو۔ خانہ برو خانہ برو۔
نان کہ خوردی خانہ برو۔ نہ کہ بدست تو کردم خانہ گرو۔ خانہ برو خانہ برو۔

حرف حرف کی حرکت و سکون پر خیال کرو۔ ایک ایک چوٹ کو کیا پورا پورا ادا کر رہے ہین اور نہ کہ بدست تو کردم خانہ گرو۔ کو دیکہو اسنے کیا کام کیا۔

نقل۔ ایکدن کسی کوچہ مین سے گذر ہوا۔ دہنیا۔ ایک دُکان مین روئی دہنک رہا تہا۔ کسی نے کہا کہ جس دُہنیے کو دیکہو ایک ہی انداز پر۔ روئی دہنکتا ہے سبب ایک ہی اُستاد کے شاگرد ہین ہ کوئی بولا کہ قدرتی اُستاد نے سبکو ایک ہی انداز پر سکہایا ہے۔ آپنے کہا کہ سکہایا ہے اور ایک حرکت مین ہی تال کو ہاتہہ سے نہین جانے دیتا

کوئی بولا کہ لفظوں میں کیونکر لا سکیں؟ ۔ فرمایا ۔

دربئی جانان جان ہم رفت ۔ جان ہم رفت ۔ جان ہم رفت ۔ رفت ۔ رفت ۔ جان ہم رفت ؞ این ہم رفت و آن ہم رفت ۔ آنہم رفت ۔ آنہم رفت ۔ اینہم ۔ آنہم ۔ اینہم آنہم ۔ آنہم رفت ؞ رفتن ۔ رفتن ۔ رفتن دِہ ۔ دِہ دِہ رفتن دِہ ۔ رفا رفا رفتن دِہ ۔ رفتن دِہ ؞

نقل ۔ محلّہ کے سرے پر ایک بڑھیا ساقن کی دُکان تہی ۔ چھمّو[۲۵] اُسکا نام تہا ۔ شہر کے بیٹہو لوگ وہاں بہنگ چرس پیا کرتے تہے ۔ جب یہ دربار سے پہر کر آتے یا تفریحًا گہر سے نکلتے تو وہ بہی سلام کرتی ۔ کبہی کبہی حقہ بہر کر سامنے لے کہڑی ہوتی ۔ یہہ بہی اُسکی دلشکنی کا خیال کرکے دو گہونٹ لے لیا کرتے ۔ ایکدن اُسنے کہا کہ بلالون ۔ ہزاروں غزلیں ۔ گیت ۔ راگ ۔ راگنی بناتے ہو ۔ کتابیں لکہتے ہو ۔ کوئی چیز لونڈی کے نام پر بہی بنا دو ۔ انہوں نے کہا بی چھمّو بہت اچہا ۔ کئی دنکے بعد اُسنے پہر کہا کہ بہٹیاری کے لڑکے کے لئے خالق باری لکہدی ۔ ذرا لونڈی کے نام پر بہی کچہہ لکہدوگے تو کیا ہوگا ۔ آپکے صدقے سے ہمارا نام بہی رہجائیگا ۔ اسکے بار بار کہنے سے ایکدن خیال آگیا کہا لو بی چھمّو سنو ؎

اَوْر دن کی چوپہری[۲۶] باجے چھمّو کی آٹھ پہری ۔	یعنی یہ بادشاہوں سے بہی بڑی ہیں ۔
باہر کا کوئی آتا ناہیں آئیں سارے شہری ۔	جنگلی گنوار انکا کام نہیں سفید پوش آتے ہیں
صاف صوف کر آگے رکہے جسمیں ناہیں توسل	پیالہ بہنگ صاف مصفّی حاضر کرتی ہے جسمیں حسن انکا ہو
اَور ون کے جہان سینک سماوے چھمّو کے ہاں موسل	بہنگ کا فخریہ کہا کرتے ہیں کہ وہ ایسی بہنگ بناتی ہے

کہ جسمیں گاڑہے پن کے سبب سے سینک کہڑی رہے ۔ آپ مبالغہ کرتے ہیں کہ یہ ایسی بہنگ بناتی ہے کہ جسمیں موسل کہڑا رہے خیر اُنکی بدولت چھمّو کا بہی نام رہگیا ۔ حق یہ ہے تو جسطرح ہر جاندار کی عمر ہے اسیطرح کتاب کی بہی عمر ہے ۔ مثلاً شاہنامہ کو ۹ سو برس ہوئے سکندر نامہ کو ۷ سو برس سمجہو ۔ گلستان بوستان کو ۶ سو برس کہو ۔ زلیخا کی عمر قریبًا ۴ سو کے ہوئی ۔ مگر ابتک سب جوان ہیں ۔ اُردو میں باغ و بہار ۔ بدر منیر وغیرہ جوان ہیں

[۲۵] چھمّو تشدید ل ۔ واو مجہول ۔ [۲۶] بادشاہ کے ہاں اُس زمانہ میں چوپہری نوبت بجا کرتی تہی ۔

فسانۂ عجائب جان طلب ہوگیا۔ بہت کتابین اول شہرت پاتی ہین۔ پھر گمنام
ہوجاتی ہین۔ یہ گویا بچے ہی تھے کہ مرگئے۔ بہتیری تصنیف ہوتی ہین اور چھپتی
ہین۔ مگر کوئی نہین پوچھتا۔ یہ بچے مرے ہوئے پیدا ہوئے ہیں۔ بعض کتابوں
کی عمر ین میعاد معلوم پر ٹھیری ہوئی ہین۔ وہ مدارس سرکاری کی تصنیفیں ہین کیونکہ
جبتک تعلیم مین داخل ہین تبتک چھپتی ہین۔ اور خواہ مخواہ بکتی ہین۔ لوگ پڑھتے ہین۔
جب تعلیم سے خارج ہوگئین۔ مرگئین۔ کوئی آنکھ اٹھاکر بھی نہین دیکھتا۔ ع۔
قبول خاطر و لطف سخن خداداد است۔ خدا یہ نعمت نصیب کرے۔

غرض اسی جوش طبع اور ہنگامۂ ایجاد مین ایک تازہ ایجاد آور ہوا جسمین ہمارے لئے
تین باتین قابل لحاظ ہین۔

(۱) مضامین عاشقانہ سے وہ سلسلہ اشعار کا ہمارے ہاتھ آیا جسے **غزل** کہتے ہین۔
وہی قافئے۔ یا ردیف اور قافئے دونو کی پابندی۔ اسیطرح اوّل مطلع۔ یا کئی مطلع۔ پھر
چند شعر۔ اخیر مین مقطع اور اسمین تخلص

(۲) عروض فارسی نے پہلا قدم ہندوستان مین رکھا۔

(۳) فارسی اور بھاشا کو لون مرچ کیطرح اس انداز سے ملایا ہے کہ زبان پر چٹخارا
دیتی ہے۔ اسمین یہ بات سب سے زیادہ قابل لحاظ ہے کہ انہون نے بنیاد عشق کی عورت
ہی کی طرف سے قایم کی تھی جو کہ خاصہ نظم ہندی کا ہے۔ مگر یہ نہین کہہ سکتے کہ اس تعشق
کا انقلاب کسوقت ہوا۔ غزل مذکور یہ ہے۔

زحال مسکین مکن تغافل۔ دورائے نیناں بنائے بتیاں (درانہ)
کہ تاب ہجران ندارم اے جان۔ نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں
شبانِ ہجراں دراز چون زلف و روزِ وصلت چو عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو مین نہ دیکھوں۔ تو کیسے کاٹون اندھیری رتیاں

یکایک از دل دو چشم جادو ببصد فریبم ببرد تسکین
کسے پڑی ہے جو جا سنا وے پیارے پی کو ہمارے بتیان
چو شمع سوزان چو ذرہ حیران ز مہر آن مہ بگشتم آخر
نہ نیند نینا نہ انگ چینا نہ آپ آوین نہ بھیجین پتیان
بحق روز وصال دلبر کہ داد مارا فریب خسرو
سپیت منکے ورائے راکھون جو جائے پاون پیا کے کہتیان

ابتدائے ایجاد میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ زمانہ مبتدیوں کا اصلاح دینے والا ہے۔ پھر ترامیم دیکر اعلیٰ درجہ خوبی و خوش اسلوبی پر پہنچا لیتا ہے۔ مگر اسوقت اس طرف کسی اوستاد نے ایسی توجہ نہ کی کہ جس سے اس طرز کا رواج جاری ہو جاتا۔ البتہ ملک محمد جائسی نے مثنوی پدماوت کے علاوہ دوہرے اور گیت بھی لکھے اور وہ ایسے اعلیٰ رتبہ کے ہیں کہ ڈاکٹر گلگرسٹ صاحب کے تصنیف میں نہایت مدد کرتے ہیں تعجب یہ ہے کہ فارسی کے بحروں میں کوئی شعر اُنکا نہیں۔ دکن میں ایک سعدی گذرے ہیں۔ اُنکا فقط اتنا حال معلوم ہے۔ کہ اپنے تئین ہندستان کا سعدی شیرازی سمجھتے تھے۔ اور تعجب ہے کہ مرزا رفیع سودا نے اپنے تذکرہ میں اُنکے اشعار مندرجہ ذیل کو شیخ سعدی شیرازی ہی کے نام پر لکھا ہے۔

شقہ چو دیدم بر رخت گفتم کہ یہ کا دیت ہے
گفتا کہ در ہو باوری۔ اس شہر کی یہ ریت ہے
ہمنا تمہن کو دل دیا۔ تم دل لیا اور دکھ دیا
ہم یہ کیا تم وہ کیا۔ ایسی بھلی یہ پیت ہے
سعدی کہ گفتہ ریختہ۔ در ریختہ در ریختہ
شیر و شکر ہم ریختہ۔ ہم ریختہ ہم گیت ہے

کبیر اور تلسی داس وغیرہ کے دوہرے عالم میں زبان زد ہیں۔ مگر وہ فقط اتنی سند کے لئے کار آمد ہیں کہ اُس عہد میں فارسی الفاظ کا دخل ہندوؤں کی زبانوں پر بھی ہو گیا تھا

اُنہیں اُس نظم سے علاقہ نہیں جو فارسی سے اُگر اُردو کے لباس مین ظاہر ہوئی۔ اُردو کی
مالک کو سید خل کرکے گوشہ مین بٹہا دیا۔

حامد کوئی شخص ہوئے ہین اُنکا زمانہ معلوم نہین۔ کہتے ہین کہ حامد باری اُنہی کی تصنیف
ہے۔ اُنکی فقط سات شعر کی ایک غزل دیکہی جسسے معلوم ہوتا ہے کہ شاید کوئی پنجابی بزرگ ہین
اُسمین سے مطلع پر قناعت کرتا ہون۔

عزم سفر جون کردی ساجن نینون نیند نہ آئی جی
قدر وصالت ناداشتم تم بن برہ ستائی جی

اگر یہی شعر مین توجب سے اتبک بیشمار شاعر پنجاب مین نکل آئینگے۔ یہانکی شاعری اتبک اسی
ہیئت مین جاری ہے۔ لیکن یہ شاعر اور اُنکی شاعری وہ نہین ہے جس سے ہم بحث کرتے ہین

احمد گجراتی ہم عہد وہم وطن ولی کے ہین وہ فرماتے ہین۔

گر بیند از لسے کسی زر زیر سمرغے نہد — از اصل خود ناید برون آخر گکیلا ہوے پر
گر طفلکے بازیگری خواندہ شود عالم شود — اصلیکہ دارد کے رود آخر زنبورا ہوے پر
گر بچہ شیرے کسی باشیر روبہ پرورد — مردیکہ دارد کو رود آخر بگیلا ہوے پر

سیوا۔ ایک مصنف **دکن** مین گذرا ہے جسنے روضۃ الشہدا کا دکنی زبان مین ترجمہ کیا تہا
مرثیے اُسکے اتبک وہانکے امام باڑون مین پڑہے جاتے ہین۔ اور غالب ہے کہ اسطرح کے شاعر
اُن عہدون مین بہت ہونگے مگر ایسی شاعری کو علمی شاعری نہین کہہ سکتے۔

نواز نام ایک مصنف نے **فرخ سیر** کے عہد مین **شکنتلا** کا ترجمہ بہاشا مین لکہا۔
اس عہد مین نظم اُردو کے ضعف کا یہی سبب ہوگا کہ جو ذی استعداد اُردو کے اہل زبان
ہوتے تہے وہ اُردو کی شاعری کو فخر نہ سمجھتے تہے۔ کچہہ کہنا ہوتا تہا تو فارسی مین کہتے تہے
البتہ عوام الناس موزون طبع۔ دلکی ہوس پوری کرنے کو جو منہہ مین آتا تہا۔ کہی جاتی

تھے۔ جو اہل ولایت شاعر ہوتے تھے وہ فارسی شعر کہتے تھے۔ اُردو اُنہیں آتی نہ تھی۔ کہتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا تمسخر کرتے ہیں۔ چنانچہ مرزا معزّ موسوی خان **فطرت** کہ زبدۂ شعرائے ایران اور عمدۂ شعرائے عالمگیری سے تھے۔ اور بعد اُنکے قزلباش خان **امید** کے متفرق اشعار دیکھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ اُسوقت ٹوٹی پھوٹی زبان تھی اُسے پورا ادا نکر سکتے تھے چنانچہ **میر معز** فرماتے ہیں۔

از زلف سیاہ تو بدل دوم پڑی ہے	در خانۂ آئینہ گتا جوم پڑی ہے

قزلباش خان **امید** باوجودیکہ فارسی میں بڑے نامور ہیں۔ اور اہل ہند کے ساتھ اُنکے جلسوں کی گرمجوشیاں بھی مشہور ہیں۔ مگر اُردو میں جو اظہار کمال کیا وہ یہ ہے۔

باسن کی بیتی آج مری نگہہ سوں پڑی	غصہ کیا و گالی دیا اور دگر لڑی

اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ نظم موجودہ نے **دکن** سے ظہور کیا۔ چنانچہ میر تقی **میر** نے بھی ایک غزل میں شاعرانہ انداز سے اشارہ کیا ہے۔

خوگر نہیں کچھ یونہی ہم ریختہ گوئی کے	معشوق جو تھا اپنا باشندہ دکن کا تھا

اور **قایم** اُنکے ہمعصر نے صاف کہدیا ہے۔

قایم میں غزل طور کیا ریختہ ورنہ	اک بات لچرسی بزبان دکنی تھی

بہرحال عالمگیر کے عہد میں **ولی** نے اس نظم کا چراغ روشن کیا جو **محمد شاہ** کے عہد میں آسمان پر ستارہ ہو کر چمکا اور **شاہ عالم** کے عہد میں آفتاب[۲۵] ہو کر اوج پر آیا۔

نظم اُردو کے آغاز میں یہہ امر قابل اظہار ہے کہ سنسکرت میں ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہیں اُسیواسطے اُسمیں اور بِرج بھاشا اُسکے شاخ میں ذومعنین الفاظ اور ایہام پر دوہرے کی بنیاد ہوتی تھی۔ فارسی میں بھی یہہ صنعت ہے مگر کم۔ اردو میں پہلے پہل شعر کی بنا اسی پر رکھی گئی۔ اور دور اول کے شعرا میں برابر یہی قانون جاری رہا۔ اُس عہد کے چند اشعار

[۲۵] آفتاب شاہ عالم بادشاہ کا تخلص تھا۔ وہ خود بڑا مشتاق شاعر تھا۔ جسکے چار دیوان اُردو میں موجود ہیں

بہی نمونہ کے طور پر لکہتا ہون -

لام نستعلیق کا ہو اُس بت خوشخط کے زلفا ہم تو کافر ہون اگر بندے نہون اسلام کے

کیون نہ ہو جیسے وہ سجن ناجی قد ہو جسکا نہال کی مانند

توجو دریا کے پار جاتا ہے دل مرا دار وار جاتا ہے

تم دیکہو یا نہ دیکہو ہمکو سلام کرنا یہہ تو قدیم ہی سے سر پر ہمارے کر ہی

نہین محتاج زیور کا جسے خوبی خدا دیوے کہ آخر بد نما لگتا ہے دیکہو چاند کو گہنا -

سچ و کہا بانکی نہین چہوڑیگا میر القدل آج وہ افغان پسر آتا ہی ہر دلیہ پٹہان

نہ دیوے لیکے دل وہ جبتک تسکین اگر باور نہین تو مانگ دیکہو

شاہ حاتم نے بڑی کوشش کرکے ان رنگ آمیزیون سے آردو کو پاک کیا چنانچہ انکو حالمین معلوم ہوگا -

سودا کے عہد مین بہی اس مادہ فاسد کا بقیہ چلا آتا تہا چنانچہ اُنہون نے بہی ایک قصیدہ مین ان بزرگو نکی شکایت کی ہر جسکے اشعار مین سے ایک شعر یہہ ہر:-

سُو ہو پرورش شانہ تو بہر ہے موسل رام پور کی ہو کٹاری تو کہین سیتا بہل

مگر لطف یہہ ہر کہ خود بہی موقع پاتے تہے تو کہین نہ کہین کہہ جاتے تہے - چنانچہ فرمایا ہے -

حکاک کا پسر بہی مسیحا سے کم نہین فیروزہ ہو وہ مردہ تو دیتا ہے وہ جلا

اگرچہ وہ انداز پہلے کی نسبت بالکل نہین ہر - پہر بہی جسقدر ہین وہ کسی زبان پر چہ ہر ہوتی ہین کہ جن مضامین کے ادا کرنیکی ہمین آجکل ضرورت پڑتی ہر اُسکے لئے مخلل انداز ہوتے ہین - یہہ بات بہی بہولنی نہ چاہئے کہ جسطرح ایک نوجوان مُرغ اپنے پہلے پر جہاڑ کر نئے پر نکالتا جاتا ہے اسیطرح ہماری زبان بہی اپنے الفاظ کو بدلتی چلی آتی ہے - چنانچہ بہت سے لفظ ہین جنکا دور بدور شعرا کے کلام مین اشارہ کیا گیا ہے -

یہ - کرہ - مہندی میں مسول کرا و - سنسکرت مین اتہ کو کرتے مین - مہر کے ماتہ کی جگہ وہین دستی [illegible]

یہہ اظہار قابلِ افسوس ہے کہ ہماری شاعری چند معمولی مطالب کے پھندون مین پہنس گئی ہے - یعنے مضامین عاشقانہ - میخواری مستانہ - بے گل و گلزار وہی رنگ و بُو کا پیدا کرنا - ہجر کی مصیبت کا رونا - وصل کے موہوم پر خوش ہونا - دنیا سے بیزاری اِسی مین فلک کی جفا کاری - اور غضب یہہ ہے کہ اگر کوئی اصلی ماجرا بیان کرنا چاہتے ہین - تو بھی خیالی استعارون مین اَدا کرتے ہین - نتیجہ جسکا یہہ کہ کچھ نہین کرسکتے میرے دوستو! دیکھتا ہون کہ علوم و فنون کا عجایب خانہ کھلا ہے اور ہر قوم اپنے اپنے فن انشا کی دستکاریان بھی سجائے ہوئی ہے - کیا نظر نہین آتا کہ ہماری زبان کس درجہ پڑی ہوئی ہے؟ ہان صاف نظر آتا ہے کہ پا انداز مین پڑی ہے -

ہمارے بزرگون مین سے **ولی** مین اوّل مرزا رفیع **سودا** پھر شیخ ابراہیم **ذوق** نے زبان کی پاکیزگی - الفاظ کی شستگی - اور ترکیب کی چستی سے کلام مین خوب زور پیدا کیا - میر تقی **میر** اور خواجہ میر **درد** نے زارنالی - افسردہ دلی - دنیا سے بیزاری کے مضامین کو خوب ادا کیا **غالب** نے بعض مواقع پر اُنکی عمدہ پیروی کی مگر معنے آفرینی کے عاشق تھے - اور زیادہ توجہ اُنکی فارسی پر رہی اسلئے اُردو مین غالبًا صاف اشعار کی تعداد سَو دو سَو شعر سے آگے نہ نکلی **جرأت** نے عاشق معشوق کی معاملات - اور دونو کے دلی خیالات کو نہایت خوبی اور شوخی سے بیان کیا **مومن خان** نے باوجود مشکل پسندی کے پیروی کی - لکھنو مین شیخ امام بخش **ناسخ** اور خواجہ حیدر علی **آتش** - رند صبا **وزیر** وغیرہ نے شاعری کا حق ادا کیا - مگر یہہ خیال کرو کہ فقط زبانی طوطا مینا بنانے سے حاصل کیا؟ - جو شاعری ہمارا ہر قسم کا مطلب اور ہماری دل کا ہر ایک ارمان پورا نہ نکال سکے - گویا ایک ٹوٹا قلم ہے جس سے پورا حرف نہ نکل سکے - دار الخلافہ **دلی** جو کہ انشا اور شاعری اُردو کے لئے دار الضرب تھا وہان **ذوق** اور **غالب** نے بھی شاعری پر خاتمہ کیا

لکھنؤ مین ناسخ و آتش سے شروع ہوکر۔ رند۔ **وزیر۔ صبا** تک سلسلہ جاری تہا۔ ایک زمانہ مین مثل مشہور تہی کہ بگڑا شاعر مرثیہ گو اور بگڑا گویا مرثیہ خوان۔ لیکن **لکھنؤ** مین ان دونو شاعرونکے صاحب کمال ہی ایسے ہوئے کہ اصلون کو رونق دیدی۔ آج اعتبار سے کہہ سکتے ہین کہ **میر انیس** اور **مرزا دبیر**۔ خاتمہ شعراے اردو کا ہین۔ اور چونکہ اس فن کے صاحب کمال کا پیدا ہونا نہایت درجہ کی آسودگی اور زمانہ کی قدردانی - اور متعدد سامانون پر منحصر ہے اور اب زمانہ کا رنگ اُسکے بالکل خلاف ہے۔ اسلئے ہندوستان کو اس شاعری کی ترقی اور ایسے شعرا کے پیدا ہونے سے بالکل مایوس ہونا چاہیے۔ البتہ کوئی نیا فیشن نکلے۔ پہر اسمین خدا جانے کیا کیا کمال ہون۔ اور کون کون اہل کمال ہون۔

خاتمہ کلام مین عقل کی نجومی سے سوال ہوا کہ اس شاعری کا ستارہ جو نحوست زوال مین آگیا ہے کبہی اوج اقبال پر بہی طلوع کریگا۔ یا نہین؟ جواب ملا کہ نہین۔ پوچہا گیا کہ سبب؟ جواب ملا کہ حکام وقت کی یہہ زبان نہین۔ نہ اُنکے کارآمد ہے۔ اسی لئے وہ اس کے قدردان نہین۔ نہ وہ اسے جانتے ہین۔ نہ اُسکے جاننے کو کچہہ فخر جانتے ہین۔ دانا سے ہمارے شعرا کو۔ جہوٹے خوشامدی کا خطاب ملا ہوا ہے۔ اچہا۔ یا قسمت! یا نصیب! جن لوگون کے کلام ہماری زبان کے لئے سند سمجہے جاتے تہے اونکی تو یہہ عزت ہوئی۔ اب اس نیم جان مُردہ کے رونے والے چند بڈہے رہے ہین جنکی دردناک آوازین کبہی کبہی آہ سرد کے سُرون مین بلند ہوکر سینون مین رہجاتی ہین۔ وہ کبہی دل آسودہ ہوتے ہین تو ایک مشاعرہ کرکے مل بیٹہتے ہین اور آپس ہی مین ایک دوسرے کی تعریفین کرکے جی خوش کرلیتے ہین۔ شاعر غریب اپنے بزرگون کی قبرین قایم رکہنے کو اتنے ہی تعریف پر قناعت کرین۔ مگر پیٹ کو کیا کرین؟ یہہ دوزخ

تو بہت سی تعریف سے بہی نہین بہرتا۔

پہر سوال ہوا کہ کوئی ایسی تدبیر ہے؟ جسئے اِسکے بہی دن پہرین اور پہر ہمارے نظم کا باغ لہلہاتا نظر آئے۔ جواب ملا۔ کہ مان۔ ہمت اور تدبیر کو خدانے بڑی برکت دی ہے صورت یہی ہے کہ ایشیا مین ایسے کمالون کی رونق حکام کی توجہ سے ہوتی ہے۔ شاعرونکو چاہئے کہ اِسے حاکمونکے کار آمد یا اُنکی پسند کے قابل بنائین۔ ایسا کرینگے تو شعر کہنے والونکو کچہہ فایدہ ہوگا۔ اور جسقدر فایدہ ہوگا اُسیقدر وہ رجوع زیادہ ہوگا۔ اُسیقدر ذہن اور فکر جودت کرینگے۔ اور دلچسپ ایجاد اور خوشنما اختراع نکالینگے اسی کو ترقی کہتے ہین۔

یہہ تو تمنے دیکہہ لیا کہ اُردو مین جو سرمایہ انشا پردازی کا ہے۔ فارسی کی بدولت ہے۔ قدمائے فارس ہر قسم کے مضامین سے لطف اُٹہاتے تہے۔ متاخرین فقط غزل مین منحصر ہوگئے۔ ذی استعداد قصیدے بہی کہتے رہے۔ اُردو والون نے بہی آسان کام سمجہکر اور عوام پسندی کو غرض ٹہرا کر حسن و عشق وغیرہ کے مضامین کو لیا اور اسمین کچہہ شک نہین کہ جو کچہہ کیا بہت خوب کیا۔ لیکن وہ مضمون اسقدر مستعمل ہوگئے کہ سُنتے سُنتے کان تہک گئے ہین۔ وہی مقرری باتین ہین۔ کہین ہم لفظون کو پس و پیش کرتے ہین کہین ادل بدل کرتے ہین اور کہے جاتے ہین۔ گویا کہائے ہوئے بلکہ اَوروں کے چبائے ہوئے نوالے ہین۔ اُنہین کو چباتے ہین اور خوش ہوتے ہین۔ خیال کرو اسمین کیا مزا رہا۔ حسن و عشق سبحان اللہ۔ بہت خوب۔ لیکن تا بکے؟ حور بہی پابری گلے کا ہار ہو جائے تو اجیرن ہو جاتی ہے حسن و عشق سے کہانتک جی نہ بہر آئے اور اب تو وہ بہی سو برس کی بڑہیا ہو گئی۔

ایک دشواری یہہ بہی ہے کہ ان خیالات کے ادا کرنے کے لئے ہمارے بزرگ الفاظ

ومعانی اور استعارات اور تشبیہونکے ذخیرے تیار کر گئے ہین اور روز مرہ اسقدر زبانون پر رواں ہو گئے ہین کہ ہر شخص تہوڑے فکر سے کچھ نہ کچھ کر لیتا ہے مگر اور خیال نظم کرنا چاہے تو ویسا سامان نہین پاتا۔ البتہ ذہین اسقدر مشاق چاہین تو کر ہی سکتے ہین۔ لیکن کم بخت حسن و عشق کے مضمون اُسکے خط و خال۔ اور بہار و گلزار کے الفاظ اُنکی زبان و دہان مین رچے ہوئے ہین۔ اگر کچھ کہنا چاہین تو اول اُسے بہلائین۔ پہر اُسکے مناسب مقام ویسے ہی نرالے استعارے۔ نئی تشبیہین۔ انوکھی ترکیبین۔ اور لفظون کی عمدہ تراشین پیدا کرین۔ اور یہہ بڑی عرق ریزی اور جان کاہی کا کام ہے۔ بے ہمتی جو ہماری قوم پر حاکم باختیار بنی ہوئی ہے اُسے اِس سے زیادہ رد کرنے کا موقع کیا ملسکتا ہے۔

اس اتفاقی معاملہ نے اور تو جو کیا سو کیا۔ بڑی قباحت یہہ پیدا کی کہ ارباب زبان نے متفق اللفظ کہہ دیا کہ اُردو نظم مضامین عاشقانہ ہی کہہ سکتی ہے اِسے ہر ایک مضمون کے ادا کرنیکی طاقت اور لیاقت بالکل نہین۔ اور یہہ ایک بڑا داغ ہے جو ہماری قومی زبان کے دامن پر لگا ہے۔ سوچتا ہون کہ اسے کون دہوئے اور کیونکر دہوئے؟ ہان یہہ کام ہمارے نوجوانونکا ہے جو کشور علم میں مشرقی اور مغربی۔ دو نو دریاؤن کے کنارون پر قابض ہو گئے ہین۔ اُنکی ہمت آبیاری کریگی۔ دونو کنارون سے پانی لائینگی اور اس داغ کو نہ فقط دہوئے گی بلکہ قوم کے دامن کو موتیون سے بہر دیگی۔

آبِ حیات کا پہلا دَور

تمہید

نظم اُردو کے عالم کا پہلا نُور وزِ ہے۔ نفسِ ناطقہ کی رُوح یعنے شاعری عالمِ وجود مین آئی تہی۔ مگر بچّون کی نیند پڑی سوتی تہی۔ **ولی** نے آکر ایسی میٹھی میٹھی آواز سے غزل خوانی شروع کی ہے کہ اُس بچّے نے ایک انگڑائی لیکر کروٹ لی۔ اور اثر اُسکا دفعتہً حرارتِ برقی کی طرح دِل دِل مین دَوڑ گیا۔ گہر گہر شاعری کا چرچہ ہے۔ جس امیر اور جس شریف کو دیکھو شعر کی شُوج مین غرق بیٹھا ہے۔ اِن بزرگون کی باتین تو اِنکے شعرون سے سُن بہی سکتے ہو مگر حیران ہون کہ صورت کیونکر دکہا دون۔ اوّل تو حرفون مین تصویر کہینچنی مشکل۔ اُسپر مین زبان کا آیا ہیچ۔ اُس رنگ کے الفاظ کہان سے لاؤن جو ایسے لوگون کی جیتی جاگتی بولتی چالتی تصویر کہینچ دکہاؤن کہ ادب کی آنکہہ اونکی متانت پر نظر نہین اُٹہا سکتی۔ اور محبت کی آنکہہ اُنکی پیاری حالت پر سے نگاہ نہین ہٹا سکتی۔ دیکہو جلسۂ مشاعرہ کا اُمرا و شُرفا سے آراستہ ہے۔ معقول معقول بُڈّہے اور جوان برابر لمبے لمبے جامے۔ موٹی موٹی پگڑیان باندہے بیٹہے ہین۔ کوئی کٹاری باندہے ہے۔ کوئی سَیف لگائے ہے۔ بعض وہ کُہنہ سال ہین کہ جنکے بڑہاپے کو سفید ڈاڑہی نے نورانی کیا ہے بعض ایسے ہین کہ عالمِ جوانی مین اتفاقاً ڈاڑہی کو رخصت کیا تہا۔ اب کیونکر رکہین کہ وضعداری کا قانون ٹوٹتا ہے ــــ اسپر خوش مزاجی کا یہہ عالم ہے کہ اُنکے بُڑہاپے کی زندہ دلی سے آج نوجوانونکی جوانی پانی پانی ہوتی ہے۔ اِن شوخیون سے اُنہین کچہہ اَور مطلب نہین ہے۔ مگر یہہ کہ اپنے اوپر آپ ہنسین اور اَورونکو خوش کرین۔

اس دَور مین وَلی تو مجلس کی شمع ہین اور اہل مجلس دِلّی اور دکن کے شریف نجیب فصیح زبان ہین کہ جو کچھہ دیکھتے ہین اُسی روشنی سے دیکھتے ہین - اِنکی زبان ایک ہی سمجھنی چاہئے - مگر وَلی نے اپنے کلام مین ایہام اور الفاظ ذومعنیین سے اِتنا کام نہین لیا - خدا جانے اُنکے قریب العہد بزرگون کو پہر اِسقدر شوق اِسکا کیونکر ہوگیا شاید دُہرون کا انداز جو ہندوستان کی زبان کا سبزۂ خودرُو تہا اُسنے اپنا رنگ اگرچہ وَلی کے بعد دِلّی مین سینکڑون صاحب طبع دیوان بنانے پر کمربستہ ہوگئے - مگر مین اِس مشاعرہ مین چند ایسے بزرگون کو لاتا ہون - جنکے نامون پر اُسوقت کے معرکون مین اُستادی کا چترِ شاہی سایہ کئے تہا اور غالبًا اُس زبان کا نمونہ شعرا انداز دکہانے کو اِسقدر کافی ہوگا - اِن بزرگون کے کلام مین تکلف نہین - جو کچھہ سامنے آنکہون کے دیکھتے ہین اور اُس سے دلمین خیالات گزرتے ہین وہی زبان سے کہدیتے ہین - ایچ پیچ کے خیال - دُور دور کی تشبیہین نازک استعارے نہین بولتے اسیواسطے اشعار بہی صاف اور بے تکلف ہین - اور یہہ دلیل ہے اسبات کی کہ ہر ایک زبان اور اُسکی شاعری جب تک عالم طفولیت مین ہوتی ہے تب تک بے تکلف عام فہم اور اکثر حسبِ حال ہوتی ہے - اسیواسطے لطف انگیز ہوتی ہے - اسمین شک نہین کہ انکے محاورات قدیم اور مضمون بہی اکثر سبک اور مبتذل ہونگے - مگر کلام کی سادگی اور بے تکلفی ایسی دل کو بہلی لگتی ہے جیسے ایک حُسنِ خداداد ہو کہ اوسکی قدرتی خوبی ہزارون بناؤ سنگار کا کام کر رہی ہے - مین خود نہین کہتا - فلاسفۂ سلف کا قول سُنتا ہون کہ ہر شے اپنی مختلف کیفیتون مین خوبصورتی اور بدصورتی کا ایک عالم رکہتی ہے - بس انسان وہی ہے کہ جس پیرایہ مین خوبصورتی جوبن دکہائے - یہہ اُس سے کیفیت اوٹہائے - نہ کہ فقط حسینون کے زلف و رخسار مین پریشان رہے بندش نظر سے

نہین کہتے کہ فقط گل و گلزار ہی پر دیوانہ ہو رہے ۔ نہین! ایک گھاس کی پتی بلکہ سد دول کا کانٹا خوشنما ہو تو اوسکی نوک جھوک پر بھی پھول ہی کی طرح لوٹ جائے

شمس ولی اللہ

یہہ نظم اُردو کی نسل کا آدم جب ملکِ عدم سے چلا تو اُسکے سر پر اوّلیت کا تاج رکھا گیا جسمین وقت کے محاورہ نے اپنے جواہرات خرچ کئے ۔ اور مضامین کی رایج الوقت دستکاری سے مینا کاری کی ۔ جب کشورِ وجود مین پہنچا تو ایوانِ مشاعرہ کے صدر مین اُسکا تخت سجایا گیا شہرتِ عام نے جو اُسکے بقاے نام کا ایوان بنایا ہے ۔ اُسکی بلندی اور مضبوطی کو ذرا دیکھو اور جو کتابے لکھے ہین اُنہین پڑہو ۔ دنیا تین سو برس دور نکل آئی ہے ۔ مگر وہ آجتک سامنے نظر آتے ہین ۔ اور صاف پڑہے جاتے ہین ۔ اس زمانہ تک اُردو مین متفرق شعر ہوتے تھے ولی اللہ کی برکت نے اُسے وہ زور بخشا کہ آج ہند کی شاعری نظم فارسی سے ایک قدم پیچھے نہین ۔ تمام بحرین فارسی کی اُردو مین لائے ۔ شعر کو غزل اور غزل کو قافیہ ردیف سے سجایا ۔ ردیف وار دیوان بنایا ۔ ساتھ اِسکے ۔ رباعی ۔ قطعہ ۔ مخمس ۔ اور مثنوی کا رستہ بھی نکالا ۔ انہین ہندستان کی نظم مین وُہی رتبہ ہے جو انگریزی کی نظم مین چاسرٹ شاعر کو ۔ اور فارسی مین رودکیٹ کو ۔ اور عربی مین مہلہل کو ۔ وہ کسی کے شاگرد نہ تھے ۔ اور یہہ ثبوت ہے فصیح عرب کے قول کا کہ اَلشُّعَرَاءُ تَلَامِیذُ الرَّحمٰنِ اِسی کو داناے فرنگ کہتا ہے کہ شاعر اپنی شاعری ساتھ لیکر پیدا ہوتا ہے ۔ ایسے وقت مین کہ ہماری زبان زورِ بیان مین ایک طفل نو رفتار تھی ۔ جو اُنگلی کے سہارے بغیر چل نہ سکے ۔ پس جتنے قدم کہ آگے بڑھی اِنہی کی پرورش کے سہارے سے بڑھی ۔ اُردو زبان اُسوقت سوائے ہندی دُہرون اور پہاڑ نا

ٹ چاسر ۱۳۲۸ء مین پیدا ہوا اور ۱۴۰۰ء مین مر گیا اُسوقت یہان تغلقیہ خاندان کا دور ہو گا ۔ ٹ رودکی فارسی کا پہلا شاعر ہے قصیدے اور حوتہ [illegible] کرتا تھا

کے مضامین کے اور کسی قابل نہ تھی۔ اُنہوں نے اسمیں فارسی ترکیبیں اور فارسی مضامین کو بھی داخل کیا۔ ولی احمد آباد گجرات کے رہنے والے[1] تھے اور شاہ وجیہ الدین کے مشہور خاندان میں سے تھے۔ انکی علمی تحصیل کا حال ہماری لاعلمی کے اندھیرے میں ہے۔ کیونکہ اِس عہد کی خاندانی تعلیم اور بزرگوں کی صحبتوں میں ایک تاثیر تھی کہ تھوڑی نوشت خواند کی لیاقت بھی استعداد کا پردہ کھلنے نہ دیتی تھی چنانچہ اِنکے اشعار سے معلوم ہوگا کہ وہ قواعدِ عروض کی طرح زبانِ عربی سے ناواقف تھے۔ پھر بھی کلام کہتا ہے کہ فارسیت کی استعداد درست تھی۔ انکی انشا پردازی اور شاعری کی دلیل اِس سے زیادہ کیا ہوگی کہ ایک زبان کو دوسری زبان سے ایسا بے معلوم جوڑ لگایا ہے کہ آج تک زمانے کئی پلٹے کہائے ہیں مگر پیوند میں جنبش نہیں آئی۔ علم میں درجۂ فضیلت نہ رکہتے تھے مگر کہتے ہیں

ایک دل نہیں آرزو سے خالی ہر جا ہے محال اگر خلا ہے

یہہ سیرِ کتاب کا شوق اور عُلما کی صحبت کی برکت ہے۔ مُولی کی طبیعت میں بلند پردازی بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگرچہ سودا کی طرح کسی سے دست و گریبان نہیں ہوئے مگر اپنے ہم عصروں پر چوٹیں کی ہیں چنانچہ ناصر علی سرہندی کے معاملہ سے ظاہر ہے۔

اگرچہ ایشیا کے شاعروں کا پہلا عنصر مضمون عاشقانہ ہے مگر جس شوخی سے اخلاق کی شوخی ظاہر ہو اُسکا ثبوت انکی کلام سے نہیں ہوتا۔ بلکہ برخلاف اسکے صلاحیت اور متانت انکا جوہرِ طبعی تھا۔ اِنکے پاس سیاحی اور تجربہ کا توشہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس عہد میں تھوڑا سفر بھی بڑی سیاحی کی قیمت رکہتا تھا۔ اُسمیں یہہ اپنے وطن سے ابوالمعالی کے ساتھ دِلّی میں آئے۔ یہاں شاہ سعد اللہ گلشن کے مُرید ہوئے۔ شاید انہی[2] سے شعر میں اصلاح لی ہو

---

[1] دیکھو تذکرہ حکیم قدرۃ اللہ خاں قاسم۔ مگر تعجب ہے کہ میر تقی نے اپنے تذکرہ میں اورنگ آبادی لکھا ہے

[2] شیخ سعد اللہ گلشن بیچ شاعروں میں تھے۔ اور مرزا بیدل کے معاصر تھے۔ دو شعر فارسی کے ایسے ہی یادگار چھوڑے ہیں

گفتم شہید تیغ تغافل شدیدت جو شد ز دست یار دل ناامید است
گفتا میتوان بہیدہ من ز دا او کر شیخ عکت العیش است خرگاہ نیز از او

مگر دیوان[1] کی ترتیب فارسی کے طور پر یقیناً اِنکے اشارے سے کی - اِنکا دیوان اُس عہد کے مشاعرون کی بولتی تصویر ہے - کیونکہ اگر آج دریافت کرنا چاہین کہ اُسوقت کے اُمرا و شرفا کی کیا زبان تہی؟ تو اسکی کیفیت سوا دیوانِ ولی کے اور کوئی نہین بتا سکتا - اِنھی کے دیوان سے ہم اُسوقت اور آجکی زبان کے فرق بخوبی نکال سکتے ہین -

سون اور سین - سیتی بجائے		سے	بھیتر	"	اندر
کون بہ واو معروف	"	کو	مجھ دل	"	میرا دل
ہمن کون	"	ہم کو	موہن - سیجن - پی - پیتم		معشوق
جگ مینے	"	دنیا مین	انجھوان	"	آنسو کی جمع
بر منے - بجای برمین - فارسی کا ترجمہ ہے - بمعنی در بر			بہوان پلکان	"	بہوین پلکین
تجھ لب کی صفقہ	"	تیرے لب کی صفت	نین	"	آنکھ
نمن	"	یعنی طرح یا مثل	دہَن	"	دہن
جگ	"	جہان - دنیا	مرا	"	میرا
سجن	"	کلام	یوہ	"	یہہ
نت	"	ہمیشہ			
مکھ	"	منہہ	بعض قافیے مثلاً		
تسبی	بجائے	تسبیح	گہوڑا - موڑا - گورا -		
سہی	"	صحیح	ومڑ - سر -		
بگانا	"	بیگانہ	گہوڑی - گوری		
مرض	"	مرض	اکثر غزلین بے ردیف ہین -		

[1] دیکھو تذکرہ فایق کہ خاص شعرائے دکن کے حال مین ہے - [illegible] وہین تصنیف ہوا ہے -

چونکہ نظم فارسی کی روح اُسیوقت اُردو کے قالب مین آئی تہی - اسیواسطے ہندی لفظون کے
ساتہہ فارسی کی ترکیبین اور پَر - اور - وَرَ - بلکہ بعض جگہہ افعالِ فارسی بہی مُنہہ مین ہٹکتے ہین
وہ خود دکنی تہے اسلئے اُنکے کلام مین بعض بعض الفاظ دکہنی بہی ہوتے ہین +

آج اُسوقت کی زبان کو سُنکر ہمارے اکثر ہم عصر ہنستے ہین - لیکن یہہ ہنسی کا موقع نہین
حوادث گاہ عالم مین ایساہی ہوا ہے اور ایساہی ہوتا رہیگا - آج تم اُنکی زبان پر ہنستے ہو
کل ایسے لوگ آئینگے کہ وہ تمہاری زبان پر ہنسینگے - اس انجمنِ غفلت کے ممبر اگر تہوڑے
دیر کے لئے عقل دوربین کو صدر انجمن کرلین تو یہہ اُس تدبیر کے سوچنے کا موقع ہے کہ آج
ہم کیونکر اپنے کلام کو ایسا کرین جس سے ہماری زبان کچھہ مُدّت تک زیادہ مطبوعِ خلائق
رہے - اگرچہ سامنے ہمارے اندہیرا ہے - لیکن پیچہے پہر کر دیکہنا چاہئے اور خیال کرنا
چاہئے کہ زبان نے جو ترقی کی ہے - تو کن اصول پر اور کس جانب مین قدم رکہتی گئی ہے
اور ہم بہی آج کے کاروبار اور اوسکے آیندہ حالات کو خیال کرین اور اُسی انداز پر قدم
ڈالین - شاید ہمارے کلام کی عمر مین کچھہ برس زیادہ ہوجائین +

شاعرِ قدرت کے دیوان مین ایک سے ایک مضمون نیا ہے مگر یہہ لطیفہ بہی کچھہ کم نہین کہ
شاعری کا چراغ تو دکن مین روشن ہو - اور ستارے اسکے دلی کے افق سے طلوع
ہوا کرین - اُس عہد کی حالت اور بہاشا زبان کو خیال کرتا ہون تو سوچتا رہجاتا ہون
کہ یہہ صاحب کمال زبان اُردو - اور انشاءِ ہندی مین کیونکر ایک نئی صنعت کا نمونہ
دے گیا - اور اپنے پیچہے آنیوالون کے واسطے ایک نئی سڑک کی داغ بیل ڈالتا گیا -
کیا اُسے معلوم تہا کہ اسطرح یہہ سڑک ہموار ہوگی اُسپر دکانین تعمیر ہونگی - لالٹینون کی
روشنی ہوگی - اہلِ سلیقہ دکاندار جواہر فروشی کرینگے - اور اُردوی معلّی اسکا خطاب
ہوگا - افسوس یہہ ہے کہ ہماری زبان کے مورخ اور ہمارے شعرا کے تذکرہ نویسون نے

اُسکے ولی اور خدا رسیدہ ثابت کرنے مین تو بڑی عرق ریزی کی لیکن ایسے حال نہ لکھے جس سے اُسکے ذاتی خصائل و حالات مثلاً دنیا داری یا گوشہ گیری - اقامت یا سیاحی - راہِ علم و عمل کی نشیب و فراز منزلین - یا اُسکی صحبتون کی مزہ مزہ کی کیفیتین معلوم ہون - بلکہ برخلاف اِسکے سنہ ولادت اور سالِ فوت تک بھی نہ بتایا - اتنا ثابت ہے کہ اُنکا ابتدائے عہد شاید عالمگیر کا آخر زمانہ ہوگا اور وہ مع اپنے دیوان کے سنہ محمد شاہی مین دلّی پہنچے ۔

قاعدہ ہے کہ جب دولت کی بہتات اور عیش و نشاط مین کچھ نیکی کے خیالات آتے ہین تو صوفیانہ لباس مین ظاہر ہوا کرتے ہین - اُسوقت محمد شاہی دَور نے در و دیوار کو دولت سے مست کر رکھا تھا جس سے کہ تصوّف کے خیالات عام ہو رہے تھے - دوسرے ولی خود فقر کے خاندان عالی سے تھے اور فقیری کے دیکھنے والے بھی تھے - تیسرے زبان اُردو کے والدین یعنے بھاشا اور فارسی بھی صوفی ہین - ان سببون نے انہین تصوفِ شاعرانہ مین ڈالا - اور دل کی اُمنگ نے پیش قدمی کا تقاضا حاصل کرنے کو اُس کام پر آمادہ کیا کہ جو سلف سے اُسوقت تک کسی کو نہ سوجھا تھا - وہ یہی کہ فارسی کی قدم بقدم چلین اور پورا دیوان مرتب کرین - چنانچہ اُنکے پیر کا اشارہ اِسکی تائید کرتا ہے ۔

غرض جب اِنکا دیوان دلّی مین پہنچا تو اشتیاق نے ادب کے ہاتھون پر لیا - قدردانی نے غور کے آنکھون سے دیکھا - لذت نے زبان سے پڑھا - گیت موقوف ہوگئے - قوّال معرفت کی محفلون مین اِنہین کی غزلین گانے بجانے لگے - اربابِ نشاط یارون کو سنانے لگے - جو طبیعت موزون رکھتے تھے اُنہین دیوان بنانے کا شوق ہوا ۔

اگرچہ اس اعتبار سے یہ نہایت خوشی کا موقع ہے کہ عمدہ جوہر انسانیت پسندیدہ لباس پہنکر ہماری زبان مین آیا - مگر اس کوتاہی کا افسوس ہے کہ کوئی ملکی فائدہ اُس سے

ہوا۔ اور اسکی وجہ ہے کہ وہ کسی علمی یا آئینی رستہ سے نہین آیا۔ بلکہ فقیرانہ شوق یا تفریح
کی ہوا سے اڑکر آگیا تہا۔ کاش شاہنامہ کے ڈہنگ سے آتا کہ محمد شاہی عیاشی
اور عیش پرستی کا خون بہاتا اور اہل ملک کو پہر تیموری اور بابری میدانون مین لا ڈالتا
یا تہذیب و شائستگی سے اکبری عہد کو پہر زندہ کر دیتا؛

باوجودیکہ اسکی زبان آج بالکل متروک ہے مگر دیوان ابتک ہر جگہہ ملتا ہے اور بکتا ہے
یہان تک کہ پیرس اور لندن مین چہپ گیا ہے۔ اسمین علاوہ ردیف وار غزلون کے
رباعیان۔ قطعے۔ دو تین مخمس۔ قصیدے۔ ایک مثنوی۔ مختصر معرکۂ کربلا کے حال مین
ایک شہر سورت کے ذکر مین ہے۔ واسوخت اُس وقت مین نہ تہا۔ اس فخر کا ایجاد
میر صاحب کے لئے چہوڑ گئے۔ بادشاہ یا کسی امیر کی تعریف بہی نہین۔ شاید خواجہ میر درد
کی طرح تعریف کرنی عیب سمجہتے تہے۔ لیکن کبہی کبہی خواجہ حافظ کی طرح بادشاہ وقت کے
نام سے اپنے شعر کو شان و شکوہ دیتے تہے۔ چنانچہ ولی کی تصنیفات مین سے ایک غزل مین کہتے ہین

دل ولی کا لے لیا دلی نے چہین + جا کہو کوئی محمد شاہ سون

رسالۂ نور المعرفت تصوف مین بہی لکہا ہے۔ اُسمین کہتے ہین کہ مین محمد نور الدین صدیقی
سہروردی کے مریدون کا خاک پا ہون اور شاہ سعد اللہ گلشن کا شاگرد۔ مگر یہ نہین لکہا کہ
کس امر مین لطیفہ ولی نے اپنے جوش ریختہ گوئی مین ناصر علی سرہندی کو کہ علی
تخلص کرتے تہے۔ یہ شعر لکہا ؎

اُچہل کر جا پڑے جون مصرع برق + اگر مطلع لکہون ناصر علی کون

ناصر علی نے جواب مین لکہا ؎ شعر

باعجاز سخن گر اوڑ چلے وہ + ولی ہرگز نہ پہنچے گا علی کون

اب انکے کلام سے اُسوقت کی زبان کا نمونہ دیکہنا ضرور ہے۔ لیکن ہمارے تذکرہ نویسونکا

تذکرہ فائق مگر شعر مذکور حزین دکنی کے دیوان مین بہی درج ہے۔ شاید ناصر علی نے اُسی پہ چوٹ
کی ہوگی اسلئے جواب [illegible]

دستور ہے کہ جب شاعر کا حال لکھتے ہیں تو اُسکے اشعار انتخاب کر کے لکھتے ہین اور یہہ
ظاہر ہے کہ فیضانِ سخن رائیگان نہین جاتا نظیر کے بعض شعرا ایسے ہین کہ میر سے پہلو
مارتے ہین - پس اگر نظیر کا ذکر لکھکر اُسکے چند شعر منتخب لکھدئے تو ناواقف سوا اِسکے
کہ نظیر کو میر کا ہم پلہ شاعر سمجھے اَور کیا تصور کر سکتا ہے - بڑی قباحت اسمین یہہ ہے
کہ شاعر مذکورین اور ہم مین سالہا سال کے عرصے حائل ہین - پس ان شعرون سے اُنکی
اصلی قابلیت اور طبیعت کی کیفیت کہلنی مشکل ہو جاتی ہے - مین اُنکے دیوان سے نیکنیتی
کے ساتھہ چند غزلین پوری کی پوری لکھدونگا تاکہ اصلیتِ حال ظاہر ہو جائے
ہان - اگر کوئی پوری غزلین ہاتھہ ہی نہ آئین تو مجبوری ہے *

تجھہ لب کی صفت لعلِ بدخشان سے کہونگا	جادو ہین ترے نین غزالان سے کہونگا
دی حق نے تجھے بادشہی حسن نگر کی	یہہ کشورِ ایران مین سلیمان سے کہونگا
زخمی کیا ہے مجھہ تیری پلکون کی انی نے	یہہ زخم ترا خنجرِ بہالان سے کہونگا

بے صبر نہ ہو ای ولی اس درد سے ہرگاہ
جلدی سے ترے درد کی درمان سے کہونگا

دیکھنا ہر صبح تجھہ رخسار کا	ہے مطالعِ مطلعِ انوار کا
یاد کرنا ہر گھڑی تجھہ یار کا	ہے وظیفہ مجھہ دلِ بیمار کا
آرزوئے چشمۂ کوثر نہین	تشنہ لب ہون شربتِ دیدار کا
عاقبت ہووےگا کیا معلوم نہین	دل ہوا ہے مبتلا دیدار کا
بلبل و پروانہ کرنا دلکے تئین	کام تہا تجھہ چہرۂ گلنار کا
کیا کہے تعریف دل ہے بے نظیر	حرف حرف اُس مخزنِ اسرار کا
گر ہوا ہے طالبِ آزادگی	بندمت ہو سبحہ و زنار کا

مسند گل منزل شبنم ہوئی — × — دیکھہ رتبہ دیدۂ بیدار کا

ای ولی ہونا سریجن پر نثار
مدعا ہے چشم گوہر بار کا

بیوفائی نکر خدا سون ڈر — جگ ہنسائی نکر خدا سون ڈر
ہے جدائی مین زندگی مشکل — × — آ جدائی نکر خدا سون ڈر
اوس سون جو آشنائی دور کرے — آشنائی نکر خدا سون ڈر
آرسی دیکھکر نہ ہو مغرور — خود نمائی نکر خدا سون ڈر

ای ولی غیر آستانہ یار
جبہہ سائی نکر خدا سون ڈر

جب صنم کو خیال باغ ہوا — طالب نشۂ فراغ ہوا
فوج عشاق دیکھہ ہر جانب — نازنین صاحب دماغ ہوا
مان سین تجھہ لبان کی سرخ ہوا — جگر لالہ داغ داغ ہوا
دل عشاق کیون نہو روشن — جب خیال صنم چراغ ہوا

ای ولی گلبدن کون باغ مین دیکھہ
دل صد برگ باغ باغ ہوا

جسوقت ای سریجن تو بے حجاب ہوگا — ہر ذرہ تجھہ جھلک سون جون آفتاب ہوگا
مت جا چمن مون لالہ بلبل پہ مت ستم کر — گرمی سون تجھہ نگہہ کی گل گل گلاب ہوگا
مت آئینہ کو دکہلا اپنا جمال روشن — تجھہ نگہہ کی تاب دیکھے آئینہ آب ہوگا
نکلا ہی وہ ستمگر تیغ ادا کون لیکر — سینے پہ عاشقان کے اب فتح باب ہوگا
رکہتا ہے کیون جفا کو مجھہ پر روا ای ظالم — محشر مین تجھہ سین آخر میرا حساب ہوگا

تجھکو ہوا ہی معلوم ای مست جام خونین
تجھ انکھڑیان کے دیکھ عالم خراب ہوگا

ہاتف نے یون دیا ہی مجھکو ولی بشارت
اوسکی گلی مین جا تو مقصد شتاب ہوگا

شغف جس بے خانمان کا دشت ویرانی ہوا
سر اوپر اوسکے کھولا تاج سلطانی ہوا

تجھ حسن عالمتاب کا جو عاشق و شیدا ہوا
ہر خوبرو کے حسن کی جلوہ سون بے پروا ہوا

سینہ مین اب مشتر اک کونین کو بسرا ہو وہ
جو تجھ نین کی جام سون پی کر متوالا ہوا

پایا ہی جگ مین آ کے ولی وہ لیلیٰ مقصود کون
جو عشق کی بازار مین مجنون نمن رسوا ہوا

لیا ہے جب سون موہن نے طریقا خود نمائی کا
جڑا ہی آرسی پر تب ہی رنگ حیرت فزائی کا

کیون کر ہو آلودہ زر رنگ سون صید مراد
ہے علم اوپر معطل صورت شیر طلا

بلہوس رکہتی ہین دایم فکر رنگ عاشقان
ہے مہوس کی صدا سینہ مین تدبیر طلا

یو کنار ہی مکھ پہ تیری ہی زلیخا دشمن ہیر
سون یوسفؑ کو لکہا گر دہ تحریر طلا

ہوا ہے سیر کا مشتاق بیتابی سون من میرا
چمن مین آج آیا ہے مگر گل پیرہن میرا

خمار ہجر نے جسکے دیا ہی درد دل مجھکون
رکھون لشتہ نمن انکھیان مین گر وہ مست ناز آوے

عجب نین گر گلان دوڑین پکڑ کر صورت قمری
ادا سون جب چمن بھتر وہ سرو سرفراز آوے

تا حشر رہے بوئی گلاب اوسکے عرق سے
جس پر بیٹھ یکبار وہ گل پیرہن آوے

ہمسایہ ہو مرا سبز برنگ پر طوطی
گر خواب مین وہ نوخط شیرین بچن آوے

کہنچین آپس انکھیان سون جیون کحل جواہر
عشاق کی گلی تہہ وہ خاک چرن آوے

ہرگز سخن سخت کو لاوے نہ زبان پر
جس ذہن مین یکبار وہ نازک بدن آوے

پتھر تل تجھ مکھہ کی کعبہ مین مجھے اسود حجر دستا
زنخدان مین تری مجھ چاہ زمزم کا اثر دستا

دستا (دکھائی دیتا ہے) یعنے نظر آتا ہے۔ یا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہہ ساری غزل اسی ردیف مین ہے۔

شاہ مبارک آبرو

آبرو تخلص مشہور شاہ مبارک ۔ اصلی نام نجم الدین تھا شاہ محمد غوث گوالیاری کی اولاد مین تھے ۔ باوجودیکہ بڈہے شاعر ۔ اور بڑانے مشاق تھے ۔ مگر خان آرزو کو اپنا کلام دکہا لیتے تھے ۔ دیکھو اُس زمانہ کے لوگ کیسے منصف اور طالب کمال تھے ۔ یہہ اپنے زمانہ مین مسلّم الثبوت شاعر زبانِ ریختہ کے ۔ اور صاحبِ ایجاد نظم اُردو کے شمار ہوتے تھے وہ ایسا زمانہ تہا کہ ۔ اخلاص ۔ کو ۔ وسواس ۔ اور ۔ دہڑ ۔ کو ۔ سر کا قافیہ باندہ دیتے تھے اور عیب نہ سمجھتے تھے ۔ ردیف کی کچھہ ضرورت نہ تھی ۔ البتہ کلام کی بنیاد ۔ ایہام ۔ اور ذومعنین لفظون پر ہوتی تہی ۔ اور محاورے کو ہرگز ہاتہہ سے نہ جانے دیتے تھے ۔ وہ ایک آنکھہ سے معذور تھے ۔ اُنکی اور مرزا جان جاناں مظہر کی خوب خوب چشمکین ہوتی تہین ۔ بلکہ اُنمین آنکھہ کا بھی اشارہ ہوجاتا تہا ۔ چنانچہ مرزا صاحب نے کہا ؂

آبرو کی آنکھہ مین ایک گانٹھہ ہے آبرو سب شاعرون کی ہے

شاہ آبرو نے کہا ۔

کیا کرون حق کے کئے کو ۔ کور میری چشم ہے آبرو جگ مین رہی تو جان جاناں چشم ہے

شاہ کمال بخاری اُس زمانہ مین ایک بہت بزرگ شخص تھے ۔ اونکے بیٹے پیر مکہن تھے ۔ اور پاکباز تخلص کرتے تہے شاہ مبارک کو اُنسے بہت محبت تھی ۔ چنانچہ اکثر شعرونمین اونکا نام یا کچھہ اشارہ ضرور کرتے تھے ۔ دیکہنا کیا مزے کا سجع کہا ہے +

ع عالم ہمہ دوغ است و محمد مکہن ۔

اِنکی علمی استعداد کا حال معلوم نہین ۔ کلام سے ایسا تراوش ہوتا ہے کہ صرف نحو عربی کی جانتے تھے اور مسائلِ علمی سے بے خبر نہ تھے

اُنکے شعر جب تک پیر کہین ۔ پاکبازکے کلام سے چُپڑے نہ جائین تب تک مزا نہ دینگے اسلئے پہلے ایک شعر اُنکا ہی لکھتا ہون ۔ اُس زمانہ کے خیالات پر خیال کرو۔

مجھے درد والم گھیرے ہے نت میری میان صاحب
خبر لیتے نہین کیسے ہو تم؟ میری میان صاحب

آیا ہی صبح نیند سے اُٹھ رَسمَسا ہوا
جامہ گلے مین رات کا پھولون بَسا ہوا

کم مت گنو یہ بخت سیاہ ہو گیا رنگ زرد
سونا وہ ہی کہ ہووے کسوٹی کسا ہوا

اندازہ سین یاد ہٹ نازخوش نہین
جوخال اپنے حدسے بڑھا سو مسا ہوا

قامت کا سبھ جگت منین بالا ہوا ہی نام
قد اسقدر بلند تمہارا رسا ہوا

دل یون ڈرے ہے زلف کا مارا ہو ناک سین
رسّی سے اژدہا کا ڈرہی جون ڈسا ہوا

ای آبرو اول تون سمجھ پیچ عشق کا
پھر زلف سے نکل نہ سکے دل پھنسا ہوا

پلنگ کون چھوڑ خالی گود سین اُٹھ گیی سجن میتا
چتر کاری لگے کہانے ہمنکو گھر ہوا چیتا

لگائی مینوا کی طرح سین جب وہ چھری تمنے
تج اور دنکو لیاچہئے ہاتھ اپنے ایک تو میتا

جدائی کے زمانہ کی سجن کیا زیادتی کہئے
کہ اس ظالم کی جو ہمپر گہڑی گذری سو جگ بیتا

لگا دل یار سین تب اسکو کیا کام آبرو ہسین
کہ زخمی عشق کا پھر مانگ کر پانی نہین پیتا

مین سین مین جب ملاے گیا
دل کے اندر مرے سماے گیا

نگہ گرم سین مرے دل مین
خوش نین آگ سے لگاے گیا

تیرے چلنے کی سُن خبر عاشق
یھی کہتا ہوا کہ ہاے گیا

سمجھ کر بولتا تھا مجھ سیتی
بوجھ کر بات کو چھپاے گیا

آبرو ہجر بیچ مرتا تھا
مکھ دکھا کر اُسے جلاے گیا

یہہ رسم ظالمی کی ۔ دستور ہے کہان کا
دل چھین کر ہمارا دشمن ہوا ہے جان کا

ہر ایک نگہ میں ہم سین کرنے لگے ہو نوکین
کچھ یو ترے ہے آنکھون نے پکڑا ہے داو بانکا

تجھ راہ مین ہوا ہے اب تو رقیب کتّا — لو پائے کر ہماری آبا نہ بتا ہے نان کا

خندون کے طور گویا دیوار قہقہا ہے — پھر کر پھرے نہ لڑکا جو اُسطرف کو جہانکا

رستم دہل کے دلمین ڈالے انجھو سو پانی — دیکھے اگر جو ان کی تلوار کا جہماکا

فاسق کے دل پہ ڈالی جب نفس بد نی برکے — رجوا اُٹھے کی گلی کا تب جا غبار پہانکا

سب عاشقو نمین ہمکون مژدا ہے آبرو کا
ہے قصد گر تمہارے دل بیچ امتحان کا

مت تجھ سیتی ناتھ مین لے دل ہمارے کون — جلتا ہے کیون پکڑتا ہے ظالم انگارے کون

[illegible]ک باغ مین شتاب چلو اے بہار حسن — گل چشم ہو رہا ہے تمہارے نظارے کون

مرتا ہون ٹک رہی ہے رمق آ درس دکہا — جا کر کہو ہماری طرف سین پیارے کون

[illegible]ین آپڑا ہون عشق کے ظالم بہنور کے بیچ — تختہ اوپر چلا دتے ہین جی کے آرے کون

اپنا جمال آبرو کون ٹک دکہاؤ آج
مدت سے آرزو ہے درس کی بچارے کون

[illegible]ستم اُس مرد کی کہاتے ہین قسم زور دن کی — تاب لا دے جو کوئی عشق کے جہک جہوڑ نکی

[illegible]دردان حسن کے کہتے ہین اُسے دل مُردہ — سا نورسے چھوڑ کے جو چارہ کرے گوڑ نکی

[illegible]انشہ کاٹی ہے مرے دل کی ترے انکہان نے — دو پلک نہین یہہ کترنی ہے گرہ چورونکی

[illegible]ب شیرین پہ سبز جن کے نہین خط سیاہ — دار چیونٹی ہے مٹھائی پہ شکر خورونکی

[illegible]لین سدرج منین جون خط شعاع کر شعلے — دیکھ انکہیون منین یہہ لال جہکٹ ڈورونکی

[illegible]وری جبکہ سبھی بہ مین سبجن بو بٹہ دار — عقل چکر مین گئی دیکھ کے چہب مورونکی

آبرو کون نہین کم ظرف کی صحبت کا دماغ
کسکو برداشت ہے ہر وقت کے نکتورونکی

افسوس ہے کہ مجکون وہ یار بہول جاوی ۔ وہ شوق وہ محبت وہ پیار بہول جاوے

رستم تیری انکھون کے ہووے اگر مقابل ۔ انکھیون کو دیکھہ تیری تلوار بہول جاوے

عارض کے آئینہ پر تمنا کے سبز خط ہے ۔ طوطی اگر جو دیکھے گلذار بہول جاوے

کیا شیخ و کیا برہمن جب عاشقی مین آوین ۔ تسبیح کرے فراموش زنار بہول جاوے

یون آبرو بناوے دل مین ہزار باتان
جب تیرے آگے آوے گفتار بہول جاوے

پانی پت[1] آج چھوڑ جو گنّور تم سے چلے ۔ تو راہ بیچ جائیو جانان سنبہال کے

کنجی اُسکی زبان شیرین ہے ۔ دل میرا قفل ہے بتاسے[2] کا

کیون چھپا ظلمت مین گر اُس لب سی شرمندہ نہتا ۔ جان کچھہ پانی مرے ہے چشمۂ حیوانکی بیچ

اب دین ہوا زمانہ سازی ۔ آفاق تمام دہریا ہے

تمنے بجاؤنے کو جب ہاتھ بیچ سنے لی ۔ مجنون ہو گئے سب یہہ اسطرح کی لُرلی

سچا ہے نرگسی بوٹے کا جامہ ۔ کرے کیونکر نہ مجہ سے چشم پوشی

آبرو کے قتل کو حاضر ہوئی کسکی کمر ۔ خون کرنے کو چلے عاشق پہ تہمت باندہ کر

دو بھوان سی لگے ہین جسکے مین ۔ وہ کہاتا ہے حاجی الحرمین

عزت ہے جوہری کی ۔ جو قیمتی ہو جوہر ۔ ہے آبرو ہمنکو ۔ جگ مین سخن ہمارا

جہان اُس خو کی گرمی تھی ۔ نہ تھی وہان آگ کو عزت ۔ مقابل اُسکے ہوجاتی ۔ تو آتش لکڑیان کہاتی

---

[1] پانی پت ۔ گنّور ۔ سنبہالکہ ۔ قصبون کے نام ہین ۔ سنبہالکے کی پُرانی سرا اب ہی قایم ہی اگلے وقتونمین یہان رستہ لُٹتا تہا اور راہزنی اِسکی مشہور تھی ۔ اور سرابھی استحکام اور وسعت مین ہمیشہ سی ضرب المثل ہے ۔
[2] چہوٹا سا قفل مقدار مین بتاسی کی برابر یا کچھہ اُس سے بڑا ہوتا تہا ۔ بتاسے کا قفل کہلاتا تھا ۔

اِسی انداز مین حافظ عبدالرحمن خان **احسان** نے ایک شعر کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے ۔

دُختِ رز سے کہا میخانے مین شب رندون نے ۔ آج تو خوب ہی ٹھنکے تری سوکن کو لگے

یعنے بہنگیر خانے مین بہنگڑون نے خوب سبزیان گہونٹین اور مُطرے اُڑائے تم بہی یارون پر نظرِ عنایت کرو ۔

مبارک نام تری آبرو کا کیون نہو جگمین ۔ اثر ہے یو ترے دیدار کی فرخندہ فالی کا

نارہارے دل کا ۔ غم کا گواہ بس ہے ۔ اپنے کے تین شہادت انگشت آہ بس ہے

تہارے لوگ کہتے ہین ۔ کمر ہے ۔ کہان ہے کسطرح کی ہے ۔ کدہر ہے؟

تخلص **آبرو** برجا ہے میرا ۔ ہمیشہ اشک غم سے چشم تر ہے

اِس ناتوان کی حالت وہان جا کہے ہے اُڑکر ۔ میرا یہہ رنگ رو ہے گویا ہکی کبوتر

مکہن میان خفا ہین فقیر دنکے حال پر ۔ آتا ہے اُنکو جوش جمالی **کمال** پر[۱]

پھرتے تہے دشت دشت دیوانے کدہر گئے ۔ دے عاشقی کے ہائے زمانے کدہر گئے

خدمتگار خان بادشاہی خواجہ سرا تھا ۔ اور سرکار شاہی مین بڑا صاحب اختیار تھا ۔ اکثر بادشاہی نوکر اُسکی سخت گیری ۔ اور بدمزاجی سے دِق رہتے تھے ۔ انہین بہی اُس سے کام پڑتا تہا ۔ کبہی آسانی سے مطلب نکل آتا تہا ۔ کبہی دشواری سے ۔ چنانچہ ایک موقع پر یہہ شعر کہا ۔

یارو خدمتگار خان جو اُنکے ہیچ ۔ ہے تو مُستثنیٰ ۔ ولیکن منقطع

---

[۱] جلالی اور جمالی دو قسم کے اسمائے الٰہی ہین اور شیخ کمال بخاری اُنکے والد کا نام ہے ۱۲

شیخ شرف الدین مضمون

مضمون تخلص - شیخ شرف الدین نام - شیخ فریدالدین شکر گنج کی اولاد مین تھے - جاجمو علاقۂ اکبر آباد وطنِ اصلی تھا دِلّی مین آرہے تھے - اصل پیشہ سپاہگری تھا - تباہیِ سلطنت سے ہتھیار کھولکر مضمون باندھنے پر قناعت کی اور زینت المساجد مین ایسے بیٹھے کہ مرکر اُٹھے - اِس عالم مین بھی ایک خوش مزاج - با اخلاق - یارباش آدمی تھے - دورِ اوّل کے اُستادون مین شمار ہوتے تھے - اور اُنھی کا انداز تھا کیونکہ رواج بھی تھا اور خاص و عام اِسی کو پسند کرتے تھے -

اُس زمانہ کے لوگ کسقدر منصف اور بے تکلف تھے - باوجودیکہ مضمون سِن رسیدہ تھے اور خان آرزو سے عمر مین بڑے تھے مگر اُنہین غزل دکہاتے تھے اصلاح لیتے تھے - منہ سے دانت ٹوٹ گئے تھے اسلئے خان موصوف اُنہین شاعر بیدانہ کہتے تھے -

مرزا رفیع نے بھی انکا عہد پایا تھا - چنانچہ جب انتقال ہوا تو مرزا نے غزل کہی جسکا مطلع و مقطع بھی لکھتا ہون -

الٰہی کسطرح دیکھون مین اِن آنکھون سے میخانہ	لئے ہی اُٹھ گیا ساقی - مرا بھی پر ہے پیمانہ
گیا مضمون دنیا سے رہا سو دا سو دیوانہ	بنا ئین اُٹھ گیئن یارو غزل کے خوب کہنے کی

اور اِس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اِس صاحب کمال کے کمال نے زمانہ کے دل مین کیا اثر پیدا کیا تھا -

ہاے دِلّی خدا تجھے بہشت نصیب کرے - کیسے کیسے لوگ تیری خاک سے اُٹھے اور خاک مین مل گئے - اُستادِ مرحوم نے ایک دن فرمایا کہ شیخ مضمون کے زمانہ مین کوئی امیر باہر سے محل مین آئے - اور پلنگ پر لیٹ گئے - ایک بڑھیا مامانی نوکر ہوئی تھی - وہ حُقہ بھر لائی اور سامنے رکھا - نواب صاحب کی زبان پر اُسوقت یہ مضمون کا شعر تھا -

ہمنے کیا کیا نہ ترے عشق مین محبوب کیا | صبر ایوب کیا گریۂ یعقوب کیا

نا نا منکر بولی - الہٰی تیری امان - اس گھر مین تو آپ ہی پیغمبری وقت پڑ رہا ہے - بچارے نوکرون پر کیا گذرے گی؟ چلو بابا بھاگتے - [1]

تعجب یہ ہے کہ اسی مضمون کو مخلص کاشی نے بھی باندا ہے -

درفراق تو چہا اے بت محبوب کنم | صبر ایوب کنم گریۂ یعقوب کنم

کرے ہے دار کو کامل بھی سرتاج | ہوا منصور سے نکتہ یہ حل آج

خط آگیا ہے اُسکے سحری ہے سفید ریش | کرتا ہے ابتلک بھی وہ ملنے مین نام صبح

کرین کیون نہ شکر لبون کو مُرید | کرداوا ہمارا ہے بابا فرید

ہنسی تیری پیاری پُھلجھڑی ہے | بھی غنچے کے دلمین گلجھڑی ہے

میکدہ مین گر سراپا فعل نامعقول ہے | مدرسہ دیکھا تو وہان بھی فاعل مفعول ہے

تیر مژگان برستے ہین مجھ پر | اب پیکان کا اسطرف ہے ڈھال

محمد شاکر ناجی

ناجی - تخلص - سید محمد شاکر نام - شرافت اور سیادت کے ساتھ - کمال شاعری سے اپنے زمانہ مین نامور تھے - اہل سخن نے انہین طبقۂ اوّل کے ارکان مین تسلیم کیا ہے -

---

[1] دلی مین غریب مفلس فقیر کسی سے سوال کیا کرتے تھے تو کہا کرتے تھے - عیالدار ہین - مفلس ہین - ہم پر پیغمبری وقت پڑا ہے لیلٰہ کچھ دو - دراصل اسکی یہ تھی کہ جسپر سخت مصیبت پڑتی ہے وہ زیادہ خدا کا پیارا ہوتا ہے - اور چونکہ پیغمبر سب سے زیادہ خدا کے پیارے ہین اسلئے اُن پر زیادہ مصیبتین پڑتی ہین - جو مصیبتین پیغمبرون پر پڑتی ہین - وہ دوسرے پر نہین پڑتین - رفتہ رفتہ پیغمبری وقت - اور پیغمبری مصیبت کے معنے سخت مصیبت کے ہوگئے - دیکھو - ایسی ایسی باتیں اُس زمانہ مین کسقدر عام تہین کہ بڑھیان عورتین اور مائین اُن سے نکتے - اور لطیفے پیدا کرتی تہین - سب اللہ ہی اللہ ہے -

۔ عمدۃ الملک ۔ **امیر خان** جو محمد شاہی دربار کے رکن اعظم تھے ۔ یہ اُنکے نعمت خانہ کے داروغہ تھے ۔ شاہ مبارک آبرو نے جہان اُنکے کمال کی تعریف کی ہے وہان اس امر کا بھی اشارہ کیا ہے ۔

سخن سنجان مین ہوگا آبرو آج | نہین شیرین زبان ناشاکر میر کا

مگر تیز مزاج اور شوخ طبع بہت تھے ۔ راہ چلتے سے اُلجھتے تھے اور جسکے گرد ہوتے تھے اُسے پیچھا چھوڑانا مشکل ہوجاتا تھا ۔

زلف کے حلقہ مین دیکھا جب سے دانہ خال کا | مرغ دل عاشق کا تب سے صید ہے اس جال کا
گندمی چہرہ کو اپنے زلف مین پنہان نکر | ہندوان سنکر مبادا شور ڈالین کال کا
بنیو اون سے نمل ای موکمرت پیچ کھا | مونڈ سر لڑکون کو کرتے ہین وہ اپنا بال کا
مہر کی بیجا ہے چرخ بے مروت سے امید | پیرزالون سے نہین احسان کر اک بال کا
ایکدم **ناجی** کے تئین آکر جلا ای پیار سے | جان لب ہون اے سجن یہ وقت نہین اہمال کا

نہ تھا آزردہ دل کنعان سے یوسف | ڈرا تھا خواب مین اخوان سے یوسف
نہوتا راہ مین گلبانگ شہرت | جو روتا راہ مین خاران سے یوسف
کوئین مین جا پڑا یعقوب کا دل | چلا جب نالہ و افغان سے یوسف
زلیخا نے بہائے شیر کے نیل | جو رویا درد کے انجوان سے یوسف

جو **ناجی** ڈر نہوتا معصیت کا
نہ کہ دن پھیرتا فرمان سے یوسف

دیکھ موہن تیری کمر کیطرف | پھر گیا مانی اپنے گھر کی طرف
جن نے دیکھی تیری لب شیرین | نظر اُن کی نہین شکر کی طرف
ہے محال اُنکا دام مین آنا | دل ہے ان سب بتان کا زرکیطرف

تیرے رخسار کی صفائی دیکھ — چشم دانا ہین ہند کی طرف
جسمین پاکباز ہے ناجی — بد عمل جاینگے سقر کی طرف

اے صبا کہہ بہار کی باتین — اُس بتِ گلعذار کی باتین
کب چھوڑے نگاہ کا شہباز — کیا کرے ہے شکار کی باتین
چھوڑتے کب ہین نقد دل کو صنم — جب یہ کرتے ہین پیار کی باتین

معشوق گر آپ سے گر دلبری کرے — گر دیو ہو تو چاہیئے آدم گری کرے
شیشہ اُسکے آگے بجا ہے کہ رخ ستی — پیالے کو جب لے ہاتھ مین تب پری کرے
اس قد سے جب چمن مین خرامان ہو تو اے جان — شمشاد و سرو آگے ترے چاکری کرے
دشمن ہے دین کا خال سیہ مکھ اوپر ترے — ہندو سے کیا عجب ہے اگر کافری کرے
جو کوئی کہ ناجی صاف کرے دل کا آئینہ
وہ عاشقی کے ملک مین اسکندری کرے

کفن پر سبز ترے گیسونکے مارونکا — مکان غم ہو ترے در کے بیقرارونکا
رکھے اس لالچی لڑکے کو کوئی کب تلک بہلا — چلی جاتی ہے فرمایش کبھی یہ لا کبھی وہ لا

موزون قد اُسکا چشم کی میزان مین جب تلا — طوبی تب اُس سے ایک قدم اونچا ہوا

اگر ہو وہ بتِ ہند دیکھو اشنان کو نرگا — بہنور مین دیکھ کر جمنا اُسے غوطہ مین جاگا

دیکھ مصحف کی دولت سو نرگس چشم امید — لب مصحف کی تر نہین ہر چند گوہر مین ہو آب

بہا سستا ہو یا مہنگا نہین موقوف غلّے پر — یہ سب خرمن اُسکے ہین خدا ہے جسکے پلّے پر
انگھوٹھی لعل کی کرتی قیامت آج گر ہوتی — جنہون کی آن پہنچی۔ لڑ موے وہ ایک چھلّے پر

اُس رخِ روشن کی جو کوئی یاد مین مشغول ہے — مہر اُسکے روبرو سورج مُکھی کا پھول ہے
نہ ٹو کو یار کو کر خطر کہا تا یا منڈاتا ہے — مرے نشہ کی خاطر لطف سے سبزی بناتا ہے
جہان دل بند ہو ناصح وہان آوے خلل کرنے — رقیب نا ولد ناجی گویا لڑکون کا باوا ہے

نادری چڑھائی اور محمد شاہی لشکر کی تباہی مین خود شامل تھے۔ اُسوقت دربار دہلی کا رنگ۔ شرفا کی خواری۔ پاجیون کی گرم بازاری اور اُسپر ہندوستانیون کی آرام طلبی اور نازپروری کو ایک طولانی مخمس۔ مین دکہایا ہے۔ افسوس کہ اسوقت دو بند اُسکے ہاتھ آئے۔

لڑے ہوئے تو برس بیس اُنکو بیتے تھے — دعا کے زور سے دائی دوا کے جیتے تھے
شراب گھر کی نکالی مزے سے پیتے تھے — نگار و نقش مین ظاہر گویا کہ چیتے تھے
گلے مین ہنسلیان بازو اُپر طلا کے نال

قضا سے بچ گیا مرنا نہین تو ٹھانا تھا — کہ مین نشان کے ہاتھی اُپر نشانا تھا
نہ پانی پینے کو پایا وہان نہ کھانا تھا — ملے تھے دانہ جو لشکر تمام بھوکا تھا
نہ ظرف و مطبخ و دُکان نہ غلہ و بقال

محمد احسن۔ احسن

احسن۔ تخلص۔ محمد احسن نام۔ یہ بھی انھی لوگون کے ہم عصر و ہم زبان ہین۔ چنانچہ ایک غزل اور دو شعر انکے ہاتھ آئے وہی لکھے جاتے ہین۔

صبا ہو اگر جاوے ہے تو اُس شوخ دلبر سون — کہ کر کر قول یہ سونکا گیا برسون ہوئے برسون[۲۵]

[۲۵] بیٹھ بغل سے گیا۔ برسون گذر گئے ۱۲

عجب نہیں ابر گر جلتوں کو تو جل سوں جلا دیگا ۔۔۔ گیا ہے یار میرے بر سوں کہتا ہو کہ میں برسوں

یو قاصد وعدہ کرتا ہے جو پرسوں لا کے پھر آوے ۔۔۔ کبوتر بھیج نہیں آتا گلی اُسکی سیتی پرسوں

ترس تجکو نہیں اے شوخ اتنی کیا ہے ترسائی ۔۔۔ ترے دیدار کو میں دیدۂ ترسوں کہڑا ترسوں

ترے تل سوں مجھے نت منہہ کا سودا ہی اے ظالم ۔۔۔ عجب نہیں ہو اگر تو تیل نکسا ہو مری سرسوں

زلف تیری معطر ہے عطر فتنے سیتی ظالم ۔۔۔ آہی آبرو رکہیو پڑا ہے کام آ تتر سوں

غزل اس طرح سے کہنی بھی احسن تجہ سوں بن آوے

جواب اب آبرو کب کہہ سکے مضمون بہتر سوں

لام نستعلیق کا ہے اُس بُتِ خوشخط کی زلف ۔۔۔ ہم تو کافر ہوں اگر بندہ ہوں اسلام کے

یہی مضمون خط ہے احسن اللہ ۔۔۔ کہ حسنِ خوبرویان عارضی ہے

نازک بدن پہ اپنے کرتے ہو تم جو غرّہ ۔۔۔ موسیٰ کمر نے تجکو فرعون سا بنایا

غلام مصطفیٰ خان یکرنگ

یکرنگ تخلص ۔ غلام مصطفیٰ خان نام ۔ قدیمی تذکروں میں انہیں طبقہ اوّل کے شاعروں میں لکھا ہے ۔ مگر یہ لوگ با انصاف ہوتے تھے ۔ اور ہر کام کی حسن و قبح کو خوب سمجھتے تھے اسلئے باوجود کہن سالی اور کہنہ مشاقی کے آخر عمر کلام اپنا مرزا جان جانان مظہر کو بھی دکھاتے تھے ۔ لیکن جو کلام اُنکا موجود ہے ۔ بزرگوں سے سُنا اور تذکروں میں بھی دیکھا بڑے مشاق تھے اور اپنے وقت میں سب انہیں خوش فکر اور باکمال مانتے تھے ۔ اور لطف یہ ہے کہ تخلص کی طرح عالم آشنائی میں بھی یکرنگ یکتا تھے ۔

یکرنگ پاس اور سخن کچھ نہیں بساط ۔۔۔ ہم رکہتا ہوں دو تین جو کہو تو نذر کروں

زبان شکوہ ہے عہدی کا برات ۔۔۔ کہ خوبان نے لگائے ہیں مجھے ہاتھ

اُس زلف کا یہ دل ہی گرفتار بال بال
یکرنگ کے سخن مین خلاف ایک مو نہین

جو کوئی توڑتا ہے غنچہ گل
دل بلبل شکستہ کرتا ہے

یکرنگ نے تلاش کیا ہی بہت ولے
مظہر سا اس جہان مین کوئی میرزا نہین

پارسائی اور جوانی کیون کے ہو
ایک جا گہ آگ پانی کیون کے ہو

دیکھ کر یار جاتا ہے
دل سے صبر و قرار جاتا ہے

گر خبر لینی ہے تو لے صیاد
ہاتھ سے یہ شکار جاتا ہے

— مرزا جانجاناں کی اُستادی اور اپنی شاگردی کا اشارہ ہے۔

جنکے درد دل مین کچھ تاثیر ہے
گر جوان بھی ہے تو میرا پیر ہے

لگے ہین خوب کانون مین بہت نکے
سخن یکرنگ کے گویا کہ گُہر ہین

اسکو مت جانو میان اَورونکی طرح
مصطفی خان آشنا یکرنگ ہے

جدائی سے تیری اَے صندلی رنگ
مجھے یہ زندگانی دردِ سر ہے

خدا جانے اِن باتون کو سنکر ہمارے شایستہ زمانہ کے لوگ کیا کہینگے۔ کچھ تو پروا بھی نکرینگے۔ اور کچھ واہیات کہکر کتاب بند کر دینگے۔ مگر تم اِن باتون کو ہزل نہ سمجھو۔ ایک پل کے لئے آنکھین بند کر لو۔ اور تصوّر کی آنکھین کھولدو۔ دیکھو وہی محمد شاہی عہد کے کہن سال درباری لباس پہنے بیٹھے ہین۔ اور باوجود اُس متانت و معقولیت کے۔ مُسکرا مُسکرا کر آپس مین اشعار پڑھتے ہین۔ اور مزے لیتے ہین۔ کیا اُن نورانی صورتون پر تمہین پیار نہ آئے گا۔ کلام کی تاثیر بیٹھنے دیگی۔ محبت کا جوش اُنکے ہاتھ نہ چوم لیگا؟

وہ صورتین الٰہی کس مُلک بستیان ہین
اب جنکے دیکھنے کو آنکھین ترستیان ہین

میرے دوستو! غور کے قابل تو یہ بات ہے کہ آج جو تمہارے سامنے اُنکے کلام کا حال ہے

کل آدرون کے سامنے بھی تمہاری کلام کا حال ہوتا ہے - ایک وقت مین جو بات مطبوع خلائق ہو - یہہ ضرور نہین کہ دوسرے وقت مین بھی ہو - خیال کرو - ابھی بزرگون کے جلسہ مین آج ہم اپنی وضع اور لباس سے جائین - اور اپنا کلام پڑھین تو وہ سنجیدہ اور برگزیدہ لوگ کیا کہین گے - ایکدوسرے کی طرف دیکھین گے - اور مسکرائینگے - گویا سفلہ اور چھچھورا سمجھینگے - اِن بزرگون کو کوئی بات ناپسند ہوتی تھی تو اتنا ہی اشارہ کافی ہوتا تھا اِس خیال کی تصدیق اور اُس زمانہ کی وضع ولباس دکھانے کو دریای لطافت کی ایک عبارت نقل کرتا ہون سید انشا جنکی کوئی بات ظرافت سے خالی نہین سا اپنے عہد کے بڈھے میر صاحب کی تقریر ایک کسبی کے ساتھ لکھتے ہین - یہہ دو دلّی کے رہنے والے ہین - اور لکھنؤ مین باتین کر رہے ہین -

بی نورن کہتی ہین

اجی آؤ میر صاحبا - تم تو عید کا چاند ہوگئے - دلّی مین آتے تھے دو دو پہر رات تک بیٹھے تھے اور ریختے پڑھتے تھے - لکھنؤ مین تمہین کیا ہوگیا کہ کبھی صورت بھی نہین دکھائی - ابکے کربلا مین کتنا میں نے ڈھونڈا - کہین تمہارا اثر آثار معلوم نہ ہوا - ایسا کیجیو کہین آٹھون مین بھی نہ چلو - تمہین علی کی قسم آٹھون مین مقرر چلیو -

اَب جس رنگ سے سید انشا میر صاحب موصوف کی تصویر کھینچتے ہین اوّل اُسے ملاحظہ فرما - اور اتنا خیال اور بھی رہے کہ یہہ بُڈھا تم دیرینہ سال - اُس زمانہ کے ایک خوش طبع رنگین شخص تھے کوئی تقہ متقی پرہیزگار نہ تھے - باوجود اسکے تازہ اوضاع واطوار - اور نئی رفتار گفتار پر کیا خیالات رکھتے تھے -

بیانِ صورت میر موصوف اینکہ - سیاہ رنگ - کوتاہ قد - فربہ گردن - دراز گوش -

---

۲۵ آٹھون کا میلہ لکھنؤ مین بڑی دھوم کا ہوتا تھا -

پنداشتن دستار بطور بعض قند سازان کہنہ - رنگش سبز اگر بُئی - والّا اکثر سفید - کلاہے گلسرخ ہم در گوشۂ دستار میرزند - و جامۂ مصطلح ہندوستان (نہ جامۂ لغوی) در بر مبارک بسیار پاکیزہ میباشد چون لباس باریک (ازین جہت کہ برائے زنان مقرر است) نمی پوشند رخت پوشاکی ملازمان شریف ایشان اکثر گندہ است - لیکن قیمت دو نیم روپیہ را یک تہان تمام در یک جامہ صرف میشود - چولی زیر پستان - بالائے آن دو پٹہ پیشتولیہ - دامن بہ زمین جاروب میکشد - وسی ہم بر دندان مبارک میمالند و پاپوش از سقرلات زرد - و در حاق وسط آن ستارہ از تارہائے طلائی غیر خالص - حالا کہ ہیئت معلوم شد طرز کلام باکسی باید شنید - میر صاحب فرماتے ہین

اجی بی نورن یہ کیا بات فرماتی ہو - تم تو اپنے جیوڑے کی چین ہو - پر کیا کہین جب سے دلی چہوڑ ہے کچہ جی افسردہ ہو گیا ہے - اور شعر پڑہنے کو جو کہو تو کچہ لطف اُسمین ہی نہین رہا کہ جسے سُنئے - ریختے مین اُستاد میان ولی ہوئے اُنپر توجہ شاہ گلشن صاحب کی تہی - پہر میان آبرو اور میان ناجی اور میان حاتم - پہر سب سے بہتر مرزا رفیع السودا - اور میر تقی صاحب - پہر حضرت خواجہ میر درد صاحب برد اللہ مرقدہٗ - جو میرے ہی اُستاد تہے وہ لوگ تو سب گئے اور اُنکی قدردانی کرنیوالے بہی جان بحق تسلیم ہوئے - اب لکہنو کو جیسے چہوکرے ہین ویسے ہی شاعر ہین - اور دلی مین بہی ایسا ہی کچہ چرچا ہے - تخم تاثیر صحبت اثر - سبحان اللہ یہ کون میان جرات بڑے شاعر ہوا چاہتے ہین - تمہارا باپ مان کسدن شعر کہتا تہا اور رضا بہادر کا کونسا کلام ہے - اور دوسرے میان مصحفی کہ مطلق شعور نہین رکہتے - اگر پوچہئے کہ ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرواً - کی ترکیب تو ذرا بیان کرو تو اپنے شاگردون کو ہمراہ لیکر لڑنے آتے ہین - اور میان حسرت کو دیکہو اپنا عرق بادیان اور شربت انارین چہوڑ کے شاعری مین آگے قدم کہا ہے - اور میر انشا اللہ خان بچارے میر ماشا اللہ خان کے بیٹے آگے پریزاد تہے - ہم بہی کہو رنیکو جانتے تہے - اب چند روز سے شاعر بن گئے مرزا مظہر جانجانان صاحب کے روزمرہ کو نام رکہتے ہین - اور سب سے زیادہ ایک اور سُنئے کہ سعادت یار طہماسپ کا بیٹا - آنوری ریختہ آپ کو جانتا ہے - رنگین تخلص ہے - ایک قصہ کہا ہے - اُس مثنوی کا نام دلپذیر رکہا ہے - رنڈیونکی بولی اُسمین باندہی ہے میر حسن پہ زہر کہایا ہے - ہر چند اُس مرحوم

بہی کچھہ شعر تہا۔ بدر منیر کی مثنوی نہین کہی گویا سانڈے کا تیل بیچتے ہین۔ بہلا اِسکو شعر کیونکر کہیے بلکہ
لوگ دلّی کے لکھنؤ کی رنڈی سے لیکر مرد تک پڑہتے ہین چلی ہانسے دامن اُٹہاتی ہوئی کڑے جہانجہن کی سنجاتی ہوئی
سو اُس بچارے رنگین نے بہی اُسی طرح پر قصّہ کہا ہے۔ کوئی پوچھے کہ بہائی تیرا باپ رسالدار مسلم
لیکن بچارا برچھی بہالے کا ہلانے والا۔ تیغے کا چلانے والا تہا۔ تو ایسا قابل کہانسے ہوا اور شہید ہو
جو بہت مزاج مین رنڈی بازی سے آگیا ہے۔ تو ریختہ کے تئین چہوڑکر ایک ریختی ایجاد کی ہے۔ آ
کر بہلے آدمیون کی بہو بیٹیان پڑہکر مشتاق ہون۔ اور انکے ساتہہ اپنا منہہ کالا کرے۔ بہلا یہ کلام کیا اثر

ذرا گہر کو رنگین کے تحقیق کر لو   یہان سہر ہے کتے پیسے ڈولی کہارو؟

مرد ہو کر کہتا ہے ع کہین ایسا نہو کمبخت مین ہاری جاؤن۔ اور ایک کتاب بنائی ہے اُسمین بدیلو دیکھے
نا لکہی ہے جسمین اُوپر والیان۔ چلیلین۔ اُوپر والا چاند۔ اُجلی۔ دہوبن۔ وغیرہ وغیرہ
ان بزرگون کو خیال کرو کہ مصحفی۔ اور سید انشا۔ اور جرأت کو اپنی جگہہ پر یہہ یہہ کچھہ کہتے تہ
پہر ہم اپنی بولی۔ اور اپنی تراش اور ایجادون کو آپ قبولیتِ دوام کا سارٹیفکٹ دیکر کسطرح
نازان ہون؟ جو نئی امت ہمارے بعد آئیگی وہ خدا جانے کیا کچہہ مین میکہہ نکالیگی۔ خیر
آئینے اپنے وقت پر یون ہی ہوا ہے اور یون ہی ہوتا رہے گا۔

خاتمہ

پہلا دور برخاست ہوتا ہے۔ اِن مبارک صدر نشینون کو شکریہ کے ساتہہ رُخصت کرنا چا
کہ مبارک جانشینون کے لئے جگہہ خالی کرکے اُٹہے ہین۔ ایجاد کے بانی اور اصلاح کے
تہے۔ مُلک کی زبان مین جو کچہہ کیا اچہا کیا۔ جو کام باقی ہے۔ اچہے نکتہ پرداز
لئے چہوڑ چلے ہین۔ ارکان جلسہ کے بعد و رسم برہم معلوم ہوتا ہے مگر یہ رسم
کہ جو انکے بعد آئینگے۔ آرائش و زیبائش کے انداز سوچ سوچ کر پیدا کرین گے
گفتگو کا موقع نہین کہ دور دوم کے زیب دینے والے آن پہنچے۔

دوسرا دور

تمہید

ادور شروع ہوتا ہے - اس فصل مین زبان کے حسنِ قدرتی کے لیے موسم بہار ہے وہ
ہے کہ مضامین کے پہول گلشنِ فصاحت مین اپنے قدرتی جوبن دکہا رہے ہین - حُسن
کیا شے ہے؟ ایک لطفِ خداداد ہے - جسمین بناؤ سنگار کا نام بھی آجائے تو تکلف
سمجہکر سات سات پانی سے دہوئین - انکا گلزار نیچر کی گلکاری ہے - صنعت کی نشکاری
اگر قلم لگائے تو ہاتھ کاٹے جائین - اِسمین تو کلام نہین کہ یہ باکمال بہی ایسے ہی
لی کہی ہین - اور معلوم ہوتا ہے کہ دریائے محبت مین ڈوبے ہوئے ہین - مگر اِس
کا وصف کسی زبان سے ادا نہین ہوتا کہ جو کچھ دل مین ہوتا ہے - جون کا تون
دیتے ہین - خیالی رنگون کے طوطے مینا نہین بناتے - ہان طوطی و بلبل کی طرح
زبان اور قدرتی الحان لائے ہین - اِنہون نے اپنے نغمون مین - گٹکری -
پلٹی - تان - کسی گویّیے سے لیکر نہین ڈالی - تم دیکھنا! بے تکلف بولی اور سیدہی
باتون سے جو کچھ دل مین آئے گا ایسا بے ساختہ کہدین گے کہ سامنے تصویر کھڑی
کر دیگے - اور جب تک سُننے والے سنین گے کلیجے پکڑ کر رہجائین گے - اِس کا سبب
بے ساختہ پن - جس کے سادہ پن پر ہزار بانکپن قربان ہوتے ہین
حُسن وہی جس مین بے ساختہ پن نکلے - اِن کی اصلاح نے بہت سے لفظ
کے عہد کے نکال ڈالے مگر پھر بھی بھلا رے - اور - گیرے گیرے - اور -

مرے ہے - بجائے مرتا ہے - اور - دِوانہ - بجائے - دیوانہ - اور - میان عاشق فقط - جان - کا لفظ - بجائے معشوق موجود ہے - متاخرین اسکی جگہ - جان جاناں یا - جانا - یا - یار - یا - دوست - یا - دلبر - وغیرہ - وغیرہ - بولنے لگے - مگر - موہن - دورِ دوم مین نہ رہا - سجن رہا - اور بل گیا - یعنے جل گیا - اور بل گیا یعنے صدقہ گیا - اور مَن - بجائے دِل - بھی ہے +

سید انشا ایک جگہ بعض الفاظِ مذکورہ کا ذکر کرکے لکھتے ہین - کہ اِس عہد کے گفتگو مین اِس قسم کے الفاظ تبرکاً بولتے تھے - پَرُوٹھا - بجائے پراٹھا - اور دِھیا بجائے - آہستہ - یا مُتوَقِّف - اُور - بمعنے طرف - اور - ہِبچاک - بمعنے حیران (یہ دو لفظ سودا نے بھی باندھے ہین) اور - تکون - بجائے - کو (ریاپ) ... اور - جانے ہارا - بجائے - جانے والا - اور - فرماتا ہے - بجائے - فرماتا ہے جانتا ہے - بجائے جانتا ہے

شاہ حاتم

دستورِ دنیا کا یہ ہے کہ بیٹا باپ کے نام سے اور شاگرد اپنے نامی اُستاد کے نشان سے رُوشناس ہوتا ہے - مگر اُس حاتم کو نصیبے کا بھی حاتم کہنا چاہئیے جو اِس نام سے نشان دیا جائے کہ وہ اُستاد سودا کا تھا - خوشا نصیب اُس باپ کے جسکی نسلِ کمال سے وہ فرزند پیدا ہو کہ خانوادہ کمال کے لئے باعث فخر شمار کیا جائے اِن کا تخلص حاتم اور شیخ ظہور الدین نام تھا - والد کا نام فتح الدین تھا - خود کہا کرتے تھے کہ - ظہور میرے تولّد کی تاریخ ہے - رہنے والے خاص **شاہجہان آباد** کے تھے - یہ معلوم نہین کہ بزرگ اِن کے کہان سے آئے تھے کسی تذکرہ سے اُن کی علمیتِ تحصیلی کا حال معلوم نہین ہوتا ہے - نہ کچھ اُن کی کلام

رستہ مین قلعہ کے نیچے شاہ تسلیم کا تکیہ تہا وہان کچھہ چین تھے - کچھہ درختونکا سایہ تھا فضا کا میدان تہا - شام کو روز وہان جاکر بیٹھا کرتے تھے - اور چند احباب اور شاگردون کے ساتھہ شعر و سخن کا چرچہ رکھتے تھے چنانچہ ۵۰ برس تک اِس معمول کو نباہ دیا - گرمی جاے برسات - آندھی جاے - مینہہ جاے - وہان کی نشست قضا نہ ہوتی تھی - اہل دہلی کے قدیمی بزرگونکا دستور تھا کہ جو بات ایک دفعہ اختیار کر لیتے تھے - پھر اُسے مرتے دم تک نباہ دیتے تھے - اور اسے وضع داری - یا پاسِ وضع کہتے تھے - یہ ایک قانون تھا کہ آئینِ شریعت کے برابر پہلو مارتا ہوا جاتا تھا - ایسی پابندیان بعض معاملات مین استقلال بنکر مُلک اور اہلِ مُلک کے لئے قابلِ فخر ہوتی ہین - اور بعض جزئیات مین - تکلیف بیجا ہوکر - خاندانون اور گھرانون کو بلکہ عام ہوکر ملک کو برباد کر دیتی ہین

شیخ غلام ہمدانی - مصحفی اپنے تذکرہ مین ان کی شاعری کی ابتدا یہ لکھتے ہین کہ سنہ محمد شاہی کے عہد مین ولی کا دیوان دکن سے دہلی مین آیا - اُس زمانے کے حال بموجب وہی غنیمت تھا - اسواسطے خاص و عام مین اُس کا بہت چرچا ہوا

شاہ حاتم کی طبیعتِ موزون نے بھی جوش مارا - شعر کہنا شروع کیا - اور ہمت و لیاقت سے اُسے انتہا کو پہنچایا تب پہلے رمز تخلص کرتے تھے - پھر حاتم ہو گئے - یہ پہلے شعرائے طبقۂ اول کے منتخب شاعرون مین تھے - اُسوقت بھی زبان اُنکی فصیح - اور کلام بے تکلف تھا - مگر پھر طبقۂ دویم مین داخل ہو گئے - کلیات اِنکا بہت بڑا ہے - جو اکثر زبانِ قدیم کی غزل اور قصاید - اور - رباعیات و مثنوی وغیرہ پر مشتمل ہے - کتب خانہاے قدیم لکھنو - اور - دہلی مین دیکھا گیا - وہ شاہ آبرو اور ناجی کی طرز مین ہے لیکن آخر عمر مین

ؔ شاہ تسلیم ایک نیک مرد فقیر تھے اور خود شاعر تھے - چونکہ اُنکا تکیہ بھی ایک دلکشا اور بافضا مقام تہا اِس لئے اکثر شعر و سخن کے شائق بھی صبح شام وہان جاکر بیٹھا کرتے تھے - سعادت یار خان رنگین - محمد امان - نثار جنکا ذکر - میر کے حال مین ہے - اور اکثر شعرا حاتم کے شاگرد تھے +

کلیاتِ مذکور سے خود انتخاب کرکے ایک چھوٹا دیوان مرتب کیا - اسکا نام دیوان زادہ رکھا - کیونکہ پہلے دیوان سے پیدا ہوا تھا - وہ صاحبزادہ بھی پانچھزار سے زیادہ کامال بغل مین دبائے بیٹھا ہے - بہرحال یہ کارنامہ انکا استحقاق پیدا کرتا ہے - کہ طبقۂ دوم سے نکالکر طبقۂ سوم کی اولیت کا طرّہ ان کی زیب دستار کیا جائے - یا اُس کا ایک رکن اعظم قرار دیا جائے - انہون نے دیوان زادہ پر ایک دیباچہ بہت مفید لکھا ہے - خلاصہ اسکا یہ ہے

خوشہ چینِ خرمن سخنورانِ عالم - بصورت محتاج وبمعنے حاتم کہ از ۱۱۲۹ھ تا ۱۱۶۹ھ کہ چہل سال باشد - عمر درین فن صرف کردہ - در شعرِ فارسی پیروِ مرزا صائب و در ریختہ ولی را اُستاد میداند - اوّل کسیکہ درین فن دیوان ترتیب نمودہ او بود - فقیر دیوان قدیم پیش از نادرشاہی در بلاد ہند مشہور دارد - بعد ترتیب آن تا امروز کہ ۳ سنہ عزیزالدین عالمگیر ثانی باشد - ہر رطب ویابس کہ از زبانِ این بے زبان بر آمدہ - داخل دیوانِ قدیم نمودہ کلیات مرتب ساختہ - از ہر ردیف دو سہ غزلے - واز ہر غزل دو سہ بیتے - ورائے مناقب ومرثیہ - وچند مخمس - ومثنوی از دیوانِ قدیم نیز داخل نمودہ بہ دیوان زادہ مخاطب ساختہ و سرخی غزلیات بسہ قسم منقسم ساختہ - یکے طرحی - دوم فرمایشی - سوم جوابی - تا تفریق آن معلوم گردد - ومعاصرانِ فقیر - شاہ مبارک آبرو - وشرف الدین مضمون ومرزا جان جانان مظہر - وشیخ احسن اللہ احسن - ومیر شاکر ناجی - وغلام مصطفے یکرنگ است ولفظ - در - وبہ - و از - والفاظ وافعال دیگر کہ در دیوانِ قدیم خود تقیّد دارد - درینولا از دہ دوازدہ سال اکثر الفاظ را از نظر انداختہ - والفاظِ عربی وفارسی کہ قریب الفہم وکثیر الاستعمال باشند - وروزمرۂ دہلی کہ مرزایانِ ہند - وفصیحان رند - در محاورہ آرند منظور دارد

پھر ایک جگہ کہتے ہیں - زبان ہندی بھاکھا را موقوف کردہ محض روزمرّہ کہ عام فہم و خاص پسند باشد اختیار نمود وشمۂ از ان الفاظ کہ تقیّد دارد - بہ بیان مے آرد - چنانچہ

عربی وفارسی مثلاً تسبیح را تسبی - وصحیح را صحی - وبیگانہ را - بگانا - ودیوانہ را دوانہ - ومانند آن - یا متحرک را ساکن وساکن را متحرک - مَرَض را - مَرْض - ونیز الفاظ ہندی مثل - نَیَن - وجگ - ونیت - وغیرہ - ولفظ - مرا - ومیرا - وازین قبیل کہ برآن تبیا لازم آید - یا بجاے - سی - ستی - یا - اُدھر - را - اودھر - وکدھر - را - کیدھر - کہ زیادتی حرف باشد - یا بجائے - پر - پہ - یا - یہان - را - یان - ووہان را - وان - کہ در صحیح تنگ بود - یا قافیہ - را - باڑا ہندی - مثل - گھوڑا - و - بورا - و - دہڑو - سر - ومانند آن مگر ہاے ہوز را بدل کردن بالف کہ از عام تا خاص در محاورہ دارند - بندہ درین امر متابعت جمہور مجبور ست - چنانچہ - بندہ - را - بندا - وپردہ - را - پردا - وآنچہ ازین قبیل باشد - واین قاعدہ را تا کسے شرح دہد - مختصر کہ لفظے غیر فصیح انشاء اللہ نخواہد بود -

مضمون اِن کے صاف عاشقانہ عارفانہ ہین - شعر آپس کی باتین - اور زبان شستہ ورفتہ ہے - لیکن لفظ - آب - اور - یہان - وغیرہ زاید اکثر ہوتے ہین - غرض اپنی دیوان کے دیباچہ مین اپنے شاگردون کی ذیل مین ۴۵ آدمیون کے نام درج کرتے ہین اُنہی مین مرزا رفیع بھی ہین - میان ہدایت کی زبانی روایت ہے - کہ شاہ حاتم جب سودا کی غزل کو اصلاح دیتے تھے تو اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے

از ادب صائب خموشم ورنہ در ہر دادئے	رتبۂ شاگردئے من نیست اُستاد مرا

اور احباب سے کہتے تھے کہ یہ شعر صایب نے میری اُستادی اور مرزا رفیع کی شاگردی کے حق مین کہا ہے - لکھنؤ سے مرزا کے قصیدے اور غزلین آتین تو آپ دوستون کو پڑھ پڑھکر سُناتے - اور خوش ہوتے ✢

۳۵ اردو کے ایک فصیح اور باکمال شاعر تھے - خواجہ میر درد کے ہمعصر تھے اور اُن سے اصلاح بھی لیتے تھے - چنانچہ اُنہی کا شعر ہے سے ہدایت کہا ریختہ جب سے ہم نے - مزاج اُٹھ گیا ہمنے فارسی کا سودا کے ذکر مین ایک لطیفہ اِن کے حال سے متعلق ہے ✢ صفحہ ۱۷۴

سعادت یار خان رنگین اِن کے شاگرد رشید۔ اپنے مجالس رنگین مین لکھتے ہین۔ کہ تیسرے پہر کو
مَین بھی اکثر شاہ صاحب کے پاس شاہ تسلیم کے تکیہ مین حاضر ہوا کرتا تھا ایک دن۔
میان محمد امان۔ نثار۔ لالہ مکند رائے فارغ۔ مرزا اکبر علی۔ اکبر وغیرہ چند شاگرد خدمت
مین موجود تھے۔ اور میری ہی نومشقی کے دن تھے۔ کہ حسب معمول وہان حاضر ہوا۔
شاہ صاحب نے فرمایا کہ۔ آج رات کو مطلع کہا ہے

سر کو پٹکا ہے کبھو سینہ کبھو کوٹا ہے	رات ہم ہجر کی دولت سے مزا لوٹا ہے	

ہان رنگین لکھتے ہین۔ ابتدا سے میرے مزاج مین چالاکی بہت تھی۔ اور شعور کم تھا۔
ہی نادانی سے گستاخانہ بول اُٹھا کہ اگر مصرع ثانی مین اس طرح ارشاد ہو تو اچھا ہو

سر کو پٹکا ہے کبھو سینہ کبھو کوٹا ہے	ہمنے شب ہجر کی دولت سے مزا لوٹا ہے	

اہ صاحب بہت خوش ہوئے۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ اور فرمایا۔ آفرین آفرین
ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ انشاء اللہ تمہاری طبیعت بہت ترقی کریگی۔ مشق نہ چھوڑنا
اُنکے دوستون مین سے ایک شخص بولے کہ صاحبزادے!۔ اُستاد کے سامنے یہ گستاخی زیبا
نہ تھی۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ مضایقہ کیا ہے! واللہ مین دیوان مین اسی طرح لکھونگا
بعد اس کے یہ قطعہ پڑھا۔

من و آن سادہ دل کہ عیب مرا	ہمچو آئینہ روبرو گوید ☩	
نہ چو شانہ بصد زبان و دو رو	پسِ سر رفتہ مو بمو گوید ☩	

اس مین شک نہین کہ یہ نیک نیتی اور دریا دلی شاہ حاتم کی قابل رشک ہے۔ کیونکہ
شعرا مین اپنے لئے خود پسندی۔ اور دوسرے کے لئے ناتوان بینی۔ ایک ایسی عادت ہے
کہ اگر اسے قدرتی عیب کہین تو کچھ مبالغہ نہین۔ بلکہ شاگردون کو اُستادون سے دست و
گریبان ہوتے دیکھا تو اکثر اِسی فن مین دیکھا۔ یہ وصف یا اس فرشتہ سیرت مین پایا۔

-یا- مرزا محمد علی - ماہر ہین کہ- مرزا محمد افضل سرخوش کے استاد تھے ؛

نقل مرزا محمد علی ماہر- عہد عالمگیر مین ایک عالیشان اور مسلم الثبوت شاعر اپنے زمانہ کے تھے - اور مرزا سرخوش اُن کے قدیمی شاگرد تھے - مگر طبع مناسب اور کثرت مشق سے یہ بھی درجۂ کمال کو پہنچ گئے - مرزا ماہر اکثر فرمایش کرکے اِن سے شعر کہوالیا کرتے تھے - اور یہ سعادت سمجھکر کہدیا کرتے تھے - سرخوش لکھتے ہین کہ اُنہون نے ایک مثنوی بہاریہ تحفۃ العراقین کے ڈھنگ مین لکھی تھی چنانچہ مطلع مین نے کہکر دیا کہ

اے بر سرِ نامہ گل زنامت ۔۔۔ یارانِ بہار شیخ جامت ؛

اور پھر سے ساقی نامہ کے لئے اُنہون نے مطلع کہدیا ؛

بُوَد نامہ نشہ بخش ادا ۔۔۔ کہ بر سر کشد جام حمد خدا

پھر لکھتے ہین کہ ایک شب قطب الدین مایل کے ہان شُعرا کا جلسہ تہا - چاندنی رات تھی یہ سب مہتابی پر بیٹھے تھے - مجھسے شعر کی فرمایش کی مینے اُسی دن مطلع کہا تہا وہ پڑھا -

کے توانم دید زاہد جامِ صہبا بشکند ۔۔۔ مے پر در رنگم حبابے گر بدریا بشکند

سب نے تعریف کی اور آدہی رات تک اِس کے مصرع لوگون کی زبان پر تھے - حکیم محمد کاظم صاحب تخلص کہ اپنے تئین مسیح البیان بھی کہتے تھے - بار بار یہ شعر پڑھتے تھے - اور کہتے تھے کہ- خدا کی قدرت ہے ہندستان مین ایک شخص پیدا ہو! - اور فارسی کی زبان مین ایسے شعر کہے ! - دوسرے دن دانشمند خان کے مکان پر جلسہ ہوا - وہان مین نہ تھا مگر مرزا ماہر موجود تھے - سب نے پھر اِس مطلع کا ذکر کیا - اور کہا کہ تمہارا شاگرد کتنا خوش فکر نکلا ہے - اُسکے شعر کی کیفیت مین عجب لطف سے کل رات کٹی - آفرین ہے آپ کی محنت پر خوب تربیت کیا - اُنہون نے کہا کہ وہ میرے شاگرد نہین باہم اتحاد ہے - وہ مجھے شعر دکھاتے ہین مین اُنہین شعر دکھاتا ہون - حکیم نے کہا کہ سرخوش سے بارہا گفتگو آئی وہ باصرار کہتے تھے کہ مین

شاگرد ہون - ناہر نے کہا کہ بزرگ زادہ ہے جو چاہا کہدیا - مجھے اسکی اُستادی کی لیاقت کب ہے - دوسرے دن مَین خدمت مین حاضر ہوا - فرمایا کہ تمنے اپنے تئین میرا شاگرد کیون کہا؟ مجھے تو فخر ہے کہ تم جیسا شخص میرا شاگرد ہو - مگر دنیا مین ایسے بلند نگہ لوگ بہی ہین کہ وہ مجکو اور میرے شعر کو خاطر مین نہین لاتے اُنکی نظر دن مین میرے شاگرد کی کیا قدر و منزلت ہوگی - شعرا خدا کے شاگرد ہین انکو کسی کی شاگردی کی پروا نہین - شاہ حاتم کا ایک دیوان فارسی مین بہی ہے - مگر بہت مختصر - مَینے دیکہا وہ ۱۱۷۹ھ کا خود اُنکے قلم کا لکہا ہوا تہا غزل ۹۰ صفحے رباعی و فرد وغیرہ ۶ صفحے - ولادت ان کی ۱۱۱۱ھ ہجری مین ہی - اور ۹۶ برس کی عمر مین ماہ رمضان ۱۲۰۷ھ مین دہلی مین فوت ہوئے - اور وہین دلی دروازہ کے باہر دفن ہوئے - مگر مصحفی نے تذکرہ فارسی مین لکہا ہے کہ ۱۱۹۶ھ مین فوت ہوئے اور ۸۳ برس کی عمر پائی -

یار کا مجکو اس سبب ڈر ہے / شوخ ظالم ہے اور ستمگر ہے
دیکھے سرو چمن تیرے قد کون / خجل ہے پا بگل ہے بے بر ہے
حق مین عاشق کے تجھہ لبان کا بچن / قند ہے نیشکر ہے شکر ہے
کیون کے سب سے تجھے چھپا نہ کہون / جان ہے دل ہے دل کا انتر ہے
مارنے کو رقیب کے حاتم / شیر ہے ببر ہے وہ اژدر ہے

یہان طالعون سے ملتا ہے پیارا / عبث دیکھے ہے زاہد استخارا
مین پایا ہون ولے تجھ چشم کا بہید / نہ مانگو نکا کبہی ان کا اشارا
نہال دوستی کو کاٹ ڈالا / دکھا کر شوخ نے ابرو کا آرا
لیا اس گلبدن کا مینے بوسہ / تو کیا چوما رقیبون نے ہمارا
کئی عالم کیئے ہین قتل ان نے / کرے کیا ایکلا حاتم بچارا

چھپا نہیں جابجا حاضر ہے پیارا
کہاں وہ چشم؟ جو مارین نظارا

جدا نہیں سب ستی تحقیق کر دیکھ
ملا ہے سب سے اور سب سے ہے نیارا

مسافر اُٹھ تجھے چلنا ہے منزل
بجے ہے کوچ کا ہر دم نقارا

مثال بحر موجین مارتا ہے
کیا ہے جسنے اس جگ سون کنارا

سیانے خلق سے یون بھاگتے ہین
کہ جون آتش ستی بھاگے ہے پارا

سمجھکر دیکھ سب جگ سیکھنا ہی
کہاں ہیگا سکندر کہاں ہے دارا

ہمین مین اہل عرفان اُسکو جیتا
جو مر کر عشق مین دنیا سون ہارا

صفا کر دل کے آئینہ کو حاتمؔ
دیکھا چاہے سجن گر آشکارا

جب سنا موتی نے تجھ دندان کے موتی کا بہا
آب مین شرمندگی سون ڈوب جون پانی بہا

مردمان کو دیکھ کر بسمل تیرے کوچہ کے بیچ
ڈر گیا اور چشم سے آنسو کے جا ہے خون بہا

لب تمہارے سُرخ ہینے تاکر پوچھا تہا سول
جوہری کہنے لگے ہے لعل ہیگا بے بہا

حاتمؔ اُس بے مہر نے جیتی ندی مین غم ستی
جا کنارے بیٹھکر اس غم ستی دریا بہا

آب حیات جا کے کسو نے پیا تو کیا
مانند خضر جگ مین اکیلا جیا تو کیا

شیرین لبان سون سنگدلون کو اثر نہیں
فرہاد کام کوہ کنی کا کیا تو کیا

جلنا لگن مین شمع صفت سخت کام ہے
پروانہ جون شتابی عبث جی دیا تو کیا

ناسور کی صفت ہے نہوگا کبھی وہ بند
جراح زخم عشق کا آ کر سیا تو کیا

محتاجگی سون مجکو نہیں ایکدم فراغ
حق نے جہان مین نام کو حاتمؔ کیا تو کیا

خال اُسکے نے دل لیا میرا
تل مین اُسنے لہو پیا میرا

جان بیدرد کو ملا کیدن تہا
آگے آیا میرے کیا میرا

اُسکے کوچہ مین مجکو بیتا دیکھ
رشک کہاتی ہے آسیا میرا

نہین شمع وچراغ کی حاجت زندگی دردسر ہوئی حاتم	دل ہے مجہ بزم کا دیا میرا کب ملیگا مجہے پیا میرا
کاملون کا یہہ سخن مدت سون مجکو یاد ہے بندگی سون سرو قد کی ایک قدم باہر نہین بےمدو زلفو نکے اسکے حسن نے قیدی کیا خلق کہتی ہے بُرا تہا عاشقی مین کوہکن دل یہان پہرتا ہے حاتم کا بخت شیرین کے گرد	جگ مون بے محبوب جینا زندگی برباد ہے سرو گلشن میچ کہتے ہین مگر آزاد ہے؟ صید دل بے دام کرنا صنعتِ اُستاد ہے تجہ لبِ شیرین کی حسرت مین ایک فرہاد ہے گو وطن ظاہر مین اُسکا شاہجہان آباد ہے
اے خردمند و مبارک ہو تمہین فرزانگی بے مروت۔ بےوفا۔ بےدید اے ناآشنا ملک دل آباد کیون کرتا ہے حاتم کا خراب	ہم ہون اور صحرا ہو اور وحشت ہو اور دیوانگی آشناؤن سے نکر بے رحمی و بیگانگی اے میرے بستی! خوش آتی ہے تجہے ویرانگی؟

سراج الدین علیخان آرزو

ان آرزو کو زبان اُردو پر وہی دعوے پہنچتا ہے جو کہ ارسطو کو فلسفہ منطق پر ہے جب
کل منطقی ارسطو کے عیال کہلا ئینگے۔ تب تک اہل اُردو خان آرزو کے عیال کہلاتے
ہینگے۔ اِنکا دلچسپ حال قابلِ تحریر تہا۔ لیکن چونکہ فارسی تصنیفات کی ہمتون نے نہین
ی دیوان اُردو مین نہ لکہنے دیا۔ اسلئے یہان اُنکے باب مین اسقدر لکہنا کافی ہے۔ کہ
ن آرزو۔ وہی شخص ہین جنکے دامنِ تربیت سے ایسے شائستہ فرزند پرورش پاکر
ٹہے جو زبانِ اُردو کے اصلاح دینے والے کہلائے۔ اور جس شاعری کی بنیاد حکمت
رزو معنی لفظون پر تہی اُسے کہینچکر فارسی کی طرز اور انداز مطالب پر لے آئے۔ یعنے
اجانجانان۔ مرزا رفیع۔ میر تقی۔ خواجہ میر درد وغیرہ

خان آرزو۔ اُردو کے شاعر نہتے نہ اُس زمانہ مین اسے کچھ کمال سمجھتے تہے۔ البتہ بعض متفرق اشعار کہے تہے۔ وہ زمانہ کی گردشون سے اس طرح گھس پس کر اُڑ گئے کہ آجکل کے لوگون کو خبر بہی نہین۔ میرے دیوانے دل نے جو اُستادون کی زبان سے لیکر سینہ مین امانت رکہے۔ وہ کاغذ کے سپرد کرتا ہون۔ یقین ہے کہ یہہ امانت دار ضایع نہ کریگا۔ خانِ موصوف نے ۱۱۶۹ھ مین رحلت کی۔ اصل وطن انکے بزرگون کا اکبرآباد ہے مگر یہ دلّی سے خاص دل لگی رکہتے تہے۔ چنانچہ لکھنؤ مین انتقال کیا لیکن ہڈیون کی خاک دلّی مین آکر زمین کا پیوند ہوئی۔

آتا ہے ہر سحر اُٹھ تیری برابری کو ۔۔۔ کیا دن لگے ہین دیکھو خورشید خاوری کو

اُس تند خو صنم سے جب سے لگا ہون ملنے ۔۔۔ ہر کوئی مانتا ہے میری دلاوری کو

تجھ زلف مین اٹک نہ رہی دل تو کیا کرے ۔۔۔ بیکار رہے اٹک نہ رہی دل تو کیا کرے

رکہے سیپارہ دل کہول آگے عندلیبون کے ۔۔۔ چمن مین آج گویا پہول ہین تیرے شہیدون کے

کہول کر بند قبا کو ملک دل غارت کیا ۔۔۔ کیا حصارِ قلب لبر نے کہلے بندون لیا

اُس زلفِ سیاہ فام کی کیا دہوم پڑی ہے ۔۔۔ آئینہ کے گلشن مین گہٹا جہوم پڑی ہے

دریائے اشک اپنا جب سر پر اوج مارے ۔۔۔ طوفانِ نوح بیٹہا گوشہ مین موج مارے

مرے شوخ خراباتی کی کیفیت نہ کچھ پوچھو ۔۔۔ بہارِ حسن کو دی آب اُسنے جب چرس کہینچا

سعان مجھ پست بن پر خندۂ قلقل ہوویگا ۔۔۔ مے گلگون کا شیشہ ہچکیان لیلے کے رویگا

باوجودیکہ عزتِ خاندان اور نفس کمالات کی حیثیت سے خانِ موصوف کو اُمرا و غربا سب معزز و محترم سمجھتے تہے۔ اور علم و فضل کے اعتبار سے قاضی القضات کا عہدہ رکہا

ــه سودا نے اپنے تذکرہ میں اس شعر کو خان آرزو کے نام سے اسطرح لکھا ہے۔ اور میر انشاء اللہ خان نے بھی دریائے لطافت میں قزلباش خان امید کے نام پر اسی شعر کو اسطرح لکھا ہے ع از زلفِ سیاہ تو بدل دوم پڑی ہے + در خانۂ آئینہ گھٹا جھوم پڑی ہے + اور بعض تذکروں میں اسی شعر کو میر مظہر کے نام سے لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

شاہی سے حاصل کیا مگر مزاج کی شگفتگی اور طبیعت کی ظرافت نے دماغ مین خود پسندی اور تمکنت کی بو نہین آنے دی تھی چنانچہ **لطیفہ** شاگردونمین ایک نوجوان بچپن سے حاضر رہتا تھا۔ حسن اتفاق سے یہ کہ چہرہ اُسکا نمک حسن سے نمکین تھا۔ وہ کسی سببسے چند روز نہ آیا۔ ایکدن یہ کہین سرراہ بیٹھے تھے کہ وہ اُدھر سے گذرا۔ انہون نے بُلایا۔ شاید اُسے ضروری کام تھا کہ وہ عذر کرکے چلا۔ انہون نے پھر روکا۔ اور بلاکر یہہ شعر پڑھا کہ لطافت طبع سے اُسیوقت شبنم کیطرح ٹپکا تھا۔

یہہ نازیہ غرور لڑکپن مین تو نہ تھا	کیا تم جوان ہوکے بڑے آدمی ہوئے؟

لطیفہ ایک دن کہین مشاعرہ تھا۔ ایک جانب مین چند فہمیدہ اور سخن شناس بیٹھے شعر و سخن سے دماغ تازہ کر رہے تھے۔ ایک شخص نے خان موصوف کی تعریف کی اور اسمین بہت مبالغہ کیا۔ حکیم اصلح الدین خانصاحب مسکرائے اور کہا کہ ع آرزو خوب است اما انقدر خوب نیست = سب ہنسے اور خود خانصاحب دیر تک اس مصرع لطیف کی داد دیتے رہے =

پیدا کہان ہین ایسے پراگندہ طبع لوگ	افسوس تمکو میر سے صحبت نہین رہی

اشرف علی خان فغان

فغان تخلص۔ اشرف علی خان نام۔ احمد شاہ بادشاہ کے کوکہ تھے۔ بذلہ سنجی و لطیفہ گوئی کا یہہ عالم تھا کہ زبان سے پھلجھڑی کیطرح پھول جھڑتے تھے۔ اسلئے ظریف الملک کوکہ خان خطاب تھا اگرچہ شاعری پیشہ نہ تھے۔ مگر شعر کا مزہ ایسی بری بلا ہے کہ اسکے چٹخارے کے سامنے سارے مزے بے مزہ ہوجاتے ہین۔ چنانچہ وہ ایسے ہی صاحب کمالون مین ہین۔ ابتدا سے عمر مین شعرگوئی کا شوق ہوا۔ طبیعت ایسی مناسب واقع ہوئی تھی کہ جبھی سے اسکا دم بین

ا گجرات احمد آباد کے سادات عظام کے خاندان سے تھے سودا کے دیوان پر جو دیباچہ ہے وہ انہین کا لکہا ہوا ہے۔ خود بھی شاعر تھے۔ اور سید زین العابدین آشنا اُنکا بیٹا بھی شاعر تھا۔ بعض لطائف خان موصوف کے سودا کے حال مین لکھے گئے۔ دیکھو صفحہ

نام پیدا کیا۔ مصحفی نے تذکرہ میں قزلباش خان امید کا شاگرد لکھا ہی مگر انکی اردو ابھی سن چکے۔ شاید فارسی میں اصلاح لی ہو۔ گلزار ابراہیمی میں لکھا ہی کہ ندیم کے شاگرد تھے اور خود بھی جابجا کہتے ہیں

ہرچند اب ندیم کا شاگرد ہے فغان	وحشت جنون میں کیون نہ پھر دامن بریدہ ہو
دو دن کے بعد دیکھیو استاد ہو گیا	اب تو فغان ندیم مرا ہمنما ہوا

الغرض جب احمد شاہ درانی کے حملوں نے ہندستان کو تہ وبالا کر دیا اور دلی میں دربار کا طور بے طور دیکھا تو مرشدآباد میں ایرج خان انکے چچا کا ستارہ اوج پر تھا۔ انسے ملنے گئے۔ اور وہان سے ملاقہ اودہ میں پہنچے۔ اس زمانہ میں دلی کا آدمی کہین جاتا تھا تو لوگ ایسا سمجھتے تھے گویا پیرزادے آئے۔ بلکہ اسکی نشست برخاست کو سلیقہ اور اعتبار کا دستور العمل سمجھتے تھے۔ اسوقت شاہ اودہ بھی نواب وزیر ہی کہلاتے تھے۔ نواب شجاع الدولہ مرحوم حاکم اودہ انکے ساتھ بہت تعظیم سے پیش آئے اور اعزاز و اکرام کے ساتھ رکھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ نازک مزاج بہت تھے اور زمانہ بھی ایسا تھا کہ ایسے مزاجوں کی کھٹکتین پیش جاتی تھین۔ چنانچہ ایکدن اختلاط میں انکا کپڑا نواب کے ہاتھ سے جلگیا۔ یہ رنجیدہ ہوکر عظیم آباد چلے گئے۔ وہان جاکر اُس سے زیادہ عزت پائی۔ اور راجہ شتاب رائے کی سرکار میں اختیار اور اقتدار حاصل کیا۔ راجہ صاحب بھی علاوہ خاندانی بزرگی کے انکے کمال ذاتی اور شیرین کلامی اور علم مجلسی کے سبب سے نہایت عزیز رکھتے تھے چنانچہ وہین رہے اور باقی عمر خوشحالی مین بسر کرکے دنیا سے انتقال کیا۔

انکے کمال کی سند اس سے زیادہ نہین ہوسکتی کہ مرزا رفیع جیسے صاحب کمال اکثر انکے اشعار مزے لیکر پڑھا کرتے تھے۔ اور بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ حقیقت مین مرزا کا خود بھی یہی انداز تھا۔ کیونکہ انکے کلام مین بھی ہندی کے محاورے نے فارسیت کے ساتھ نئے لطف سے پختگی پائی ہے اور ہر خیال کو لطافت اور چوچلے کے ساتھ ادا کرتے ہین +

انکے جس دیوان سے میری آنکہین روشن ہوئین وہ میرے اُستاد ظاہر و باطن شیخ ابراہیم ذوق کے لڑکپن کا لکہا ہوا تہا۔ اگرچہ فغان کی زبان اُسی زمانہ کی زبان ہے مگر فن شاعری کے اعتبار سے نہایت با اصول اور برجستہ ہے۔ اور الفاظ کی بندش انکی مشق سخن پر گواہی دیتی ہے۔ مقدار مین دیوان درد سے کچہہ بڑا تہا۔ مگر فقط غزلونکا دیوان تہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی طبیعت ایشیا کی شاعری کے لئے نہایت مناسب تہی۔ انکے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ تیزی اور طرآری کو انکی مزاج سے وہ لگاؤ تہا جو باروت اور حرارت کو۔ لطیفہ گوئی اور حاضر جوابی زبان مین ایسی تہی جیسی تلوار مین جوہر۔

لطیفہ ایکدن راجہ صاحب کے دربار مین غزل پڑہی جسکا قافیہ تہا۔ لالیان۔ اور جالیان۔ سب سخن فہمون نے بہت تعریف کی۔ راجہ صاحب کی صحبت مین۔ جگنو میان۔ ایک مسخرے تہے۔ اُنکی زبان سے نکلا کہ نواب صاحب سب قافئے آپنے باندہے مگر تالیان رہ گیئن۔ انہون نے ٹالدیا اور کچہہ جواب نہ دیا۔ راجہ صاحب نے خود فرمایا کہ۔ نواب صاحب! سنتے ہو؟ جگنو میان کیا کہتے ہین؟ انہون نے کہا کہ مہاراج اس قافیہ کو مبتذل سمجہکر چہوڑ دیا تہا اور حضور فرمائین تو اب بہی ہوسکتا ہے۔ مہاراج نے کہا کہ ہان کچہہ کہنا تو چاہئے۔ انہون نے اُسیوقت پڑہا۔

جگنو میان کی دُم جو چمکتی ہے رات کو	سب دیکہہ دیکہہ اُسکو بجاتے ہین تالیان

تمام دربار چمک اُٹہا اور میان جگنو مدہم ہوکر رہ گئے۔

افسوس یہہ ہے کہ اس قسم کے لطائف بڑہتے بڑہتے اِنسے اور راجہ صاحب سے بہی شکر رنجی ہوگئی اُسکی بنیاد یہہ ہوئی کہ احمد شاہ دُرّانی نے جو سلطنت پر حملے کئے۔ ایکدن اُسکی دست درازی اور بے اعتدالیونکا ذکر ہورہا تہا خدا جانے طنز سے یا سادہ مزاجی سے راجہ صاحب نے کہا کہ۔ نواب صاحب! ملکہ زمانی کو احمد شاہ دُرّانی کیونکر لیگیا۔ انہین یہہ بات ناگوار ہوئی

افسردہ ہوکر بولے کہ مہاراج جسطرح سیتاجی کو راون لیگیا تہا اُسی طرح دہ لیگیا۔ اُس دن سے دربار مین جانا چہوڑدیا۔

اُنکی لیاقت اور حسن تدبیر کو اس بات سے قیاس کرسکتے ہین کہ حکام فرنگ سے اُس عالم مین اِسطرح رسائی پیدا کی کہ باقی عمر فارغ البالی اور خوشحالی مین گذاری ۱۱۸۶ھ مین وفات پائی اور وہین دفن ہوئے۔

مبتلاے عشق کو اے ہمدمان شادی کہان — آگئے اب تو گرفتاری مین آزادی کہان
کوہ مین مسکن کبہی ہے اور کبہی صحرا کے بیچ — خانۂ اُلفت ہو ویران ہمکو آبادی کہان
ایک مین تو قتل سے مین خوش ہون لیکن مجہ سوا — عیش یادیگی مرے قاتل یہ جلادی کہان
کاش آجاوے قیامت اور کہے دیوان حشر — وہ فغان جو ہے گریبان چاک فریادی کہان

خط دیجیو چہپا کے ملے وہ اگر کہین — لینا نہ میرے نام کو اے نامہ بر کہین
باد صبا تو ہی عقدہ کشا اُسکی ہوجیو — مجہ سا گرفتہ دل اگر آوے نظر کہین
اتنا وفور خوش نہین آتا ہے اشک کا — ظالم کو مت ڈبوئیو اے چشم تر کہین
میری طرف سے خاطر صیاد جمع ہے — کیا اُڑسکیگا طائر بے بال و پر کہین
تیری گلی مین خاک ہی چہانی کہ دل ملے — ایسا ہی گم ہوا کہ نہ آیا نظر کہین
رونا جہان تلک تہا میری جان ہو چکا — مطلق نہین ہے چشم مین نم کا اثر کہین
باور اگر تجہے نہین آتا تو دیکہ لے — آنسو کہین ڈہلک گئے لخت جگر کہین
ایذا فغان کے حق مین یہان تک روا نہین — ظالم یہہ کیا ستم ہے تہ آہی ڈر کہین

بے فائدہ ہے آرزوے سیم و زر فغان — کس زندگی کے واسطے یہ دردِ سر فغان
جلتے مین اُس گلی مین فرشتے کے پر فغان — کیونکر پہرے دہان سے ترا نامہ بر فغان
بوئے کباب سوختہ آتی ہے ناک سے — دامن سے کیا گرا کوئی لخت جگر فغان

… گرم ہے بیچ خورشید رو کا حسن | دیکھیے اگر کوئی تو نہ ٹھہرے نظر فغان

… میں فصلِ گل تو چمن سے گذر گئی | اے عندلیب تو نہ قفس بیچ مر گئی

شکوہ تو کیون کرے ہے مرے اشکِ سرخ کا | تیری کبھی آستین مرے لوہو سے بھر گئی

… کہان رونق بصارت ہے چشم کی | دل ہی ادھر گیا مرے جیدھر نظر گئی

… اگر مین یار کو پاؤن تو یون کہون | انصاف کو نہ چھوڑ مروت اگر گئی

… فغان وہی ہے اسے کیون بھلاؤ | وہ کیا ہوئے تپاک وہ الفت کدھر گئی

مجھے جو پوچھتے ہو تو ہر حال شکر ہے | یون ہی گذر گئی میری دن بھی گذر گئی

… سودا ہے ارے یار کہان جاتا ہے | آ مرے دل کے خریدار کہان جاتا ہے

… تیغ نکلی مین برابر و بیباک | یا الٰہی یہ ستمگار کہان جاتا ہے

… باقی ہے اجل جانِ فغان کو آخر یہ | لیجیو تیر اگر فتار کہان جاتا ہے

صنم تھا تو خدا ایک مجھکو کیا نہوا | ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہ ہوا

… کباب ہو گیا آخر کو کچھ برا نہوا | عجب یہ دل ہے جلا تو بھی بے مزہ نہوا

… شگفتگی ہے ہے غنچہ کے تئین پشیمانی | بھلا ہوا کبھی کافر تو مجھ سے وا نہوا

موا مین جیا آخر کو نیم بسمل ہو | غضب ہوا مرے قاتل کا مدعا نہوا

… ہوا ہون نصیحت سے بہت ہو ہو خراب | تیری طفیل اے خانہ خراب کیا نہوا

… طرف سے اپنی تو نیکی مین ہے برا حساب | مری بلا سے فغان کا اگر بھلا ہو

ق

… دو تاب مجکون دستین اب دکھا لیان | ظالم اسی لیے تین نے زلفین اپنی بڑھا لیان

… نہ در کو دیکھ کے گرتے ہین اشک چشم | سوراخ دل مین کرتی ہین کانون کی بالیان

کہا کہ یہ تو چھوڑ تا ممکن نہین مجھے | چھینے لگا وہ شوخ مرا تب یہ جالیان

… ہر روز پھنسا ہر قدم مین نا خوشی | ہر آن دو کہتا ہے مجھے ہر وقت گالیان

ایذا ہر ایک طرح سین دیا غرض مجھے — کچھ بس نہ چل سکا تو یہہ طرحین نکالیان
(ق)
جسنے شبِ فراق مین سنتا ہے ای فغان — کیا خاک سو کے حسرتین دل کی نکالیان
یہہ تہا خیال خواب مین میگا یہ روز وصل — آنکہین جو کہلگئین ہی آئین ہین گالیان

خاتمہ

دوسرے دور کے شعرا رخصت ہوتے ہین۔ سبحان اللہ اس بڑہاپے پر ایسے زندہ دل۔ اِس کمال پر ایسے بے تکلّف سادہ مزاج۔ ع۔ کیا خوب آدمی تہے خدا مغفرت کرے۔ نہ استعارون کے پیچ نہ تشبیہون کی رنگا رنگی۔ اپنے خیالات کو کیسی صاف صاف زبان اور سیدہے سیدہے محاورہ مین کہہ گئے کہ آجتک جو سنتا ہے سر دُہنتا ہے۔ اِنکا کلام قال نہ تہا حال تہا۔ جو خیال شعر مین باندہتے تہے اُسکا عالم آنکہ کے دل و جان پر چہا جاتا تہا۔ یہی سبب ہے کہ جس شعر کو دیکہو تاثیر مین ڈوبا ہوا ہے اِسی کو آج اہل فرنگ ڈہونڈتے ہین اور کہتے ہین کہ ہر شے کی اصلی حالت دکہانی چاہیئے۔ مگر حالت کون دکہائے کہ اپنی حالت بگڑی ہوئی ہے:

صحبتِ گل ہے فقط بلبل سے کیا بگڑی ہوئی — آجکل سارے چمن کی ہے ہوا بگڑی ہوئی
آدمی کہتے ہین جسکو ایک پتلا کل کا ہے — پہر کہان کل آ سکے جب کل ہو ذرا بگڑی ہوئی

دل شکستون کا سخن ہووے نہ کیونکر نا درست
ساز بگڑے ہے تو نکلے ہے صدا بگڑی ہوئی

تیسرا دور

تمہید

ں مشاعرہ مین اُن صاحب کمالون کی آمد آمد ہے جنکے انداز مین فصاحت آنکھین
تی ہے اور بلاغت قدمون مین لوٹی جاتی ہے - زبان اُردو ابتدا مین کچا سونا تھی
ن بزرگون نے اُسے اکثر کدورتون سے پاک صاف کیا اور ایسا بنا دیا ہے جس سے
زارون ضروری کام اور آرایشون کے سامان - حسینون کے زیور - بلکہ بادشاہون
کے تاج و افسر تیار ہوتے ہین - اگرچہ بہت سے مرصع کار مینا نگار پیچھے آئے - مگر اس
خر کا نولکھا ہار انہین بزرگون کے گلے مین رہا - جب یہہ باکمال چمن کلام مین آئے تو
اپنے بزرگون کی چمن بندی کی سیر کی - فصاحت کے پھول کو دیکھا کہ قدرتی بہار مین حُسن
خداداد کا جوبن دکھا رہا ہے - چونکہ انہین بھی نامُوری کا تمغہ لینا تھا اسلیئے بڑون سے
بڑہکر قدم مارنے چاہے - یہہ گرد پیش کے میدانون مین بہت دوڑے سب پھول کام مین
ئے ہوئے تھے - جب سامنے کچھہ نہ پایا تو ناچار اپنی عبارتون کو اونچا اُٹھایا - تم دیکھو
ہ بلندی کے مضمون نہ لائینگے آسمان سے تارے اُتارینگے - قدردانون سے فقط داد نہ لینگے
ستش لینگے - لیکن نہ وہ پرستش کہ سامری کی طرح عارضی ہوا - انکے کمال کا دامن
ت کے دامن سے بندھا پاؤگے - یہہ اپنی صنعت مین کچھہ کچھہ تکلف بھی کرینگے مگر ایسا
ے گلاب کے پھول پر شبنم - یا تصویر پر آئینہ - انکا تکلف بھی اصلی لطافت پر کچھہ لطف
ہ کریگا - اُسکی خوبی پر پردہ نہوگا - تم میر صاحب اور خواجہ میر درد کو دیکھو گے
مین ڈوبے ہونگے - سودا کا کلام باوجود بلندیِ مضمون اور چستیِ بندش کے
طلسم ہوگا -

اتنی بات کا افسوس ہے کہ اس ترقی مین طبیعت کی بلند پروازی سے ادہر کی طرف رُخ کیا
کاش آگے قدم بڑہاتے - تاکہ حسن و عشق کے محدود صحن سے نکل جاتے اور اُن میدانوں مین
گھوڑے دوڑاتے کہ نہ انکی وسعت کی انتہا ہے نہ عجایب و لطایف کا شمار ہے - اِس بات کو
بہولنا نہ چاہیے کہ خانؔ آرزو کے فیض صحبت نے ان نوجوانون کے کمال کو اسطرح پیدا
کیا - جسطرح دایہ اپنے دامن مین ہونہار بچون کو پالتی ہے جنہ طبقہ دوم اور سوم کے
اکثر استادون کے حال مجمل طور پر حواشی مین لکہدیے ہین اور اکثر کے نام و کلام سے یہ
جام خالی ہے - حقیقت مین اُن سب کو زبان اردو کی اصلاح کا حق حاصل ہے - لیکن
اپنے استادون اور بزرگون سے یہی سُنا کہ مرزا جانِ جاناں - سوداؔ - میرؔ - خواجہ میر دردؔ
چار شخص ہین کہ جنہون نے زبان اُردو کو خراد اُتارا ہے -

ہمارے زبان دانون کا قول ہے کہ ۶۰ برس کے بعد ہر زبان مین ایک واضح فرق پیدا
ہوجاتا ہے - طبقہ سوم کے اشخاص جو حقیقت مین عمارت اردو کے معمار ہین انہون نے
بہت سے الفاظ پُرانے سمجھکر چھوڑ دیے - اور بہت سی فارسی کی ترکیبین جو مصری کی
ڈلیون کی طرح دودھ کے ساتھ منہ مین آتی تہین اُنہین گھلایا - پھر بھی بہ نسبت حال
کے بہت سی باتین انکے کلام مین ایسی تہین کہ اب متروک ہین - چنانچہ فارسیت کی ترکیبون
کے اشعار دیباچہ مین لکھے گئے - دیکھو صفحہ ۴۵ - ۴۶ - ۴۷

لیکن پُرانے الفاظ جو اب متروک ہین اُنکی مثال کے چند اشعار میرؔ اور مرزا
اور خواجہ میر دردؔ کے کلام سے لکھتا ہون پھر بھی انصاف سے نہین گذرا جاتا -
انہین اپنی اپنی جگہ ایک ایک لفظ ایسا جڑا ہوا ہے جسے اُٹھانا مشکل ہے -

- میر صاحب فرماتے ہین -

ہوتا تھا مجلس آرا اگر غیر کا تو مجکو	مانند شمع مجلس کا ہیکو تین جلایا

۴۵ دیکھو صفحہ ۱۲۳ ع سید سراج الدین علی خان - آرزو - دور دوم [illegible]

مبہد

نقاش دیکھہ تو مین کیا نقش یار کھینچا
دیر وحرم مین کیونکہ قدم رکھہ سکیگا میر
ٹک بھی نہ مڑکے میری طرف تو نے کی نگاہ
گل و آئینہ کیا؟ خورشید و مہ کیا؟
فقیرانہ آئے صدا کر چلے

رسم قلمرو عشق مت پوچھہ تو کہ ناحق
لوہو لگتا ہے ٹپکنے جو پلک مارون ہون
کیونکر تمھاری بات کرے کوئی اعتبار
سیمین تنون کا ملنا چاہے ہے کچھہ تموّل
تا بمقدور انتظار کیا
خون جگر ہو بہنے لاگا
پی پی کے اپنا لوہو رہین گو کہ ہم ضعیف
کیفین ہزار ہین اُس کا م جان کی بیچ
تازہ جھمک تھی نسکو تار زمین آسمان کی
زمانے نے مجھہ جرعہ کش کو ندان
دل لیکے میری جان کا دشمن ہوا ندان
ہے خون جگر گر اشک گا ہے لخت دل پارہ
کہتا مین نہ دیکھو غیر کی اور
انھون نے میر صاحب قبلہ ستم کیا
باہر نہ آتا چاہ سے یوسف جو جا نتا

اُس شوخ کم نما کا نت انتظار کھینچا
ایدہر تو اُس سے بت پھرا اودہر خدا پھرا
ایک عمر تیرے پیچھے مین ظالم لگا پھرا
جدہر دیکھا تدہر تیرا ہی رو تھا
میان خوش رہو ہم دعا کر چلے
ایکون کی کھال کھینچی ایکون کو وار کھینچا
اب تو نیہ رنگ ہے اِس دیدۂ اشک افشان کا
ظاہر مین کیا کھو جو سخن زیر لب ہے کیا
شاہد پرستیون کو ہم پاس زر کہان ہے
دل نے اب زور بیقرار کیا
پلکون ہی پر رہنے لاگا
جون رینگتی نہین ہے انھون کے تو کان پر
دیتے ہین لوگ جان تو ایک ایک آن پر
اِس آسیا کو شاید پھر ہے کنھو نے ردا ہا
کیا خاک وحشت سر خُم کیا
جس ہو فاسو اپنے تئین پیار ہو گیا
کسی نے بھی کہین دیکھا ہے یہ بستار رونے کا
سو اُسنے آنکھہ مجھسے ہی چھپا ئی
حضرت بکا کیا نکرو رات کے تئین
لے کارروان مرے تئین باز رہ جائیگا

ہر ذرہ خاک تیرے گلی کی ہے بیقرار
یہان کونسا ستم زدہ ماٹی مین رل گیا

آتش تیز جدائی سے یکایک اُس بن
یون جلا دل کہ تنک جی بھی جلا یا گیا۔

رہے خیال تنک ہم بھی روسیاہون کا
لگے ہو خون بہت کرنے بیگناہون کا

ہوا ہی ہر جہان سیاہ تد بھی
نالہ مین مرے اثر نہ ہوگا

مت رنج کر کسیکو کہ اپنے تو اعتقاد
دل ڈھائے کر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا

بس طبیب اُٹھ جا مرے بالین سے مت دے دردِ سر
کام جان آخر ہوا اب فائدہ تدبیر کا؟

دل کہ ویرانی کا کیا مذکور ہے
یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

حیف مستے جنکو وہ اُسوقت مین پہنچا جبتو
اُن کنے حال اشارون سے بتایا نہ گیا

لگوائے پتھر سے اور بُرا بھی کہا کئے
تمنے حقوق دوستی کے سب ادا کئے

اسیر وحشی کہان ہین ای خوبان
میر کو تم عبث اُداس کیا۔

اِس عہد مین ماضی استمراری جمع مونث مین دونو فعل جمع لاتے تھے۔ مثلاً عورتین آتیان تھین اور گاتیان تھین۔ اب پہلے فعل کو واحد لاتے ہین۔ مثلاً عورتین آتی تھین اور گاتی بجاتی تھین۔

بارہا وعدونکی راتین آئیان
طالعون نے صبح کر دکھلائیان

جنون میر کی باتین وحشت اور گلشن مین جب چلیان
نہ چوب گل نے دم مارا نہ چھڑیان بید کی ہلیان

اِس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اِس عہد مین ہلنا بالفتح بولتے تھے۔ چنانچہ سودا بھی ایک غزل مین کہتے ہین جسکا قافیہ و ردیف ہے چلتے دیکھا۔ نکلتے دیکھا۔

شمع تیری کا سدا شکر ادا کرتے ہین
لبکو زخم کے ونزات مین ہلتے دیکھا

اِسی طرح اکثر اشعار مرزا رفیع کے ہین کہ باوجود محاورۂ قدیمانہ۔ آجکل کے ہزار محاورے اُنپر قربان ہین چنانچہ فرماتے ہین۔

آخدا کے واسطے اِس بانکپن سے درگذر
بیوفائی کیا کہون دل ساتھ تجھ محبوب کی
جسکی دل کو تری زلفون سے سیان لاگ لگی
تجھ عشق مین بیمار ہے وہ زیرچوبِ گل ہین
خبرشتابی لے سوداکے حال کی پیارے
نہ جانے حال کس ساقی کو یاد آتا ہے شیشہ کا
نہ جانے یاد کر روتا ہے کسکے دل کی صدمہ کو
بیہودہ اِسقدر نہین آتا ہے کام ناز
عالم کو مار رکہا ہے تین باقدِ دوتا
سودا کہتے تھا یار سے اُسکو نہین غرض
سودا نکل نہ گہر سے کہ اب تجکو ڈہونڈتے
تسلی اِس دِوانے کی ہوجہدلی کی پتہرون سے
نگر آباد ہین بسے ہین گانؤن
نہیں وفولاد کا نہین کچھ ذکر
جاتے ہین لوگ قافلے کی پیش و پس چلے

گل مین سودا یون کہاں امان گہکر یار کا
تیری نسبت تو سیان بلبل سے گل نے خوب کی
اُسکی آنکھو مین جو رہتی بھی ہو تو ناگ لگے
نے پہول کی کسی نے جنکو چہیڑ سے لگائی
نہین ہے وقت مری جان یہہ تامل کا -
کرلے ہچکیان جیوڑا نکل جاتا ہے شیشہ کا
کہین ٹکڑا جو سودا کو نظر آتا ہے شیشہ کا
مکھہ پہ خط آچکا بکر وصبح وشام ناز
زاہد یہہ کاٹ ہے تری تیغ دو دنیم کا
ادہر کہلی جو زلف ادہر دل بکہر چلا
لڑکے پہرین ہین پتہرون سے دامن بہر ہو کر
اگر سودا کو چہیڑا ہے تو لڑکو مول لو پہریان
تجھ بن اُجڑے پڑے ہین اپنے بہانون
اب تو سودا کا باجتا ہے نانون
ہے یہہ عجیب سرا کہ جہان آئے بس چلے

اِس غزل مین قفس چلے - اور بس چلے قافیہ ہے اسمین کہتے ہین ۲۵

صیاد اسکو کردے قفس سے ہمین رہا
صبا سے ہر گہڑی مجکو لہو کی باس آتی ہے
وجب امری رنجش کا جو پوچہے ہے تو اے جان
داغ تجھ عشق کا جسکے ہے میرے دل کے بیچ

ظالم پہڑک پہڑک کر پروبال گہس چلے
چمن مین آہ گلچین نے یہہ کس بلبل کا دل توڑا
سو ہندون گا نہ مین کہول کی جون غنچہ دہان کو
صد ہر فترہ مین درخشان نہوا تہا سوہوا

ناپہ جبین اب رکھا گہسنا - بالفتح بولتے ہین

وے صورتین الٰہی کس ملک بستیان ہین | اب جنکے دیکھنے کو آنکہین ترستیان ہین
بلبلے ساقی تیرے بے پروائیان | جانین مشتاقون کی لب تک آگئیان

اِسی طرح ہندی صفت بھی اب جمع نہین لاتے ۔

ملائم ہوگئین دل پر برہ کی ساعتین کڑیان | یہ انکہیان کیون نہ سرجہکے کلی کو بارہو پڑیان
چیز کیا ہون جو کرین قتل وہ انکہیان مجکو | * پہر گئے دیکھ کے منہہ خنجر بُران مجکو
خیال اُن انکہڑیون کا چہوڑ مستی کر بعد از مرگ | دلا آیا جو تو اِس میکدہ مین جام لیتا جا
ناتوانی بھی عجب شے ہے کہ گلشن مین نسیم | نت لئے پہرتی ہے دوش اوپر نک بوجہ

فارسی کی جمع کو اسوقت سب فصحا عموما بولتے تہے ۔ اب بغیر حالت صفت یا اضافت کے نہین بولتے ۔ سودا کہتے ہین ۔

سودا غزل چمن مین تو ایسی ہی کہہ کے لا | گلہاے رنگ رنگ کو دین بلبلان صلا
ہاتہہ سے جاتا رہا دل دیکھ محبوبان کی چال | — اور ایک اور جگہہ کہتے ہین ۔
یا الٰہی مین کہون کس سے یہ اپنا احوال | زلف خوبان کی ہوئی ہے مرے جی کا جنجال

خوبان ۔ اور محبوبان ۔ مرزا کی زبان پر بہت چڑہے ہوئے ہین ۔
اور خواجہ میر درد علیہ الرحمہ فرماتے ہین ۔

پرورش غم کی ترے یہان تئین تو کی دیکہا | کوئی بھی داغ تہا سینہ مین کہ ناسور نہ تہا
تو کب تئین مجہہ ساتھ مری جان ملے گا | ایسا بھی کبھی ہوگا کہ پہر آن ملے گا
گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ مین اثر | مینے تو درگذر نکی جو مجہسے ہوسکا
ساقی مری بہی دل کی طرف ٹک نگاہ کر | لب تشنہ تیری بزم مین یہ جام رہگیا
اے آنسوؤ نہ آوے کچہہ دل کی بات منہہ تک | لڑکے ہو تم کہین مت افشاے راز کرنا
ہم جانتے نہین ہین اے درد کیا ہے کعبہ | جیدہر ملے وہ آبرو اودہر نماز کرنا

کہا مین مرا حال تم تک بھی پہنچا — کہا تب اُچٹتا سا کچھہ مین سنا تہا

مری دل کو جو ہردم تو بہلا اتنا ٹٹولے ہے — تصور کے سوا تیری بتا تو اُسمین کیا نکلا؟

جائیے کیس واسطے ای درد میخانی کی بیچ — اور ہی مستی ہی اپنی دل کی پیمانہ کی بیچ

سو بار دیکہیان ہین تیری بیوفائیان — تسپر بھی نت غرور ہی دلمین گناہ کا

جگ مین کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا — کہ نہ ہنستے ہی رو دیا ہوگا۔

درد کی ملنے سے ای یار برا کیون مانے — اسکو کچھہ اور سوا دید کے منظور نہ تہا

ای نشانہ تو نہ ہو جو دشمن ہماری جی کا — کون دیکھیو نہ ہووی زلفونکا بال بیکا

اگر تجکو چلنا ہے چل ساتھہ میرے — یہہ کب لگ تو باتین بنا تا رہیگا

بعد مدت کی درد کل مجہہ سے — مل گیا راہ مین وہ غنچہ دہن

میری اُسکی جو لڑ گئین نظرین — ہوگئے انکہو مین ہی دو دو بچن

اِنکی عہد مین زبان مین کچھہ کچھہ اصلاح ہوگئی مگر رسم الخط مین بہت کچھہ بزرگون کی میراث باقی تھی - ایک مجموعہ میری ہاتہہ آیا کہ ۱۱۵۰ھ کی تحریر ہی وہ کسی فہمیدہ شخص نے بڑی شوق سے لکہا ہی اُسمین - میر سوز - تابان - فغان - سودا - خواجہ میر درد - انعام اللہ خان - خواجہ آبرو - میر محمد باقر حزین - میر کمال الدین شاعر - خواجہ احسن اللہ خان بیان - قیام الدین قایم کے دیوانون کی انتخاب غزلین ہین - اس سی ثابت ہوتا ہے کہ اُس عہد مین کو علامت مفعول کون لکہا جاتا تھا - چنانچہ شاہ آبرو - اور میر کمال الدین شاعر وغیرہ نے جن غزلون مین کو ردیف ہی اونہین ردیف ن ہی مین لکہا ہی - متاخرین نے ن کو دور کیا - مگر معلوم ہوتا ہی کہ واو کو معروف ہی بولتے تھے - چنانچہ خواجہ میر اثر نے کہ خواجہ میر درد کی بہائی تھے - ایک بے ردیف غزل مین تو - رکھو -

قافیہ رکہا ہی اور کوّ - استفہامیہ باندہا ہے - مرزا رفیع نے بھی ایک جگہہ ایسا کہا ہے - انکی ایک غزل ہے - قفس کو - جرس کو - نفس کو - اسکا مقطع ہی -

ترغیب نکر سیر چمن کی ہمین سودا ہرچند ہوا خوب ہے وہان لیک ہوس کو؟

- ایک غزل ہے - ابرو نہین گیسو نہین - اسمین کہتے ہین -

خط سبز اسکا سیہ کیہہ رو ہوا ہر اسفید خواہش ترک نیاز و ناز دونو کو نہین

مُتکے ترک عشق میرا ہنس کے کہتا ہو وہ شوخ نیل بگڑا ہے کہین یا روے یقین مجکو نہین

الفاظ مفصلۂ ذیل کی رسم الخط اُس عہد مین اسطرح تہی -

آگے	اُسنے	تون	تو
جتنے	جسنے	سین	سے
جیو	جی	اُس بن	تس سو
تجھکون	تجھکو	مجھسین	مجھے
کسو	کسے	تونین	...نے
		جیون	...دن

...حاورہ مذکورۂ بالا جو کہ حقیقت مین ایک محاورۂ مرحوم کے نقش مزار ہین - مین ...مین جاننا کہ نئی سونہار - یا جو کچھہ اگلے وقتو نکی یادگار باقی ہین - انہین ہرگز ...تنگ خیالات کو وسعت دینگے - مجہہ اِس لکہنے سے فقط یہی مطلب نہین کہ اُس ...مرتک زبان پر اسقدر قدامت کا اثر باقی تہا - بلکہ ایک بڑی بات کا اظہار ...ہر کرنا منظور ہے - وہ یہہ ہی کہ سودا کی ۷۵ برس کی اپنی عمر - اور تخمیناً ۴۰ برس انکی شاعری کی عمر - میر کی ۱۰۰ برسکی عمر شاعری کی ۸۰ ۔ ۸۵ ...سال کی عمر - اور اس بات سے کسیکو انکار نہوگا کہ جو زبان دلی کی انکی اوائل عم...

مین تھی وُہی اوسط مین نہ تھی - پھر وُہی آخر مین نہ تھی - یقیناً تینون زبانون مین ظاہر اور واضح امتیاز ہوئے ہونگے - مگر چونکہ رسم ملک نے دیوانون کی ترتیب حروف تہجّی پر رکھی ہے - اسلئے آج ہم معلوم نہین کرسکتے کہ اُنکے عہد ومین وقت بوقت مُلکی زبانو مین کیا کیا انقلاب ہوئے یا مختلف وقتو مین خود انکی طبیعت کے میلان - اور زورِ کلام کے اُتار چڑہاو کس کس درجہ پر تھے - اِس اندھیرے مین فقط دو شاعر ہمارے لئے چراغ رکھ گئے ہین کہ حسب تفصیل ذیل چند قسمو مین اپنے کلام کو تقسیم کیا -

پیرانہ سالی	سن کہولت	عہد جوانی	اوایل عمر	
بقیۂ نقیّہ -	وسطُ الحیوٰۃ -	غُرّۃُ الکمال -	تحفۃ الصغر -	(۱) امیر خسرو -
خاتمۃ الحیوٰۃ -	واسطۃ العقد -	فاتحۃ الشّباب -	....	(۲) جامی

خیر یہ سمجھہ لو کہ جن الفاظ پر ہم لوگون کے بہت کان کھڑے ہوتے ہین یہی اُنکے اوایل عمر یا جوانی کے کلام ہین - منشی احمد حسن خانصاحب میر تقی مرحوم کے شاگرد رشید تھے - اِنکی زبانی ڈپٹی کلب حسین خانصاحب مرحوم فرماتے تھے کہ اکثر الفاظ جو میر صاحب پہلے دوسرے دیوان مین کہہ گئے ہین - وہ چوتھے پانچوین مین نہین ہین - جو دوسرے تیسرے مین ہین - وہ پانچوین چھٹے مین نہین - بہر حال اخیر عمر مین اُنکی زبان کا انداز وہ ہوگا جو کہ سید انشا - مصحفی - جرأت کی زبان ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال -

مرزا جانجانان مظہر

گرچہ نظم کے جوش وخروش اور کثرتِ کلام کے لحاظ سے میر - اور سودا کے ساتھ انکا نام لیتے ہوئے تامل ہوتا ہے لیکن چونکہ صانعِ قدرت نے طبیعت کی لطافت اور اصلی نفاست

کا حال دیکھو صفحہ مین -

اور ہر بات میں انداز کی خوبی اور خوبصورتی اُنکے مزاج میں رکھی تھی - اور زمانہ
بھی سب کا ایک تھا - اِسکے علاوہ پُرانے پُرانے تذکرہ نویس لکھتے ہیں بلکہ بزرگوں
کی زبان سے بھی یہی سُنا کہ زبان کی اصلاح اور انداز سخن اور طرز کے ایجاد میں انہیں
ویسا ہی حق ہے جیسا کہ سودا و میر کو - اسواسطے اِنکا حال بھی اِس سلسلہ میں لکھنا
واجب ہے - اِنکے والد عالمگیر کے دربار میں صاحب منصب تھے - نسب اِنکا باپ کیطرف سے
محمد ابن حنفیہ رض سے ملتا ہے کہ حضرت علی ع کے بیٹے تھے - ماں بیجاپور کے شریف
گھرانہ سے تھیں - دادا بھی دربار شاہی میں صاحب منصب تھے - دادی اسد خاں
وزیر عالمگیر کی خالہ زاد بہن تھیں - پردادا سے اکبر بادشاہ کی بیٹی منسوب ہوئی تھیں
اِن رشتوں سے تیموری خاندان کے نواسے تھے - ۱۱۱۱ھ میں جبکہ عالمگیر دکن
پر فوج لئے پڑا تھا - اِنکے والد نوکری چھوڑ کر دلی کو پھرے - یہہ کالا باغ علاقہ
مالوہ میں ۱۱ - رمضان کو جمعہ کے دن پیدا ہوئے - عالمگیر کو خبر گذری - آئین سلطنت
تھا کہ امرا کے ہاں اولاد ہو تو حضور میں عرض کریں - بادشاہ خود نام رکھیں یا پیش
کیئے ہوئے ناموں میں سے پسند کر دیں - کسیکو خود بھی بیٹا یا بیٹی کر لیتے تھے کہ یہہ
امور طرفین کے دلوں میں اتحاد اور محبت پیدا کرتے تھے اِنکے لئے ایک وقت پر سند کی
ہوتے تھے - اور بادشاہ کو انکی وفاداری اور جاں نثاری کی امیدیں ہوتی
تھیں ؂ شادی بھی اجازت سے ہوتی تھی کبھی ماں باپ کی تجویز کو پسند کر لیتے تھے
کبھی خود تجویز کر دیتے تھے غرض عالمگیر نے کہا کہ بیٹا باپ کی جان ہوتا ہے - باپ مرزا
جان ہے - اِسکا نام ہمنے جان جاناں رکھا - پھر اگرچہ باپ نے شمس الدین نام
رکھا مگر عالمگیری نام کے سامنے نہ چمکا - مظہر تخلص انہوں نے آپ کیا کہ جانجاناں
کے ساتھ مشہور چلا آتا ہے - مرزا جان بھی شاعر تھے - اور جانی تخلص کرتے تھے -

؂ تذکرہ گلزار ابراہیمی میں ہے کہ انکا وطن اکبر آباد تھا دلی میں آرہے تھے۔

۱۷- برس کی عمر تھی کہ باپ مر گئے - اوسیوقت سے نشستِ خاک کو بزرگون کی گوشۂ دامن مین باندھ دیا - ۳۰- برس کی عمر تک مدرسون اور خانقاہون مین جھاڑو دی - اور جو دن بہارِ زندگی کے پھول ہوتے ہین اُنہین بزرگون کے روضون پر چڑھا دیا - اُس عہد مین تصوّف کے خیالات ابر کی طرح ہندستان پر چھائے ہوئے تھے چنانچہ قطع نظر کمالِ شاعری کے ہزارہا مسلمان بلکہ ہندو بھی اِنکے مُرید تھے اور دل سے اعتقاد رکھتے تھے - اِنکے باب مین بہت سے لطایف ایسے مشہور ہین کہ اگر آج کسی مین پائے جائین تو زمانہ کے لوگ اچھا نہ سمجھین - لیکن وہ ایک زمانہ تھا کہ صفات مذکورہ داخل فضائل تھین کچھ تو اِس اعتقاد سے کہ ع خطائے بزرگان گرفتن خطاست - اور کچھ اِس سبب سے کہ اگر ایک لطیف اور شفاف سطح پر کوئی داغ ہو اور وہ ایک عمدہ نظرگاہ مین جلوہ گر ہو - تو وہان وہ دہبا بدنما نہین بلکہ گلکاری معلوم ہوتا ہے اور جسے بُرا معلوم ہو وہ خوش عقیدہ نہین - مین روسیاہ بزرگون کی ہر بات کو چشم عقیدت کا سرمہ سمجھتا ہون مگر مقتضائے زمانہ پر نظر کر کے نمونہ پر اکتفا کرنا چاہیے -

وہ خود بیان کرتے تھے کہ حُسنِ صورت اور لطفِ معنی کا عشق ابتدا سے میرے دلمین تھا - چھوٹے سن مین بھی مصرع موزون زبان سے نکلتے تھے - شیرخوارگی کے عالم مین حُسن کی طرف اِسقدر میلان تھا کہ بدصورت کی گود مین نہ جاتا تھا - کوئی خوبصورت لیتا تھا تو ہمک کر جا پڑتا تھا اور پھر اُس سے لیتے تو بمشکل آتا تھا -

میر عبدالحیٔ تابان

اِنکے عہد مین - میر عبدالحیٔ تابان تخلص ایک نوجوان شریف زادہ حُسن خوبی مین اِسقدر شہرۂ آفاق تھا کہ خاص و عام اُسکو یوسفِ ثانی کہتے تھے - گوری رنگت پر کالی کچھ

بہت زیب دیتے تھے۔ اِسلئے ہمیشہ سیہ پوش رہتا تھا۔ اُسکے حُسن کی یہانتک شہرت پھیلی کہ بادشاہ کو بھی دیکھنے کا اشتیاق ہوا۔ معلوم ہوا کہ مکان صفشکن خان کے پھاٹک مین ہے۔ اور وہ بڑا دروازہ جو کوچۂ مذکور سے بازار لاہوری دروازہ مین نکلتا ہے اُسکے کوٹھے پر نشست ہے زمانہ کی تاثیر اور وقت کے خیالات کو دیکھنا چاہیے کہ بادشاہ خود سوار ہوکر اُس راہ سے نکلے۔ اِنہین بھی خبر ہو گئی تھی۔ بنے سنورے اور بازار کیطرف موڑھا بچھاکر آ بیٹھے۔ بادشاہ جب اُس مقام پر پہنچے تو اسلئے کہ ٹھیرنے کو ایک بہانہ ہو۔ وہان آبِ حیات مانگا۔ اور پانی پیکر دیکھتے ہوئے چلے گئے۔
الغرض تابان خود صاحبِ دیوان تھے۔ **شاہ حاتم** اور **میر محمد علی حشمت** کے شاگرد تھے۔ اور مرزا صاحب کے مُرید تھے۔ مرزا صاحب بھی چشم محبت اور نگاہ شفقت سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ مرزا صاحب بیٹھے ہین۔ اور اُنکی صحبت میں کہ جہان کبھی وعظ و ارشاد۔ اور کبھی نظم و اشعار کا جلسہ رہتا تھا۔ تابان بھی حاضر ہین۔ اور با ادب اپنے مرشد کی خدمت مین بیٹھے ہین۔ حضرت اگرچہ محفل ارشاد کی آداب سے گرمجوشی ظاہر نکرتے تھے مگر معلوم ہوتا تھا کہ اُنہین دیکھتے ہین اور مارے خوشی کے باغ باغ ہوئے جاتے ہین۔ **تابان** بھی مزاجدان تھے۔ اشعار اور لطائفِ نمکین کہتے۔ حضرت سُن سُنکر خوش ہوتے۔ کوئی بات سبکے سامنے کہنی خلافِ ادب ہوتی تو جو اہلِ عقیدت مین ادب کا طریقہ ہے اُسی طرح دستبستہ عرض کرتے کہ کچھ اَور بھی عرض کیا چاہتا ہون۔ حضرت مُسکرا کر اجازت دیتے۔ وہ کان کے پاس مُنہہ لیجاتے اور چند کلمے چُپکے چُپکے ایسے گستاخانہ کہتے کہ سوا اُس پیارے عزیز کے کوئی نہین کہہ سکتا جسے بزرگون کی مُحبت نے گستاخ کیا ہو۔ پس حضرت مُسکراتے اور فرماتے کہ درست ہے۔ پھر وہ اُسی قسم کی کچھ اور باتین کہتے۔ آپ پھر فرماتے

۱؎ شاہان دہلی کے کاروبار کیلئے الفاظ خاص مشتمل تھے۔ مثلاً پانی کو آبِ حیات۔ کھانے کو خاصہ۔ سونے کو سُکھ فرمانا۔ شاہزادون کے پانی کو آبِ خاصہ۔ اور اسیطرح ہزارون اصطلاحی الفاظ تھے۔

کہ یہہ بالکل درست ہے - جب تاباں اپنی جگہہ پر آبیٹھتے تو پھر حضرت خود کہتے کہ ایک بات کا تمھین خیال بھین رہا - تاباں پھر کان کے پاس منہہ لیجاتے - اُسوقت اُنسے بھی تیز تر کوئی لطیفہ آپ اپنے حق مین کہتے [۲۵] - اور اپنے پیارے عزیز کی ہمزبانی کا لطف حاصل کرتے - نہایت افسوس ہے کہ وہ پھول اپنی بہار مین لہلہاتا گر پڑا (ہائے میری دلی تیری جو بات ہے جہان سے نرالی ہے) جب اُس یوسف ثانی نے عین جوانی مین دلون پر داغ دیا - تو تمام شہر نے اُسکا سوگ کہا - میر تقی میر نے بھی اپنی ایک غزل کے مقطع مین کہا ہے -

داغ ہے تاباں علیہ الرحمۃ کا چھاتی پہ میر ہو نجات اُسکو بچارا ہمسے بھی تھا آشنا

مرزا صاحب کی تحصیل علمی عالمانہ نہتی مگر علمِ حدیث کو با اصول پڑہا تھا - حنفی مذہب کے ساتھ نقشبندی طریقہ کے پابند تھے - اور احکام شریعت کو صدقِ دل سے ادا کرتے تھے - اوضاع و اطوار اور ادب آداب نہایت سنجیدہ اور برجستہ تھے کہ جو شخص اُنکی صحبت مین بیٹھتا تھا ہشیار ہوکر بیٹھتا تھا - لطافتِ مزاج اور سلامتیِ طبع کی نقلین ایسی ہین کہ آج سُنکر تعجب آتا ہے - خلاف وضع اور بے اسلوب حالت کو دیکھہ نسکتے تھے -

نقل - ایک دن درزی ٹوپی سیکر لایا - اُسکی تراش ٹیڑہی تھی - اُسوقت دوسری ٹوپی موجود نہتی اِسلیئے اُسکو پہننا پڑا - مگر سر مین درد ہونے لگا -

نقل - جس چارپائی مین کان ہو اُسپر بیٹھا نہ جاتا تھا گھبرا کر اُٹھ کھڑے ہوتے تھے - چنانچہ دِلی دروازہ کے پاس ایک دن ہوادار مین سوار چلے جاتے تھے - راہ مین ایک بنئے کی چارپائی کے کان پر نظر جا پڑی - وہین ٹھیر گیئے اور جب تک اوسکا کان نہ نکلوا لیا آگے نہ بڑہے -

[۲۵] ان باتون پر اور خصوصًا اِس شعر مندرجہ صفحہ ۱۵۸ پر تہذیب آنکھہ دکہاتی ہے مگر کیا کیجیئے - ایشیا کی شاعری کہتی ہے کہ یہہ میری صفائی زبان اور طراری کا نمک ہے پس مورخ اگر خصوصیت زبانکو نہ ظاہر کرے تو اپنے فرض مین قاصر ہے یا بے خبر ہے -

نقل — ایک دن ایک نواب صاحب کہ اِنکے خاندان کے مُرید تھے مُلاقات کو آئے اور خود صراحی لیکر پانی پیا۔ اتفاقاً آبخورا جو رکھا تو ٹیڑھا رکھا۔ مرزا کا مزاج اِسقدر برہم ہوا کہ ہرگز ضبط نہ ہوسکا اور بگڑ کر کہا کہ عجب بیوقوف احمق تھا جسنے تمہین نواب بنا دیا آبخورا بھی صراحی پر رکھنا نہین آتا۔

نقل — مولوی غلام یحیےٰ — فاضلِ جلیل جنہون نے میر زاہد پر حاشیہ لکھا ہے، بہدایت غیبی مرزا کے مُرید ہونے کو دلی مین آئے اُنکی ڈاڑھی بہت بڑی اور گھنی تھی جمعہ کے دن جامع مسجد مین ملے اور ارادہ ظاہر کیا۔ مرزا نے اُنکی صورت کو غور سے دیکھا اور کہا کہ اگر مجھسے آپ بیعت کیا چاہتے ہین تو پہلے ڈاڑھی کو ترشوا کر صورت بھلے آدمیون کی بنائیے پھر تشریف لائیے۔ اللہ جمیلٌ و یحبُّ الجمال — بھلا یہ ریچھ کی سی صورت مجکو اچھی نہین معلوم ہوتی تو خدا کو کب پسند آئیگی۔ مُلّا متشرع آدمی تھے گھر مین بیٹھ رہے تین دِن تک برابر خواب مین دیکھا کہ بغیر مرزا کے تمہارا عقدۂ دل نہ کھلے گا۔ آخر بیچارے نے ڈاڑھی حجام کے سپرد کی اور جیسا خشخاشی خط مرزا صاحب کا تھا ویسا ہی رکھکر مُرید ومنین داخل ہوئے۔

اِسی لطافتِ مزاج اور نزاکتِ طبع کا نتیجہ ہے کہ زبان کی طرف توجّہ کی اور اُسے ایسا تراشا کہ جو شُعرا پہلے گذرے تھے اُنہین پیچھے ہی چھوڑ کر اپنے عہد کا طبقہ الگ کر دیا — اور اہل زبانکو نیا نمونہ تراش کر دیا۔ جس سے پُرانا رستہ ایہام گوئی کا زمین شعر سے مٹ گیا۔ اِنکے کلام مین مضامین عاشقانہ عجب ترشے دکھاتے ہین اور یہہ مقام تعجب نہین کیونکہ وہ قدرتی عاشق مزاج تھے۔ اور وہ انکے کلام مین یہہ مضامین خیال ہین — اِنکے اصلِ حال۔ زبان اُنکی نہایت صاف و شُستہ و شفاف ہے۔ اُسوقت کے محاورہ کی کیفیت کچھہ اِنکے اشعار سے اور کچھہ اُس گفتگو سے معلوم ہو گی جو ایک دفعہ بر وقت

۲۵ افسوس ہے اہل علم کے خیالات پر جنہون نے ایسی ایسی لطافت طبع کی باتین دیکھکر ازردۂ اعتقاد آخر مین ایک گرہ اور بڑھایا یعنے متقائل ہم جوانے صبیح و ملیح بود کہ بدستش جان سپردند۔ یا شاید ایسا ہی ہو۔ عالم الغیب خدا ہے۔

ملاقات اُنکے اور سید انشا سے ہوئی تھی۔ چنانچہ اصل عبارت دریائے لطافت سے نقل کیجاتی ہے

سید انشا اللہ خان اور مرزا جانجاناں مظہر کی ملاقات

درزمانیکہ راقم مذنب ہمراہ والد مرحوم مغفور واردِ دارالخلافہ بود۔ ازبسکہ آوازۂ فصاحت و بلاغتِ جناب فیض مآب مرزا جان جانان مظہر علیہ الرحمۃ گوش راقم را مستقرِ خود داشت۔ دل با دین مستعدِ ستیزہ شد کہ چرا از دیدارِ مرزا صاحب خود را اینہمہ محروم می پسندی۔ و مرا از لذتِ جاودانی و عیشِ روحانی کہ در کلامِ معجز نظامِ آنحضرت است باز می دارہی چارو ناچار خط را تراش دادہ۔ و جامۂ ململ ڈھاکہ پوشیدہ۔ دستارِ سرخ باندھنو بر سر گذاشتم و دیگر لباس ہم ازین قبیل۔ و از سلاح آنچہ با خود گرفتم کٹارِ بسیار خوبی بود کہ بکمر زدہ بودم۔ باین ہیئت بسواری فیل روانۂ خدمتِ سراپا افادتِ ایشان شدم۔ چون بالائے بام کہ کہول رام بانیہ متصلِ مسجد جامع ساختہ پیشکشِ مرزا صاحب کردہ بود برآمدم۔ دیدم کہ جناب مغفرتی الیہ با پیراہن و کلاہ سفید و دوپٹہ ناسپالی رنگ بصورتِ سموسہ بر دوش گذاشتہ نشستہ اند بکمال ادب سلامے بر ایشان کردم۔ از فرطِ عنایت و کثرتِ مکارمِ اخلاق کہ شیوۂ ستودۂ بزرگانِ خداپرست است بجواب سلام ملتفت شدہ برخاستند۔ و سرِ این بے لیاقت را در کنار گرفتہ پہلوئے خود جا دادند۔[1]

مرزا صاحب کا ایک دیوان فارسی ہے کہ خود ۶۰ برس کی عمر سنہ ۱۱۷۰ مین ۲۰ ہزار شعر مین سے ایک ہزار شعر انتخاب کیا تھا۔ اسیواسطے اکثر غزلین ناتمام اور بے ترتیب ہین اسکو انتہا درجہ کی منصفی اور سلامتی طبع سمجھنا چاہئے۔ ورنہ اپنے اشعار کہ اولاد معنوی ہوتے ہین۔ کِسکا جگر ہے کہ اپنے ہاتھ سے کاٹے۔ فارسی بہی بہت شستہ ہے اور مضامین عاشقانہ ایک انداز کے ساتھ بندھے ہین۔

[1] اس صحبت مین جو گفتگو ہوئی صفحہ ۳۴۳ پر لکھی گئی ہے۔

مراچہ جُرم کہ ہر نالہ ام زموزونی   غلط کنند عزیزان بصرعۂ اوستاد

اُردو مین بھی پورا دیوان نہیں غزلیں اوراشعار ہین جو **سودا** اور **میر** کی زبان ہر وہی اُنکی زبان ہر- لیکن **سودا** ابلاکسر خاطر مین لاتے تھے- چنانچہ سب آداب اور رعایتون کو بالائے طاق رکھکر فرماتے ہین-

مظہر کا شعر فارسی اور ریختہ کے بیچ   سودا یقین جان کہ روڑا ہے باٹ کا

آگاہ فارسی تو کہین اُسکو ریختہ   واقف جو ریختہ کے ذرا ہووے ٹھاٹھ کا

سُنکر وہ یہہ کہے کہ نہین ریختہ ہے یہہ   اور ریختہ بھی ہر تو فیروزشاہ کی لاٹھ کا

القصہ اُسکا حال یہی ہر جو سچ کہون   کُتّا ہے دھوبی کا کہ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا-

خریطۂ جواہر- ایک مختصر انتخاب اساتذۂ فارس کے اشعار کا ہے کہ اپنی پسند کے بموجب لکھتے گئے ہیں- وہ حقیقت مین خریطۂ جواہر ہے-

جبکہ صحرائے دنیا مین ۷۹ منزلین عمر کی طے کرکے ۸۰ مین قدم رکھا تو دل کو آگاہی ہونے لگی کہ اب روح کا مسافر بدن کا بوجھ پھینکا چاہتا ہے- چنانچہ خود اکثر تحریرون اور تقریرون مین صاف صاف اظہار کرتے تھے-

نقل- ایک معتقد کا مٹیا حسنِ اعتقاد سے غزل لیکر آیا کہ شاگرد ہو اور اصلاح لے- انھون نے کہا کہ اصلاح کے ہوش حواس کسے ہین- اب عالم کچھہ اور ہے- عرض کی کہ مین فقط بطور تبرک سعادت حاصل کرنی چاہتا ہون- فرمایا کہ اسوقت ایک شعر خیال مین آیا ہے اسی کو تبرک اور اسیکو اصلاح سمجھہ لو-

لوگ کہتے ہین مرگیا مظہر   فی الحقیقت مین گھر گیا مظہر

غرض ساتوین مُحرّم کی تھی کہ رات کے وقت ایک شخص مٹھائی کی ٹوکری ہاتھہ مین لئے آیا دروازہ بند تھا- آواز دی اور ظاہر کیا کہ مرید ہون- نذر لیکر آیا ہون-

یہ نکتہ اسمین یہہ ہر کہ مرزا صاحب نے ایک دھوبن گھر میں ڈال لی تھی- یہ اکثر حالات اور حال تاریخ وغیرہ معمولات مظہری سے لئے گئے ہین-

وہ باہر نکلے تو ایک قرابین ماری کہ گولی سینہ کے پار ہوگئی۔ وہ تو بھاگ گیا۔ مگر انہیں زخم کاری آیا۔ تین دن تک زندہ رہے۔ اس عالمِ اضطراب میں لوٹتے تھے اور اپنا ہی شعر پڑھتے تھے

بنا کردند خوش رسمی بخون و خاک غلطیدن　　　خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

یہہ تین دن نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے گذارے۔ بلکہ جب شاہ عالم بادشاہ کو خبر پہونچی تو بعد تحقیقات کے کہلا بھیجا کہ قاتل نہیں ملتا۔ نشان دو تو ہم اُسے سزا دیں۔ جواب میں کہا کہ فقیر کشتۂ راہِ خدا ہیں۔ اور مُردہ کا مارنا قتل نہیں۔ قاتل ملے تو آپ سزا نہ دیں۔ یہاں بھیج دیں۔ آخر دسویں کو شام کے وقت دنیا سے انتقال کیا۔ بہت لوگوں نے تاریخیں کہیں۔ مگر درجۂ اول پر میر قمر الدین منت کی تاریخ ہے۔ جسکا مادہ خاص الفاظِ حدیث ہیں۔ اور اتفاق یہہ کہ موزون ہیں۔ عاش حمیدًا۔ مات شہیدًا

اِس قتل کا سبب دِلّی کے خاص و عام میں مشہور تھا کہ بموجب رسم کے ساتویں کو علم اُٹھے تھے۔ یہہ سرِ راہ اپنے بالاخانہ پر خاص خاص مُریدوں کو لئے بیٹھے تھے۔ جیسا کہ عوام جُہلا کی عادت ہے شاید طرفین سے کچھ کچھ طعن و تعریض ہوئی ہوں! وہ کسی جاہل کو ناگوار ہوئی۔ اُنمیں کوئی سنگدل فولاد خان نام۔ سخت جاہل تھا اُسنے یہہ حرکت کی۔ لیکن حکیم قدرت اللہ خان قاسم اپنے تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے کلام میں اکثر اشعار حضرت علیؑ کی مدح میں کہا کرتے تھے　اوس پر بگڑ کر کسی سُنّی نے یہہ حرکت کی۔

نکرد منظہرِ ما طاعتِ و رفت بخاک　　　نجات خود بہ قوالی ابو تراب گذاشت

جدّ مرحوم ایک اردو کا شعر انہی نام سے پڑھا کرتے تھے۔

ہوں تو سُنّی پر علیؑ کا صدق دل سے ہوں غلام　　　خواہ ایرانی کہو تم خواہ تورانی مجھے

دلّی میں چتلی قبر کے پاس گھر ہی میں دفن کر دیا تھا۔ کہ اب خانقاہ کہلاتی ہے۔ قبر پر انہی کا شعر لکھا ہے

بلوحِ تربتِ من یافتند از غیب تحریرے　　　کہ این مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

اُستاد مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ درگاہ کا نشان ہم بھی کہہ [illegible] اتھے۔ کہ لال کوٹھی پر ڈیوڑھی کی دیوار [illegible]

تاریخ مرزا رفیع سودا نے بھی کہی ۔

مرزا کا ہوا جو قاتل ایک مرتد شوم
اور دا دکنی ہوئی خبر شہادت کی عموم
تاریخ از روئی ۔ درد یہہ سکے کہی
سودا نے کہا ہجو جا سخا نان ستلوم

اس لکھنے سے مجھے اظہار اس امر کا منظور ہے کہ ہجو ہماری نظم کی ایک خاردار شاخ ہے جسکے پھل سے
پھول تک بدلطفی بھری ہے ۔ اور اپنی زمین اور دہقان دونو کی کثافت طبع پر دلالت کرتی ہے
چنانچہ اسمین بھی مرزا رفیع مرحوم سب سے زیادہ بدنام ہیں ۔ لیکن حق یہہ ہے کہ انکی زبان سے
جو کچھہ نکلتا تھا ۔ باعث اسکا یا فقط شوخی طبع یا کوئی عارضی جوش ناراضی کا ہوتا تھا ۔ اور
مادہ کثافت فقط اتنا ہوتا تھا کہ جب الفاظ کاغذ پر آجاتے تھے تو دل صاف ہوجاتا تھا چنانچہ
تاریخ مذکور کے الفاظ دل کی صفائی کا حال ظاہر کرتے ہین ۔ ہمارا زمانہ ایسی مہذب اور شائستہ
لوگون سے آراستہ ہے کہ لفظ ہجو کو گالی سمجھتے ہین مگر دلون کا مالک اللہ ہے ۔

انکے شاگردون مین میر محمد باقر حزین ۔ بساون لعل بیدار ۔ خواجہ احسن اللہ خان بیان
انعام اللہ خان یقین مشہور ۔ صاحب دیوان ۔ اور اچھے شاعر ہوئے ۔ انکی غزلین تمام و
کمال شاملین سجو کچھہ سردست حاضر تھا ۔ درج کیا ۔

کبھی اب گل کے ہاتھون سے لٹا کر کاروان اپنا
نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن مین کچھہ نشان اپنا
یہہ حسرت رہگئی کیا کیا مزے سے زندگی کرتے
اگر ہوتا چمن اپنا گل اپنا باغبان اپنا
الم سے یہان تک روئین کہ آخر ہوگئین رسوا
ڈوبایا ہائے آنکھون نے مژہ کا خاندان اپنا
رقیبان کی نہ کچھہ تقصیر ثابت ہے نہ خوبان کی
مجھے ناحق ستاتا ہے یہہ عشق بدگمان اپنا
مرا جی جلتا ہے اُس بلبل بیکس کی غربت پر
کہ جن نے آسرے پر گل کے چھوڑا آشیان اپنا
جو تو نے کی سو دشمن بھی نہین دشمن سے کرتا ہے
غلط تھا جانتے ہے تجکو جو ہم مہربان اپنا
کوئی آزردہ کرتا ہے سجن اپنے کو ہے ظالم
کہ دولت خواہ اپنا مظہر اپنا جان جان اپنا

[illegible] حکیم صاحب بھی ایک خوش اعتقاد سنت جماعت تھے وہ کہتے ہیں کہ [illegible] مارا ۔ لوگ کہتے ہیں شہید [illegible]
[illegible] سودا کے حال [illegible]

گرچہ الطاف کے قابل یہہ دل زار نتھا
لیکن اس جور و جفا کا بھی سزاوار نتھا

لوگ کہتے ہین موا مظہر بیکس افسوس
کیا ہوا اُسکو وہ اتنا بھی تو بیمار نتھا

جوان مار گیا خوبان کے بدلے میرزا مظہر
بھلا تھا یا بُرا تھا۔ زور کچھ تھا خدا کا غم آیا

ہمنے کی ہے توبہ اور دہوم ہین مچاتی ہے بہار
ہائے بس چلتا نہین کیا مفت جاتی ہے بہار

لالہ و گل نے ہماری خاک پر ڈالا ہے شور
کیا قیامت ہے موؤن کو بھی ستاتی ہے بہار

شاخ گل ہلتی نہین یہہ بلبلون کو باغمین
ہاتھ اپنے کے اشارے سے بلاتی ہے بہار

یہہ دل کب عشق کے قابل رہا ہے
کہان اسکو دماغ و دل رہا ہے

خدا کے واسطے اسکو نہ ٹوکو
یہی ایک شہر مین قاتل رہا ہے

نہین آتا اسے تکیہ پہ آرام
یہہ سر پانو سے تیرے ہل رہا ہے

اگر ملئے تو خفت ہے وگر دوری قیامت ہے
غرض نازک دماغون کو محبت سخت آفت ہے

کوئی لیوے دل اپنے کی خبر یا دلبر اپنے کی
کسیکا یار جب عاشق کہین ہو کیا قیامت ہے

توفیق دے کہ شور ہے ایکدم تو چپ رہے
آخر مرا یہہ دل ہے الٰہی جرس نہین

غزلہائے تابان۔

نہین کوئی دوست اپنا یار اپنا مہربان اپنا
سناؤن کسکو غم اپنا الم اپنا بیان اپنا

بہت چاہا کہ آوے یار یا اسدلکو صبر آوے
نہ یار آیا نہ صبر آیا دیا جی مین ندان اپنا

قفس مین تڑپتے ہین یہہ عندلیبان سخت بے بس ہین
نہ گلشن دیکھہ سکتے ہین نہ یہہ اب آشیان اپنا

مجھے آتا ہے رونا ایسی تنہائی پہ اے تابان
نہ یار اپنا نہ دل اپنا نہ تن اپنا نہ جان اپنا۔

رہتا ہون خاک و خون مین سدا لوٹتا ہوا
میری عزیز دل کو الٰہی یہہ کیا ہوا

مین اپنے دلکو غنچۂ تصویر کی طرح
یارب کبھو خوشی سے نہ دیکھا کھلا ہوا

شعر ہم گرفتارونکو اب کیا کام ہے گلشن سے لیک
جی نکل جاتا ہے جب سنتے ہین آتی ہے بہار

ناصح عبث نصیحت بیہودہ تو نکر
ممکن نہین کہ چھوٹ سکے دل لگا ہوا

ہم بیکسی پہ اپنی نہ رووین تو کیا کرین
دل سا رفیق ہاے ہمارا جدا ہوا

جفا سے اپنی پشیمان نہ ہو ہوا سو ہوا
تری بلا سے مرے جی پہ جو ہوا سو ہوا

سبب جو میری شہادت کا یار سے پوچھا
کہا کہ اب تو اسے گاڑ دو ہوا سو ہوا

یہ درد عشق ہے میرا نہین علاج طبیب
ہزار کوئی دوائین کرو ہوا سو ہوا

بھلے برے کی ترے عشق مین اوڑا دی شرم
ہمارے حق مین کوئی کچھ کہو ہوا سو ہوا

نباہی خاک بھی تاباں کی تینے پر ظالم
وہ ایکدم ہی ترے روبرو ہوا سو ہوا

سن فصل گل خوشی ہو گلشن مین آشیان ہے
کیا بلبلون نے دیکھو دھومین مچائیان ہین

بیمار ہے زمین سے اٹھتی نہین عصا بن
نرگس کو تمنے شاید آنکھین دکھائیان ہین

آئینہ روبرو رکھ اور اپنی چھب دکھانا
کیا خود پسندیان ہین کیا خود نمائیان ہین

دیکھے سے آئینہ بھی حیران ہے ترا رو
چہرے کے بیچ تیرے کیا کیا صفائیان ہین

خورشید گر کہون مین تو جان ہے وہ پیلا
جو مہ کہون ترا رو اوس پر تو چھائیان ہین

جب پان کھا کے پیارا گلشن مین جا ہنسا ہے
بے اختیار کلیان تب کھل کھلائیان ہین

کہتے ہے ہم کسی سے تم بن نہین ملین گے
اب کسکے ساتھ پیارے وے دلربائیان ہین

عاشق سے گرم ملنا پھر بات بھی نہ کہنا
کیا بے مروتی ہے کیا بیوفائیان ہین

افسوس اے صنم تم ایسے ہوئے ہو ابتر
ملتے ہو غیر سے جا ہمسے روکھائیان ہین

قسمت مین دیکھین کیا ہے جیتے رہین کہ مر جائین
قاتل سے ہمنے یارو آنکھین لڑائیان ہین

اب مہربان ہوا ہے تاباں ترا ستمگر
آنکھین تری کسی نے شاید سکھائیان ہین

مرزا محمد رفیع سودا

سودا تخلص - مرزا محمد رفیع نام - شہر دہلی کو اُنکے کمال سے فخر ہے - باپ مرزا محمد شفیع مہرزایان کابل سے تھے - بزرگون کا پیشہ سپہ گری تھا - مرزا شفیع - بطریق تجارت وارد ہندوستان ہوئے - ہند کی خاک دامنگیر نے ایسے قدم پکڑے کہ یہین رہے - بعض کا قول ہے کہ باپ کی سوداگری سودا کے لئے وجہ تخلص ہوئی - لیکن بات یہہ ہے کہ ایشیا کے شاعر ہر ملک مین عشق کا دم بھرتے ہین اور سودا اور دیوانگی عشق کے ہمزاد ہین اسلئے وہ بھی ان لوگون کے لئے باعث فخر ہے چنانچہ اس لحاظ سے سودا تخلص کیا - اور سوداگری کی بدولت ایہام کی صنعت رنگ سخن مین آئی -

سودا ۱۱۲۵ھ ہجری مین پیدا ہوئے - دلی مین پرورش اور تربیت پائی - کابلی دروازہ کے علاقہ مین اُنکا گھر تھا - ایک بڑے پھاٹک مین نشست رہتی تھی - وہ دروازہ تباہی دہلی مین تباہ ہوا - شیخ ابراہیم ذوق علیہ الرحمۃ اکثر اُدھر ٹہلتے ہوئے جانکلتے تھے - یہین ہمکو سبق ہوتا تھا - مرزا کے وقت کے حالات اور مقالات کے ذکر کرکے قدرِ خدا کو یاد کیا کرتے تھے -

سودا بموجب رسم زمانہ کے اول سلیمان قلیخان وداد[25] کے - پھر شاہ حاتم کے شاگرد ہوئے - شاہ موصوف نے بھی اپنے دیوان کے دیباچہ مین جو شاگردون کی فہرست لکھی ہے اُسمین مرزا کا نام اسطرح لکھا ہے جس سے فخر کی خوشبو آتی ہے - خوشا نصیب اُس اُستاد کے جسکی گود مین ایسا شاگرد پلکر بڑا ہو - خان آرزو کے شاگرد نہ تھے مگر اُنکی

[25] مرزا محمد زمان عرف سلیمان قلیخان کے دادا اصفہان سے آئے تھے - یہہ دلی مین پیدا ہوئے نواب موسوی خان کے ساتھ اعزاز سے زندگی بسر کرتے تھے - ۳۰۰ سو روپیہ مہینا پاتے تھے اور شعر کہکر دلخوش کرتے - دیکھو مصحفی کا شعرای فارسی کا تذکرہ -

صحبت سے فایدے سبت حاصل کئے - چنانچہ پہلے فارسی شعر کہا کرتے تھے - خان آرزو نے کہا کہ مرزا - فارسی آپ تمہاری زبان مادری نہیں - اسمین آپ ایسے نہین ہو سکتے کہ تمہارا کلام اہل زبان کے مقابل مین قابل تعریف ہو - طبع موزون ہے - شعر سے مناسبت رکھتی ہے - تم اردو کہا کرو تو یکتائے زمانہ ہوگی - مرزا بھی سمجھ گئے اور دیرینہ سال اُستاد کی نصیحت پر عمل کیا - غرض طبیعت کی مناسبت اور مشق کی کثرت سے دلی جیسے شہر مین انکی اُستادی نے خاص وعام سے اقرار لیا کہ اُنکے سامنے ہی اُنکی غزلین گھر گھر اور کوچہ وبازار مین خاص وعام کی زبانون پر جاری تھین -

جب کلام کا شہرہ عالمگیر ہوا تو شاہ عالم بادشاہ اپنا کلام اصلاح کے لئے دینے لگے اور فرمائشین کرنے لگے - ایک دن کسی غزل کے لئے تقاضا کیا - اِنھون نے عذر بیان کیا حضور نے فرمایا - بھئی مرزا کئے غزلین روز کہہ لیتے ہو؟ مرزا نے کہا - پیر و مرشد جب طبیعت لگ جاتی ہے دو چار شعر کہہ لیتا ہون - حضور نے فرمایا - بھئی ہم تو پاخانہ مین بیٹھے بیٹھے چار غزلین کہہ لیتے ہین - ہاتھ باندھ کر عرض کی - حضور ویسی بو بھی آتی ہے یہہ کہکر چلے آئے - بادشاہ نے پھر کئی دفعہ بُلا بھیجا اور کہا کہ ہماری غزلین بناؤ ہم تمہین ملک الشعرا کر دینگے - یہہ نہ گئے اور کہا کہ حضور کی ملک الشعرائی سے کیا ہوتا ہے - کریگا تو میرا کلام ملک الشعرا کریگا - پھر ایک بڑا مخمس شہر آشوب لکھا ہے کہا مین آج سیوڑا کیون ہوڈانوان ڈول - بے درد ظاہر مین کہتے ہین کہ بادشاہ اور دربار بادشاہ کی ہجو کی ہے - غور سے دیکھو تو ملک کی دلسوزی نے اپنے وطن کا مرثیہ کہا ہے -

مرزا دل شکستہ ہوکر گھر مین بیٹھ رہے - قدردان موجود تھے - کچھ پروا نہوئی - انمین اکثر رؤسا و امرا خصوصاً مہربان خان اور بسنت خان خواجہ سرا تھے - چنانچہ وہی بسنت خان ہین جنکی تعریف مین قصیدہ کہا ہے -

کل حرص نام مختصے سودا پہ مہربان ہو	بولا النصیب تیرے سب دولت جہان ہو

حرص کی زبانی دنیا کی دولت اور نعمتونکا ذکر کرکے خود کہتے ہین کہ اے حرص!

جو کچہہ کہا ہے تونے یہہ مجکو سب مبارک	یہن آور میرے سر پر میرا لسفت خان ہو

ان لوگون کی بد دولت ایسی فارغ البالی سے گذرتی تہی کہ انکے کلام کا شہرہ جب نواب شجاع الدولہ نے لکہنو مین سنا تو کمال اشتیاق سے۔ برادر من مشفق مہربان من۔ لکہکر خط معہ خرچ سفر بہیجا اور طلب کیا۔ انہین دلیؔ کا چہوڑنا گوارا ہوا جواب مین فقط اس رباعی پر حسن معذرت کو ختم کیا۔

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک؟	آوارہ ازین کوچہ بآن کو کب تک؟
حاصل یہی اس سے نہ کہ دنیا ہووے؟	بالفرض ہوا یون بہی۔ تو پہر تو کب تک؟

کئی برس کے بعد وہ قدردان مرگئے زمانے بدل گئے۔ سودا بہت کہبرائے۔ اُس عہد مین ایسے تباہی زدون کے لئے دو ٹہکانے تہے۔ لکہنؤ یا حیدرآباد۔ لکہنؤ پاس تہا اور فیض و سخاوت کی گنگا بہہ رہی تہی۔ اسلئے جو دلیؔ سے نکلتا تہا اُدہر ہی رُخ کرتا تہا اور اِتنا کچہہ پاتا تہا کہ پہر دوسری طرف خیال نہ جاتا تہا۔ اُسوقت حاکم بلکہ وہان کے محکوم بہی جوہر کمال تہے۔ نکتہ کو کتاب کے مولون خریدتے تہے۔

غرض ۶۰ یا ۶۶ برسکی عمر مین دلی سے نکلکر چند روز فرخ آباد مین نواب بنگش کے پاس رہے۔ اُسکی تعریف مین بہی کئی قصیدے موجود ہین وہان سے ۱۱۸۵ھ مین لکہنؤ پہنچے۔ نواب شجاع الدولہ کی ملازمت حاصل کی۔ وہ بہت اعزاز سے ملے۔ اور انکی آنے پر کمال خورسندی ظاہر کی لیکن یا تو بے تکلفی سے یا طنز سے اتنا کہا کہ مرزا وہ رباعی تمہاری ابتک میرے دل پر نقش ہے اور اُسی کو مکرر پڑہا۔ انہین یہی حال پر بڑا رنج ہوا اور بپاس وضعداری پہر دربار نہ گئے۔ یہانتک کہ شجاع الدولہ مرگئے۔ اور آصف الدولہ

مسند نشین ہوئی۔

لکہنؤ مین مرزا فاخر مکین زبان فارسی کے مشہور شاعر تہی۔ اُنسے اور مرزا رفیع سی
بگڑ ہی۔ اور جہگڑے نے ایسا طول کہینچا کہ نواب آصف الدولہ کے دربار تک نوبت
پہونچی (عنقریب اسکا حال تفصیل بیان کیا جائیگا) انجام یہہ ہوا کہ علاوہ انعام واکرام کے
چہ ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ ہوگیا۔ اور نواب نہایت شفقت کی نظر فرمانے لگی
اکثر حرم سرا مین خاصہ پر بیٹھے ہوتے۔ اور مرزا کی اطلاع ہوتی فورًا باہر نکل آتے
تہی۔ شعر سُنکر خوش ہوتے اور انہین انعام سے خوش کرتی تہی۔

جب تک مرزا زندہ رہی نواب مغفرت مآب اور اہل لکہنؤ کی قدردانی سے ہر طرح
فارغ البال رہی تقریبًا ۹۷ برس کی عمر مین ۱۱۹۵ھ مین دنیا سے انتقال کیا۔ شاہ
حاتم زندہ تہی۔ سُنکر بہت روئی اور کہا کہ افسوس ہمارا پہلوان سخن مرگیا۔

حکیم قدرۃ اللہ خان قاسم فرماتے ہین کہ اواخر عمر مین مرزا نے دلی چھوڑی۔ تذکرۂ
دلکشا مین ہی کہ ۷۶ برس کی عمر مین گئی۔ تعجب ہی کہ مجموعۂ سخن جو لکہنؤ مین لکہا گیا
اُسمین ہی کہ مرزا عالم شباب مین وارد لکہنؤ ہوئی۔ غرض چونکہ شجاع الدولہ ۱۱۸۸ھ
مین فوت ہو چکی۔ تو مرزا نے کم وبیش ۷۰ برس کی عمر پائی۔

انکے بعد کمال ہی خاندان سے نیست ونابود ہوگیا۔ راقم آثم ۱۲۵۸ھ مین لکہنؤ گیا
بڑی تلاش کے بعد ایک شخص ملے کہ انکے نواسے کہلاتے تہے۔ بیچارے پڑہے لکہے بہی
تہی۔ اور نہایت آشفتہ حال تہی سچ ہے۔ ع میراث پدر خواہی علم پدر آموز۔

کاندرین راہ فلان ابن فلان چیزی نیست	بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی

انکا کلیات ہر جگہ ملسکتا ہے اور قدرومنزلت کی آنکہونسے دیکہا جاتا ہے۔
حکیم سید اصلح الدین خان نے ترتیب دیا تہا اور اسپر دیباچہ بہی لکہا تہا تہوڑی دیر کے لئے

ثہ قمر الدین نے تاریخ کہی ۔۔ بولے منصف دور کر یہ فساد ۔ شاعران ہند کا سردار گیا ۱۱۹۵ مصنف نے کہا

پُرانے محاوروں سے قطع نظر کرکے دیکھیں تو سرتاپا نظم اور انشاء اُردو کا دستور العمل ہے - اول قصاید اُردو بزرگان دین کی مدح میں اور اہل دول کی تعریف میں ہیں - اسیطرح چند قصاید فارسی - ۲۴ مثنویاں ہیں - بہت سی حکایتیں اور لطائف منظوم ہیں - ایک مختصر دیوان فارسی کا تمام و کمال - دیوان ریختہ جسمیں بہت سی لاجواب غزلیں - اور مطلع - رباعیاں - مستزاد - قطعات - تاریخیں پہیلیاں - واسوخت - ترجیع بند - مخمس - سب کچھہ کہا ہے - اور ہر قسم کے نظم نثر ہجوین ہیں - کہ جو انکے مخالفوں کے دل و جگر کو کبھی خون اور کبھی کباب کرتی ہیں ایک تذکرہ شعراے اُردو کا ہے اور وہ نایاب ہے -

راے قصایا

غزلیں اردو میں پہلے سے یہی لوگ کہہ رہے تھے مگر دوسری طبقہ تک اگر شعرا نے کچھہ مدح میں کہا ہے تو ایسا ہے کہ اُسے قصیدہ نہیں کہہ سکتے - پس اول قصاید کا کہنا اور پھر اِس دھوم دھام سے اعلے درجہ فصاحت و بلاغت پر پہنچانا انکا پہلا فخر ہے - وہ اس میدان میں فارسی کے نامی شہسواروں کے ساتھہ عنان درعنان ہی نہیں گئے - بلکہ اکثر میدانوں میں آگے نکل گئے ہیں - انکی کلام کا زور شور انوری اور خاقانی کو دباتا ہے - اور نزاکت مضمون میں عرفی و ظہوری کو شرماتا ہے -

راے مثنویان

مثنویاں ۲۴ ہیں اور اکثر حکایتیں و لطائف وغیرہ ہیں وہ سب نظم اور فصاحت کلام کے اعتبار سے انکا جوہر طبعی ظاہر کرتے ہیں - مگر عاشقانہ مثنویاں اُنکے مرتبہ کے لایق نہیں میر حسن مرحوم تو کیا - میر صاحب کے - شعلہ عشق - اور دریاے عشق کو بھی نہیں پہنچیں -

دیوان فارسی

فارسی کے مختصر دیوان میں سب دیفیں پوری ہیں - زور طبع اور اصول شاعرانہ سب قایم ہیں صایب کا انداز ہے مگر تجربہ کار جانتے ہیں کہ ایک زبان کی مشق اور مزاولت دوسری زبان کے اعلے درجہ کمال پر پہنچنے میں سنگ راہ ہوتی ہے - چنانچہ

شیخ مصحفی نے اپنے تذکرہ مین لکہا ہے - "آخر آخر خیالِ شعرِ فارسی ہم پیدا کرد مگر از فہم و عقلش این امر بعید بود کہ کرد - غرض غزلہاے فارسی خود نیز کہ در لکہنؤ گفتہ بقید ردیف ترتیب دادہ داخل دیوان ریختہ نمودہ - و این ایجادِ اوست"

دیوان ریختہ (وقت کی زبان سے قطع نظر کرکے) باعتبار جوہر کلام کے سرتاپا معرکہ ہے - بہت سی غزلین چہپے ورد لپسند بحرون مین ہین کہ اُسوقت تک اُردو مین نہین آئی ہتین - زمینین سنگلاخ ہین - اور ردیف قافئے بہت مشکل - مگر جس پہلو سے اُنہین جمادیا ہے - آیسے جمے ہین کہ دوسرے پہلو سے کوئی ہٹہائے تو معلوم ہو -

گرمی کلام کے ساتہ ظرافت جو اُنکے زبان سے ٹپکتی ہے اُس سے صاف ظاہر ہے کہ بڑہاپے تک شوخی طفلانہ انکے مزاج مین اُمنگ دکہاتی ہتی - مگر ہجوؤنکا مجموعہ جو کلیات مین ہے اُسکا ورق ورق جلنے والون کے لئے زعفران زارِ کشمیر کی کیاریان ہین - اُسکے معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت کی شگفتگی اور زندہ دلی کسیطرح انکے فکر و تردد کو پاس آنے دیتی تہی - گرمی اور مزاج کی تیزی بجلی کا حکم رکہتی تہی - اور اس شدت کی ساتہ کہ نہ کوئی انعام اُسے بجہا سکتا تہا نہ کوئی خطر اُسے دبا سکتا تہا - نتیجہ اسکا یہہ تہا کہ ذراسی ناراضی مین بے اختیار ہوجاتے تہے - کچہہ اَور بس نہ چلتا تہا - جہٹ ایک ہجو کا طومار تیار کردیتے تہے -

غنچہ نام انکا غلام تہا - ہر وقت خدمت مین حاضر رہتا تہا اور ساتہہ قلمدان لئے پہرتا تہا - جب کسی سے بگڑتی تو فوراً پکارتے - ارے غنچہ لا تو قلمدان - ذرا مین اسکی خبر تو لون - یہہ مجہے سمجہا کیا ہے - پہر شرم کی آنکہین بند - اور بیحیائی کا منہہ کہولکر وہ وہ بے نقط سناتے تہے کہ شیطان بہی امان مانگے -

عربی فارسی دو ذخیرہ وار اُردو کے ہین - ان کے خزانون مین ہجوون کے

تہیلے بہرے ہین مگر اسوقت تک اُردو کے شاعر صرف ایک دو شعرون مین دل

کا غبار نکال لیتے تہے - یہ طرز خاص کہ جس سے ہجو ایک موٹا ٹہنا اِس باغ شاعری

کا ہوگئی - انہی کی جو بیان ہین - عالم جاہل - فقیر - امیر - نیک - بد - کسی کی

ڈاڑہی ان کے ہاتہ سے نہین بچی - اس طرح پیچہے پڑتے تہے کہ انسان جان

سے بیزار ہوجاتا تہا - مگر **میر ضاحک**[1] **- فدوی - مکین - بقا**[2] -

وغیرہ اہلِ کمال نے بہی چہوڑا نہین - انکا کیا انہین کے دامن مین ڈالا ہے -

البتہ حسن قبول اور شہرت عام ایک نعمت ہے کہ وہ کسی کے اختیار مین نہین

انہین خدا نے دی - وہ محروم رہے - مرزا نے جو کچہہ کہا بچے بچے کے زبان پر

ہے انہون نے جو کہا وہ ڈہونڈہنے سے بہی نہین ملتا - انہین مین سے ایک

---

[1] میر ضاحک کا حال دیکہو صفحہ ۱۲۵ - فدوی ۵۸ - مکین ۱۶۸ - ۱۷۲ - شاہ ہدایت شعر لطیفہ سوا دیکہو ۱۷۴ -

[2] بقا تخلص بقاء اللہ خان نام - اکبرآباد وطن تہا - دلّی مین پیدا ہوئے تہے - لکہنؤ مین جا رہے

حافظ لطف اللہ خوشنویس کے بیٹے تہے - اور مرزا اور میر صاحب کے معاصر تہے - شاہ حاتم

سے ریختہ کی اصلاح لی تہی - اور فارسی مین مرزا فاخر کے شاگرد تہے - طبیعت فن شعر کے لئے

نہایت مناسب تہی - اُردو زبان صاف - ایک مطلع انکا اہل سخن کے جلسون مین ضرب المثل

چلا آتا ہے لاجواب ہے - دیکہو صفحہ ۲۹۷ میر اور سودا - دونو کو خاطر مین نہ لاتے تہے - چنانچہ ایک جگہ

فرماتے ہین -

میر و مرزا کی شعر خوانی نے	بس کہ عالم مین دہوم ڈالی تہی
کہول دیوان دونو صاحب کے	ای بقا ہم نے جب زیارت کی
کچہہ نہ پایا سوائے اسکے سخن	ایک تو تو کہی ہے ایک ہی ہی

بقا کا باقی حال دیکہو صفحہ ۱۶۱ و ۲۲۷ و ۲۹۷

شہرت ہے کہ فدوی[1] کی طبع موزون سے مرزا صاحب کی شان مین واقع ہوا ہے۔

پہنچ کٹ گئی پر بیٹھی کچھ کٹ گیا ہے ڈورا	دُم داب سامنے سے وہ اُڑ چلا لٹورا

ع بہڑوا ہے مسخرا ہے سودا ہے ہوا ہے۔

مرزا نے جو **راجہ نرپت سنگھ** کے ہاتھی کی ہجو مین مثنوی کہی ہے اسکو جواب مین بھی کسی شخص نے مثنوی لکھی ہے۔ اور خوب لکھی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہین۔

نرا ہے فیل معنی کو نکالو	مرے ہاتھی سر و ٹکر لڑا لو

سید انشا نے لکھا ہے کہ دو ٹکرین۔ چاہئے۔ مگر یہ سید صاحب کی سینہ زوری ہے۔

ہجوؤن مین ایک **ساقی نامہ** ہے۔ جسمین **فوقی** شاعر کی ہجو ہے۔ اصل مین

---

[1] فدوی اصل مین ہندو تہے مکند رام نام تہا۔ مسلمان ہو گئے تہے۔ پنجاب وطن تہا۔ علم کم مگر طبیعت مناسب تہی۔ شعر اردو کہتے تہے۔ صابر علی شاہ کے شاگرد تہے۔ اور فقیرانہ وضع سے زندگی بسر کرتے تہے۔ مشاعرہ مین جاتے تو کبھی بیٹھتے۔ کبھی کہڑے ہی کہڑے غزل پڑہتے اور چلے جاتے تہے جب انہون نے احمد شاہ کی تعریف مین قصیدہ کہا تو بادشاہ نے ہزار روپیہ نقد اور گہوڑا اور تلوار انعام دی۔ انکا بہی دماغ بلند ہوا اور دوسرے ملک الشعرائی کا کرنے لگے۔ کچھ مرزا پر اعتراض کئے اسیر مرزا نے الو کی اور بئے کی ہجو کہی انجام کو طرفین کی ہجوین حد سے گذر گئین۔ فدوی نواب ضابطہ خان کے ہان نوکر ہو گئے تہے۔ اور آخر کو انہین بہی لکہنؤ جانا پڑا۔ انکا دیوان نہایت دلچسپ ہے۔ اور ہر غزل کا خاتمہ پیغمبر صاحب کی نعت یا کسی اور امام کی مدح پر کرتے ہین۔ زلیخا کا ترجمہ بہی نواب صاحب موصوف کی فرمایش سے نظم کیا ہے۔ گلزار ابراہیمی مین لکہا ہے کہ یہ ایک خود غلط آدمی تہا۔ مرزا کے مقابلے کے لئے فرخ آباد مین آیا اور ذلت اٹہا کر گیا۔

قیام الدین قائم[1] کی بھی یہی تہا ۔ [illegible] سے مرزا سے صحبت [illegible]
جب یہ ساقی نامہ لکہا گیا تو کسی نے آ کر سنایا ۔ مرزا [illegible]
ڈالا ۔ اور قوتی ایک قرنفی مخمس کا نام ڈالدیا ۔

مرثیہ اور سلام

مرثیے اور سلام بھی بہت کہے ہیں ۔ اُس زمانہ میں مسدس کا رواج کم تہا ۔ اکثر مرثیے چومصرع ہیں ۔ مگر مرثیہ گوئی کی اُس ترقی کو دیکہکر اُنکا ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہے ۔ شاید اُنہیں مرثیون کو دیکہکر اگلے وقتون میں مثل مشہور ہوئی ہی کہ ۔ بگڑا شاعر مرثیہ گو ۔ اور بگڑا گویا مرثیہ خوان ۔ حق یہ ہے کہ مرثیہ کا شاعر گویا ایک مصیبت زدہ ہوتا ہے کہ اپنا دکہڑا رو رہا ہے ۔ جب کسیکا کوئی مرجاتا ہے تو غم و اندوہ کے عالم میں جو بیچارہ کی زبان سے نکلتا ہے وہ کہتا ہے ۔ اُسپر کون بیدرد ہے جو اعتراض کرے ۔ وہان صحت و غلطی اور صنائع و بدائع کا کیا ڈہونڈہنا ۔ یہ لوگ فقط اعتقاد دینی کو مدنظر رکہکر مرثیے سلام کہتے تہے ۔ اسلئے فن شعری کا لحاظ کم کرتے تہے ۔ اور کوئی اُسپر گرفت بہی نہ کرتا تہا ۔ پہر بہی مرزا کی تیغ زبان جب اپنی اصالت دکہاتی ہے تو لوہے کی چنگاریان اڑ جاتی ہے ۔ ایک مطلع ہے ۔

نہین ہلال فلک پر صبح محرم کا	چڑہا ہے چرخ پہ تیغا سپہر ستم کا

ایک اور مرثیہ کا مطلع ہے ۔

یارو سنو تو خالق اکبر کے واسطے	انصاف سے جواب دو حیدر کے واسطے
وہ بوسہ گہ بنی تہی پیمبر کے واسطے	یا ظالمون نے برش خنجر کے واسطے

[1] یہ صاحب کمال چاندپور کے رہنے والے تہے ۔ مگر فقط شعریت کا فن جانتے تہے ۔ انکا دیوان ہرگز میر و مرزا کے دیوان سے نیچے نہین رکہہ سکتے مگر کیا کیجیے کہ قبول عام اور کچہ شے ہے ۔ شہرت زبانی پہلے شاہ ہدایت کے شاگرد ہوئے ۔ اُنسے ایسی بگڑی کہ ہجو کہی ۔ عجیب یہ ہے کہ شاہ موصوف باوجودیکہ حد سے زیادہ خاکساری طبیعت مین رکہتے تہے ۔ مگر انہون نے بہی ایک قطعہ انکے حق مین کہا ۔ پہر خواجہ میر درد کے شاگرد ہوئے ۔ انکے حق مین بہی کہہ سنکر الگ ہوئے ۔ پہر مرزا کی خدمت مین آئے ۔ اور [illegible]
مرزا تو مرتا ہے [illegible] انہون نے سید نا کہا ۔

باوجود عیوب مذکورۂ بالا کے جہان کوئی حالت اور زور پیدا دکھاتے ہین۔ پتھر
دل ہو تو پانی ہوتا ہے۔ اور وہ ضرور آجکل کے مرثیہ گویون کو دیکھنی چاہئے
یہہ لوگ اپنے زور کمال مین آکر اس کوچے سے نکل گئے ہین۔[٢٥]
واسوخت۔ مخمس۔ ترجیع بند۔ مستزاد۔ قطعہ۔ رباعیان۔ پہیلیان وغیرہ اپنی اپنی
طرز مین لاجواب ہین۔ خصوصاً تاریخین بے کم وکاست ایسی برمحل و چسپاں واقع ہوئی
ہین کہ انکی عدم شہرت کا تعجب ہے۔ غرض جو کچھہ کہا ہے اُسے اعلیٰ درجۂ کمال پر پہنچا یا ہے
مرزا کی زبان کا حال نظم مین تو سبکو معلوم ہے کہ کبھی دودھ ہے کبھی شربت۔ مگر نثر مین
بڑی مشکل ہوتی ہے۔ فقط مصری کی ڈلیان چبانی پڑتی ہین۔ اور صاف معلوم ہوتا ہے
کہ نثر اُردو ابھی بچہ ہے۔ زبان نہین کھلی۔ چنانچہ شعلۂ عشق کی عبارت سے واضح ہے
کہ اُردو ہے مگر مرزا بیدل کی نثر فارسی معلوم ہوتی ہے۔ کتاب مذکور اسوقت موجود نہین
لیکن ایک دیباچہ مین اونہون نے تھوڑی سی نثر بھی لکھی ہے اُس سے انشائے مذکور کا
انداز معلوم ہو سکتا ہے۔ دیکھو صفحہ ٢٢
کل اہل سخن کا اتفاق ہے کہ مرزا اس فن مین استاد مسلّم الثبوت تھے۔ وہ ایسی طبیعت لیکر
آئے تھے جو شعر اور فقط انشا ہی کے واسطے پیدا ہوئی تھی۔ میر صاحب نے بھی انہین پورا شاعر مانا ہے
انکا کلام کہتا ہے کہ دل کا کنول ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ اسپر سب رنگو نہین ہمہ رنگ
اور ہر رنگ مین اپنی ترنگ۔ جب دیکھو طبیعت شگفتہ رش سے بھری اور جوش و خروش سے
لبریز۔ نظم کی ہر فرع مین طبع آزمائی کی ہے اور کہین رکے نہین۔ چند صفتین خاص ہین
جنسے کلام انکا جملہ شعرا سے ممتاز معلوم ہوتا ہے۔ اول یہہ کہ زبان پر حاکمانہ قدرت
رکھتے ہین۔ کلام کا زور مضمون کی نزاکت سے ایسا دست و گریبان ہے جیسے آگ کے
شعلہ مین گرمی اور روشنی۔ بندش کی چستی اور ترکیب کی درستی سے لفظون کو

[٢٥] لطف یہہ ہے کہ اُس زمانہ کے لوگ سودا کے مرثیونکو کہتے تھے کہ یہ مرثیت نہین۔ شاعری
ہے۔ اور وہ اعتراض اُنکی بے انصافی سے نالان ہین۔ [٣٥] دیکھو صفحہ ٢٢٢

اس دروبست کے ساتھہ پہلو بہ پہلو جڑتے ہین گویا ولایتی طپنچہ کی چا بنین جڑ ہی ہوئی ہین - اور یہہ خاص اُنکا حصہ ہے - چنانچہ جب اِنکے شعر مین سے کچھہ بھول جائین تو جب تک وہی لفظ وہان نہ کہے جائین - شعر مزا ہی نہین دیتا - خیالات نازک اور مضامین تازہ باندہتے ہین مگر اُس باریک نقاشی پر اُنکی فصاحت آئینہ کا کام دیتی ہے - تشبیہ اور استعارے اِنکے ہان ہین - مگر اسی قدر کہ جتنا کہانے مین نمک - یا گلاب کے پہول پر رنگ رنگینی کے پردہ مین مطلب اصلی کو گم نہین ہونے دیتے -

انکی طبیعت ایک ڈہنگ کی پابند نہ تہی - نئے نئے خیال اور چٹخٹے قافیے جس پہلو پر جمتے دیکہتے تہے جما دیتے تہے - اور وہی اُنکا پہلو ہوتا تہا کہ خواہ مخواہ سُننے والون کو بہلے معلوم ہوتے تہے - یا زبان کی خوبی تہی کہ جو بات اُس سے نکلتی تہی اُسکا انداز نیا اور اچہا معلوم ہوتا تہا - انکے ہمعصر استاد خود اقرار کرتے تہے کہ جو باتین ہم کاوش اور تلاش سے پیدا کرتے ہین وہ اس شخص کو بیتی پاُفتادہ ہین -

جن اشخاص نے زبان اردو کو پاک صاف کیا ہے مرزا کا اُنمین پہلا نمبر ہے - انہون نے فارسی محاورون کو بہاشا مین کہپا کر ایسا ایک کیا ہے جیسے علم کیمیا کا ماہر ایک مادّہ کو دوسرے مادّہ مین جذب کر دیتا ہے - اور تیسرا مادہ پیدا کر دیتا ہے کہ کسی تیزاب سے اُسکا جوڑ کہل نہین سکتا - اُنہون نے ہندی زبان کو فارسی محاورون اور استعارون سے نہایت زور بخشا - اکثر اُنہین سے رواج پاگئے اکثر آگے نہ چلے[۱] -

اِنہی کا زور طبع تہا جسکی نزاکت سے دو زبانین ترکیب پاکر تیسری زبان پیدا ہوگئی اور اُسے ایسی قبولیت عام حاصل ہوئی کہ آیندہ کے لیئے وہی ہندستان کی زبان ٹہری جسنے حکام کے درباروں اور علوم کے خزانون پر قبضہ کیا - اسی کی بدولت ہماری زبان فصاحت اور انشا پردازی کا تمغا لیکر شایستہ زبانون کے دربار مین

[۱] دیکہو صفحہ ۱۴۶ - ۱۴۷

عزت کی کرسی پا ئیگی اہلِ ہند کو ہمیشہ اہلِ عظمت کے سامنے ادب اور عمیودی کا سر جہکانا چاہئے - ایسی طبیعتین کہان پیدا ہوتی ہین کہ پسند عام کے نبض شناس ہون اور وہی باتین نکالین جن پر قبولِ عام رجوع کرکے سالہا سال کے لئے رواج کا قبالہ لکھدے -

ہا ہر زبان کے اہلِ کمال کی عادت ہے کہ غیر زبان کے بعض الفاظ مین اپنے محاورہ کا کچہہ کچہہ تصرف کرلیتے ہین - اسمین کسی موقع پر قادر الکلامی کا زور دکہانا ہوتا ہے کسی موقع پر محاورۂ عام کی پابندی سطوت دیتی ہے - یچیز کہدیتا ہے کہ غلطی کی پیروی بہی کہین کہین ایسے تصرف کئے ہین چنانچہ ایک جگہ کہتے ہین -

ع - جیسے کہتا ہے کوئی ہو ترا صفا صفا - ایک غزل مین کہتے ہین -

لب و لہجہ ترا سا ہیگا کب خوبان عالم مین
بہ غلط العام ہے جگہین کہ سب مصری کی ہین ڈلیان

کل تو مست اس کیفیت سے تہا کہ آتے دیر سے
پہر نظر جو مدرسہ دیکہا سو وہ میخانہ تہا

ساق سیمین کو ترے دیکہکے گوری گوری
شمع مجلس مین ہوئی جاتی ہے تہوری تہوری

اپنے کعبہ کی بزرگی شیخ جو چاہے سو کر
از روئے تاریخ تو بیش از صنم خانہ نہیں

فارسی محاورہ کو بہی دیکہنا چاہئے کہ کس خوبصورتی سے بدل لئے ہین - اور دیکہو صفحہ

ہے مجہے فیض سخن اُسکی ہی مداحی کا
ذات پر جسکی مبرہن کنہ عزّ و جل

بہت ہر ایک سے ٹکرا کے چلے تہا کالا
ہو گیا دیکہہ کے وہ زلفِ سیاہ نام سفید

خیال اُن نا نکہڑ یونکا جہوڑ مت مرکے بعد بہی
دلا آیا جو تو اس میکدہ مین جام لیتا جا

سو دا تجہے کہتا ہون خوبان سے مل اتنا
ترا بہا عزیب ناچز دل نہ دیجئے والا

عاشق بہی نامراد ہین پر اسقدر کہ ہم
دل کو گنوا کے بیٹہہ رہے صبر کرکے ہم

یہان ردیف مین تصرف کیا ہے کہ سے حذف ہو گئی ہے - اسیطرح عاجز ہین ع

ص اس غزل کا مطلع دیکہو صفحہ ۲۰۲

حکیم کی ہجو مین کہتے ہین۔

لکہدیا مجنون کو شیر شتر	کہدیا مستسقی ہے جلفندر

ایک کہانی مین لکھتے ہین۔

قضا کاروہ والئ نامدار	ہوا دردِ قولنج سے بیقرار

مرزا اکثر ہندی کے مضمون اور الفاظ نہایت لطیف طور پر تضمین کرکے زبان ہند کی اصلیت کا حق ادا کرتے تہے۔ اس لطف مین یہہ۔ اور سید انشا شامل ہین۔ چنانچہ یہہ فرماتے ہین

ترکش الینڈ سینہ عالم کا چہان مارا	مژگان نے تیرے پیارے ارجن کا بان مارا
صحبت کیے کرون بیچ بل کی مین تعریف کیا یارو	ستم پربت ہو تو اسکو اٹھا لیتا ہی جون رائے
نہین ہی گہر کوئی ایسا جہان اسکو نہ دیکہا ہو	کنہیا سے نہین کچہہ کم صنم میرا وہ ہرجائی
ساون کبے بادلون کی طرح سے بہرے ہوئے	یہہ وہ نین ہین جنسے کہ جنگل ہرے ہوئے
بوندی کے جدہر روان ہیے وہ ڈہرتے ہین گر	لڑکے مجہہ آنسوؤن کبے غضب منکرے ہوئے
اہی دل یہہ کس سے بگڑی کہ آتی ہی فوج اشک[۲۵]	لختِ جگر کی لاش کو آگے دہرے ہوئے

مرزا خود الفاظ تراشتے تہے اور اس خوبصورتی سے تراشتے تہے کہ مقبول خاص و عام ہوتے تہے۔ آصف الدولہ مرحوم کی تعریف مین ایک قصیدہ کہا ہی چند شعر اسکے لکہتا ہون مضامین ہندی کے ساتہہ الفاظ کی خوبصورت تراش کا لطف دیکہو۔

تیرے سایہ تلے ہے تو وہ ہنت	لیٹہ کر جاے دیو دود سے لڑنت
نام سُن بیل کو وہ پیکر کے	ہر جلین جوے شیر ہوکر دنت
سحرِ صولت کے سامنے تیرے	سامری بہول جای اپنی پڑھنت

۲۵ ہندوستان کا قدیم دستور ہی کہ جب سپہ سالار لڑائی مین مارا جاتا تہا تو اسکی لاش کو آگے لیکر تمام فوج کے ساتہہ دہاوا کردیتے تہے۔ سرہند پر جب درانی سے فوج شاہی کی لڑائی ہوئی اور نواب قمرالدین خان مارے گئے تو میر منو انکے بیٹے نے یہی کیا اور فتحیاب ہوا۔

مبندم

تراشنا

تیری ہیبت سے نہ فلک کے تلے	کانپتی ہے زمین بیچ گرٹنت
بجلی کی طرح بل نکل جاوے	تیرے آگے جو تو کرے اکڑنت
دیکھ میدان میں تجکو روز نبرد	منہ پہ رادن کے پہول جا بسنت
تگتک پا اگر سُنے تیرے	داب کر دُم کہسک چلے ہنوت
آوے بالفرض سامنے تیرے	روز ہیجا کے سُورما ساونت
تن کا اُنکے زرہ میں ہیوں حال	مرغ کی دام میں جون پہڑکنت

اسیطرح باقی اشعار ہیں۔ مرغ کی پہڑکنت۔ جلکر بہسمنت۔ تیر کی کمان سے سرکنت۔ زمین میں کہدنت۔ گہوڑے کی کڑکنت اور ڈپٹنت۔ چو دنت (مقابل) دکہنت (ڈرکر دبکنا) روباہ شیر کو سمجہتی ہے کیا پشمنت۔ بچنت (بے نمک)۔ روپیون کی کہہرنت۔ تارون کی جہنکنت۔ لپٹنت (لپٹنا) پڑہنت (پڑہنا) گہٹنت (گہٹنا) عام شعراے ہند و ایران کی طرح سب تصنیفات ایک کلیات میں ہیں اسلیے نہیں کہہ سکتے کہ کونسا کلام کسوقت کا ہے اور طبیعت نے وقت بوقت کسطرف میل کیا ہے خصوصًا یہہ کہ زبان میں کب کب کیا کیا اصلاح کی ہے۔ یہہ اتفاقی موقع میر صاحب کو[٢٢] ہاتہہ آیا۔ کہ چہہ دیوان الگ الگ لکہہ گئے۔ متقدمین اور متاخرین کے کلاموں کے مقابلہ کرنے والے کہتے ہیں کہ انکے دفتر تصنیفات میں ردی بہی ہے۔ اور وہ بہت ہے۔ چنانچہ جس طرح میر صاحب کے کلام میں بہتر نشتر بتاتے ہیں۔ انکے زبردست کلام میں بہی بہتر خنجر تیار کرتے ہیں۔ اس راے میں مجہے بہی شامل ہونا پڑتا ہے کہ۔ جیتک جو کلام آجکی طرز کے موافق ہے وہ ایسے مرتبہ عالی پر ہے جہان ہماری تعریف کی پرواز نہیں پہنچ سکتی۔ اور ردی کی یہ توجیہ ہے کہ جن اشعار کو پُرانے محاوروں کے جرم میں ردی کرتے ہیں آجکے ہزار محاورے اُنپر قربان ہیں۔ سن لیجیے[٢٣]

[٢٢] مصحفی کے آٹہہ دیوانوں سے بہی یہہ فایدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ [٢٣] دیکہو صفحہ ۱۳۵

گر کیجیے انصاف تو کی زور وفا میں	خط آتے ہی سب ٹل گئے اب آپ ہین ما مین
تم جنکی ثنا کرتے ہو کیا بات ہے انکی!	لیکن ٹک ادہر دیکہیو ہی یا رہپلائین!
کیفیت چشم اُسکی مجہے یاد ہے سودا!	ساغر کو میرے ہاتھ سے لیجیو کہ چلا مین

استاد مرحوم کہا کرتے تہے کہ جب سودا کے سامنے کوئی یہ شعر پڑہ دیتا تہا یا اپنی ہی زبان پر آجاتا تہا تو وجد کیا کرتے تہے - اور مزے لیتے تہے - اِسی انداز کا ایک شعر نظیری کا یاد آگیا اگرچہ فارسی ہے مگر جی نہین چاہتا کہ دوستونکو لطف سے محروم رکہون -

بوئے یار من ازین سست وفا می آید	گلم از دست بگیرید کہ از کار شدم

حسن معذرت

بہار سخن کے گلچینو! وہ ایک زمانہ تہا کہ ہندی بہاشا کی زمین جہان دُہرونکا سبزہ خود رو اُگا ہوا تہا وہان نظم فارسی کی تخم ریزی ہوئی تہی - اُسوقت فارسی کی بحر مین شعر کہنا اور اُدہر کے محاورات کو اِدہر لینا - اور فارسی مضامین کو ہندی لباس پہنانا ہی بڑا کمال تہا - اس صاحب ایجاد نے اپنے زور طبع - اور قوت زبان سے صنعتون اور فارسی کی ترکیبون اور اچہوتے مضمونون کو اُسمین ترتیب دیا اور وہ خوبی پیدا کی کہ ایہام اور تجنیس وغیرہ صنایع لفظی جو ہندی دُہرونکی بنیاد تہی اُسے لوگ بہول گئے - ایسے زمانہ کے کلام مین رطب و یابس ہو تو تعجب کیا - ہم اس الزام کا بُرا نہین مانتے -

اُسوقت زمین سخن مین ایک ہی آفت تو نہ تہی - اِدہر تو مشکلات مذکورہ - اُدہر اپنے لفظون کا ایک جنگل - جسکا کاٹنا کٹہن - بس کچہ اشخاص آئے کہ چند کیاریان تراش کر تخم ریزی کر گئے - اُنکے بعد والون نے جنگل کو کاٹا - درختون کو چہانٹا چمنبندی کو پہیلایا - جو اُنکے پیچہے آئے اُنہون نے روش - خیابان - دار بست - گلکاری - نہال - گلبن سے باغ سجایا - غرض عہد بعہد اصلاحین ہوتی رہین -

اور آیندہ ہوتی رہیگی۔ جس زبان کو آج ہم تکمیل جاودانی کا ہار پہنا ہے خوش بیٹھے ہین کیا یہہ ہمیشہ ایسی ہی رہیگی؟ کبھی نہین ہم گذشتہ سے اپنی زبان کا فخر کر سکتے ہین۔ کیا دورِ گذشتہ کا سماں بہول گئے۔ ذرا پیچہے دیکہو تو اُن بزرگانِ متقدمین کا مجمع نظر آئیگا کہ محمد شاہی دربار کی کہڑکی دار پگڑیان باندہے ہین۔ پچاس پچاس گز کہیرے جامے پہنے بیٹھے ہین۔ وہان اپنے کلام لیکر آؤ۔ جس زبان کو تم نئی تراش اور ایجاد و اختراع کا خلعت پہناتے ہو کیا وہ اِسے تسلیم کرینگے؟ نہین ہرگز نہین۔ ہماری صنع کو سفلہ اور گفتگو کو چہچورا سمجہکر منہہ پہیر لینگے۔ پہر ذرا سامنے دور بین لگاؤ۔ دیکہو اُن تعلیم یافتہ لوگ کا لین ڈوری آچکا ہے جو آئیگا اور ہمپر ہنستا چلا جائیگا۔

یہہ چمن یون ہی رہیگا اور ہزارون جانور		اپنی اپنی بولیان سب بولکر اوڑ جاینگے

مرزا قتیل چار شربت مین فرماتے ہین۔ "مرزا محمد رفیع سودا در ریختہ پایہ ملا ظہوری دارد و غیر از ینکہ زبان ہر دو باہم تخالف دارد فرقے نتوانکرد"۔ مرزا قتیل مرحوم صاحب کمال شخص تہے۔ مجہہ بیکمال نے اُنکی تصنیفات سے بہت فایدے حاصل کئے ہین مگر ظہوری کی کیا غزلین کیا قصاید دونو استعارون اور تشبیہون کے ہیندون سے اُلجہا ہوا ریشم ہین۔ سودا کی مشابہت ہے تو انوری سے ہے کہ محاورہ اور زبان کا حاکم اور قصیدہ اور ہجو کا بادشاہ ہے۔

یہہ بات بہی لکہنے کے قابل ہے کہ تصوّف جو ایشیا کی شاعری کی مرغوب نعمت ہے اُسمین مرزا پہیکے ہین وہ حصّہ خواجہ میر درد کا ہے۔

کہتے ہین کہ مرزا قصیدے کے بادشاہ ہین۔ مگر غزل مین میر تقی کے برابر سوز و گداز نہین یہہ بات کچہہ اصلیت رکہتی ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے سامنے بہی اس بات کے چرچے تہے چنانچہ خود کہتے ہین۔

لوگ کہتے ہین کہ سودا کا قصیدہ ہے خوب — اُنکی خدمت مین لئے ہین یہہ غزل جاؤنگا

یعنے دیکہو تو سہی غزل کچہہ کم ہے؟

حکیم قدرت اللہ خان قاسم بہی اپنے تذکرہ مین فرماتے ہین۔ "زعم بعضے آنکہ میرزا آمد شعرائے فصاحت آما مرزا محمد رفیع سودا در غزل گوئی بوئے نرسیدہ اما حق آنست کہ ع۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست۔ مرزا دریا ئیست بیکران۔ و میر نہریست عظیم الشان در معلومات قواعد میر را بر مرزا برتریست۔ و در قوت شاعری مرزا را بر میر سروری۔"

اصل حقیقت یہہ ہے کہ قصیدہ غزل مثنوی وغیرہ اقسام شعر مین ہر کوچہ کی راہ جدا جدا ہے جسطرح **قصیدہ** کے لئے شکوہ الفاظ۔ اور بلندی مضامین چستی ترکیب وغیرہ لوازمات ہین اسیطرح **غزل** کے لئے۔ عاشق معشوق کے خیالات عشقیہ ذکر وصل۔ شکایت فراق۔ درد انگیز اور المناک حالت۔ گفتگو ایسی بے تکلف۔ صاف صاف نرم نرم گویا دو ہی دو بیٹھے باتین کر رہے ہین۔ اسکو ادا مضامین کے لئے الفاظ بہی اور ہین۔ اور اسکی بحرین بہی خاص ہین۔ میر صاحب کی طبیعت قدرتی درد خیز۔ اور دل حسرت انگیز تہا کہ غزل کی جان ہے۔ اسلئے اُنکی غزلین بہی ہین اور خاص خاص بحور و قوافی مین ہین مرزا کہ طبیعت ہمہ رنگ اور ہمہ گیر۔ ذہن براق اور زبان مشاق رکہتے تہے۔ توسن فکر انکا منہہ زور گہوڑے کی طرح جسطرف جاتا تہا رک نہ سکتا تہا۔ کوئی بحر اور کوئی قافیہ اُنکے ہاتہہ آئے۔ تغزل کی خصوصیت نہین رہتی تہی۔ جو برجستہ مضمون مین بندہ جائے باندہ لیتے تہے۔ بیشک اُنکی غزلون کے بہی اکثر شعر چستی اور درستی مین قصیدہ کا رنگ دکہاتے ہین۔

ایک دن لکہنؤ مین میر اور مرزا کے کلام پر دو شخصون مین تکرار نے طول کہینچا۔ دونو خواجہ باسط کے مرید تہے۔ انہین کے پاس گئے اور عرض کی کہ آپ فرمائین۔ اُنہون نے

کہا کہ دونو صاحب کمال ہین مگر فرق اتنا ہی کہ میر صاحب کا کلام آہ ہی اور مرزا کا کلام واہ ہی۔ مثال مین میر صاحب کا شعر پڑہا۔

میر
سرہانے میر کے آہستہ بولو ۔۔۔ ابہی ٹک روتے روتے سو گیا ہی

پہر مرزا کا شعر پڑہا ہے۔

سودا کی جو بالین پہ گیا شور قیامت ۔۔۔ خدام ادب بولے ابہی آنکہہ لگی ہے

لطیفہ در لطیفہ مین ہے ایک شخص جو میر کے طرفدار تہے وہ مرزا کے پاس بہی آئے۔ اور سارا ماجرا بیان کیا۔ مرزا بہی میر صاحب کے شعر کو سنکر مسکرائے۔ اور کہا کہ شعر تو میر صاحب کا ہے مگر دوا خواہی اُنکی دوا کی معلوم ہوتی ہے۔

رسالہ **عبرۃ الغافلین**۔ طبع شاعر کے لئے سیڑہی کا کام دیتا ہی۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا فقط طبعی شاعر نہ تہے بلکہ اس فن کے اصول و فروع مین ماہر تہے۔ اسکی فارسی عبارت بہی زباندانی کے ساتہہ اُنکی شگفتگی اور شوخی طبع کا نمونہ ہے۔ اُسکی تالیف کا ایک افسانہ ہی۔ اور قابل سُننے کے ہے۔ اُس زمانہ مین اشرف علیخان نام ایک شریف خاندانی شخص تہے۔ اُنہون نے فارسی کے تذکرون اور اُستادون کے دیوانون مین سے ۱۵ برس کی محنت مین ایک انتخاب مرتب کیا اور تصحیح کے لئے مرزا فاخر مکین کے پاس لے گئے کہ اُن دنون فارسی کے شاعرون مین ناموروہی تہے اُنہون نے کچہہ انکار کچہہ اقرار بہت سے تکرار کے بعد انتخاب مذکور کو رکہا اور دیکہنا شروع کیا۔ مگر جابجا اُستادون کے اشعار کو کہین بے معنے سمجہکر کاٹ ڈالا کہین تیغ اصلاح سے زخمی کر دیا۔ اشرف علی خانصاحب کو جب یہہ حال معلوم ہوا تو گئے اور بہت سی قیل و قال کے بعد انتخاب مذکور لے آئے۔ کتاب اصلاحون سے چہلنی ہو گئی تہی اسلئے بہت رنج ہوا۔ اسی عالم مین مرزا کے پاس لاکر سارا حال بیان کیا اور

انصاف طلب ہوئے۔ ساتہہ اُسکے یہہ بہی کہا کہ آپ اسے درست کر دیجیئے۔
انہون نے کہا کہ مجہے فارسی زبان کی مشق نہین ہے اُردو مین جو چند لفظ جوڑ لیتا ہون خدا
جانے دلونمین کیونکر قبولیت کا خلعت پا لیا ہے۔ مرزا فاخر مکین فارسی دان اور فارسی گو
صاحب کمال ہین۔ انہون نے جو کچہہ کیا سمجہہ کر کیا ہوگا۔ آپکو اصلاح منظور ہے تو شیخ علی
حزین مرحوم کے شاگرد شیخ آیت اللہ ثنا۔ میر شمس الدین فقیر کے شاگرد مرزا بہچو ذرہ تخلص
موجود ہین۔ حکیم بوعلیخان ہاتف بنگالہ مین۔ نظام الدین صانع بلگرامی فرخ آباد مین
شاہ نور العین واقف شاہجہان آباد مین ہین۔ یہہ اُن لوگونکے کام ہین۔
جب مرزا نے ان نامور فارسی دانونکے نام لئے تو اشرف علیخان نے کہا کہ ان لوگونکو
تو مرزا فاخر خاطر مین بہی نہین لاتے۔ غرضکہ اُنکے اصرار سے مرزا نے انتخاب مذکور رکھ
رکہہ لیا۔ دیکہا تو معلوم ہوا کہ جو جو باکمال سلف سے آجتک مسلّم الثبوت چلے آتے ہین
اُنکے اشعار تمام زخمی تڑپتے ہین۔ یہہ حال دیکہکر مرزا کو بہی رنج ہوا۔ بموجب صرورتِ
حال کے۔ رسالہ عبرت الغافلین لکہا اور مرزا فاخر کی غلط فہمیون کو اصولِ انشاپردازی
کے بموجب کماحقہ ظاہر کیا۔ ساتہہ انکے اُنکے دیوان پر نظر ڈالکر اُسکی غلطیان بہی
بیان کین۔ اور جہان ہو سکا اصلاح مناسب دی۔
مرزا فاخر کو بہی خبر ہوئی۔ بہت گہبرائے۔ اور چاہا کہ زبانی پیامون سے ان داغونکو
دہوئین چنانچہ بقاء اللہ خانِ بقا کو گفتگو کے لئے بہیجا وہ مرزا فاخر کے شاگرد
تہے اور بڑے مشاق اور باخبر شاعر تہے۔ مرزا سے اور ان سے خوب گفتگوئین ہوئین
اور مرزا فاخر کے بعض اشعار جنکے اعتراضون کی خبر اڑتے اڑتے اُن تک بہی پہنچ گئی
تہی۔ اُنپر رد و قدح بہی ہوئی چنانچہ ایک شعر اُنکا تہا۔

گرفتہ بود درین بزم چون قدح دلِ من	شگفتہ روئے صہبا شگفتہ کرد مرا

مرزا کا اعتراض تہا کہ قدح کو گرفتہ دل کہنا بیجا ہے - اہلِ انشا نے ہمیشہ قدح کو کہلے پہول سے تشبیہ دی ہے - یا ہنسی سے کہ اُسے بہی شگفتگی لازم ہے - بقانے جواب مین شاگردی کا پسینہ بہت بہایا - اور اخیر کو بازل کا ایک شعر بہی سند مین لائے -

چو نشاط بادہ بخشد من خراب بے تو	بہ دلِ گرفتہ ماند قدحِ شراب بے تو

مرزا رفیع سنکر بہت ہنسے اور کہا اپنے اُستاد سے کہنا کہ اُستاد ذنکی شعر دیکہا کرو تو سمجہا بہی کرو یہہ شعر تو میرے اعتراض کی تائید کرتا ہے - یعنے باوجودیکہ پیالہ ہنسی در شگفتگی مین ضرب المثل ہے اور پیالۂ شراب سامانِ نشاط ہے مگر وہ بہی دلِ افسردہ کا حکم رکہتا ہے -

غرض جب یہہ تدبیر پیش نہ گئی تو مرزا فاخر نے اَور راہ لی - شاگرد لکہنو مین بہت تہے خصوصًا شیخ زادے کہ ایک زمانہ مین وہی ملک اودہ کے حاکم بنے ہوئے تہے - اور سینہ زوری اور سرشوری کے بخار ابہی تک دماغون سے گئے نہ تہے - ایک دن سودا تو بیخبر گہر مین بیٹہے تہے وہ بلوہ کرکے چڑہ آئے - مرزا کے پیٹ پر چہری رکہدی اور کہا کہ جو کچہہ تمنے کہا ہے وہ سب لوا ور ہمارے اُستاد کے سامنے چلکر فیصلہ کرو - مرزا کو مضامین کے گل پہول اور بالون کے طوطے مینا تو بہت بنانے آتے تہے مگر یہہ مضمون نیا تہا - سب باتین بہول گئے - بچارے نے جزدان غلام کو دیا - خود میانے مین بیٹہے اور اُنکے ساتہہ ہوئے - گرد وہ لشکرِ شیطان تہا - یہہ بیچ مین تہے - چوک مین پہنچے تو انہون نے چاہا کہ یہاں انہین بےعزت کیجئے - کچہہ تکرار کرکے پہر جہگڑنے لگے - مگر جسے خدا عزت دے اُسے کَون بےعزت کرسکتا ہے - اتفاقًا سعادت علیخان کی سواری آنکلی - مجمع دیکہہ کر ٹہر گئے - اور حال دریافت کرکے سودا کو اپنے ساتہہ ہاتہی پر بٹہا کر لیگئے - آصف الدولہ حرم سرا مین دسترخوان پر تہے - سعادت علیخان اندر گئے اور کہا کہ بہائی صاحب بڑ

غضب ہے۔ آپکی حکومت! اور شہر مین یہہ قیامت!۔ آصف الدولہ نے کہا۔ کیون بہی خیر باشد۔ اُنہون نے کہا کہ مرزا رفیع۔ جسکو باوا جان نے برادر او مشفق مہربان کہکر خط لکہا۔ آرزو مین کرکے بلایا اور وہ نہ آیا۔ آج وہ یہان موجود ہے اور اس حالتمین ہے کہ اگر اسوقت مین نہ پہنچتا تو شہر کے بدمعاشون نے اُس بیچارے کو بیحرمت کرڈالا تہا پہر سارا ماجرا بیان کیا۔

آصف الدولہ فرشتہ خصال گہبراکر بولے کہ بہئی مرزا فاخر نے ایسا کیا تو مرزا کو کیا۔ گویا ہمکو بیعزت کیا باوا جان نے اُنہین بہائی لکہا تو وہ ہمارے چچا ہوئے۔ سعادت علیخان نے کہا کہ اسمین کیا شبہہ ہے!۔ اُسیوقت باہر نکل آئے۔ سارا حال سُنا۔ بہت غصے ہوکر اور حکم دیا کہ شیخ زادونکا محلہ کا محلہ اُکہڑوا کر پہنکدو۔ اور شہر سے نکلوادو۔ مرزا فاخر کو جس حال مین ہو اُسی حال سے حاضر کرو۔ سودا کی نیک نیتی دیکہنی چاہئے۔ ہاتہہ باندہکر عرض کی کہ جنابعالی ہملوگونکی لڑائی کاغذ قلم کے میدانمین آپ ہی فیصل ہوجاتی ہے حضور اسمین مداخلت نہ فرمادین۔ غلام کی بدنامی ہے۔ جتنی مدد حضور کے اقبال سے پہنچی وہی کافی ہے۔ غرضکہ مرزا رفیع باعزاز و اکرام وہان سے رخصت ہوئے۔ نواب نے احتیاطاً سپاہی ساتہہ کردیئے۔

حریفون کو جب یہہ راز کہلا تو اُمرائے دربار کے پاس دوڑے۔ صلاح ٹہیری کہ معاملہ دیہہ بیجا بگیرکا نہین۔ تم سب مرزا فاخر کو ساتہہ لیکر مرزا رفیع کے پاس چلے جاؤ اور خطا معاف کرالو۔ دوسرے دن آصف الدولہ نے سردربار مرزا فاخر کو بہی بلایا اور کہا کہ تمہاری رضا سے بہت نازیبا حرکت ہوئی۔ اگر شعر کے مرد میدان ہو تو اب رو برو سودا کے ہجو کہو۔ مرزا فاخر نے کہا۔ این از ما نمی آید آصف الدولہ نے بگڑکر کہا۔ درست۔ این از ما نمی آید۔ ہمین می آید کہ شیاطین خود را بر سر میرزای بیچارہ فرستادید۔ از خانہ

بپا زارش کشیدند وبیخواستند آبر دیش بخاک ریزند۔ پہر سودا کی طرف اشارہ کیا۔ یہان کیا دیر تہی۔ فی البدیہہ رباعی پڑہی۔

توفخرِ خراسانی وفا ساقط از و	گوہر بدہان داری ورا ساقط از و
روزان وشبان زحق تعالی خواہم	مرکب دہدت خدا تبا ساقط از و

یہہ جہگڑا تو رفع دفع ہوا مگر دور دور سے ہجوئین چوٹین چلتی رہین۔ لطف یہہ ہے کہ مرزا فاخر کی کہی ہوئی ہجوین کوئی جانتا ہی نہین۔ سودا نے جو کچہہ اُنکے حق مین کہا ہزارونکی زبان پر ہے۔

مرزا فاخر مکین اصل مین کشمیری تہے اول متوت حسین خان کشمیری سے تہے پہر علیما ے کشمیری کے شاگرد ہوئے۔ اُنکے کمال مین کلام کی جگہ نہین۔ صحت الفاظ اور لغت میں بڑی کوشش کی ہتی۔ دیوان نے رواج نہین پایا مگر اصل اشعار متفرق مین ہین۔ یا وہ مشہور ہین کہ اُنہون نے سودا کے حق مین کہے۔ سودا نے تضمین کرکے پرالٹ دیئے۔ کچہہ اشعار سودا نے عبرۃ الغافلین مین اعتراضون کی ذیل مین لکہی ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ کیفیت سے خالی رہتی۔ زمانہ نے ہی پورا حق اُنکی قدردانی کا ادا کیا۔ بہت شاگرد عزیبا ور تونگر لکہنؤ اور اطراف مین ہوگئے۔ ہمیشہ توکل تہا۔ اور بے دماغی سے رونق دیتے تہے۔

نقل مولوی غلام ضامن صاحب ... کے فاضل تہے۔ ایک دن غزل لیکر گئے کہ مجہہ سُنیئے۔ اور ازراہ اصلاح فرمایئے۔ مرزا فاخر نے ٹالدیا۔ مولوی صاحب نے پہر کہا۔ اُنہون نے انکار کیا۔ اور کچہہ خلقی کرنے لگے۔ جو عجز و انکسار کے حق تہے سب مولوی صاحب نے ادا کئے اُنکو نہ قبول ہوا۔ ناچار یہہ شعر پڑہکر اُٹہہ کہڑے ہوئے۔

مرزا مکین ماشود چون بکین ما	کین ہست جزو اعظم مرزا مکین ما

یہہ بہی معلوم ہوا کہ ابتدا سودا کی طرف سے کم ہوتی تہی۔ ہان کوئی چہیڑ دیتا تہا تو پہر یہہ بہی حد سے پرے پہنچا دیتے تہے چنانچہ **میر ضاحک** مرحوم کے حال سے معلوم ہوگا

؎ دیکہو صفحہ ۱۸۱

آصف الدولہ ایک دفعہ شکار کو گئے - خبر آئی کہ نواب نے بہیلون کے جنگل مین شیر مارا - باوجودیکہ ہمیشہ انعام و اکرام کے انبارون سے زیر بار رہتے تھے مگر فوراً کہا -

یارو یہہ ابنِ ملجم پیدا ہوا دوبارا	شیر خدا کو جسنے بہیلون کے بن مین مارا

نواب کو بہی خبر ہوئی جب پہر کر آئے تو خود شکایت دوستانہ کے طور پر کہا کہ مرزا تمنے ہم کو شیر خدا کا قاتل بنایا؟ ہنسکر کہا کہ جناب عالی - شیر تو اللہ ہی کا تہا نہ حضور کا نہ فدوی کا

لطیفہ - آصف الدولہ مرحوم کی انا کی لڑکی خوردسال تہی - لیکن بڑی ہی شوخ تہی نواب فرشتہ سیرت کی طبیعت مین ایک تو عموماً تحمل و بے پرواہی تہی - دوسرا اسکی مان کا دودھ پیا تہا - ناز برداری نے اسکی شوخی کو شرارت کردیا - ایک دن دوپہر کا وقت تہا نواب سوتے تہے - ایسا غل مچایا کہ یہہ بدخواب ہوکر جاگ اٹھے بہت جہنجہلائے - اور خفا ہوتے ہوئے باہر نکل آئے سب ڈر گئے کہ آج نواب کو غصہ آیا ہے خدا خیر کرے - باہر آکر حکم دیا کہ مرزا کو بلاؤ - مرزا اُسیوقت حاضر ہوئے فرمایا کہ بہئی مرزا اس لڑکی نے مجھے بڑا حیران کیا ہے تم اسکی ہجو کہدو - یہان تو ہر وقت مصالح تیار رہتا تہا - اُسیوقت قلمدان لیکر بیٹھ گئے - اور مثنوی تیار کر دی کہ ایک شعر اُسکا لکہتا ہون -

لڑکی وہ لڑکیون مین جو کہیلے	نہ کہ لونڈون مین جاکے ڈنڈ پیلے

خایم علم
ایک ریلہ

ہو فیض سے کسی کے شجر انکا باردار	اسواسطے کیا ہے تخلص امیدوار

بیچارے شرمندہ ہوکر چلے گئے۔ قائم تخلص اختیار کیا۔ اور کسی اور کے شاگرد ہوئے انکی
طبیعت مین جو شوخیان تہین وہ حقیقت مین اتنی نہ تہین جتنا انہین لوگون نے خطرناک
بنا رکہا تہا۔ بے شک جو اُنسے لڑتا تہا اُسے خوب خراب کرتے تہے۔ مگر اخلاق و انصاف
سے خالی نہ تہے۔

نقل۔ راسخ عظیم آبادی کا دیوان مینے دیکہا ہے۔ بہت سنجیدہ کلام ہے۔ پرانے
مشاق ہین اور سب اُدہر کے لوگ انہین اُستاد مانتے تہے۔ مرزا کے پاس شاگرد ہونے کو
آئے۔ مرزا نے کہا کوئی شعر سنائیے۔ اُنہون نے پڑہا۔

ہوئے ہین ہم ضعیف اب دیدنی رونا ہمارا ہے	پلک پر اپنی آنسو صبح پیری کا ستارا ہے

مرزا نے اُٹہکر گلے لگا لیا۔ ایسا ہی معاملہ جرات سے ہوا تہا۔

لطیفہ۔ ایک دن میان ہدایت[۳] ملاقات کو آئے بعد رسوم معمولی کے آپنے پوچہا
کہ فرمائیے میان صاحب آجکل کیا شغل رہتا ہے۔ اُنہون نے کہا۔ افکار دنیا فرصت نہین
دیتے۔ طبیعت کو ایک مرض یاوہ گوئی کا لگا ہوا ہے۔ گاہے ماہے غزل کا اتفاق ہوجاتا
ہے۔ مرزا ہنسکر بولے کہ غزل کا کہنا کیا۔ کوئی ہجو کہا کیجئے۔ بیچارے نے حیران ہوکر کہا
کہ ہجو کسکی کہون؟ آپنے کہا کہ ہجو کو کیا چاہیے۔ تم میری ہجو کہو۔ مین تمہاری ہجو کہون۔

لطیفہ۔ ایک ولایتی نے کہ زمرۂ اہل سیف مین معزز ملازم تہا عجب تماشا کیا یعنی سودا نے
اُسکی ہجو کہی اور ایک محفل مین اُسکے سامنے ہی پڑہنی شروع کر دی۔ ولایتی بیٹہا سُنا کیا
جب ہجو ختم ہوئی اُٹہکر سامنے آبیٹہا۔ اور انکی کمر پکڑکر مسلسل متواتر گالیون کا جہاڑ
باندہ دیا۔ انہین بہی ایسا اتفاق آجتک نہ ہوا تہا۔ حیران ہوکر کہا کہ خیر باشد خیر باشد
جناب آغا اقسام این مقالات شایانِ شان شما نیست۔ ولایتی نے پیش قبض کمر سے

۱ جب عورت حاملہ ہوتی ہو تو انکے محاورہ مین کہتے ہین کہ امیدواری ہو یا اللہ کی درگاہ سے امید ہو۔ دیکہو
۳ ایک دوستین دیرینہ سال اُس زمانہ کے شعرائے معتبر مین سے تہے۔ خواجہ میر درد کے شاگرد تہے۔

کھینچکر اُسکے پیٹھ پر رکھہ دی اور کہا۔ نظم خوذ ت گفتی۔ حالا این نثررا گوش کن۔ ہرچہ تو گفتی نظم بود نظم از ما نمے آید ما بہ نثر ادا کردیم۔

سید انشا نوجوانی

لطیفہ۔ سید انشا کا عالم نوجوانی تہا۔ مشاعرہ مین غزل پڑہی کہ۔

سب کچھہ سہی پر ایک نہین کی نہین سہی		چہڑکی سہی ادا سہی چین جبین سہی

جب یہہ شعر پڑہا کہ۔

میری طرف تو دیکھئے مین نازنین سہی		گر نازنین کہے سے بُرا مانتے ہو تم

سودا کا عالم پیری تہا مشاعرہ مین موجود تہے مُسکرا کر بولے درین چہ شک!

ماہ حوافسوس

نقل۔ ایک دن سودا مشاعرہ مین بیٹھے تہے۔ لوگ اپنی اپنی غزلین پڑہ رہے تہے۔ ایک شریف زادہ کی ۱۲-۱۴ برس کی عمر۔ اُسنے غزل پڑہی۔ مطلع تہا۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے		دل کے پہپولے جل اُٹھے سینہ کے داغ سے

گرمی کلام پر سودا بہی چونک پڑے۔ پوچہا۔ یہہ مطلع کسنے پڑہا؟ لوگون نے کہا حضرت یہہ صاحبزادہ ہے۔ سودا نے بہی بہت تعریف کی۔ کئی مرتبہ پڑہوایا اور کہا کہ میان لڑکے! جوان تو ہوتے نظر نہین آتے۔ خدا کی قدرت اُنہی دنون مین لڑکا جلکر مرگیا۔

شیخ علی حزین کیسے ساتہ ملاقات

جبکہ فخر شعرائے ایران زمین **شیخ علی حزین** واردِ ہندوستان ہوئے۔ پوچہا کہ شعرائے ہند مین آجکل کوئی صاحب کمال ہے؟ لوگون نے سودا کا نام لیا۔ اور سودا خود ملاقات کو گئے۔ شیخ کی عالی دماغی اور نازک مزاجی شہرۂ آفاق ہے۔ نام ونشان پوچھکر کہا کہ کچھہ اپنا کلام سناؤ۔ سودا نے کہا۔

تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ مین		ناوک نے تیرے صید نہ چہوڑا زمانہ مین

شیخ نے کہا کہ تڑپے چہ معنی دارد۔ سودا نے کہا کہ اہل ہند طپیدن را تڑپنا میگویند شیخ نے پہر شعر پڑہوایا۔ اور زانو پر ہاتہہ مار کر کہا کہ مرزا رفیع قیامت کردی یکمرغ قبلہ نما باقی

سودا آنرا ہم نگذاشتی۔ یہ کہکر اُٹھہ کھڑے ہوئے اور بغلگیر ہوکر پاس بٹھایا۔ مگر بعض اشخاص کی روایت ہے کہ شیخ نے کہا "در پوچ گریبان مبند بدبختی"۔

لطیفہ۔ خان آرزو کے مکان پر مشاعرہ ہوتا تھا۔ سودا اُندنون نوجوان تھے۔ مطلع پڑھا۔

آلودہ قطرات عرق دیکھ جبین کو ۔۔۔ اختر پڑے جہانکیں ہیں فلک پر سے زمین کو

یا تو لاعلمی سے یا اُنکی آتش زبانی کے ڈر سے کوئی نہ بولا مگر خان آرزو جنکی دایۂ قابلیت کے دودھ سے مظہر۔ سودا۔ میر۔ درد وغیرہ نوجوانون نے پرورش پائی ہے اُنہوں نے فوراً یہہ شعر پڑھا کہ قدسی کے مطلع پر اشارہ ہے۔

شعر سودا حدیث قدسی ہے ۔۔۔ چاہئے لکھہ رکھین فلک پہ ملک

آلودۂ قطرات عرق دیدہ جبین را ۔۔۔ اختر ز فلک می نگرد روے زمین را

سودا بے اختیار اُٹھہ کھڑے ہوئے۔ خان صاحب کے گلے سے لپٹ گئے۔ اور اس تکرے کے ساتھہ خوشی ظاہر کی گویا حقیقۃً خانصاحب نے اُنکے کلام کو مثل حدیث قدسی تسلیم کیا ہے۔ اُنکا ایک اَور شعر ایسا ہی ہے۔

بہار بے سپرِ جام و یار گذری ہے ۔۔۔ نسیم تیر سی سینہ کے پار گذری ہے

فارسی مین کوئی اُستاد کہتا ہے کہ۔

بہار بے سپر جام و یار میگذرد ۔۔۔ نسیم ہمچو خدنگ از کنار میگذرد

مگر اہل تحقیق کا قول ہے کہ ایسی صورت خاص کو سرقہ نہین ترجمہ سمجھنا چاہئے کیونکہ شعر کو شعر ہی مین ترجمہ کرنا بھی ایک مستقل صنعت ہے۔ قطع نظر اسکے اسی مطلع کے بعد اَور اشعار کو دیکھو کہ کیا موتی پروئے ہین اور کلیات ایک دریا ہے کہ اقسام جواہر سے بھرا ہوا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس تبہ کا شاعر ایک مطلع کا محتاج تھا اسلئے چُرا لیا۔

ابوالفضل نے ایک مراسلہ مین لکہا ہے۔

۱؎ دیکھو صفحہ ۱۴۲

وَلَدُ الزِّنَاست حاسدِ منم آنکہ طالعِ من — وَلَدُ الزِّنَا کُشْ آمد چو ستارۂ یمانی

یہہ شعر قصاید نظامی مین موجود ہے ۔ اور اسی مضمون کو عربی مین متنبی کہتا ہے

وَتُنْكِرُ مَوْتَهُمْ وَأَنَا سُهَيْلٌ — طَلَعْتُ لِمَوْتِ أَوْلَادِ الزِّنَاءِ

ایک مخمس کی وجہ تصنیف ۔

نوٹ۔ سودا سے زبان بزبان روایت پہنچی ہے کہ جو غزل فارسی انکی ہجو مین مولوی ندرت کشمیری نے کہی اور مرزا نے اُسے مخمس کرکے اُسی پر الٹ دیا اُسکے مطلع پر خان آرزو نے مصرع لگادیے تھے ۔ باقی تمام مخمس مرزا کا ہے ۔

شعر ناموزون سے تو بہتر ہے کہنا ریختہ — کب کہا مین قتل کر مضمون کسی کا ریختہ

بے حیائی ہے یہہ کہنا سنکے میرا ریختہ — خون معنے تار فیع بادہ پیما ریختہ

آبروئے ریختہ از جوش سودا ریختہ

بلبل کی تذکیر و تانیث ۔

نقل معتبر لوگون سے سُنا ہوا ہے کہ کسی شخص نے سودا سے پوچھا بلبل مذکر ہے یا مؤنث مسکرا کر بولے کہ نوع انسان مین ایک ہو تو مرد سے عورت ہو جاتی ہے ۔ لفظ کو دیکھو ۔ وہ موجود ہین[۲۵] ۔ لیکن تعجب ہی کہ اُنہون نے ایک جگہ مذکر بھی باندھا ہے ۔ چنانچہ غزل ہے اثر لگا کہنے ۔ چشم تر لگا کہنے ۔ تارِ نظر لگا کہنے ۔ اسمین کہتے ہین کہ

سُنے ہے مرغ چمن کا تو نالہ اے صیاد؟ — بہار آنے کی بلبل خبر لگا کہنے

اکثر اہل لکھنؤ اب بھی مذکر باندھتے ہین ۔ چنانچہ سرور کا شعر ہے ۔ [۲۵]

کریگا تو مرے نالون کی ہمسری بلبل — شعور اتنا تو کر جا کے جا نور پیدا

آتش ع ۔ سیر چمن کو چلیے ۔ بلبل پکارتے ہین رند ع جا نور کا جو ہوا شوق تو پالے بلبل ۔ مگر حق یہہ ہے کہ اُسوقت تک تذکیر و تانیث لفظون کی مقرر نہین ہوئی تھی بہت سے الفاظ ہین کہ مرزا اور میر صاحب نے اُنہین مذکر باندھا ہے ۔ بعد اُن کے سید انشا ۔ جرأت ۔ مصحفی سے لیکر آجتک سب مونث باندھتے چلے آتے ہین ۔ چنانچہ میر صاحب

تذکیر و تانیث

[۲۵] اب تو ذیل تانیث ہو گئی ۔ اب بھی نہ مونث ہوئی ہو [۲۵] دیکھو صفحہ ۲۴۰

کی طرح میرزائے موصوف بھی فرماتے ہیں۔

کہا طبیب نے احوال دیکھ کر میرا	کہ سخت جان ہے سودا اسکا آہ کیا کیجے
بتان کا دید میں کرتا ہون شیخ جسدن سے	حلال تب سے ہے مئے مو بمو میرے دل پر
کرین شمار کبھی دلکے یار داغون کا	تو آکے سیر کریں آج دل کے باغون کا
ہر سنگ میں شرار ہے تیرے ظہور کا	موسی نہیں جو سیر کرون کوہ طور کا
بسکہ پونچھون ہون اپنی چشم خون آلود کو	دامن کا ہر ایک تختہ سیر ہے گلزار کا

جب مرزا رفیع لڑکے تھے اُسوقت **میر جعفر زٹل** کا بڑھاپا تھا۔ اگلے وقتون کے
لوگ نگینوں جڑے جن پر نقاشی کا کام ہوتا تھا اکثر ہاتھ مین رکھا کرتے تھے۔ ایکدن شام کے
قریب میر موصوف ایک سبز رنگ جریب ٹیکتے۔ ٹہلنے کو باہر نکلے۔ مرزا بغل مین کتابون
کا جزدان لئے۔ سامنے سے آتے تھے۔ اُس زمانہ مین ادب کی بڑی پابندی تھی۔ بزرگون
کو سلام کرنا اور انکی زبان سے دعا لینے کو بڑی نعمت سمجھتے تھے۔ مرزا نے جھک کر سلام کیا۔ اُنہون
نے خوش ہو کر دعا دی۔ چونکہ بچپن ہی مین مرزا کی موزونی طبع کا چرچا تھا۔ میر صاحب
کچھ باتین کرنے لگے۔ مرزا ساتھ ہو لئے۔ انہون نے نوخیز طبیعت کے بڑھانے کے لئے کہا کہ مرزا
بھلا ایک مصرع پر مصرع تو لگاؤ۔ ع۔ لالہ در باغ داغ چون دارد؟
مرزا نے سوچکر کہا۔ ع۔ عمر کوتاست غم فزون دارد۔ میر صاحب نے فرمایا واہ مرزا
دو بہر کے ہو کہے تھے آ کہا گئے
مرزا نے پھر کہا۔ ع۔ از غم عشق سینہ خون دارد۔ میر صاحب نے فرمایا۔ واہ بھئی
دل خون ہوتا ہے۔ جگر خون ہوتا ہے۔ بھلا سینہ کیا خون ہوگا؟ سینہ پُر خون ہوتا ہے
مرزا نے پھر ذرا فکر کیا اور کہا۔ ع۔ چہ کند سوزش درون دارد۔ میر صاحب نے کہا کہ ہان
مصرع تو ٹھیک ہو لیکن ذرا طبیعت پر زور دیکر کہو۔

مرزا دق ہو گئے تھے۔ جھٹ کہدیا ۔ ع - یک عصا سبز زیر دارد - میر جعفر مرحوم ہنس پڑے اور جریب اٹھا کر کہا - کیوں یہ ہیسے ہی - دیکھ کہونگا تیرے باپ سے - بازی بازی بریش بابا ہم بازی - مرزا لڑکے تو تھے ہی - بھاگ گئے۔

چند اشعار جنسے میر اور مرزا کے کلام مین امتیاز ہوتا ہے لکھے جاتے ہین - ان شعرون مین دونو اُستادونکی طبیعت برابر لڑی ہے - مگر دونو کے انداز پر خیال کرو۔

دونو اُستاد دیکھے انداز دیکھو

میر	دل ستم زدہ کو ہمنے تھام تھام لیا	ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا
	عزیز مصر کا بھی صاحب اک غلام لیا	قسم جو کہائیے تو طالع زلیخا کی
سودا	صبا نے تیغ کا موج رواں سے کام لیا	چمن مین صبح جو اُس جنگجو کا نام لیا
	کہ ایک زن نے یہ مصر سا غلام لیا[۲۵]	کمال بندگی عشق ہے خداوندی
میر	جہان مین نام نہ لے پھر وہ آشنائی کا	گلا مین جس سے کرون تیری بیوفائی کا
سودا	لہو مین غرق سفینہ ہوا آشنائی کا	گلا لکھون مین اگر تیری بیوفائی کا
	خلل دماغ مین تیرے ہے پارسائی کا	دکہاؤنگا تجھے زاہد اس آفت دین کو
میر	جمال یار نے منہہ اُسکا خوب لال کیا	چمن مین گل نے جو کل دعوئی جمال کیا
سودا	صبا نے مار تھپیڑا منہہ اُسکا لال کیا	برابری کا تری گل نے جب خیال کیا
میر	لے یار میرے سلمہ اللہ تعالے	دل پہنچا ہلاکت کو بہت کھینچ کسالا
سودا	سو حضرت دل سلمہ اللہ تعالی	مین دشمن جان ڈھونڈھ کے اپنا جو نکالا
میر	درہ عالم کو زمانہ نے دیا کیا کیا کچھہ	ایک محروم چلے میر ہمی دنیا سے
سودا	جاتا ہون اسکے مین دل پر آرزو لیے	سودا جہان مین آکے کوئی کچھہ نہ لیگیا
میر	میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو	رات ساری تو کٹی سنتے پریشان گوئی
	اب آئی سحر ہونے کو ٹک تو کہین ہی	سودا تری فریاد سے آنکہون مین کٹی رات

[۲۵] چند مقابلے اسیطرح گجرات کے حال مین بھی ہین دیکھو صفحہ ۲۴۷ - ۲۴۸

ہوتی نہین ہے صبح نہ آتی ہے مجھکو نیند
جسکو پکارتا ہون وہ کہتاہے مرگیا

کفر کچھہ چاہئے اسلام کی رونق کیلئے
حسن زنار ہے تسبیح سلیمانی کا

ہوا جب کفر ثابت ہی وہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹے شیخ سے زنارِ تسبیح سلیمانی

مت رنج کر کسیکو کہ اپنے تو اعتقاد
دل ڈھائے کر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا

کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جای غم ہے شیخ
یہہ قصر دل نہیں کہ بنایا نہ جائے گا

نہ بہول آہ رسی گر یار کو تجہسے محبت ہو
نہین ہے اعتبار اسکا یہہ منہہ دیکہی کی الفت ہے

بگولے سے جسے آسیب ور دسر سے زحمت ہے
ہماری ناک یون بربادہوا ہے ابر رحمت ہی

غیر کے پاس یہہ اپنا ہی گمان ہے کہ نہین
جلوہ گر یار مرا ورنہ کہان ہے کہ نہین

دل کے پُرزون کو بغل بیچ لئے پہرتا ہون
کچھہ علاج انکا بہی ای شیشہ گران ہے کہ نہین؟

مہر ہر ذرہ مین مجکو ہی نظر آتا ہے
تم بہی ٹک دیکہو تو صاحب نظران ہے کہ نہین؟

جرم ہے اُسکی جفا کا کہ وفا کی تقصیر
کوئی تو بولو میان منہہ مین زبان ہے کہ نہین؟

پاسِ ناموس مجہے عشق کا ہے ای بلبل
ورنہ یہان کونسا انداز فغان ہے کہ نہین

آگے شمشیر تمہاری کے بہلا یہہ گردن
مُوسے باریک تر ای خوش کمران ہے کہ نہین؟

پوچھا سودا سے مین اک روز کہ ای آوارہ
تیرے رہنے کا معین بہی مکان ہے کہ نہین؟

یک بیک ہوکے بر آشفتہ لگا وہ کہنے
کچھہ تجہے عقل سے بہرہ بہی میان ہے کہ نہین؟

دیکہا مین قصر فریدون کے در اوپر اک شخص
حلقہ زن ہوکے پکارا کوئی یہان ہے کہ نہین

سینہ مین ہوا نالہ و پہلو مین دل آتش
دہڑکے ہے پڑا دل کہ ہو مشتعل آتش

اشک آتش و خون آتش و ہر لخت دل آتش
آتش سے برستی ہے پڑی متصل آتش

یک لحظہ طرف ہوکے میرے دیدہ دل سے
تا دم تو سمندر ہے سدا مشتعل آتش

یاقوت نہین ہر وہ تری لعل سے ای شوخ
جا ڈوب موئی آگ مین ہو کر خجل آتش

داغ آج سے رکھتا نہین ان سنگدلونکا
مدت سے ہوئی ہے مری چھاتی پہ سل آتش

دل عشق کے شعلے سے جو پتھر کا تورا کیا
ای جان نکل جا کہ لگی متصل آتش

یک قطرۂ مے لے اوڑی سودا کو جگہ سے
بارود کے تودے کو ہے بس ایک تل آتش

دین شیخ و برہمن نے کیا یار فراموش
یہہ سبحہ فراموش وہ زُنار فراموش

دیکھا جو حرم کو تو نہین دیر کی وسعت
اِس گھر کی فضا کر گیا معمار فراموش

بھولے نہ کبھی دل سے مرا مصرعِ جانکاہ
نالہ نہ کرے مرغ گرفتار فراموش

دل سے نہ گئی آہ ہوس سیرِ چمن کی
اور ہمنے کیا رخنۂ دیوار فراموش

یا نالہ ہی کر منع تو یا گریہ کو ناصح
دو چیز نہ عاشق سے ہونگی یکبار فراموش

بھولا پھرون ہون آپکو ایک عمر سے لیکن
تجکو نہ کیا دل سے مین زنہار فراموش

دل درد سے کسطرح مرا خالی ہو سودا
وہ ناشنوا حرف مین گفتار فراموش

جو گذری مجھپہ مت اُس سے کہو ہوا سو ہوا
بلاکشانِ محبت پہ جو ہوا سو ہوا

مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر
مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

پہنچ چکا ہے سرِ زخم دل تلک یارو
کوئی سیو کوئی مرہم کرو ہوا سو ہوا

کہے ہے سنکے مری سرگذشت وہ بیرحم
یہہ کون ذکر ہے جانے بھی دو ہوا سو ہوا

خدا کے واسطے آ در گذر گنہ سے مرے
نہوگا پھر کبھو ای تندخو ہوا سو ہوا

یہہ کون حال ہے احوالِ دل پہ ای آنکھو
نہ پھوٹ پھوٹ کے اتنا بہو ہوا سو ہوا

دیا اُسے دل و دین اب یہہ جان ہے سودا

پہر آگیے دیکہئے جو ہو سو ہو ہوا سو ہوا

ناوک نے تیرے صید نہ چہوڑا زمانہ مین — تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ مین

کیونکر نہ چاک چاک گریبان دل کرون — دیکہون جو تیری زلف کو مین دست شانہ مین

زینت دلیل مفلسی ہی ہک کمان کو دیکہہ — نقش و نگار جیب نہین کچہہ اسکے خانہ مین

اَی مرغ دل سمجہ کے تو چشم طمع کو کہول — تو نے سُنا ہے دام جسے ہے وہ دانہ مین

چلے مین اہنچ کہینچ کیا قد کو جون کمان — تیر مراد پر نہ بیٹہا یا نشانہ مین

پایا ہر ایک بات مین ہنر مین یون تجہے — معنے کو جس طرح سخن عاشقانہ مین

دست گرہ کشا کو نہ تزئین کرے فلک — مہندی بندہی نہ دیکہی مین انگشت شانہ مین

ہمسا تجہے تو ایک ہمین تجہ سے مین کہی — جا دیکہہ لے تو آپ کو آئینہ خانہ مین

سودا حد کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اُڑ گئی تیرے فسانہ مین

افعی کو یہ طاقت ہی کہ اُس سے بسر آوے — وہ زلف سیہ اپنی اگر لہر پر آوے

صورت ہمین اُس مہر کی پہچان اگر آدی — ہر ذرہ مین کچہہ اور ہی جہمکا نظر آوے

مجہ چشم سے اب اشک نہین آنے کا ناصح — آوے ہی غم دل ہے تو لخت جگر آوے

پہرتا ہون ترے واسطے مین دربدر اَی یار — تجہ سے نہ ہوا یہ کہ کبہو میرے گہر آوے

گو یاد لِ عاشق ہی ہی اک فیل سیہ مست — رکتا نہین روکے سے کسو کے جدہر آوے

کہہ کہہ کے دکہہ اپنا مین کیا مغز کو خالی — اتنا نہوا سُنکے ترے چشم میں تر آوے

شیشہ نہ کہے راز مرے دل کا تو اَی جام — سرگوشی سے اُسکی نہ تری چشم بہر آوے

کیا ہو جو قفس تک مرے اب صحن چمن سے — دو برگ لئے گل کے نسیم سحر آوے

سب کام نکلتے ہین فلک تجہ سے ولیکن — میرے دل ناشاد کی امید بر آوے

جب پہونکے ناقوسِ صنم خانۂ دل شیخ — کعبہ کا ترے وجد مین دیوار و در آوے
نامے کا جواب آنا تو معلوم ہے اب کاش — قاصد کے بد و نیک کی مجہ تک خبر آوے
ہین ہی ہون ضعیف اسقدر کہ مور کہ وہ آب — گذرے میرے سر سے جو ترے تا کمر آوے
سب سے کہے دیتا ہون یہہ کہدین کہ پہر آنا — بالین پہ میرے شورِ قیامت اگر آوے
دیتا ہے کوئی مرغِ دل اُس شوخ کو سودا — کیا قہر کیا تو نے غضب تیرے پر آوے
اب لے تو گیا ہے پر اُسے دیکہیو نادان — ہل ہین نہ اڑاتا وہ اگر بال و پر آوے

خوبون مین دلدہی کی روش کم بہت ہے یہان — خواہان جان جو چاہو تو عالم بہت ہی یہان
غافل نہ رہ تو اہل تواضع کے حال سے — تیغ و کمان کی طرح خم وچم بہت ہی یہان
چشم ہوس اُٹہا لے تماشے سے جون حباب — ناوبدنی کا وید بسرا یکدم بہت ہی یہان
خون جگر بآدم و لوزینہ ہے بگاؤ — صورت معاش خلق کی برہم بہت ہے یہان
آنکہون مین دون اُس آئینہ رو کو جگہ ولے — ٹپکا کرے ہے بسکہ یہہ گہر نم بہت ہی یہان
کہتا ہے حالِ ماضی و مستقبل ایک ایک — جام جہان نما تو نہین جسم بہت ہی یہان
دیکہا جو باغِ دہر تو مانند صبح و گل — کم فرصتی ملاپ کی باہم بہت ہی یہان
آیا ہون تازہ دین بجرم شگفتنا مجہے — پوجا نماز سے ہی مقدم بہت ہی یہان

سودا کہہ اُس سیہ دل کی تسلی کے واسطے
گوشہ سے چشم کے نگہ کم بہت ہے یہان

ابراہیم علیخان تذکرہ گلزار ابراہیمی مین لکہتے ہین کہ مرزا غلام حیدر مجذوب میرزا رفیع کے بیٹے ہین اور اب کہ سنہ ۱۱۹۶ ہجری مین لکہنؤ مین رہتے ہین - درستی فہم اور آشنا پرستی کے اوصاف سے موصوف ہین - حکیم قدرت اللہ خان قاسم فرماتے ہین کہ ایک مغل بچہ خوش اخلاق جوان

ہے۔ مرزا سودا کا متبنیٰ ہے۔ سپاہگری کے عالم مین زندگی بسر کرتا ہے اور اپنے مربی کی شاگردی کا دم بہرتا ہے ؎

عداوت سے تمہاری کچہہ اگر ہووے تو مین جانون
بہلا تم زہر دیکر دیکہو اثر ہووے تو مین جانون

نہ اندیشہ کرو پیاری کہ شب وصل کی ہووے
تم اپنی زلف کو کہو تو سحر ہووے تو مین جانون

ہماری تئین جو عہد وفا ہون - انکو تم جانون
مرے پیمان مین کچہہ نوع دگر ہووے تو مین جانون

ذرا تم مارِ کاکل کو مرے لب سے لگا دیکہو
ہزار ون سانپ کا مین ہے - اثر ہووے تو مین جانون

خوبان سے جو دل ملا کریگا ✗ ڈرتا ہون یہی کہ کیا کریگا

آوے ہی مسیحا مرے بالین پہ تو کیا ہو
بیمار یہ ایسا تو نہین جسکو شفا ہو

جور و جفا پہ یار کے دل مت نگاہ کر
اپنی طرف سے ہووے جہان تک - نباہ کر

خاک و خون مین صورتین کیا کیا نہ رلیان دیکہیان
ای فلک باتین تری کونسی نہ پہلیان دیکہیان

آہ مین اپنی اثر ڈہونڈ ہے ای مجذوب یار
بید مجنون کی نہ شاخین ہمنے پہلیان دیکہیان

بس اب تیری تاثیر ای آہ دیکہی
نہ آیا وہ کافر بہت راہ دیکہی

خاموش جو اتنا ہون مجہے گنگ نہ سمجہو
ایک عرض تمنا ہے کہ آلب پہ اڑی ہے

چاہون مدد کسی سے نہ اغیار کے لئے
مین ہی تو یار کم نہین دو چار کے لئے

طوبیٰ تلے مین بیٹہکے رؤونگا زار زار
جنت مین تیرے سایۂ دیوار کے لئے

ہے درد سر ہی بلبل آزاد کی صفیر
موزون ہے نالۂ مرغ گرفتار کے لئے

میر تقی مرحوم کی زبان سے انکے باب مین کچہہ الفاظ نکلے تہے۔ اُسپر فرماتے ہین:

ای میر سمجہیو مت مجذوب کو اُن دونون سا
ہے وہ خلف سودا اور اہل ہنر ہی ہے

اشک آنکہہ مین ہو عشق سے تا دلمین غم رہے
یہہ گہر ہے وہ خراب کہ آتش مین نم رہے

نکلے اگر قفس سے تو خاموش ہم صفیر
صیاد نے سنا یہہ ترانہ - تو ہم رہے

میر ضاحک

میر مرحوم کو سودا کے دیوان میں بہت مداخلت ہے اور انکے سلسلہ اولاد میں بھی ایسے عالی رتبہ باکمال پیدا ہوئے کہ خود صاحبِ طرز کہلائے۔ اسلئے ابتدا سے دل چاہتا تھا کہ اس خانوادہ سیادت کا سلسلہ مسلسل لکھوں مگر پھول نہ ہاتھ آئے جو لڑی پروتا۔ اسیواسطے طبع اول میں مقتصر رہا۔ بے دردیے انصاف کہ اصولِ فن سے بے خبر ہیں۔ کیا عزیز انہیں اپنے مضامین اخباروں میں چمکانے کے لئے روشنائی ہاتھ آئی۔ اور جہاں اور شکایتیں چھاپیں۔ انمیں ایک نمبر شمار یہ بھی بڑھایا۔ راقم آثم نے اطرافِ مشرقی اور خاص لکھنؤ میں بھی احباب کو لکھا۔ کہیں سے آواز نہ آئی۔ البتہ مولوی غلام محمد خان تپش نے اس شفقت کے ساتھ جوابِ یاس دیا کہ دل مشقتِ تلاش سے رہا ہو گیا۔ اب کہ طبع ثانی کا موقع ہے۔ آرزوے قدیم پھر دل میں لہرائی۔ ناچار برسوں کے سوکھے مرجھائے پھول جو دلِ افسردہ کے طاق میں پڑے تھے۔ انہی کا سہرہ بناکر سادات عظام کے روضوں پر چڑھاتا ہوں۔ اور جس ابتدا تک دست آگاہی نے رسائی کی وہاں سے شروع کرتا ہوں۔

میر ضاحک مرحوم کا نام سید غلام حسین تھا۔ انکے بزرگ ہرات سے آکر [...]انی دلّی میں آباد ہوئے[۲۵]۔ خاندان سیادت انکا سندی تھا۔ امامی ہروی کی اولاد [...]ن تھے۔ اور شاعری بھی گھرانے میں میراث چلی آتی تھی۔ میر موصوف نہایت خوشطبع [...]ش مزاج خندہ جبین۔ ہنسنے اور ہنسانے والے تھے۔ اسیواسطے یہ تخلص اختیار کیا تھا [...]ع اور لباس قدماے دہلی کا پورا نمونہ تھا۔ سر پر سبز عمامہ بوضعِ عرب۔ بڑے گھیر کا [...]ہ یا جبہ کہ وہ بھی اکثر سبز ہوتا تھا۔ گلے میں خاکِ پاک کا کنٹھا۔ داہنے ہاتھ میں

[...]احب تذکرہ گلزار ابراہیمی میر حسن مرحوم کے حال میں لکھتے ہیں کہ دلی میں ہجل مسجد کے [...]ر ہتے تھے۔ اور حکیم قدرت اللہ خان قاسم فرماتے ہیں کہ میر مرحوم کی ولادت محلہ سید واڑہ [...]ہوئی کہ پرانی دلّی میں ایک محلہ تھا۔

ایک چوڑی - اُسپر کچھہ دعائین کندہ چھنگلی بلکہ اَور انگلیون مین بہی کئی انگوٹھیان - داڑہی کو مہندی لگاتے تہے - بہت بڑی نہ تہی - مگر ریش بچہ منڈاتے تہے - کبہی کبہی ہاتہون کو بہی مہندی ملتے تہے - میانہ قد - رنگ گورا -

دیوان اب تک نظر سے نہین گذرا جسپر کچھہ رائے ظاہر کی جاے - خواص مین جو کچھہ شہرت ہے - اُن ہجوونکی بدولت ہے جو سودا نے اِنکے حق مین کہین - سلطنت کی تباہی نے اِنسے بہی دلی چہڑوائی اور فیض آباد کو آباد کیا -

سودا نے جو اِنکے حق مین گستاخی کی ہے اسکا سبب یہہ ہوا کہ اول کسی موقع پر اِنہون نے سودا کے حق مین کچہہ فرمایا - سودا خود اِنکے پاس گئے اور کہا کہ آپ بزرگ - مین خورد - آپ سید - مین آپ کے جد کا غلام - عاصی اس قابل نہین کہ آپ اسکے حق مین کچہہ ارشاد فرمائین - ایسا نہ کیجیے کہ مجہہ گنہگار کے منہہ سے کچہہ نکل جائے - اور قیامت کے دن آپکے جد کے سامنے روسیاہ ہون - تلامیذ الٰہی کے دماغ عالی ہوتے ہین - اِنکی زبان سے نکلا کہ نہین بہئی یہہ شاعری ہے اسمین خوردی و بزرگی کیا - سودا آئین تو کہان جائین پہر جو کچہہ اُنہون نے کہا خدا نہ سنوائے - یہہ بہی بزرگون سے سُنا کہ مرزا نے جو کچہہ اِنکی جواب مین یاوہ گوئی کی ہے میر موصوف نے اُس سے زیادہ خراب و خوار کیا تہا لیکن وہ کلام عجیب طرح سے فنا ہوا -

میر حسن مرحوم اِنکے صاحبزادے سودا کے شاگرد تہے - میر ضاحک کا انتقال ہوا - تو سودا فاتحہ کے لئے گئے - اور دیوان اپنا ساتہہ لیتے گئے - بعد رسم عزا پرسی کے اپنی یاوہ گوئی پر جو کہ اُس مرحوم کے حق مین کی تہی بہت سے عذر کئے اور کہا کہ سید مرحوم نے دنیا سے انتقال فرمایا تم فرزند ہو جو کچہہ اِس روسیاہ سے گستاخی ہوئی معاف کرو - بعد اسکے نوکر سے دیوان منگا کر جو ہجوین اِنکی کہی تہین سب چاک کر ڈالین - میر حسن نے مقتضاے

علو حوصلہ و سعادتمندی اُسیوقت دیوان باپ کا گہر سے منگا یا اور جو ہجوین اُنکی تہین وہ پہاڑ ڈالین - لیکن چونکہ سودا کی تصنیف قلم سے نکلتے ہی بچہ بچہ کی زبان پر پہیل جاتی تہی - اسلئے سب قایم رہین - اِنکا کلام کہ اُسی مجلد کے اندر تہا - مفقود ہوگیا سودا کے دیوان مین میر ضاحک مرحوم کی یہہ ہجو جب مین دیکہتا تہا - ع - یارب یہہ دعا مانگتا ہے تجہسے سکندر * تو حیران ہوتا تہا کہ سکندر کا بیان کیا کام؟ میر مہدی حسن فراغ کو خدا مغفرت کرے - انہون نے بیان کیا کہ ایکدن حسب معمول مرزا سلیمان شکوہ کے ہان پائین باغ مین تخت بچہے تہے - صاحب عالم خود مسند پر بیٹہے تہے - شرفا و شعرا کا مجمع تہا - مرزا رفیع اور میان سکندر مرثیہ گو بہی موجود تہے کہ میر ضاحک تشریف لائے اُنکی پُرانی وضع اور لباس پر کہ اندنون مین بہی انگشت نما تہی - صاحب عالم مسکرائے - میر صاحب آکر بیٹہے - مزاج پرسی ہوئی حقہ سامنے آیا - اتفاقاً صاحب عالم نے مرزا رفیع سے کہا کہ کچہہ ارشاد فرمایئے (دونو صاحبون کے معاملات تو اُنہین معلوم ہی تہے خدا جانے چہیڑ منظور تہی یا اتفاقاً زبان سے نکلا) سودا نے کہا کہ مین نے تو اِندنون مین کچہہ کہا نہین - میان سکندر کی طرف اشارہ کیا کہ انہون نے ایک مخمس کہا ہے - صاحب عالم نے فرمایا - کیا؟ سودا نے پہلا ہی بند پڑہا تہا کہ میر ضاحک مرحوم اُٹہکر میان سکندر سے دست و گریبان ہوگئے - سکندر

---

۲۵ میر مہدی حسن فراغ - ایک کہن سال شخص - سید انشا کے خاندان سے تہے - میان ہدایت کے شاگرد تہے - فارسی کی استعداد اچہی تہی - اُردو شعر بہی خوب کہتے تہے - اور رموز سخن سے ماہر تہے - ناسخ و آتش کے مشاعرے اچہی طرح دیکہے تہے اور علماء لکہنؤ کی صحبتون مین بیٹہے تہے - اُنکے بزرگ اور وہ ہمیشہ سرکار و نمین داروغہ رہے تہے - اسلئے قدیمی حالات اور خاندانی معاملات سے واقف تہے - بادشاہ بیگم یعنے نصیر الدین حیدر کی والدہ اور شرفا جاہ جنگ گڈہ مین تہے - جب بہی یہہ اور اِنکے بہائی اُنکے ہان داروغہ تہے - اور مرزا سکندر شکوہ کی سرکار مین بہی داروغہ رہے تہے - میان بحر کے قدیمی دوست اور ہم مشق تہے -

بجا ہے حیران کرنہ واسطہ نہ سبب - یہہ کیا آفت آگئی - سب اُٹھہ کہڑے ہوئے - دو نو صاحبون کو الگ کیا - اور سوداکو دیکہیئے تو کنارہ کہڑے مسکرا رہے ہین (یہہ شان مرزا ہے اس مخمس کی)

ہرچند چاہا کہ انکے جلسے اور باہمی گفتگو کے لطائف و ظرائف معلوم ہون - کچہہ ہو تو چند غزلین ہی پوری ملجا ئین - کوئی کوشش کارگر نہوئی - جب اُن کے چراغ خاندان سید خورشید علی نفیس بہی شارح توجہ دریغ فرمائین تو غیرون سے کیا امید ہو - انہون نے آزاد خاکسار کو آب حیات کی رسید سے بہی شاداب نہ کیا۔

تشنہ بودم زدم تیغ تو آبم دادند	وز جواب لب لعل تو جوابم دادند

تاریخ وفات بہی نہ معلوم ہوئی - ممکن نہین کہ باکمال صاحبزادہ نے تاریخ نہ کہی ہو مگر آزاد کو کون بتائے - صاحب تذکرہ گلزار ابراہیمی ۱۱۹۶ء مین کہتے ہین کہ فیض آباد مین ہین اور وارستگی سے گذران کرتے ہین -

جس تذکرہ مین دیکہا ایک ہی شعر انکا درج پایا -

کیا دیجئے اصلاح ندائی کو دگر نہ	کافی تہا ترا حسن اگر ماہ نہ ہوتا

خواجہ میر درد

درد تخلص - خواجہ میر نام - زبانِ اُردو کے چار رکنوں مین سے ایک رکن یہ ہین[۲۵] -
سلسلۂ مادری اِنکا خواجہ بہاء الدین نقشبندی سے ملتا ہے - خواجہ محمد ناصر عندلیب تخلص
- انکے باپ تھے - اور شاہ گلشن صاحب سے نسبت ارادت رکھتے تھے - خاندان اِنکا
دلّی مین بباعث پیری و مریدی کے نہایت معزّز اور معظّم تہا - علومِ رسمی سے آگاہ تہے
کئی مہینے مفتی دولت صاحب سے مثنوی کا درس حاصل کیا تہا - مُلک کی بربادی -
سلطنت کی تباہی - آئے دن کی غارت و تاراج کے سبب سے اکثر اُمرا و شُرفا کے گہرانے
گہر اور شہر چہوڑ چہوڑ کر نکل گئے - اِنکے پاے استقلال کو جنبش نہ آئی - اپنے اللہ پر توکل
رکہا اور جو سجادہ بزرگون نے بچہایا تہا اُسی پر بیٹہے رہے - "جیسی نیت ویسی برکت" خدا
نے بہی نباہ دیا — دیوان اُردو مختصر ہے - سوا غزلیات - اور ترجیع بند - اور
رباعیون کے اور کچہہ نہین - قصاید و مثنوی وغیرہ کہ عادت شعرا کی ہے اُنہون نے
نہین لکہے باوجود اِسکے سودا میر تقی کی غزلون پر جو غزلین لکہی ہین ہرگز اُن سے کم
نہین - ایک مختصر دیوان غزلیات فارسی کا بہی ہے - تصنیف کا شوق اِنکی طبیعت
مین خداداد تہا - چنانچہ اول پندرہ برس کی عمر مین حالتِ اعتکاف رسالہ اسرار الصلوٰۃ
لکہا - اُنتیس برس کی عمر مین وارداتِ درد نام ایک اور رسالہ لکہا - اور اِس کی
شرح مین علم الکتاب ایک بڑا نسخہ تحریر کیا کہ اُسمین ایکسو گیارہ رسالے ہین - نالۂ درد
- آہِ سرد - دردِ دل - سوزِ دل - شمع محفل وغیرہ جنہین شایق تصوف نظرِ عظمت
سے دیکہتے ہین - اور واقعاتِ درد - اور ایک رسالہ حرمتِ غنا مین اُنسے یادگار
ہے - چونکہ اُس زمانہ کے خاندانی - خصوص اہلِ تصوف کو شاعری واجب تہی اِسواسطے
اِنکے والد کا بہی ایک دیوان مختصر معہ اُسکے شرح کے - اور ایک رسالہ - نالۂ عندلیب موجود

تصنیفات

تفصیل

[۲۵] دیکھو صفحہ ۱۲۳

رہے - اِنکے بہائی - میان سید محمد میر اثر تخلص کرتے تہے - وہ بہی صاحب دیوان تہے بلکہ ایک مثنوی خواب وخیال اُنکی مشہور ہے اور بہت اچہی لکہی ہے - خواجہ میر درد صاحب کی غزل سات شعر و شعر کی ہوتی ہے - مگر انتخاب ہوتی ہے - خصوصاً چہوٹی چہوٹی بحرین جو اکثر غزلین کہتے تہے - گویا تلوارون کی آبداری نشترمین بہر دیتے تہے - خیالات اِنکے سنجیدہ اور متین تہے - کسی کی ہجو سے زبان آلودہ نہین ہوئی - تصوّف جیسا اُنہون نے کہا اُردو مین آجتک کسی سے نہین ہوا - میر صاحب نے اِنہین آدہا شاعر شمار کیا ہے - اُنکے عہد کی زبان سُننے چاہو تو دیوان کو دیکہ لو - جو میر - مرزا کی زبان ہے وہی اِنکی زبان ہے -

زمانہ کے بموجب اِنکے کلام مین بہی - نت - یعنے ہمیشہ - اور ٹک - یعنے ذرا - تئین یعنے کو - اور یہان تئین - یعنے یہانتک - اور مجہہ ساتہہ - یعنے میرے ساتہہ - اور ایدہر - کیدہر - جیدہر - نہین - حذف ہ وغیرہ الفاظ موجود ہین - چنانچہ اس دَور کی تمہید مین میر اور سودا کے اشعار کے ساتہہ کچہہ اشعار اِنکے بہی لکہے گئے ہین - دو تین شعر نمونہ کے طور پر یہان بہی لکہتا ہون -

چلئے کہین اُس جاگہہ کہ ہم تم ہون اکیلے   گوشہ نہ ملے گا کوئی میدان ملیگا

جاگہ کے علاوہ اکثر جگہہ کی - کے - اور - تے وغیرہ دَب دَب کر نکلتے ہین -

ایک لحظہ اور بہی وہ اُدہر آتا چمن کا دید   فرصت نہ دی زمانہ نے اِتنی شرار کو

اِس سے اعتراض مقصود نہین - وقت کی زبان یہی تہی - سید انشا نے بہی لکہا ہے کہ خواجہ میر اثر مرحوم مثنوی مین ایک جگہہ - وِسا - بہی کہہ گئے ہین - اور بڑے بہائی صاحب تلوار کو تروار کہا کرتے تہے - لیکن اِس سے قطع نظر کرکے دیکہا جاتا ہے تو بعض الفاظ پر تعجب آتا ہے چنانچہ خواجہ میر درد کی ایک پُرزور غزل کا مطلع ہے -

مدرسہ یا دیر تہا یا کعبہ یا بتخانہ تہا ✗ ہم سبہی مہمان تہے تو آپہی صاحب خانہ تہا
گویا میخانہ کو کثرت استعمال کے سبب سے ایک لفظ تصور کیا - کہ دیر کے حکم مین ہوگیا - ورنہ
ظاہر ہی کہ یہ قافیہ صحیح نہین - اگلے وقتون کے لوگ خوش اعتقاد بہت ہوتے تہے - اسیواسطے
جو لوگ اللہ کے نام پر توکل کرکے بیٹہہ رہتے تہے اُنکی سب سے اچہی گذر جاتی تہی - یہی سبب
ہے کہ خواجہ صاحب کو نوکری کی یاوری سے باہر جانیکی ضرورت نہوئی - دربار شاہی سے بزرگون
کی جاگیرین چلی آتی تہین - امیر غریب خدمت کو سعادت سمجہتے تہے یہہ بیٹہے اللہ اللہ کرتے
تہے شاہ عالم بادشاہ نے خود اُنکے ہان آنا چاہا اور اُنہون نے قبول نہ کیا مگر ماہ بماہ ایک
معمولی جلسہ اہل تصوف کا ہوتا تہا - اُسمین بادشاہ بے اطلاع چلے آئے - اتفاقاً اُسدن
بادشاہ کے پاؤن مین درد تہا اسلئے ذرا پاؤن پہیلا دیا - اِنہون نے کہا - یہ امر فقیر کے داب
محفل کے خلاف ہے - بادشاہ نے عذر کیا کہ - معاف کیجئے عارضہ سے معذور ہون -
اُنہون نے کہا کہ - عارضہ تہا تو تکلیف کرنی کیا ضرور تہی -

موسیقی مین اچہی مہارت تہی - بڑے بڑے باکمال گویّے اپنی چیزین بنظر اصلاح لاکر سنایا کرتے
تہے - راگ ایک پُرتاثیر چیز ہے - فلاسفۂ یونان اور حکماے سلف نے اِسے ایک شاخ ریاضی
قرار دیا ہے - دل کو فرحت اور روح کو عروج دیتا ہے اِسواسطے اہل تصوف کے اکثر فرقون نے
اِسے بہی عبادت مین شامل کیا ہے - چنانچہ معمول تہا کہ ہر مہینے کی دوسری اور ۲۴ کو شہر کے
بڑے بڑے کلاونت - ڈوم - گویّے اور صاحب کمال اہل ذوق جمع ہوتے تہے - اور معرفت
کی چیزین گاتے تہے - یہ دن اِنکے کسی بزرگ کی وفات کے ہین - محرم غم کا مہینا ہے اُسمین
۱۰ کو بجائے گانے کے مرثیہ خوانی ہوتی تہی - مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کا گہرانا اور یہ
خاندان ایک محلہ مین رہتے تہے - اِنکے والد مرحوم کے زمانہ مین شاہ صاحب عالم طفولیت
مین تہے - ایک دن اُس جلسہ مین چلے گئے اور خواجہ صاحب کے پاس جا بیٹہے - اُن کی

مرید بہت سی کنچنیاں بہی تہیں - اور چونکہ اُسوقت رخصت ہوا چاہتی تہیں - اِسلئے سیا منے حاضر تہیں باوجودیکہ مولوی صاحب اُسوقت بچے تہے مگر اُنکا تبسم اور طرز نظر دیکہہ کر خواجہ صاحب اعتراض کو پاگئے - اور کہا کہ فقیر کے نزدیک تو یہ سب ماں بہنیں ہیں - مولوی صاحب نے کہا کہ ماں بہنوں کو عوام الناس میں لیکر بیٹہنا کیا مناسب ہے - خواجہ صاحب خاموش ہو رہے -

اِنکے ہاں ایک صحبت خاص ہوتی تہی - اُس میں خواجہ میر درد صاحب نالۂ عندلیب یعنے اپنے والد کی تصنیفات اور اپنے کلام کچہہ کچہہ بیان کرتے تہے - ایکدن مرزا رفیع سے سر راہ ملاقات ہوئی خواجہ صاحب نے تشریف لانے کے لئے فرمایش کی - مرزا نے کہا صاحب مجہہ یہ نہیں ہو سکتا کہ سو کوّے کائیں کائیں کریں اور بیچ میں ایک پدا بیٹہکر چوں چوں کرے - اُس زمانہ کے بزرگ ایسے صاحب کمالوں کی بات کا تحمل اور برداشت کرنا لازمۂ بزرگی سمجہتے تہے - آپ مسکرا کر چپکے ہو رہے -

مرزائے موصوف نے ایک قصیدہ نواب احمد علی خان کی تعریف میں کہا ہے اور تمہید میں اکثر شعرا کا ذکر انہیں شوخیوں کے ساتہہ کیا ہے جو اُن کے معمولی انداز میں - چنانچہ اسیکے ضمن میں کہتے ہیں -

در رکس کس طرح ہلاتے ہیں	کر کے آوازِ منحنی و حزین
اور جو احمق اُنکے سامنے ہیں	وصیدم آنکہوں کہیں تحسین
جیسے سُبحان من یرانی پہ	لڑکے کٹ کر سب کہیں آمین
کوئی پوچھے ذرا کہ عالم میں	فخر کس چیز کا ہے اُنکے تئیں
شعر و تقطیع اُنکے دیوان کی	جمع ہو وے تو جیسے نقش نگین
اُسمیں بہی کہئے تو آخر کار	یا توارد ہوا ہے یا تضمین

اتنی کچھہ شاعری یہ کرتے ہین ✦ میخ در ـــ آسمان و زمین ✦

خیر یہ شاعرانہ شوخیان ہین - ورنہ عام عظمت اُنکی جو عالم پر چھائی ہوئی تھی اُسکے اثر سے سودا کا دل بھی بے اثر نہتا چنانچہ کہا ہے -

سودا بدل کے قافیہ تو اِس غزل کو لکہہ   اے بے ادب تو درد سے بس دو بدو نہو

دلی محبت

نقل - ایکشخص لکہنو سے دِلّی چلے - مرزا رفیع کے پاس گئے - اور کہا کہ دلی جاتا ہون کسی یار آشنا کو کچھہ کہنا ہو تو کہہ دیجئے - مرزا بولے کہ بھائی میرا دِلّی مین کون ہے - ان خواجہ میر درد کیطرف جا نکلو تو سلام کہدینا -

ذرا خیال کرکے دیکھو مرزا رفیع جیسے شخص کو دلّی بھر مین - (اور دلّی بھی اُس زمانہ کی دلّی) کوئی آدمی معلوم نہوا اِلّا دَرد - کیا کیا جواہر تھے - اور کیا کیا جوہری - سُبحان اللہ اُستاد مرحوم نے کیا موتی پروئے ہین -

ذکہلائے ہتیں آنکہہ سی لیکر جو دُرّ اشک   قائل ہماری آنکہہ کے سب جوہری ہوئے

توارد

خواجہ صاحب کا ایک شعر ہے -

لطیفہ

بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکہہ   بندہ گر آئے سامنے تو بھی خدا کو دیکہہ ×

اِسی مضمون کا شعر فارسی کا ہے -

بسکہ در چشم و دلم ہر لحظہ ای یارم توئی × ہر کہ آید در نظر از دور پندارم توئی

ملا شیدا

جب یہ شعر شاعر نے جلسہ مین پڑھا تو ملا شیدا ایک شوخ طبع - دہن دریدہ شاعر تھے - اُنہون نے کہا کہ اگر سگ در نظر آید - شاعر نے کہا - پندارم توئی - مگر انصاف شرط ہے خواجہ صاحب نے اپنے شعر مین اُس پہلو کو خوب بچایا ہے -

رباعی

ای درد یہ درد جی کا کہونا معلوم   جون لالہ جگر سے داغ دہونا معلوم

گلزار جہان ہزار پہولے لیکن   میرے دل کا شگفتہ ہونا معلوم

شاہ حاتم کی رباعی بھی اسی مضمون مین لاجواب ہے

رباعی

ان سیم بر دن کے ساتھہ سونا معلوم! قسمت مین لکھی ہے خاک سونا معلوم!
حاتم افسوس دے و امروز گذشت فردا کی رہی امید ـ سونا معلوم!

میر تقی اور سودا ـ اور مرزا جانجانان مظہر انکے ہم عصر تھے ـ قیام الدین قایم انکا وہ شاگرد تہا جسپر اُستاد کو فخر کرنا چاہئے ـ اِسکے علاوہ ہدایت اللہ خان ہدایت ـ اور ثناء اللہ فراق وغیرہ بھی نامی شاعر تھے ـ

خواجہ صاحب ۲۴ صفر یوم جمعہ ۱۱۹۹ھ ۶۸ برس کی عمر مین شہر دہلی مین فوت ہوئے ـ کسی مرید باعتقاد نے تاریخ کہی ـ ع ـ حیف دنیا سے سدہارا وہ خدا کا محبوب ـ

غزلیات

جگ مین آکر اِدہر اُدہر دیکھا ـ تو ہی آیا نظر جدہر دیکھا
جان سے ہو گئے بدن خالی ـ جسطرف تو نے آنکھہ بہر دیکھا
نالہ فریاد آہ اور زاری ـ آپ سے ہو سکا سو کر دیکھا
اُن لبون نے نہ کی مسیحائی ـ ہمنے سو سو طرح سے مر دیکھا

زور عاشق مزاج ہے کوئی
درد کو قصہ مختصر دیکھا

ہمنے کس رات نالہ سر نہ کیا ـ پر اُسے آہ کچھہ اثر نہ کیا
سب کے یہان تم ہوئے کرم فرما ـ اِسطرف کو کبھی گذر نہ کیا
دیکھنے کو رہے ترستے ہم ـ نہ کیا رحم تو نے پر نہ کیا
تجھسے ظالم کے پاس مین آیا ـ جان کا مینے کچھہ خطر نہ کیا
کیون بہوین تانتے ہو بندہ نواز ـ سینہ کس وقت مین سپر نہ کیا

کتنے بندون کو جان سے کھویا / کچھ خدا کا بھی تو نے ڈر نہ کیا

آپ سے ہم گذر گئے کب کے / کیا ہے ظاہر مین گو سفر نہ کیا

کونسا دل ہے جسمین خانہ خراب / خانہ آباد تو نے گھر نہ کیا

سب کے جوہر نظر مین آئے درد
بے ہنر تو نے کچھ ہنر نہ کیا

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا / پر ترے عہد کے آگے تو یہ دستور نہ تھا

رات مجلس مین ترے حسن کے شعلے کے حضور / شمع کے منہ پہ جو دیکھا تو کہین نور نہ تھا

ذکر میرا ہی وہ کرتا تھا صریحاً لیکن / مین نے پوچھا تو کہا خیر یہ مذکور نہ تھا

باوجودیکہ پر و بال نہ تھے آدم کے / وہان پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

پرورش غم کی تری یہان تئین تو کی۔ دیکھا؟ / کوئی بھی داغ تھا سینہ مین کہ ناسور نہ تھا

محتسب آج تو میخانہ مین تیرے ہاتھون / دل نہ تھا کوئی کہ شیشہ کی طرح چور نہ تھا

درد کے ملنے سے اے یار برا کیون مانے
اسکو کچھ اور سوا دید کے منظور نہ تھا

جگ مین کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا / کہ نہ ہنسنے مین رو دیا ہوگا

اسنے قصداً بھی میرے نالہ کو / نہ سنا ہوگا گر سنا ہوگا

دیکھئے غم سے اب کے جی میرا / نہ بچے گا بچے گا کیا ہوگا

دل زمانے کے ہاتھ سے سالم / کوئی ہوگا کہ رہ گیا ہوگا

حال مجھ غمزدے کا جس جس نے / جب سنا ہوگا رو دیا ہوگا

دل کے پھر زخم تازہ ہوتے ہین / کہین غنچہ کوئی کھلا ہوگا

یک بیک نام لے اٹھا میرا / جی مین کیا اسکے آ گیا ہوگا

قطعہ

میرے نالون پہ کوئی دنیا مین	بن کیے آہ کم رہا ہوگا
لیکن اُسکو اثر خدا جانے	نہ ہوا ہوگا یا ہوا ہوگا
قتل سے میرے وہ جو باز رہا	کسی بدخواہ نے کہا ہوگا

دل ہی اے درد قطرۂ خون تہا
آنسون مین کہین گرا ہوگا

مراجی ہے جب تک تری جستجو ہے	زبان جب تلک ہے یہی گفتگو ہے
خدا جانے کیا ہوگا انجام اسکا	مین بے صبر اتنا ہون وہ تند خو ہے
تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا	تری آرزو ہے اگر آرزو ہے
کیا سیر سب ہمنے گلزار دنیا	گل دوستی مین عجب رنگ و بو ہے
کسو کو کسو طرح عزت ہے جگمین	مجہے اپنے رونے سے ہی آبرو ہے
غنیمت ہے یہ دید وادید یاران	جہان آنکہہ مُند گئی مین ہون نہ تو ہے

نظر میرے دل کی پڑی درد کس پر
جدہر دیکہتا ہون وہی روبرو ہے

تہمت چند اپنے ذمے دہر چلے	جس لئے آئے تہے سو ہم کر چلے
زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے	ہم تو اس جینے کے ہاتہون مر چلے
کیا ہمین کام ان گلون سے ای صبا	ایک دم آئے ادہر اودہر چلے
دوستو دیکہا تماشا یہان کا بس	تم رہو اب ہم تو اپنے گہر چلے
آہ بس مت جی جلا تب جانئے	جب ترا افسون کوئی اُسپر چلے
شمع کی مانند ہم اُس بزم مین	چشم تر آئے تہے دامن تر چلے
ڈہونڈتے ہین آپ سے اُسکو پرے	شیخ صاحب چہوڑ گہر باہر چلے

ہم نجانے پائے باہر آپ سے — وہ ہی آڑے آگیا جیدہر چلے

ہم جہان مین آئے تھے تنہا ولے — ساتھہ اپنے اب اُسے لیکر چلے

جون شرر اے ہستی بے بود یہان — بارے ہم بھی اپنی باری بھر چلے

ساقیا یہان لگ رہا ہے چل چلاؤ — جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

درد کچھہ معلوم ہے یہ لوگ سب
کسطرف سے آئے تھے کیدہر چلے

ہے غلط گر گمان مین کچھہ ہے — تجھہ سوا بھی جہان مین کچھہ ہے

دل بھی تیرے ہی ڈھنگ سیکھا ہے — آن مین کچھہ ہے آن مین کچھہ ہے

لے خبر تیغ یار کہتی ہے — باقی اس نیم جان مین کچھہ ہے

ان دنون کچھہ عجب ہے دل کا حال — دیکھتا کچھہ ہے دھیان مین کچھہ ہے

درد تو جو کرے ہے جی کا زیان
فائدہ اس زیان مین کچھہ ہے

گلیم بخت سیہ سایہ دار رکھتے ہین — یہی بساط مین ہم خاکسار رکھتے ہین

بسان کاغذ آتش زدہ مرے گلرو — ترے جلے بھنے اور ہی بہار رکھتے ہین

یہ کنے ہمسے کیا وعدۂ ہم آغوشی — کہ مثل بحر سراسر کنار رکھتے ہین

ہمیشہ فتح نصیبی ہمین نصیب رہی — جو کچھہ کہ ابھی ہے جی مین سو مار رکھتے ہین

بلا ہے نشۂ دنیا کہ تا قیامت آہ — سب اہل قبر اسی کا خمار رکھتے ہین

جہان کے باغ سے ہم دل سوا پھل پایا — فقط یہی ثمر داغدار رکھتے ہین

اگرچہ دختر رز کے ہے محتسب درپے — جو ہو سو ہو پر اسے اب تو یار رکھتے ہین

ہر ایک شعلۂ غم عشق ہمسے روشن ہے — کہ بیقراری کو ہم برقرار رکھتے ہین

ہمارے پاس ہے کیا جو کرین فدا تجھہ پر	مگر یہ زندگی مستعار رکہتے ہین
فلک سمجھہ تو سہی ہمسے اور گلوگیری	یہ ایک جیب ہے سو تار تار رکہتے ہین
بتون کے جور اُٹھانے ہزار ہا ہمنے	جو اپسے بہی غلیظ اختیار رکہتے ہین
بہری ہے آگے جنہو نہین ہوا سے آزادی	حباب وار گلہ بہی اُتار رکہتے ہین
نہ برق ہین نہ شرر ہم نہ شعلہ نہ سیماب	وہ کچھہ ہین پہ کہ سدا اضطرار رکہتے ہین
جنہون کے دل مین جگہہ کی ہر نقش عبرت نے	سدا نظر مین وہ لوح مزار رکہتے ہین
ہر ایک سنگ مین ہے شوخی بتان پنہان	خنک یہ سب ہین یہ دلمین شرار رکہتے ہین

وہ زندگی کی طرح ایک دم نہین رہتا
اگرچہ درد اُسے ہم ہزار رکہتے ہین

رباعی ـ پیدا کرے ہر چند تقدس بندا	مشکل ہے کہ حرص سے ہو دل برکندہ
جنت مین بہی اکل و شرب سے نہین ہے نجات	دوزخ کا بہشت مین بہی ہوگا دہندہ

سید محمد میر ـ سوز

سوز تخلص سید محمد میر نام ـ وُہی شخص ہین جنہین میر تقی نے یاد شاعر مانا ہے پُرانی دلّی مین ـ قراول پورہ ایک محلہ تہا وہان رہتے تہے ـ مگر اصلی وطن بزرگون کا بخارا تہا ـ باپ اِن کے سید ضیاءالدین بہت بزرگ شخص تہے ـ تیراندازی مین صاحب کمال مشہور تہے ـ اور حضرت قطب عالم گجراتی کی اولاد مین تہے سوز مرحوم پہلے میر تخلص کرتے تہے ـ جب میر تقی مرحوم میر کے تخلص سے عالمگیر ہوئے تو اُنہون نے سوز اختیار کیا چنانچہ ایک شعر مین دونو تخلصون کا اشارہ کرتے ہین ـ

رباعی کے تیسرے مصرعہ مین ـ نہیں ـ دیکر نکلتا ہے ـ اُس عہد کے شعرا کا عام محاورہ ہے ـ
دیکھو صفحہ ۲۲۳ میر صاحب ایک سخن کے بادشاہ تہے جن بغداد نہین چاہا کہیا مگر اب تہیک ہر ـ دیوان دیکہلو ـ باتین

کہتے تھے پہلے میر میر تب ذموئی ہزار حیف — اب جو کہی ہین سوز سوز یعنے سدا جلا کرو

طرزِ کلام

جو کچھ حال انکا بزرگون سے سنا یا تذکرون مین دیکھا - اُسکی تصدیق انکا کلام کرتا ہے یعنے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طبع موزون کے آئینہ کو جسطرح فصاحت نے صفائی سے جلا کی تھی - اِسی طرح ظرافت اور خوش طبعی نے اسمین جوہر پیدا کیا تھا - ساتھ اِسکے جسقدر نیکی و نیک ذاتی نے عزت دی تھی - اُس سے زیادہ وسعت اخلاق اور شیرین کلامی نے ہر دل عزیز کیا تھا - اور خاکساری نے سب جوہرون کو زیادہ تر چمکایا تھا - آزادگی کے ساتھ وضع داری بھی ضرور تھی - جسکا نتیجہ یہ تھا کہ باوجود مفلسی کے ہمیشہ مسندِ عزت پر صاحبِ تمکین اور اُمرا و رُؤسا کے پہلو نشین رہے - اور اِسی مین معیشت کا گذارہ تھا -

دلی کی م

شاہ عالم کے زمانہ مین جب اہل دہلی کی تباہی حد سے گذر گئی تو ۱۱۹۱ھ مین لباسِ فقر اختیار کیا اور لکھنو چلے گئے - مگر وہان سے ۱۲۱۲ھ مین ناکام مرشد آباد گئے - یہان بھی نصیب نے یاوری نہ کی پھر لکھنؤ مین آئے اب قسمت رجوع ہوئی اور نواب آصف الدولہ اِن کے شاگرد ہوئے - چند روز آرام سے نہ گذرے تھے کہ خود دنیا سے گذر گئے - نواب کی غزلون کو دیکھو انہین کا انداز ہے -

صاحب تذکرہ گلزار ابراہیمی لکھتے ہین "اب کہ سنہ ۱۱۹۶ھ ہے میر موصوف لکھنؤ مین ہین - اب تک ان سید والا تبار سے راقم آثم کی ملاقات نہین ہوئی - مگر اسی برس مین کچھ اپنے شعر اور چند فقرے نثر کے اِس خاکسار کو بھیجے ہین - میر سوز شخصے ست کہ ہیچکس را ازو حلاوتے جز سکوت و اکراہ حاصل نشود - واین نیز قدرت کمال آلہی ست کہ ہر ہیچے بلکہ خار و خسے نیست کہ بکار چند بیاید پس اگر منکرے سوال کند کہ ناکارہ محض بیفتادست جواب اینست کہ نامش سوختنی است [25]

حسن خط

خط شفیعا - اور نستعلیق خوب لکھتے تھے - ممالک ایران و خراسان وغیرہ مین قاعدہ ہے کہ جب شرفا ضروریات سے فارغ ہوتے ہین تو ہم لوگون کی طرح خالی نہین بیٹھتے مشق خط

[25] دو تذکرون مین اِس عبارت کو مطابق کیا - کوئی نسخہ مطلب خیز نہ نکلا اسلئے جو کچھ ملا سید موصوف کا تبرک سمجھکر غنیمت جانا

کیا کرتے ہین - اسیواسطے علے العموم اکثر خوشنویس ہوتے ہین - پہلے یہان بہی یہی دستور تہا اب خوشنویسی تو بالاے طاق بدنویسی پر بہی حرف ہے -

میر موصوف سوار کاری مین شہسوار اور فنون سپاہگری مین ماہر - خصوصاً تیراندازی مین قدر انداز تہے ورزش کرتے تہے اور طاقت خداداد بہی اسقدر تہی کہ ہر ایک شخص ان کی کمان کو چڑہا نہ سکتا تہا - غرض کہ ۱۳۱۱ہجری مین شہر لکہنؤ مین ۸۰ برس کی عمر مین فوت ہوئے ان کے بیٹے بہی شاعر تہے - اور باپ کے تخلص کی رعایت سے **داغ** تخلص کرتے تہے - جوانی مین لیئے مرنے کا داغ دیا - اور اس سے زیادہ افسوس یہ کہ کوئی غزل اُن کی دستیاب نہوئی - خود حسین تہے اور حسنون کے دیکہنے والے تہے آخر غم فراق مین جان دی **میر سوز** مرحوم کی زبان عجب میٹہی زبان ہے - اور حقیقت مین غزل کی جان ہے - چنانچہ غزلین خود ہی کہے دیتی ہین - ان کی انشا پردازی کا حسن - تکلف اور صنایع مصنوعی سے بالکل پاک ہے - اس خوشنمائی کی ایسی مثال ہے جیسے ایک گلاب کا پہول ہری بہری ٹہنی پر کٹورا سا دہرا ہے - اور سبز سبز پتون مین اپنا اصلی جوبن دکہا رہا ہے - جن اہل نظر کو خدا نے نظرباز آنکہین دی ہین وہ جانتے ہین کہ ایک حسن خداداد کے سامنے ہزارون بناوٹ کے بناؤ سنگار قربان ہوا کرتے ہین - البتہ غزل مین دو تین شعر کے بعد ایک آدہ پُرانا لفظ ضرور کہٹک جاتا ہے خیر اُس سے قطع نظر کرنی چاہیئے - ع فکر معقول ابزاگل بے خار کجاست **غزل** لغت مین عورتون سے باتین چیتین کرنا اور اصطلاح مین یہ ہے کہ عاشق اپنے معشوق کے ہجر یا وصل کے خیالات کو وسعت دیکر اُس کے بیان سے دل کے ارمان یا غم کا بخار نکالے - اور زبان بہی وہ ہو کہ گویا دونو آمنے سامنے بیٹہے باتین کر رہے ہین - بس وہ کلام انکا ہے - معشوق کو بجائے جانا کے فقط جان یا میان یا میان جان کہکر خطاب کرنا انکا خاص محاورہ ہے -

مجالس رنگین کی بعض مجلسون سے اور ہمارے عہد سے پہلے کے تذکرون سے معلوم ہوتا ہے

کہ انکا کلام صفائی محاورہ اور لطف زبان کے باب مین ہمیشہ سے ضرب المثل ہے - ان کے شعر ایسے
معلوم ہوتے ہین جیسے کوئی چاہنے والا اپنے چاہیتے عزیز سے بیٹھا باتین کر رہا ہے - وہ اپنی
محبت کی باتون کو اس طرح شعر مین باندھتے تھے کہ شعر کی موزونیت کے لئے لفظون کا آگے
پیچھے کرنا بھی گوارا نہ سمجھتے تھے - میر تقی کہین کہین ان کے قریب آجاتے ہین پھر بھی بہت
فرق ہے - وہ بھی محاورہ خوب باندھتے تھے - مگر فارسی کو بہت نباہتے تھے - اور مضامین بلند
لاتے تھے - سودا بہت دور ہین کیونکہ مضامین کو تشبیہ و استعارہ کے رنگ مین غوطہ دیکر
محاورہ مین ترکیب دیتے تھے اور اپنے زور شاعری سے لفظون کو پس و پیش کر کے اس بندوبست
کے ساتھ جڑتے تھے کہ لطف اسکا دیکھنے ہی سے معلوم ہوتا ہے -

انکی غزل کی توضیح

میر سوز - جیسے سیدھے سیدھے مضمون باندھتے تھے - ویسے ہی آسان آسان طرحین
بھی لیتے تھے - بلکہ اکثر ردیف کو چھوڑ کر قافیہ ہی پر اکتفا کرتے تھے - ان کے شعر کا تمام فقط محاورہ
کی چاشنی پر ہے - اضافت - تشبیہ - استعارہ - فارسی ترکیبین ان کے کلام مین بہت
کم ہین - ان لحاظون سے انہین گویا اردو غزل کا شیخ سعدی کہنا چاہئے اگر اس انداز پر زبان رہتی
یعنے فارسی کے رنگین رنگین خیال اسمین داخل نہ ہوتے اور قوت بیانی کا مادہ اس مین زیادہ ہوتا
تو آج ہمین اسقدر دشواری نہ ہوتی - اب دوہری مشکلین ہین اول یہ کہ رنگین استعارات اور مبالغہ کے
خیالات گویا مثل تکیہ کلام کے زبانون پر چڑھ گئے ہین یہ عادت چھڑانی چاہئے - پھر اس مین نئے انداز
اور سادہ خیالات کا داخل کرنا چاہئے - کیونکہ سالہا سال سے کہتے کہتے اور سنتے سنتے کہنے والونکی
زبان اور سننے والون کے کان اسکے انداز سے ایسے آشنا ہو گئے ہین کہ نہ سادگی مین لطف زبان کا
حق ادا ہو سکتا ہے نہ سننے والون کو مزا دیتا ہے -

امتیاز دوم

زیادہ تر سودا نے اور کچھ میر نے اس طریقہ کو بدلا کر استعارون کو ہندی محاورہ کے ساتھ ملا کر ریختہ
متین بنایا - اگر میر و سودا اور ان کی زبان مین فرق بیان کرنا ہو تو یہ کہدو کہ بنسبت عہد

سودا کے دیوان مین اردو کا نوجوان چند سال چھوٹا ہے۔ اور یہی امر کیا باعتبار مضمون۔ اور کیا بلحاظ محاورۂ قدیم ہر امر مین خیال کرلو۔ چنانچہ کو کہ علامت مفعول ہے لہو اور کبہو کا قافیہ بہی باندہ جاتے تہے۔ انہون نے سوائے غزل کے اور کچھ نہین کہا۔ اور اسوقت تک اردو کی شاعری کی اتنی ہی بساط تہی ۱۲ سطر کے صفحہ سے ۰۰۳ صفحہ کا کُل دیوان ہے۔ اسمین سے ۲۸۸ صفحہ غزلیات۔ ۱۲ صفحہ مین مثنوی۔ رباعی۔ مخمس۔ باقی والسلام۔ آغاز مثنوی کا یہ شعر ہے۔

دعوے بڑا ہے سوز کو اپنی کلام کا   جو غور کیجیئے تو ہے کوڑی کے کام کا

نقل۔ ایکدن سودا کے ہان میر سوز تشریف لائے۔ اُن دنون مین شیخ علی حزین کی غزل کا چرچا تہا جسکا مطلع یہ ہے۔

میگرفتیم بجانان سر راہی گاہے   او ہم از لطف نہان داشت نگاہی گاہے

میر سوز مرحوم نے اپنا مطلع پڑہا۔

نہین نکلے ہے مرے دل کی اُبا ہی گاہی   ای فلک بہر خدا رخصت آہی گاہے

مرزا سنکر بولے کہ میر صاحب بچپن مین ہمارے ہان پتور کی ڈومنیان آیا کرتی تہین۔ یا تو جب یہ لفظ سُنا تہا یا آج سُنا ہے۔ میر سوز بچارے ہنسکر چپکے ہو رہے۔ پہر مرزا نے خود اُسیوقت مطلع کہکر پڑہا۔

نہین جون نکہت گل ہوس ابر سیاہی گاہی   کاہ ہون خشک مین ای برق نگاہی گاہی

میان جُرات کی اُن دنون مین ابتدا تہی خود جرات نکرسکے۔ ایک اور شخص نے کہا کہ حضرت یہ بہی کچھ عرض کیا چاہتے ہین۔ مرزا نے کہا۔ کیون بہی کہیے؟ جرات نے پڑہا۔

سرسری اُنسے ملاقات ہے گاہے گاہی   صحبت غیر مین گاہے سر راہی گاہے

سب نے تعریف کی اور مرزا موصوف نے بہی تحسین و آفرین کے ساتہہ پسند کیا اسی پر ایک اور مطلع

یاد آیا ہے چاہو ظفر کا کہو چاہو ذوق کا سمجھو -

اِسطرف بھی نہین لازم ہے نگاہِ گاہِ ہمہ   و مبدم لحظہ بلحظہ نہین گاہے گاہے ہمہ

تخلص پر لطیفہ

نقل - کسی شخص نے اُن سے آکر کہا کہ حضرت! ایک شخص آپ کے تخلص پر آج ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ سوز گوز کیا تخلص رکھا ہے ہمین پسند نہین - اِنہون نے کہنے والے کا نام پوچھا - اُس نے بعد بہت سے انکار اور اصرار کے بتایا - معلوم ہوا کہ شخص موصوف بھی مشاعرہ مین ہمیشہ آتے ہین - میر سوزؔ مرحوم نے کہا خیر کچھہ مضائقہ نہین - اب کے صحبت مشاعرہ مین تم مجھسے برسر جلسہ یہی سوال کرنا - چنانچہ اُنہون نے ایسا ہی کیا - اور بآواز بلند پوچھا حضرت آپکا تخلص کیا ہے؟ اُنہون نے فرمایا کہ صاحب قبلہ فقیر نے تخلص تو میر کیا تھا - مگر وہ میر تقی صاحب نے پسند فرمایا فقیر نے خیال کیا کہ اُنکے کمال کے سامنے میرا نام نہ روشن ہو سکیگا ناچار سوزؔ تخلص کیا (شخص مذکور کی طرف اشارہ کر کے کہا) سُنتا ہون یہ صاحب گوز کرتے ہین مشاعرہ مین عجیب قہقہہ اوڑا - لکھنو مین ہزارون آدمی مشاعرہ مین جمع ہوتے تھے - سب کے کان تک آواز نہ گئی تھی - کئی کئی دفعہ کہوا کر سُنا اِدہر شخص موصوف اُدہر میر تقی صاحب دونو چپ بیٹھے سُنا کئے -

شعر خوانی کا انداز

اُنہون نے علاوہ شاعری کے شعر خوانی کا ایسا طریقہ ایجاد کیا تھا کہ جس سے کلام کا لطف دوچند ہو جاتا تھا - شعر کو اِس طرح ادا کرتے تھے کہ خود مضمون کی صورت بن جاتی تھی - اَور لوگ بھی نقل اُتارتے تھے مگر وہ بات کہان! آواز دردناک تھی - شعر نہایت نرمی اور سوز و گداز سے پڑھتے تھے - اور اُسمین اعضا سے بھی مدد لیتے تھے - مثلاً شمع کا مضمون باندھتے تو پڑھتے وقت ایک ہاتھہ سے شمع اور دوسرے کی اوٹ سے وہین فانوس تیار کر کے بتاتے - بیدماغی یا ناراضی کا مضمون ہوتا تو خود بھی تیوری چڑھا کر وہین بگڑ جاتے - اور تم بھی خیال کر کے دیکھہ لو اِنکے اشعار اپنے پڑھنے کے لئے ضرور حرکات و انداز کے طالب ہین - چنانچہ یہ قطعہ بھی ایک خاص موقع

پر ہوا تہا - اور عجب انداز سے پڑہا گیا -

گئے گہر سے جو ہم اپنے سویرے — سلام اللہ خان صاحب کے ڈیرے
وہان دیکہی کئی طفل پری رو — اری ری ری اری ری ری اری رے

جونہا مصرعہ پڑہتے پڑہتے وہین زمین پر گر پڑے گویا پریزادون کو دیکہتے ہی دل بے قابو ہو گیا
اور ایسے نڈہال ہوئے کہ ارے رے رے کہتے کہتے غش کہا کر بے ہوش ہو گئے -
ایک غزل مین قطعہ اس انداز سے سنایا تہا کہ سارے مشاعرہ کے لوگ گہبرا کر اُٹہ کہڑے ہوئے تہے -

اے مار سیاہ زلف سچ کہہ — بتلا دے دل جہان چہپا ہو
کُنڈلی تلے دیکہیو نہ ہووے — سکا نہ ہفی - ترا بُرا ہو

پہلے مصرع پر ڈرتے ڈرتے - جہک جہک کے - گویا کُنڈلی تلے دیکہنے کو جہکے ہین - اور جس وقت کہا - کا ہے
نہفی - بس دفعتہً ہاتہ کو چہاتی تلے مسوس کر - ایسے بے اختیار لوٹ گئے کہ لوگ گہبرا کر سنبہالنے
کو کہڑے ہو گئے (صحیح افعی ہے - محاورہ مین ہفی کہتے ہین) -

نوازش اپنے شاگرد کا نام ہم لڑکپن مین سُنا کرتے تہے اور کچہہ کہتے تہے تو وہ ہی اس انداز
مین کہتے تہے - مرزا رجب علی سرور صاحب فسانۂ عجایب اُنکے شاگرد تہے -

مطلع سر دیوان

سر دیوان پہ اپنے جو بسم اللہ مین لکہتا — بجائے مد بسم اللہ تبرا ہ مین لکہتا
مجکو تیرے نہین ہے کچہہ خیال خوب و زشت — ایک ہے اُسکو ہوائے دوزخ و باغ بہشت
تا جیئو طوف دل انسان کرو تو کچہ ملے — ورنہ کعبہ مین دہرا ہے کیا بغیر از سنگ و خشت
ناصحا گر یار ہے ہم سے خفا تو تجہکو کیا — چین پیشانی ہی ہے اُسکی ہماری سرنوشت

سوز نے دامن جو مین پکڑا تو وہین چہین کر
کہنے لاگا - ان دنون کچہہ زور چل نکلا ہے شت

بہت بڑھے عشق تیری شوکت و شان — بھائی میرے تو اُٹھ گئے اوسان

ایک ڈر تھا کہ جی بچے نہ بچے — دوسری غم نے کہا میری بجان

بس غم یار ایک دن دو دن — اس سے زیادہ نہو جیو مہمان

نہ کہ بیٹھے ہو پاؤن پھیلا کر — اپنے گہر جاؤ خانہ آباد ان

عارضی حسن پر نہ ہو مغرور — میرے پیارے یہ گو ہے یہ میدان

پھرتے ہے زلف و خال زیر زلف — چار دن تو بھی کھیل لے چوگان

آؤ تو اور کھہ سکے دو باتین
سوز کہلایا صاحب دیوان

مرا جان جاتا ہے یارو بچالو — کلیجہ مین کانٹا گڑا ہے نکالو

نہ بھائی۔ مجھے زندگانی نہ بھائی — مجھے مار ڈالو مجھے مار ڈالو

خدا کے لئے میرے اے ہمنشینون — وہ بانکا جو جاتا ہے اُسکو بلا لو

اگر وہ خفا ہو کے کچھ گالیان دے — تو دم کھا رہو کچھ نہ بولو نہ چالو

نہ آوے اگر وہ تمہارے کہے سے — تو منت کرو گھیرے گھیرے منا لو

کہو ایک بندہ تمہارا مرے ہے — اُسے جان کندن سی چلکر بچالو

جلوں کی بڑی آہ ہوتی ہے پیارے
تم اس سوز کی اپنے حق مین دعا لو

ہوا دل کو مین کہتا کہتا دوانا — پر اس بے خبر نے کہا کچھ نہ مانا

کوئی دم تو بیٹھے رہو پاس میرے — میان مین بھی چلتا ہون ٹک کر جانا

مجھے تو تمہاری خوشی چاہئے ہے — تمہین گو ہو منظور میرا اگر ٹہانا

گیا ایکدن اُسکے کوچے مین ناگاہ — لگا کہنے چل بھاگ سے پھر نہ آنا

کہان ڈہونڈون ہے ہر کدہر جاؤن یارب
کہین جان کا پاتا نہین مین ٹہکانا

کہون کس سے حکایت آشنا کی
ستو صاحب یہ باتین ہین خدا کی

دعا دی ۔ تو لگا کہنے کہ دور ہو
سُنی مینے دعا ۔ تیری دعا کی

کہا مینے کہ کچھہ خاطر مین ہوگا
تمہارے ساتہہ جو مینے وفا کی

گریبان مین ذرا مُنہہ ڈال دیکہو
کہ تمنے اُس وفا پر ہم سے کیا کی

تو کہتا ہے کہ بس بس چوچ کر بند
دغا لایا ہے وقت تیری وفا کی

عدم سے زندگی لائی تہی بہلا
کہ دنیا جائے ہے اچہی فضا کی

جنازہ دیکہتے ہی سُن ہوا دل
کہ ہے ظالم! دغا کی رہ دغا کی

تجہے ابہی سوز کیا مشکل بنی ہے
جو ڈہونڈے ہے سفارش اغنیا کی

کوئی مشکل نہین رہتی ہے مشکل
محبت ہو اگر مشکل کشا کی

دل کے ہاتہون بہت خراب ہوا
جل گیا بل گیا کباب ہوا

اشک آنکہون سے پل نہین تہمتا
کیا بلا دل ہے دلمین آب ہوا

جکو نت دیکہتے تہے اب اُن کا
دیکہنا بہی خیال و خواب ہوا

یار اغیار ہوگیا ہیہات
کیا زمانے کا انقلاب ہوا

سارا دیوان زندگی دیکہا
ایک مصرعہ نہ انتخاب ہوا

سوز بیہوش ہوگیا جب سے
تیری صحبت مین باریاب ہوا

عاشق ہوا اسیر ہوا مبتلا ہوا
کیا جانئے کہ دیکہتے ہی دلکو کیا ہوا

سر عشق ظلم تو نے کیا مجھکو واہ واہ — تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا
دل تھا بساط مین سو کوئی اسکو لیگیا — اب کیا کرونگا اے میری اللہ کیا ہوا
پاتا نہین سراغ کرون کسطرف تلاش — دیوانہ دل کدہر کو گیا آہ کیا ہوا

سُنتے ہی سوز کی خبر مرگ خوش ہوا
کہنے لگا کہ پنڈ تو چھوٹا بھلا ہوا

آج اس راہ دلربا گذرا — جے یہ کیا جانئے کہ کیا گذرا
آہ ظالم نے کچھ نہ مانی بات — مین تو اپنا سا جے چلا گذرا
اب تو آ یار بس خدا کو مان — پچھلا شکوہ تھا سو گیا گذرا
رات کو نیند ہے نہ دن کو چین — ایسے جینے سے اے خدا گذرا

سوز کے قتل پر کمر مت باندہ
ایسا جانا ہے کیا گیا گذرا

یار گر صاحب وفا ہوتا — کیون میان جان کیا مزا ہوتا
ضبط سے میرے تھم رہا ہے سرشک — ورنہ اب تک تو بہ گیا ہوتا
جان کے کیا کرون بیان احسان — یہ نہ ہوتا تو مر گیا ہوتا
روٹھنا تب تجھے مناسب تھا — جو تجھے مین نے کچھ کہا ہوتا

ہان میان جانتا تو میری قدر
جو کہین تیرا دل لگا ہوتا

بلبل کہین نہ جائیو زنہار دیکھنا — اپنے ہی من مین ہو لگی گلزار دیکھنا
نازک ہے دل نہ ٹھیس لگانا اسے کہین — غم سے بھرا ہے اے میرے غمخوار دیکھنا
شکوہ عبث ہے یار کے جوروں کا ہر گھڑی — غیرون کے ساتھ شوق سے دیدار دیکھنا

سودا کی بات بھول گئی سوز تجھکو حیف
جو کچھ خدا دکھا دے سو لاچار دیکھنا

کچھ کہے تو قاصد آتا ہے وہ ماہ
جھوٹے کے منہ میں آگے کہوں کیا

الحمد للہ الحمد للہ
استغفر اللہ استغفر اللہ

یاد آتا ہے ۔ ترے یار کی ایسی تیسی
آنا آتا ہے ۔ ترے پیار کی ایسی تیسی

میر محمد تقی میر

میر تخلص محمد تقی نام ۔ خلف میر عبد اللہ ۔ شرفائے اکبر آباد سے تھے ۔ سراج الدین علیخان آرزو ۔ زبان فارسی کے معتبر مصنف ۔ اور مسلم الثبوت محقق ہندوستان میں تھے ۔ گلدار ابراہیمی میں لکھا ہے کہ میر صاحب کا اونسے دور کا رشتہ تھا اور تربیت کی نظر پائی تھی عوام میں اونکے بھانجے مشہور ہیں ۔ درحقیقت میر عبد اللہ کے بیٹے تھے مگر اونکی پہلی بی بی سے تھے ۔ دوسری بیوی تو خان آرزو کی ہمشیرہ سے شادی کی تھی ۔ اسلئے سوتیلے بھانجے ہوئے ۔ میر صاحب کو ابتدا سے شعر کا شوق تھا ۔ باپ کے مرنے کے بعد دلی میں آئے اور خان آرزو کے پاس اُنہوں نے اور ان کی شاعری نے پرورش پائی ۔ مگر خان صاحب حنفی مذہب تھے اور میر صاحب شیعہ ۔ اسپر نازک مزاجی غضب ۔ غرض کسی مسئلہ پر بگڑ کر الگ ہوگئے ۔ بدنظر زمانہ کا دستور ہے کہ جب کسی نیک نام کے دامن شہرت کو ہوا میں اڑتے دیکھتا ہے تو ایک داغ لگا دیتا ہے ۔ چنانچہ تذکرہ شورش میں لکھا ہے کہ خطاب سیادت نہیں شاعری

کی درگاہ سے عطا ہوا۔ کہن سال بزرگون سے یہ بھی سُنا ہے کہ جب انہون نے میرؔ تخلص کیا تو اِن کے والد نے منع کیا کہ ایسا نہ کرو۔ ایکدن خواہ مخواہ سیّد ہو جاؤ گے اسوقت اُنہون نے خیال نہ کیا۔ رفتہ رفتہ ہو ہی گئے۔ سوداؔ کا ایک قطعہ بھی سن رسیدہ لوگون سے سُنا ہے مگر کلیات مین نہین۔ شاید اِس مین بھی اشارہ ہو۔

بیٹھے تنورِ طبع کو جب گرم کر کے میرؔ	کچھ شیرمال سامنے کچھ نان کچھ پنیر

اخیر مین کہتے ہین۔

میرؔی کے اب تو سارے مصالح ہین مستعد — بٹیا تو گندنا ہے اور آپ کو تہ میر

پھر بھی اتنا کہنا واجب سمجھتا ہون کہ اِن کی مسکینی و غربت اور صبر و قناعت۔ تقوےٰ و طہارت محضر بنا کر اداے شہادت کرتے ہین کہ سیادت مین شبہ نہ کرنا چاہئے۔ اور زمانہ کا کیا ہے۔ کس کس کو کیا نہین کہتا۔ اگر وہ سید نہ ہوتے تو خود کیون کہتے۔

پھرتے ہین میرؔ خوار کوئی پوچھتا نہین — اِس عاشقی مین عزتِ سادات بھی گئی

غرض ہرچند کہ تخلص اُنکا میرؔ تھا مگر گنجفۂ سخن کی بازی مین آفتاب ہو کر چمکے۔ قدردانی نے اُنکے کلام کو جواہر اور موتیون کی نگاہون دیکھا۔ اور نام کو پھولون کی مہک بنا کر اڑایا۔ ہندوستان مین یہ بات اِنہی کو نصیب ہوئی ہے کہ مسافر غزلون کو تحفہ کے طور پر شہر سے شہر مین لیجاتے تھے۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ نحوست اور فلاکت قدیم سے اہلِ کمال کے سر پر سایہ کئے ہین۔ ساتھ اِسکے میر صاحب کی بلند نظری اِس غضب کی تھی کہ دنیا کی کوئی بڑائی۔ اور کسی شخص کا کمال یا بزرگی اِنہین بڑی نہ دکھائی دیتی تھی۔ اِس قباحت نے نازک مزاج بنا کر ہمیشہ دنیا کی راحت اور فارغ البالی سے محروم رکھا اور وہ وضعداری اور قناعت کے دھوکے مین اِسے فخر سمجھتے رہے۔ یہ الفاظ گستاخانہ جو زبان سے نکلے ہین۔ راقمِ روسیاہ اُنکی روحِ پاک سے عفو

قصور جاتا ہے - لیکن خدا گواہ ہے کہ جو کچھ لکھا گیا فقط اسلئے ہے کہ جن لوگون کو دنیا مین گزارہ کرنا ہے - وہ دیکھین کہ ایک صاحب جوہر کا جوہر یہ باتین کیونکر خاک مین ملا دیتی ہین - چنانچہ انہین کے حالات و مقالات عنقریب اِس بیان کا ثبوت پیش کرتے ہین - اگرچہ دلّی مین شاہ عالم کا دربار - اور امرا و شرفا کی محفلون مین ادب ہر وقت اُن کے لئے جگہ خالی کرتا تہا - اور اُن کے جوہر کمال - اور نیکی اطوار و اعمال کے سبب سے سب عظمت کرتے تہے - مگر خالی آدابون سے خاندان تو نہین پل سکتے - اور وہان تو خود خزانۂ سلطنت خالی پڑا تہا - اِسلئے سنہ ۱۱۹۰ھ مین دلّی چہوڑنی پڑی -

جب لکہنؤ چلے تو ساری گاڑی کا کرایہ بہی پاس نہ تہا - ناچار ایک شخص کے ساتہ شریک ہوگئے اور دلّی کو خدا حافظ کہا - تہوڑی دور آگے چلکر اُس شخص نے کچہہ بات کی - یہ اُس کی طرف سے منہہ پہیر کر ہو بیٹہے - کچہہ دیر کے بعد پہر اُس نے بات کی - میر صاحب چین بجبین ہوکر بولے کہ - صاحب قبلہ آپنے کرایہ دیا ہے - بیشک گاڑی مین بیٹہئے - مگر باتون سے کیا تعلق - اُسنے کہا - حضرت کیا مضائقہ ہے - راہ کا شغل ہے - باتون مین ذرا جی بہلتا ہے - میر صاحب بگڑ کر بولے کہ - خیر - آپ کا شغل ہے - میری زبان خراب ہوتی ہے -

لکہنؤ مین پہنچکر جیسا مسافرون کا دستور ہے - ایک سرا مین اُترے - معلوم ہوا کہ آج یہان ایک جگہہ مشاعرہ ہے - رہ نہ سکے - اُسیوقت غزل لکہی اور مشاعرہ مین جاکر شامل ہوئے - اِن کی وضع قدیمانہ - کہڑکی دار پگڑی - پچاس گز کے گہیر کا جامہ - ایک پورا تہان پستولئے کا کمر سے بندہا - ایک رومال پٹری دار تہہ کیا ہوا اُس مین آویزان - مشروع کا پاجامہ - جسکے عرض کے پائچے - ناگ پہنی کی انی دار جوتی - جسکی ڈیڑہ بالشت اونچی نوک کمر مین ایک طرف سیف یعنے سیدہی تلوار - دوسری طرف کٹار - ہاتہہ مین

جریب غرض جب داخل محفل ہوئے تو وہ شہر لکھنو - نئے انداز - نئی تراشین - بانکے ٹیڑہے جوان جمع - اُنہین دیکھہ کر سب ہنسنے لگے - میر صاحب بیچارے غریب الوطن - زمانہ کے ہاتھہ سے پہلے ہی دل شکستہ تھے - اور بھی دلتنگ ہوئے - اور ایک طرف بیٹھہ گئے - شمع انکے سامنے آئی تو پھر سب کی نظر پڑی - اور بعض اشخاص نے پوچھا کہ حضور کا وطن کہان ہے؟ میر صاحب نے یہ قطعہ فے البدیہ کہکر غزل طرحی مین داخل کیا -

کیا بود و باش پوچھو ہو پورب کے ساکنو!	ہمکو غریب جان کے ہنس ہنس پکار کے
دلی جو ایک شہر تھا عالم مین انتخاب	رہتے تھے منتخب ہی جہان روزگار کے
اُسکو فلک نے لوٹ کے ویران کر دیا	ہم رہنے والے ہین اُسی اجڑے دیار کے

سکو حال معلوم ہوا - بہت معذرت کی - اور میر صاحب سے عفو تقصیر چاہی - کمال کے طالب تھے صبح ہوتے ہوتے شہر مین مشہور ہو گیا کہ میر صاحب تشریف لائے - رفتہ رفتہ نواب آصف الدولہ مرحوم نے سُنا اور دو سو روپیہ مہینا کر دیا -

عظمت و اعزاز جوہر کمال کے خادم ہین - اگرچہ اُنہون نے لکھنو مین بھی میر صاحب کا ساتھہ نہین چھوڑا مگر اُنہون نے بھی بد دماغی اور نازک مزاجی کو جو ان کے ذاتی مصاحب تھے اپنے دم کے ساتھہ ہی رکھا - چنانچہ کبھی کبھی نواب کی ملازمت مین جاتے تھے -

نواب آصف الدولہ کی فرمایش

ایک دن نواب مرحوم نے ایک غزل کی فرمایش کی - دوسرے تیسرے دن جو پھر گئے تو پوچھا کہ میر صاحب! ہماری غزل لائے؟ میر صاحب نے تیوری بدل کر کہا - جناب عالی! مضمون غلام کی جیب مین تو بھرے ہی نہین کہ کل آپنے فرمایش کی آج غزل حاضر کر دے اُس فرشتہ خصال نے کہا - خیر میر صاحب جب طبیعت حاضر ہو گی کہہ دیجئے گا -

میر صاحب کی نازک مزاجی

ایک دن نواب نے بلا بھیجا - جب پہنچے تو دیکھا کہ نواب حوض کے کنارے کھڑے ہین - ہاتھہ مین چھڑی ہے - پانی مین لال سبز مچھلیان تیرتی پھرتی ہین آپ تماشا دیکھہ رہے ہین -

میر صاحب کو دیکہ کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ میر صاحب کچہ فرمائیے - میر صاحب نے غزل سُنانی شروع کی - نواب سُنتے جاتے تہے - اور چیڑے کے ساتہ مچہلیون سے بہی کہیلتے جاتے تہے - میر صاحب چین بچین ہوتے تہے اور ہر شعر پہ ٹہر جاتے تہے - نواب کہے جاتے تہے کہ ہان پڑہیے - آخر چار شعر پڑہکر میر صاحب ٹہر گئے - اور بولے کہ پڑہون کیا آپ تو مچہلیون سے کہیلتے ہین - متوجہ ہون تو پڑہون - نواب نے کہا جو شعر ہوگا آپ متوجہ کریگا - میر صاحب کو یہ بات زیادہ تر ناگوار گذری - غزل جیب مین ڈال گہر کو چلے آئے - اور پہر جانا چہوڑ دیا - چند روز کے بعد ایک دن بازار مین چلے جاتے تہے نواب کی سواری سامنے سے آگئی - دیکہتے ہی نہایت محبت سے بولے کہ میر صاحب آپ نے بالکل ہمین چہوڑ دیا - کبہی تشریف بہی نہین لاتے میر صاحب نے کہا بازار مین باتین کرنا اوب شرفا نہین - یہ کیا گفتگو کا موقع ہے - غرض بدستور اپنے گہر مین بیٹہے رہے اور فقر و فاقہ مین گذارہ کرتے رہے - آخر ۱۲۲۵ھ مین فوت ہوئے - اور سو برس کی عمر پائی - ناسخ نے تاریخ کہی کہ ع واویلا مُرد شہ شاعران -

تصنیفات کی تفصیل یہ ہے کہ چہہ **دیوان** غزلون کے ہین - چند صفحے ہین جن مین فارسی کے عمدہ متفرق شعرون پر اُردو مصرعہ لگا کر مثلث اور مربع کیا ہے اور یہ ایجاد انکا ہے - رباعیان - مستزاد - چند صفحے - ۴ قصیدے منقبت مین اور ایک نواب آصف الدولہ کی تعریف مین - چند مخمس اور ترجیع بند مناقب مین - چند مخمس شکایت زمانہ مین جنمے بعض اشخاص کی ہجو مطلوب ہے - دو واسوخت - ایک ہفت بند ملا حسن کاشی کے طرز پر حضرت شاہ ولایت کے شان مین ہے - بہت سی مثنویان جنکی تفصیل عنقریب واضح ہوتی ہے - تذکرہ نکات الشعرا - شاعران اُردو کے حال کا کہ اب بہت کم یاب ہے - ایک رسالہ مسمّٰی بہ فیض میر مصحفی اپنے تذکرہ فارسی مین لکہتے ہین دعوی

شعرِ فارسی ندارد مگر فارسیش ہم کم از ریختہ نیست میگفت کہ سالے ریختہ موقوف کردہ بودم در آن
حال دو ہزار شعر گفتہ تدوین کردم۔

رائے غزلون دیوان پر

معلوم ہوتا ہے کہ میر صاحب کو تاریخ گوئی کا شوق نہ تہا۔ علیٰ ہذا القیاس مرثیہ بہی دیوان
مین نہین غزلون کے دیوان۔ اگرچہ رطب و یابس سے بہرے ہوئے ہین۔ مگر
جو اُن مین انتخاب ہین وہ فصاحت کے عالم مین انتخاب ہین۔ اُردو زبان کے جوہری

بہتر نشتر

قدیم سے کہتے آئے ہین۔ ستّر اور دو بہتّر نشتر ہین۔ باقی میر صاحب کا تبرک ہے۔ لیکن
یہ بہتّر کی رقم فرضی ہے۔ کیونکہ جب کوئی تڑپتا ہوا شعر پڑہا جاتا ہے۔ تو ہر سخن شناس سے
مبالغۂ تعریف مین یہی سُنا جاتا ہے کہ دیکہیے! یہ اُنہین بہتّر نشترون مین سے ہے۔ اِنہون نے
زبان اور خیالات مین جسقدر فصاحت اور صفائی پیدا کی ہے۔ اُتنا ہی بلاغت کو کم کیا ہے۔ یہی سبب ہے
کہ غزل اصول غزلیت کے لحاظ مین سودا سے بہتر ہے۔ اِن کا صاف اور سلجہا ہوا کلام اپنی سادگی
مین ایک انداز دکہاتا ہے۔ اور فکر کو بجائے کاہش کے لذت بخشتا ہے۔ اِسیواسطے خواص
مین معزز۔ اور عوام مین ہردل عزیز ہے۔ حقیقت مین یہ انداز میر سوز سے لیا۔ مگر اُن کے ہان
فقط باتین ہی باتین تہین۔ اِنہون نے اس مین مضمون داخل کیا۔ اور گہریلو زبان کو متانت
کا رنگ دیکر محفل کے قابل کیا۔

قصائد کی کیا کیفیت

چونکہ مطالب کی رقت۔ مضامین کی بلند پروازی۔ الفاظ کی شان و شکوہ۔ بندش کی چستی۔
لازمہ قصائد کا ہے۔ وہ طبیعت کی شگفتگی اور جوش و خروش کا ثمر ہوتا ہے۔ اسیواسطے میر صاحب
کے قصیدے کم ہین۔ اور اُسیقدر درجہ مین بہی کم ہین۔ اِنہون نے طالب سخن پر روشن کر دیا
ہے کہ قصیدہ اور غزل کے دو میدانون مین دن اور رات کا فرق ہے۔ اور اسی منزل مین آکر
سودا اور میر کے کلام کا حال کہلتا ہے۔
امرا کی تعریف مین قصیدہ نہ کہنے کا یہ بہی سبب تہا کہ توکل اور قناعت۔ اُنہین بندہ کی خوشامد کی

اجازت نہ دیتے تھے - یا خود پسندی اور خود بینی جو اُنہیں اپنے مین آپ غرق کیے دیتی تہی وہ زبان سے کسی کی تعریف نکلنے نہ دیتے تھے - چنانچہ کہتے ہین اور کیا خوب کہتے ہین -

مجکو دماغ وصفِ گل و یاسمن نہین	مین جون نسیم بادِ فروشِ چمن نہین
کل جاکے ہمنے میر کے در پر سُنا جواب	مدّت ہوئی کہ یہان غریب الوطن نہین

چند مخمس شکایتِ زمانہ مین بطور شہر آشوب کے کہی ہین اور اُن مین بعض اشخاص کے نام بہی لئے ہین - مگر ایسے کمزور کہے ہین کہ گویا کچہ نہین ہین - یہ سمجہ لو کہ قسّام ازل نے اُن کے دسترخوان سے مدح اور قصیدے کے دو پیالے اُٹہاکر سودا کے ہان دہر دیئے ہین -

واسوخت - دو ہین اور کچہ شک نہین کہ لاجواب ہین - اہل تحقیق نے فغانی یا وحشی کو فارسی مین - اور اُردو مین اِنہین **واسوخت** کا موجد تسلیم کیا ہے - سینکڑون شاعرون نے واسوخت کہے لیکن خاص خاص محاورون سے قطع نظر کرین تو آجتک اِس کوچہ مین میر صاحب کے خیالات و انداز بیان کا جواب نہین -

مناقب مین جو مخمس اور ترجیع بند وغیرہ کہے ہین حقیقت مین حسن اعتقاد کا حق ادا کردیا ہے - وہ اُنکے صدق دل کی گواہی دیتے ہین -

مثنویان مختلف بحرون مین ہین - جو اصول مثنوی کے ہین وہ میر صاحب کا قدرتی انداز واقع ہوا ہے اسلئے بعض بعض لطف سے خالی نہین - اُن مین **شعلۂ عشق** - اور **دریائے عشق** نے اپنی خوبی کا انعام شہرت کے خزانہ سے پایا - مگر افسوس یہ کہ **میر حسن** مرحوم کی مثنوی سے دونو پیچہے رہین -

جوشِ عشق مین لطافت اور نزاکت کا جوش ہے مگر مشہور نہوئی **اعجاز عشق و خواب و خیال** مختصر ہین اور اُس تبہ پر نہین پہنچین - **معاملات عشق** اُنسے بڑی ہی مگر تبہ مین گہٹی ہوئی ہے -

مثنوی شکارنامہ مین نواب آصف الدولہ کے شکار کا اور اُس سفر کا مفصل حال لکھا ہی۔ اگرچہ زبان ایسی نہین مگر کیفیت اور لطفِ محاورہ سے خالی نہین۔ اُسمین جو متفرق غزلین جابجا لگائی ہین وہ عجب لطف دیتی ہین۔

ساقی نامہ

ساقی نامہ بہاریہ لکھا ہے اگرچہ مختصر ہے مگر اعلے درجۂ لطافت و فصاحت پر ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی مختصر مختصر مثنویان ہین۔

مرغہ کا مرثیہ

ایک مثنوی اپنے مُرغہ کے مرثیہ مین لکھی ہے۔ فرماتے ہین کہ میرا پیارا مرغہ تہا۔ بڑا اصیل تہا۔ بہت خوب تہا۔ اُسپر بلّی نے حملہ کیا۔ **مرغہ** نے بڑی دلاوری سے مقابلہ کیا۔ اور اخیر کو مارا گیا۔ مثنوی تو جیسی ہے ویسی ہے مگر ایک شعر اُسکے وقت آخر کا نہین بہولتا

زمین پہ تاج گرا ہُدہُدِ سلیمان کا	جُہکا بسوئے قدم سرِ خروس بیجان کا

مثنوی اپنی بلّی کے حال مین

ایک مثنوی مین کہتے ہین کہ میری ایک بلّی تہی۔ بڑی وفادار تہی۔ بڑی قلانچ تہی۔ اُس کے بچّے نہ جیتے تہے۔ ایک دفعہ ۵ بچّے ہوئے۔ پانچون جیے۔ ۳ بچّے لوگ لے گئے۔ دُو رہے وہ دونون مادہ تہے۔ ایک کا نام مونی رکہا۔ ایک کا نام مانی۔ مونی ایک میرے دوست کو پسند آئی وہ لیگئے۔ مانی کی مزاج مین مسکینی اور غربت بہت تہی اسلئے فقیر کی رفاقت نہ چہوڑی۔ اُسکے بیان حالات کو بہت طول دیا ہے۔

ایک کُتّا اور ایک بلّا پالا تہا اُسکی ایک مثنوی لکھی ہے۔

برسات کا سفر

ایک امیر کے ساتہ سفر مین میرٹہہ تک گئے تہے۔ اسمین **برسات** کی تکلیف اور رستہ کی مصیبت بہت بیان کی ہے۔ اس سے یہ بہی قیاس کر سکتے ہین کہ ہمارے ہموطن ہمیشہ سے سفر کو کیسی آفت سمجہتے ہین۔

مثنوی اپنی بکری کے حال مین

ایک بکری پالی۔ اُسکے ۴ تہن تہے۔ بچّہ ہوا تو دودہ ایک ہی تہن مین اُترا۔ وہ بہی اتنا تہا کہ بچّہ کو پورا نہ پڑتا تہا۔ بازار کا دودہ پلا پلا کر پالا۔ پہر بچّہ کی سرزوری اور سرشوری

کی شکایت ہے۔

ایک مثنوی آصف الدولہ مرحوم کی آرایش کتخدائی مین کہی ہے۔ ایک مختصر مثنوی جہوٹ کیطرف سے خطاب کرکے لکہی ہے اور اُسکی بحر مثنوی کے معمولی بحرون سے علیحدہ ہے۔

مثنوی اژدرنامہ کہ اُسکا حال آگے آتا ہے۔ یا اجگرنامہ

ایک مثنوی مختصر برسات کی شکایت مین لکہی ہے۔ گہر کا گرنا اور منہہ برستے مین گہر والون کا نکلنا عجب طور سے بیان کیا ہے۔ اگر خیال کرو تو شاعر کی شورش طبع کے لئے یہ موقع خوب تہا۔ مگر طبیعت مکان سے بہی پہلے گری ہوئی تہی وہ یہان بہی نہین اُبہری۔ سودا ہوتے تو طوفان اٹہاتے۔

مثنوی تنبیہ الخیال۔ اسمین فن شعر کی عزت و توقیر کو بہت سا طول دیکر کہا ہے کہ پہلے اس فن شریف کو شرفا اختیار کرتے تہے۔ اب یوانج دار ازل بہی شاعر ہوگئے۔ اسمین ایک بزاز کے لونڈے کو بہت خراب کیا ہے۔ اسکے علاوہ کئی اور چہوٹی چہوٹی مثنویان ہین کہ چندان ذکر کے قابل نہین۔

نکات الشعرا شائق شعر کے لئے بہت مفید ہے۔ اُسمین شعرائے اردو کی بہت سی باتین اس زمانہ کے لوگون کے لئے دیکہنے کے قابل ہین۔ مگر وہان بہی اپنا انداز قائم ہے۔ دیباچہ مین فرماتے ہین کہ یہ اُردو کا پہلا تذکرہ ہے[1]۔ اِس مین ایک ہزار شاعر کا حال لکہون گا مگر اُن کو نہ لونگا جن کے کلام سے دماغ پریشان ہو۔ اِن ہزار مین ایک بیچارہ بہی طعنون اور ملامتون سے نہین بچا۔ ولی۔ کہ بنی نوع شعرا کا آدم ہے اُسکے حق مین فرماتے ہین "وی شاعریست از

[1] یہ بہی میر صاحب کا دعوے ہے۔ ورنہ اس سے پہلے بہی تذکرے مرتب ہوچکے ہین

شیطان مشہور تر۔ میر خان کمترین[25]۔ اُسی زمانہ میں ایک قدیمی شاعر دلّی کے تھے اُنھیں اس فقرہ پر بڑا غصّہ آیا۔ ایک نظم میں اوّل بہت کچھ کہا۔ آخر میں آکر کہتے ہیں ؎ دلّی پہ جو سخن لائے اُسے شیطان کہتے ہیں ——— یہ بھی مختصر کیفیت میر صاحب کی تصنیفات کی۔ میر صاحب کی زبان شستہ۔ کلام صاف۔ بیان ایسا پاکیزہ۔ جیسے باتیں کرتے ہیں۔ دل کے خیالات کو جو کہ سبکے طبیعتوں کے مطابق ہیں محاورہ کا رنگ دیکر باتوں باتوں میں ادا کر دیتے ہیں۔ اور زبان میں خدا نے ایسی تاثیر دی ہے کہ وہی باتیں ایک مضمون بنجاتے ہیں۔ اِسیواسطے اُنمیں بہ نسبت اَور شعرا کے اصلیت کچھہ زیادہ قایم رہتی ہے۔ بلکہ اکثر جگہ یہی معلوم ہوتا ہے گویا نیچر کی تصویر کھینچ رہے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ دلوں پر اثر بھی زیادہ کرتے ہیں۔ وہ گویا اُردو کے سعدی ہیں۔ ہمارے عاشق مزاج شعرا کی رنگینیاں۔ اور خیالات کی بلند پروازیاں۔ اُنکے مبالغوں کے جوش و خروش۔ سب کو معلوم ہیں مگر اِسے قسمت کا لکھا سمجھو کر ان میں سے بھی میر صاحب کو۔ شگفتگی۔ یا بہار عیش و نشاط۔ یا کامیابی وصال کا لطف کبھی نصیب نہوا۔ وہی مصیبت اور قسمت کا غم جو ساتھہ لائے تھے اُسکا دُکھڑا سناتے چلے گئے۔ جو آجتک دلوں میں اثر اور سینوں میں درد پیدا کرتے

عمومی رائے میر صاحب کے کلام پر

حسرت و مایوسی کے خیال

[25] کمترین تخلص۔ میر خان نام تھا تخلص میں یہ نکتہ رکھا تھا کہ قوم کے افغان تھے۔ ترین فرقہ کا نام تھا۔ کمترین تخلص کیا تھا۔ بہت سن رسیدہ تھے۔ شاہ آبرو۔ اور ناجی کے دیکھنے والوں میں تھے۔ مگر چوتھے طبقہ کے مشاعروں میں موجود ہوتے تھے۔ بڑا ز سیاہ تھے۔ کچھہ بہت علم بھی نتھا۔ طبقہ اوّل کے رنگ میں ایہام کے شعر کہتے تھے۔ خوش مزاج بھی تھے۔ اور غصیل بھی تھے۔ اور وقت پر جو سوجھہ جاتی تھی اُسمیں چوکتے نہ تھے۔ صاف کہہ بیٹھتے تھے۔ کوئی اُنکی زبان سے بچا نہیں۔ مگر وہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ علما۔ شرفا۔ سب سُنتے تھے۔ اور ہنس ہنس کر برداشت کرتے تھے۔ وضع بھی دنیا سے نرالی رکھی تھی۔ ایک بڑی سی گھیردار پگڑی سر پر باندھتے تھے۔ لنبا سا دوپٹہ بل دیکر کمر پر لپیٹتے تھے۔ ایک بکم ہاتھہ میں رکھتے تھے۔ اپنے اشعار کہ میر جعفر مرحوم کی زٹل کے کُرچن ہوتے تھے۔ خود پرچوں پر لکھکر میں رکھتے تھے۔ اُنہوں نے ہر جمعہ کو سعد اللہ خاں کے چوک پر گُدڑی لگتی تھی۔ وہاں جا کھڑے ہوتے تھے۔ لڑکے اور شوقین خوش مزاج خاطر خواہ دام دیتے تھے۔ اور ایک ایک پرچہ خوشی خوشی لیے جاتے تھے۔

ہین۔ کیونکہ ایسے مضامین اور شعرا کے لئے خیالی تھے۔ ان کے حالی تھے۔ عاشقانہ خیال جن ناکامی۔ نامرادی۔ حسرت مایوسی۔ ہجر کے لباس مین جمع ہوئے۔ ان کا کلام صاف کہہ رہا ہے کہ جس دل سے نکلکر آیا ہون وہ غم و درد کا پتلا نہین۔ حسرت و اندوہ کا جنازہ تھا۔ ہمیشہ وہی خیالات بسے رہتے تھے۔ بس۔ جو دل پر گذرتے تھے۔ وہی زبان سے کہہ دیتے تھے۔ کہ سننے والون کے لئے نشتر کا کام کر جاتے تھے۔

ان کی غزلین ہر بحر مین کہین شربت اور کہین شیر و شکر مین۔ مگر چھوٹی چھوٹی بحرون مین فقط آبحیات بہاتے ہین جو لفظ منہ سے نکلتا ہے۔ تاثیر مین ڈوبا ہوا نکلتا ہے۔ مگر یہ بھی بزرگون سے معلوم ہوا کہ شاعرہ یا فرمایش کی غزلین ایسی ہوتی تھین جیسی کہ اپنی طبعزاد طرح مین ہوتی تھین۔ میر صاحب نے اکثر فارسی کی ترکیبون کو یا ان کے ترجمون کو اردو کی بنیاد مین ڈال کر ریختہ کیا۔ دیکھو صفحہ ۴۴-۴۶ اور اکثرون کو جون کا تون رکہا۔ بہت ان مین سے پسند عام کے دربار مین رجسٹری ہوئین۔ اور بعض نامنظور۔ معاصرین نے کہین برتا مگر بہت کم چنانچہ فرماتے ہین۔

ہنگامہ گرم کن جو دلِ ناصبور تھا ۔۔۔ پیدا ہر ایک نالے سے شورِ نشور تھا
چشمِ شوق طرفہ جگہ ہے دکھاؤ کی ۔۔۔ ٹھیرو بقدر یک مژہ تم اس مکان مین
کیا کہیے جنون۔ عشق کہ آپ ہی طرف ہوا ۔۔۔ دل نام قطرۂ خون یہ ناحق تلف ہوا
دل کہ یک قطرہ خون نہین ہے بیش ۔۔۔ ایک عالم کے سر بلا لایا۔
ہر دم طرف ہے دل سے مزاج کرخت کا ۔۔۔ ٹکڑا میرا جگر ہے کہو سنگ سخت کا
اُس کا خرام دیکھ کے جایا نہ جائے گا ۔۔۔ اے کبک پھر بحال بھی آیا نہ جائے گا
اپنے ہی دل کو ہو و اشد تو کیا حاصل نسیم ۔۔۔ گو چمن مین غنچۂ پژمردہ تجھ سے کھل گیا
خواہ پیالہ خواہ سبو کر ہمین کلال ۔۔۔ ہم اپنی خاک پر تجھے مختار کر چلے

[۵] فارسی کا محاورہ ہے تو گوئی جگرم پارۂ سنگ سخت است ۱۲

یاد ایام کہ یہان ترک شکیبائی تہا	ہر گلی کوچہ مجہے کوچۂ رسوائی تہا
اُمر تو کہ یہان سے عاقبت کار جائیگا	یہ قافلہ رہے گا نہ زنہار۔ جائیگا

تصرفات فارسی

اسکے علاوہ فارسی کے بعض محاورون اور اُسکی خاص خاص رسمون کا اشارہ بہی کر جاتے تہے کہ انہین بہی پہر کسی نے پسند نہین کیا۔ چنانچہ دیوانہ کو پہول کی چہڑیان مارنے کا ٹوٹکا انہون نے بہی کیا ہے۔ اور داغ جنون بہی دیا ہے۔

جاتی ہے نظر حسن پہ گر چشم ہیر بدن	یہان ہنسنے پر کاہ بہی ہیکارہ نہ دیکہا

بعض جگہ قادر الکلامی کے تصرف کرکے اپنے زور زبان کا جوہر دکہایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہین۔

ہر چند ناتوان ہون پر آگیا جو دل مین	دینگے ملا زمین سے تیرا فلک قُلابا
داغ ہے تابان علیہ الرحمہ کا چہاتی پہ میر	ہو نجات اُس کی بچارا ہمسے بہی تہا آشنا
ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے	ہمارے عندیہ مین تو ہے وہ پلیت و خبیث

ردیف تاء مثناۃ فوقانی کی غزل مین یہ شعر واقع ہوا ہے۔ ایسے تصرفون سے یہ نہین کہہ سکتے کہ انہین اس لفظ کی صحت نہ تہی۔ سمجہنا چاہیئے کہ زبان کے مالک تہے۔ اور محاورہ کو صحت پر مقدم سمجہتے تہے۔

اسے خوشا حال اُس کا جسکا وہ	حال عمداً تباہ کرتے تہے۔
ہے نزول تیون کا کیا معلوم	نکلے پردہ سے کیا خدا معلوم
مین بغیر از خاک مین کب تک ملا کرون	کچہہ ملنے یا نہ ملنے کا تو بہی قرار کر
پہرون جاکے مر حضرت یار مین	یہی قصد ہے بندہ درگاہ کا
کہلا نشے مین جو پگڑی کا پیچ اُسکی میر	سمند ناز کو اک اور تازیانہ ہوا
آوارہ ہاری سی زرگرد ہم ہین دعا یاد	آوینگی بہت ہم سے فقیرون کی صدائین

دیکہو صفحہ ۸۴۔ حدیث میں بہی تقریباً ہمیشہ بچارہ کا مخفف ہی۔ اور ہم سی آشنا تہا بعینہ ترجمہ فارسی محاورہ کا ہی کہ بہ ماما آشنا بود۔ کہ فلان شخص مرا آشنا است۔ ایضاً عندہ وہین بہا رہا آشنا کہتے ہین ۱۲

سب غلطی رہی بازئے طفلانہ کی یکسو	وہ یاد فراموشش تھے جھکو نہیں یاد
جزو مرتبۂ کل کو حاصل کرے ہے آخر	ایک قطرہ نہ دیکھا جو دریا نہ ہوا ہوگا
ابر اٹھا تھا کعبہ سے اور جھوم پڑا میخانہ پر	بادہ کشوں کا جھرمٹ ہے گا شیشہ اور پیمانہ پر

کسی شخص نے کہا کہ حضرت۔ اصل محاورہ فارسی کا ہے۔ اہل زبان نے ابر قبلہ کہا ہے۔ ابر کعبہ نہیں کہا۔ میر صاحب نے کہا کہ ان قبلہ کا لفظ ہی آسکتا ہے مگر کعبہ سے ذرا مصرع کی ترکیب گرم ہو جاتی ہے۔ اور یہ سچ فرمایا۔ جنہیں زبان کا مزا ہے وہی اس لطف کو سمجھتے ہیں۔ خیال کے لفظ میں جو تصرف میر صاحب نے فرمایا ہے عنقریب واضح ہوگا۔ اکثر الفاظ ہیں کہ اب مونث ہیں۔ میر صاحب نے انہیں مذکر باندھا ہے۔

ملاتو خاک میں کس کس طرح کے عالم یہاں	نکل کے شہر سے ٹک سیر کر مزاروں کا
نکل جسکی جان کنی پہ سارا جہان ٹوٹا	آج اس مریض غم کا ہچکی میں جان ٹوٹا
احوال خوش انہوں کا ہم بزم ہیں جو تیرکر	افسوس ہے کہ ہمنے وہاں کا نہ بار پایا

بعض جگہ مذکر کو مونث بھی کہہ جاتے ہیں۔

کیا ظلم ہو اُس خونی عالم کی گلی میں	جب ہم گئے دو چار نئی دیکھیں مزارین

مثنوی شعلۂ عشق میں کہتے ہیں۔

خلق یکجا ہوئی کنارے پہ	حشر برپا ہوئی کنارے پر

میر صاحب میانہ قد۔ لاغر اندام۔ گندمی رنگ تھے۔ ہر کام متانت اور آہستگی کے ساتھ۔ بات بہت کم۔ وہ بھی آہستہ۔ آواز میں نرمی اور ملائمت۔ ضعیفی نے ان سب صفتوں کو اور بھی قوی کیا تھا کیونکہ سو برس کی عمر بھی آخر ایک اثر رکھتی ہے۔ مرزا قتیل شاعر سے کہ کسی دوست کو خط تحریر کرتے ہیں۔ اُنہیں جلسہ کے حالات بھی لکھتے ہیں جنجرہ

۱ اسکے علاوہ دیکھو صفحہ ۱۷۱۔ ۲ دیکھو رقعات قتیل میں رقعہ نمبر ۹

میرصاحب باوصف خوشگوئی بدستور بوده - تمام جسم مبارک ایشان رعشہ داشت - آواز ہم کس نمے شنید - مگر من وحذاکہ غزلہا خوب گفتہ بودند - عادات و اطوار نہایت سنجیدہ اور متین اور صلاحیت اور پرہیزگاری نے اُسے عظمت دی تھی - ساتھ اِسکے قناعت اور غیرت حد سے بڑھی ہوئی تھی - اسی کا نتیجہ ہے کہ اطاعت تو درکنار لوکری کے نام کی بھی برداشت نہ رکھتے تھے لیکن زمانہ جسکی حکومت سے کوئی سر نہین اُٹھا سکتا اُس کا قانون بالکل اِسکے برخلاف ہے نتیجہ یہ کہ فاقے کرتے تھے - دُکھ بھرتے تھے - اور اپنی بد دماغی کے سایہ مین دنیا و اہل دنیا سے بیزار گھر مین بیٹھے رہتے تھے - اِن شکایتون کے جو لوگون مین چرچے تھے - وہ خود بھی اس سے واقف تھے - چنانچہ ایک مخمّسِ شہر آشوب کے مقطع مین کہتے ہین -

بے اعتدالی

حالت تو یہ کہ مجکو غمون سے نہین فراغ	دل سوزشِ درونی سے جلتا ہے جون چراغ
سینہ تمام چاک ہے سارا جگر ہے داغ	ہے نام مجلسون مین میرا میرِ بیدماغ

ازبسکہ کم دماغی نے پایا ہے اشتہار

غیرت مزاج اور آزادی طبع

باوجود اِسکے اپنے سرمایۂ فصاحت کو دولت لازوال سمجھکر امیر غریب کسی کی پروا نکرتے تھے - بلکہ فقر کو دین کی نعمت تصوّر کرتے تھے - اور اسی عالم مین معرفتِ الٰہی پر دل لگاتے تھے - چنانچہ اُنکی اِس ثابت قدمی کا وصف کسی زبان سے نہین ادا ہو سکتا کہ اپنی بے نیازی اور بے پروائی کے ساتھ دنیائے فانی کی مصیبتین جھیلین اور جو اپنی آن تان تھی اُسے لئے دنیا سے چلے گئے - اور جس گردن کو خدا نے بلند پیدا کیا تھا - سید ہا خدا کے ہان لیگئے چند روزہ عیش کے لالچ سے یا مفلسی کے دُکھ سے اُسے دنیا کے نا اہلون کے سامنے ہرگز نہ جھکایا اِنکا کلام کہہ دیتا ہے کہ دلکی کلی اور تیوری کی گرہ کبھی کھلی نہین - باوجود اِسکے اپنے ملکِ خیال کے ایک بلند نظر بادشاہ تھے اور جتنی دنیا کی سختی زیادہ ہوتی - اُسی قدر بلند نظری کا دماغ زیادہ بلند ہوتا تھا سب تذکرے[25] نالان ہین کہ اگرچہ غرور اور بے دماغی فقط اُمرا

خود پسندی

[25] دیکھو تذکرہ حکیم قدرت اللہ خان قاسم مرحوم ۱۲

کے ساتھ ہوتے تو معیوب نہ تھے۔ افسوس یہ ہے کہ اوروں کے کمال بھی انہیں دکھائی نہ دیتے تھے۔ اور یہ امر ایسے شخص کے دامن پر نہایت بدنما ہوتا ہے جو کمال کے ساتھ صلاحیت اور نیکوکاری کا خلعت پہنے ہو۔ بزرگوں کی تحریری روایتیں اور تقریری حکایتیں ثابت کرتی ہیں کہ **خواجہ حافظ شیرازی** اور **شیخ سعدی** کی غزل پڑھی جائے تو وہ سر ہلانا گناہ سمجھتے تھے۔ کسی اور کی کیا حقیقت ہے۔ جو اشخاص اس زمانہ میں قدردانی کے خزانچے تھے۔ اُن کے خیالات عالی اور حوصلے بڑے تھے اسلئے بےپروائیاں ان کے جوہر کمال پر زیور معلوم ہوتے ہیں۔ خوش نصیب تھے کہ آج کا زمانہ نہ دیکھا۔

میر قمرالدین منت - دلی میں ایک شاعر گذرے ہیں کہ علوم رسمی کی قابلیت سے عمائد دربار شاہی میں تھے۔ وہ میر صاحب کے زمانہ میں مبتدی تھے۔ شعر کا شوق بہت تھا۔ اصلاح کے لئے اردو کی غزل لے گئے۔ میر صاحب نے وطن پوچھا۔ انہوں نے سونی پت علاقہ پانی پت بتلایا۔ آپ نے فرمایا کہ سید صاحب۔ اردوے معلےٰ خاص دلی کی زبان ہے۔ آپ اِسمیں تکلیف نہ کیجئے۔ اپنی فارسی وارسی کہہ لیا کیجئے۔

سعادت یار خان رنگین نواب طہماسپ بیگ خان قلعدار شاہی کے بیٹے تھے ۱۴-۱۵ برس کی عمر تھی بڑی شان و شوکت سے گئے۔ اور غزل اصلاح کے لئے پیش کی۔ سنکر کہا کہ صاحبزادے! آپ خود امیر ہیں اور امیرزادے ہیں۔ نیزہ بازی۔ تیراندازی کی کثرت کیجئے۔ شہسواری کی مشق فرمائیے۔ شاعری دل خراشی و جگر سوزی کا کام ہے۔ آپ اسکے درپے نہوں۔ جب انہوں نے بہت اصرار کیا تو فرمایا کہ آپ کی طبیعت اس فن کے مناسب نہیں۔ یہ آپ کو نہیں آئیگا۔ خواہ مخواہ میری اور اپنی اوقات ضائع کرنی کیا ضرور ہے۔ یہی معاملہ شیخ ناسخ کے ساتھ گذرا۔

دلی میں میر صاحب نے ایک مثنوی کہی۔ اپنے تئیں اژدہا قرار دیا۔ اور شعرائے عصر میں

میر نظام الدین ممنون اُن کے بیٹے بڑے صاحب کمال اور نامور شاعر تھے۔ ۱۲ منہ دیکھو صفحہ ۳۰۵

سے کسیکو چوہا - کسیکو سانپ - کسیکو بچھو - کسیکو کنکھجورا - وغیرہ وغیرہ ٹھیرایا - ساتھہ اسکے ایک حکایت لکھی کہ دامن کوہ مین ایک خونخوار اژدہا رہتا تھا - جنگل کے حشرات الارض جمع ہوکر اُس سے لڑنے گئے - جب سامنا ہوا تو اژدہے نے ایک ایسا دم بھرا کہ سب فنا ہوگئے - اِس قصیدہ کا نام اجگرنامہ قرار دیا - اور مشاعرہ مین لاکر پڑھا - محمد امان[۲۵] نثار - شاہ حاتم کے شاگردون مین ایک مشتاق موزون طبع تھے - اُنھون نے وہین ایک گوشہ مین بیٹھکر چند شعر کا قطعہ لکھا - اور اُسیوقت سر مشاعرہ پڑھا - چونکہ میر صاحب کی یہ بات کسیکو پسند نہ آئی تھی - اِسلیے اُس قطعہ پر خوب قہقہے اُڑے - اور بڑھی واہ واہ ہوئی - اور میر صاحب پر جو گذرتی تھی سو گذری - چنانچہ مقطع قطعہ مذکور کا یہ ہے -

ایک دَم مین دو کرون اژدر کے کلّے چیر کر	حیدر کرار نے وہ زور بخشا ہے نثار

لکھنؤ مین کسی نے پوچھا کہ کیون حضرت آج کل شاعر کون کون ہے؟ کہا ایک تو سودا - دوسرا یہ خاکسار ہے اور کچھہ تامّل کرکے کہا - آدھے خواجہ میر درد - کوئی شخص بولا کہ - حضرت! اور میر سوز صاحب؟ چین بجبین ہوکر کہا کہ میر سوز صاحب بھی شاعر ہین؟ اُنھون نے کہا کہ آخر اُستاد نواب آصف الدولہ کے ہین - کہا کہ خیر یہ ہے تو پونے تین سہی - مگر شرفا

پونے تین شا

[۲۵] سعادت اللہ معمار کے بیٹے تھے اور میان اُستا معمار کی اولاد مین تھے جنھون نے دہلی کی جامع مسجد بنوائی تھی - نثار کے بزرگ اور وہ خود عمارت مین کمال رکھتے تھے - نثار شعر بھی خوب کہتے تھے چنانچہ زمین سخن مین ریختہ کا دیوانِ ضخیم یادگار چھوڑا ہے - دِلّی آباد تھی تو امرائے شہر کے مکانات اپنے کمال سے مضبوط کرتے تھے - اور عزت سے گذران کرتے تھے - دلّی تباہ ہوئی تو یہ بھی لکھنؤ چلے گئے - وہان بھی فن آبائی سے عزت پائی اور ہمیشہ امرا و رؤسا کی مصاحبت مین زندگی بسر کی - شاہ حاتم کے نامی شاگردون مین تھے - میان رنگین نے بھی مجالس رنگین مین اِنکا ذکر کیا ہے - صاحب دیوان ہین مگر اب دیوان کمیاب ہے - میر صاحب کی اور اُنکی اکثر چھیڑ چھاڑ رہتی تھی -

مین ایسے تخلص ہمنے کبھی نہیں سُنے - میر صاحب کے سامنے مجال کسکی تہی جو کہے کہ - اُن بیچارے نے میر تخلص کیا تہا - وہ آپ نے چہین لیا - ناچار اب اُنہون نے ایسا تخلص اختیار کیا کہ نہ آپ کو پسند آئے نہ آپ اُسے چہینین -

دیکہو صفحہ ۲۰۳

لکہنؤ کے چند عمائد و اراکین جمع ہوکر ایکدن آئے کہ میر صاحب سے ملاقات کرین اور اشعار سُنین - دروازہ پر آکر آواز دی - لونڈی یا ماما نکلی - حال پوچہکر اندر گئی - ایک بوریا لاکر ڈیوڑہی مین بچہایا - اُنہین بٹہایا - اور ایک بُرانا ساحقہ تازہ کرکے سامنے رکہ گئی - میر صاحب اندر سے تشریف لائے - مزاج پُرسی وغیرہ کے بعد اُنہون نے فرمائشِ اشعار کی - میر صاحب نے اوّل کچہہ ٹالا - پہر صاف جواب دیا کہ صاحب قبلہ میرے اشعار آپ کی سمجہہ مین نہین آنیکے - اگرچہ ناگوار ہوا مگر بنظر آداب و اخلاق اُنہون نے اپنی نارسائی طبع کا اقرار کیا - اور پہر درخواست کی - اِنہون نے پہر انکار کیا - آخر اُن لوگون نے گران خاطر ہوکر کہا کہ حضرت! **انوری** و **خاقانی** کا کلام سمجہتے ہین - آپ کا ارشاد کیون نہ سمجہینگے - میر صاحب نے کہا کہ یہ درست ہے مگر اُن کی شرحین - مصطلحات - اور فرہنگین موجود ہین - اور میرے کلام کے لئے فقط محاورۂ اہل اُردو ہے - یا جامع مسجد کی سیڑہیان اور اُس سے آپ محروم - یہ کہکر ایک شعر پڑہا -

عشق بُرے ہی خیال پڑا ہے چین گیا آرام گیا	دل کا جانا ٹہیر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا

اور کہا آپ بموجب اپنی کتابون کے کہینگے کہ خیال کی ی کو ظاہر کرو - پہر کہینگے کہ ی تقطیع مین گرتی ہے - مگر یہان اِس کے سوا جواب نہین کہ محاورہ یہی ہے - جب **نواب آصف الدولہ** مرگئے **سعادت علی خان** کا دور ہوا تو یہ دربار جانا چہوڑ چکے تہے - وہان کسی نے طلب نہ کیا - ایک دن نواب کی سواری جاتی تہی - یہ **تحسین** کی مسجد پر سرِ راہ بیٹہے تہے - سواری سامنے آئی - سب اُٹہہ کہڑے ہوئے -

میر صاحب اُسیطرح بیٹھے رہے - سید انشا خواصے مین تھے - نواب نے پوچھا کہ انشا یہ کون شخص ہے؟ جسکی تمکنت نے اُسے اُٹھنے بھی نہ دیا - عرض کی جنابعالی یہ وہی گدائے متکبر ہے جسکا ذکر حـ رمین اکثر آیا ہے - گزارے کا وہ حال اور مزاج کا یہ عالم - آج بھی فاقہ ہی سے ہوگا - سـا ادت علیخان نے آکر خلعت بحالی اور ایک ہزار روپیہ عوت کا بھجوایا - جب چوبدار لیکر گـا - میر صاحب نے واپس کر دیا اور کہا کہ مسجد مین بھجوائیے یہ گنہگار اتنا محتاج نہین - سعـ ـت علیخان جواب سُنکر متعجب ہوئے مصاحبون نے پھر سمجھایا غرض نواب کے حکم سے سید انشا خلعت لیکر گئے اور اپنی طرز پر سمجھایا کہ نہ اپنے حال پر - بلکہ عیال پر رحم کیجئے - اور بادشاہِ وقت کا ہدیہ ہے - اِسے قبول فرمائیے - میر صاحب نے کہا کہ صاحب! وہ اپنے ملک کے پادشاہ ہین - مین اپنے ملک کا پادشاہ ہون - کوئی ناواقف اِسطرح پیش آتا تو مجھے شکایت نہ تھی - وہ مجھسے واقف میرے حال سے واقف - اِسپر اتنے دنون کے بعد ایک دس روپیہ کے خدمتگار کے ہاتھ خلعت بھیجا - مجھے اپنا فقر و فاقہ قبول ہے مگر یہ ذلت نہین اُٹھائی جاتی - سید انشا کی لسّانی اور لفاظی کے سامنے کسکی بات پیش جاسکتی - میر صاحب نے قبول فرمایا - اور دربار مین بھی کبھی کبھی جانے لگے - نواب سعادت علیخان مرحوم اُنکے ایسی خاطر کرتے تھے کہ اپنے سامنے بیٹھنے کی اجازت دیتے تھے - اور اپنا پیچوان پینے کو عنایت فرماتے تھے -

نواب صاحب کیتقد... کرتے تھے

میر صاحب کو بہت تکلیف مین دیکھکر لکھنو کے ایک نواب اُنہین معہ عیال اپنے گھر لیگئے اور محلسرا کے پاس ایک معقول مکان رہنے کو دیا - کہ نشست کے مکان مین کھڑکیان باغ کی طرف تھین - مطلب اِس سے یہی تھا کہ ہر طرح اُن کی طبیعت خوش اور شگفتہ رہے - یہ جسدن وہان آکر رہے کھڑکیان بند پڑی تھین - کئی برس گذر گئے اُسیطرح بند پڑی رہین - کبھی کھول کر باغ کیطرف نہ دیکھا - ایک دن کوئی دوست آئے - اُنہون نے کہا کہ اِدھر باغ ہے آپ کھڑکیان کھولکر

معروفیت خیا... اور عالم محویت...

کیون نہین بیٹھتے؟ میر صاحب بولے کہ کیا اوہر باغ بہی ہے؟ اُنہون نے کہا کہ اسی لئے نواب آپ کو یہان لائے ہین کہ جی بہلتا رہے اور دل شگفتہ ہو - میر صاحب کے پیچھے پُرانے مسودے غزلون کے پڑے تہے اُنکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ مین تو اس باغ کی فکر مین ایسا لگا ہوا ہون کہ اُس باغ کی خبر ہی نہین - یہ کہکر چپکے ہو رہے -

کیا محویت ہے! کئی برس گذر جائین - پہلو مین باغ ہو - اور کہڑکی تک نہ کہولین - خیر - ثمرہ اسکا یہ ہوا کہ اُنہون نے دنیا کے باغ کی طرف نہ دیکھا - خدا نے اُن کے کلام کو وہ بہار دی کہ سالہا سال گذر گئے - آجتک لوگ ورقے اُلٹتے ہین اور گلزار سے زیادہ خوش ہوتے ہین -

ن اُستاد مرحوم ایک دیرینہ سال شخص کی زبانی بیان کرتے تہے - کہ ایک دن میر صاحب کے پاس گئے - کھلتے جاڑے تہے - بہار کی آمد تہی - دیکہا کہ ٹہل رہے ہین - چہرہ پر افسُردگی کا عالم ہے - اور رہ رہکر یہ مصرع پڑہتے ہین - ع - ایسے ہی دن بہار کے یون ہی گزر گئے - یہ سلام کرکے بیٹھ گئے - تہوڑی دیر بعد اُٹہے - اور سلام کرکے چلے آئے - میر صاحب کو خبر بہی نہ ہوئی - خدا جانے دوسرے مصرع کے فکر مین تہے - یا اس مصرع کی کیفیت مین محو تہے -

. گورنر جنرل - اور اکثر صاحبان عالیشان جب لکھنؤ مین جاتے تو اپنی قدردانی سے یا اس سبب سے کہ اُنکی میر منشی اپنے علوِ حوصلہ سے ایک صاحب کمال کی تقریب واجب سمجتے تہے - میر صاحب کو ملاقات کے لئے بُلاتے - مگر یہ پہلو تہی کرتے اور کہتے کہ مجھ سے جو کوئی ملتا ہے تو یا مجھ فقیر کے خاندان کے خیال سے یا میرے کلام کے سبب سے ملتا ہے - صاحب کو خاندان سے غرض نہین - میرا کلام سمجتے نہین - البتہ کچھ انعام دینگے - ایسی ملاقات سے ذلت کے سوا کیا حاصل -

ظرافت طبع

محلہ کے بازار مین عطار کی دکان تہی - آپ ہی کبہی کبہی اُسکی دکان پر جا بیٹھتے تہے - اسکا نوجوان لڑکا بہت بناؤ سنگار کرتا رہتا تہا - میر صاحب کو بُرا معلوم ہوتا تہا - اسپر فرماتے ہین -

کیفیتین عطار کے لونڈے مین بہت ہین	اِس نسخہ کی کوئی نہ رہی ہمکو دوا یاد

بقا کے شعر سے توارد

کسی وقت طبیعت شگفتہ ہوگئی ہوگی - جو فرماتے ہین -

میر کیا سادے ہین بیمار ہوئے جسکے سبب	اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہین

اِسی عہد مین بقاء اللہ خان بقا نے دو شعر کہے -

ان آنکہون کا نت گریہ دستور رہے	دو آبہ جہان مین یہہ مشہور رہے
سیلاب سے آنکہون کے رہتے ہین خرابی مین	ٹکڑے جو میرے دلکی بستے ہین دو آبے مین

میر صاحب نے خدا جانے سنکر کہا یا توارد ہوا -

وہی دن گئے کہ آنکہین دریا سی بہتیان تہین	سوکہا پڑا ہے اب تو مدت سی یہہ دوآبہ

اسپر بقا نے بگڑ کر یہہ قطعہ کہا -

میر نے گر تیرا مضمون دو آبے کا لیا	ای بقا تو بہی دعا دے جو دعا دینی ہو
یا خدا میر کی آنکہون کو دو آبہ کر دے	اور بینی کا یہہ عالم ہو کہ تر بینی ہو

لیکن میر صاحب نے اِسی کوچہ مین ایک مضمون اور نکالا ہی کہ وہ سب سی الگ ہے -

مین راہ عشق مین تو آگے ہی دو دلا تہا	پر پیچ پیش آیا قسمت سے یہہ دوراہا

بقا نے اور مضامین بہی میر صاحب کے باب مین صرف کئے ہین انمین سے ایک قطعہ ہے -

میر صاحب پہر اس سے کیا بہتر	اس مین ہو وے جو نام شاعر کا
لیکے دیوان پکارتے پہرئے	ہر گلی کوچہ کام شاعر کا
توبہ زاہد کی توبہ تلّی ہے	چلے بیٹہے تو شیخ چلّی ہے
پگڑی اپنی سنبہالئے گا میر	اور بستی نہین یہہ دلّی ہے

٣٥ - دیکہو بقا کا حال صفحہ ١٥٧ مین -

کسی اُستاد کا شعر فارسی ہے -

بگرد تربتم امشب ہجوم بلبل بود — اگر چراغ مزارم زروغن گل بود

میر صاحب کے شعر مین بہی اِس رنگ کا مضمون ہے مگر خوب بندہا ہے -

جائے روغن دیا کرے ہے عشق — خون بلبل چراغ مین گل کے

شیخ سعدی کا شعر ہے -

دوستان منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم — باید اوّل بتو گفتن کہ چنین خوب چرائی ×

چاہنے کا ہمپہ خوبان جو دہرتے ہین گناہ — اُنسے بہی پوچہو کوئی تم اتنے کیون پیارے ہوے

دست خواہم زد بدامانِ سکندر روزِ حشر — شوخِ لیلی زادہ ام زار رشکِ مجنون کردہ است

دیکہہ آئینے کو یار ہوا محوِ ناز کا — خانہ خراب ہو جیو آئینہ ساز کا ×

زندگی برگردنم افتاد بیدل چارہ نیست — شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن

گوشہ گیری اپنے بس مین ہے نہ ہرآوارگی — کیا کرین اے میر صاحب بندگی بیچارگی

شیخ محمد امان نثار - میر صاحب کے شعرون پر ہمیشہ شعر کہا کرتے تہے - اُن کا شعر ہے

ہم آگے ہی سمجہے تہے وہ گہر کو سدہارینگے — جسوقت گجر باجا پایا تہا مرا اُٹہکا تہا

شب ہو دن تئین تم جسدم سیج نکلے تہے ایک چرا — اُسدن ہی تمہین دیکہے یا تہا مرا اُٹہکا تہا

اکثر اشعار مین میر اور مرزا کے مضمون لڑ گئے ہین - اِس رتبہ کے شاعرون کو کون کہہ سکتا ہے کہ سرقہ کیا - دوسرے ایک عہد تہا - ایک شہر تہا - اُسیوقت عمل ہوتا دیکہو صفحہ ۲۲۲ اور ۲۲۳ و ۲۵۳ و ۲۵۴ اِن دونون بزرگون کے کلام مین کشمکشین ہوتی تہین - چنانچہ مرزا فرماتے ہین -

نہ پڑہیو یہ غزل سودا تو ہرگز میر کے آگے — وہ اِن طرزون سے کیا واقف وہ یہ انداز کیا سمجہے

سودا تو اِس غزل کو غزل در غزل ہی لکہہ — ہونا ہے تجکو میر سے اُستاد کیطرف

[illegible] دیکہو صفحہ ۲۲۳ — شب سیج صبح دم تم ہو ون تک جہکا ہوا بانکا چیرا باندہ کر نکلے تہے اُسیدن ہم سمجہ گئے کہ اب [illegible]

میر صاحب فرماتے ہین -

طرف ہونا میرا مشکل ہے میر اس شعر کے فن مین	یونہین سودا کبھی ہوتا ہے سو جاہل کیا جانے

مرزا رفیع سودا - خواجہ میر درد - مرزا جان جانان مظہر - قایم - یقین وغیرہ ان کے ہمعصر تھے اور مصحفی - جرات اور میر انشا اللہ خان نے آخر عہد مین ظہور کیا -

میر صاحب کے بیٹے لکھنؤ مین ملے تھے - باپ کے برابر نہ تھے - مگر بدنصیبی مین فرزند خلف تھے - ایک پیرمرد بے پروا مستغنی المزاج تھے - میر عسکری نام - میر کلو مشہور تھے عرش تخلص تھا - خود شاعر صاحب دیوان تھے - اور چند شاگرد بھی تھے - ایک شعر انکی غزل مشاعرہ کا لکھنؤ مین زبان زد خاص و عام ہے -

آسیا کہتی ہے ہر صبح بآواز بلند	رزق سے بھرتا ہے رزاق دہن پتھر کی

میر صاحب کی غزلین

برقع کو اٹھا چہرہ سے وہ بت اگر آوے	اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آوے
اے ناقۂ لیلیٰ دو قدم راہ غلط کر	مجنون ز خود رفتہ کبھو راہ پر آوے
ٹک بعد میرے میرے طرفدارون کنے تو	کوئی بھیجو ظالم کہ تسلی تو کر آوے

کیا ظرف ہے گردون تنک حوصلہ کا جو
آشوب فغان کے مرے عہدہ سے بر آوے

ممکن نہین آرام دے بیتابی جگر کی	جب تک نہ پلک پر کوئی ٹکڑا نظر آوے
مت ممتحن باغ ہو اے غیرت گلزار	گل کیا کہ جسے آگے ترے بات کر آوے
کھلنے مین ترے منہ کی کلی پھاڑے گریبان	ہلنے مین ترے ہونٹون کے گلبرگ تر آوے
ہم آپ سے جاتے رہے ہین ذوق خبر مین	اے جان بلب آمدہ رہ تا خبر آوے

کیسے ہین ترے کوچے سے میر آنے کہو ہے
جب جانئے وہ خانہ خراب اپنے گہر آوے

ہر جی مین غزل دو غزلہ یہ طرح کہیو
شاید کہ نظیری کے بہی عہدہ سے بر آوے

جب نام ترا لیجیے تب چشم بہر آوے
اس زندگی کرنیکو کہان سے جگر آوے

تلوار کا بہی مارا خدا رکہے ہے ظالم
یہ تو ہو کوئی گور غریبان مین در آوے

میخانہ وہ منظر ہے کہ ہر صبح جہان شیخ
دیوار پہ خورشید کا مستی سے سر آوے

کیا جانین وے مرغانِ گرفتارِ چمن کو
جن تک کہ بصد ناز نسیم سحر آوے

تو صبح قدم رنجہ کرے ٹک تو ہے ورنہ
کسواسطے عاشق کی شبِ غم بسر آوے

ہر سو سرِ تسلیم رکہے صید حرم ہین
وہ صید فگن تیغ بکف تاکدہر آوے [1]

دیوارون سے سر مارتے پہرنیکا گیا وقت
اب تو ہی مگر آپ کبہو در سے آوے

واعظ نہین کیفیتِ میخانہ سے آگاہ
یک جرعہ بدل ورنہ یہ مندیل دہر آوے

صناع ہین سب خوار ازانجملہ ہون مین بہی
ہے عیب بڑا اُسمین جسے کچہہ ہنر آوے

اے وہ کہ تو بیٹہا ہے سرِ راہ پہ زنہار
کہیو جو کبہو میر بلاکش ادہر آوے

مت دشتِ محبت مین قدم رکہہ کہ خضر کو
ہر گام پہ اِس رہ مین سفر سے حذر آوے

کوفت سے جان لب پر آئی ہے
ہمنے کیا چوٹ دل پہ کہائی ہے

لکہتے رقعہ لکہے گئے دفتر
شوق نے بات کیا بڑہائی ہے

آرزو اُس بلند بالا کی
کیا بلا میرے سر پہ لائی ہے

دیدنی ہے شکستگی دل کی
کیا عمارت غمون نے ڈہائی ہے

ہے تصنع کہ لعل ہین وہ لب
یعنے ایک بات سی بنائی ہے

[1] امیر خسرو کا شعر ہے۔ ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ برکف ۔ بامید این کہ روزے بشکار خواہی آمد ۔

دل سے نزدیک اور اتنا دور
کسے اُسکو کچھ آشنائی ہے

بے ستون کیا ہے کوہکن کیسا
عشق کی زور آزمائی ہے

جس مرض میں کہ جان جاتی ہے
دلبروں ہی کی وہ جدائی ہے

یاں ہوئے خاک سے برابر ہم
واں وہی ناز و خود نمائی ہے

ایک موئے ہے زندۂ جاوید
رفتۂ یار تھا جب آئی ہے

مرگ مجنوں سے عقل گم ہے میر
کیا دوانے نے موت پائی ہے

کعبے میں جان بلب تھے ہم دوریٔ بتاں سے
آئے ہیں پھر کے یارو اب کے خدا کے یاں سے

تصویر کے سے طائر خاموش رہتے ہیں ہم
جی کچھ اُچٹ گیا ہے اب نالہ و فغاں سے

جب کوندتی ہے بجلی تب جانب گلستان
رکھتی ہے چھیڑ میری خاشاک آشیاں سے

۲۵
کیا خوبی اُسکے مُنہ کی اے غنچے نقل کریے
تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہے دہاں سے

آنکھوں ہی میں رہے ہو دل سے نہیں گئے ہو
حیران ہوں یہ شوخی آئی تمہیں کہاں سے

سبزان باغ سارے دیکھے ہوئے ہیں اپنے
دلچسپ کا ہیکو ہیں اُس بیوفا جوان سے

کی شُست و شو بدن کی جسدن بہت سے اُنّے
دھوئے ہیں ہاتھ مینے اُس دن سے اپنی جان سے

خاموشی ہی میں ہمنے دیکھی ہے مصلحت اب
ہرایک سے حال دل کا مدت کہا زبان سے

اتنی بھی بد مزاجی ہر لحظہ میر تمکو
اُلجھاؤ ہے زمیں سے جھگڑا ہے آسمان سے

اے نکیلے یہ تھی کہاں کی ادا؟
کُھب گئی جی میں تیری بانکی ادا

جادو کرتے ہیں اک نگاہ کے بیچ
ہائے رے چشم دلبران کی ادا

بات کہنے میں گالیاں دے ہے
سُنتے ہو میرے بدزبان کی ادا

۲۵ میر سوز مرحوم نے بھی یہ مضمون خوب باندھا ہے ۔ دعوی کیا تھا گل نے اُس رخ سے رنگ و بو کا - ایدن صباحی
دھولیں شبنم نے مُنہ میں تھوکا ✢

دل چلے جاتے ہین خرام کے ساتھ | دیکھی چلنے مین ان بتان کی ادا

خاک مین ملتے میر ہم پھر
لے اداتی تہی آسمان کی ادا

سخن مشتاق ہے عالم ہمارا | بہت عالم کرے گا غم ہمارا
پڑھینگے شعر رو رو لوگ بیٹھے | رہے گا دیر تک ماتم ہمارا
ہین ہے مرج آدم اگر خاک | کہہ مرجاتا ہے قد خم ہمارا
زمین و آسمان زیر و زبر ہین | نہین کم حشر سے اودہم ہمارا

کسو سے بال برہم دیکھتے میر
ہوا ہے کام دل برہم ہمارا

جان اپنا جو ہم نے مارا تہا[1] | کچھ ہمارا اسی مین وارا تھا
کون لیتا تہا نام مجنون کا | جبکہ عہد جنون ہمارا تہا
کوہ و فرہاد سے کہین آگے | سر مرا اور سنگ خارا تہا
ہم تو تہے محو دوستی اُس کے | گو کہ دشمن جہان ہمارا تہا
لطف سے پوچھتا تہا ہر کوئی | جب تلک لطف کچھ تمہارا تہا
آستان کی کسو کے خاک ہوا | آسمان کا بھی کیا ستارہ تہا
پاؤن چہاتی پہ میر سر رکھہ چلنا | پان کبہو اسکا یون گذارہ تہا
موسم گل مین ہم نہ چہوٹے حیف | گشت تہا دید تہا نظارہ تہا
اُسکے ابرو جونک جہکے ادہر | قتل کا تیغ سے اشارہ تہا

عشق بازی مین کیا موئے ہین میر
آگے ہی جی اُنہون نے ہارا تہا

[1] اس زمین کو استاد جان کو نذر کیا تہے تہے -

آیا ہے ابر جب کا قبلہ سے تیرا تیرا
مستی کے ذوق مین ہین آنکھین بہت سی خیرا

خجلت سے اُن لبون کی پانی ہو بہ چلے ہین
قند و نبات کا بہی نکلا ہے خوب شیرا

مجنون نے حوصلے سے دیوانگی نہین کی
جاگہہ سے اپنی جانا اپنا نہین وتیرا

اُس راہ زن سے ملکر دل کیونکر کہو نہ بیٹہین
انداز و ناز اُچکے غمزہ اُٹھائی گیرا

کیا کم ہے ہولناکی صحراے عاشقی کی
شیرون کو اسجگہہ پر ہوتا ہے قشعریرا

آئینہ کو بہی دیکہو پر ٹک اِدہر بہی دیکہو
حیران چشم عاشق دکہے ہے جیسے ہیرا

نیت پہ سب بنا ہے یان مسجد اک پڑی تہی
پیر مغان موا سو اُسکا بنا خطیرا

ہمراہ خون ناک ہو ٹک پاؤنکے چہوٹے سے
ایسا گناہ مجہسے وہ کیا ہوا کبیرا

غیرت سے میر صاحب سب جذب ہو گئے تہے
نکلا نہ بوند لوہو سینہ جو اُن کا چیرا

منت صبح و شام تو پے ایذا اے میر ہو
ایسا نہو کہ کام ہی اُس کا اخیر ہو

ہو کوئی بادشاہ کوئی یان وزیر ہو
اپنی بلا سے بیٹھ رہے جب فقیر ہو

جنت کی منت اُنکے دماغون سے کب اُٹھے
خاکِ رہ اُسکی جنکے کفن کا عبیر ہو

؎ کیا لو آب و تاب سے ہو ٹہہین کار عشق
سو کہہ جگر کا خون نور وان جوئے شیر ہو

چہاتی قفس مین داغ سے ہو کیونچ رشکِ باغ
جوشِ بہار تہا کہ ہم آئے اسیر ہو

یان برگِ گل اُڑاتے ہین پرکالہ جگر
جا عندلیب تو نہ مری ہم صفیر ہو

اُسکے خیالِ خط مین کسی یان دماغ حرف
کرتی ہے بے مزہ جو قلم کی صریر ہو

زنہار اپنی آنکھہ مین آتا نہین وہ صید
پہوٹا دو سار جسکے جگر کا نہ تیر ہو

ہوتے ہین میکدے کے جوان شیخ جی بڑہے
پہر ور گذر یہ کرتے نہین گو کہ پیر ہو

کسطرح آہ خاکِ مذلت سے مین اُٹھون
افتادہ تر جو مجہسے مرا دستگیر ہو

؎ یہ اور کئی شعر مندرجہ انکے دیوانون مین دیکہا اسیطرح لکہے تہے اسلئے حرف بحرف لکہہ گئے۔

حد سے زیادہ جور وستم خوشنما نہین — ایسا سلوک کر کہ تدارک پذیر ہو
دم بہر نہ ٹہیرے دلمین نہ انکہون مین ایک پل — اتنے سے قد پہ تم بہی قیامت شریر ہو
ایسا ہی اُسکے گہر کو بہی آباد دیکہیو — جس خانمان خراب کا یہ دل مشیر ہو
تسکینِ دل کیواسطے ہر کم بغل کے پاس — انصاف کرئیے کب تئین مخلص حقیر ہو

ایک وقتِ خاص حق مین مرے کچہہ دعا کرو
تم بہی تو میر صاحب قبلہ فقیر ہو

دل پر خون کی ایک گلابی سے — عمر بہر ہم رہے شرابی سے
جی ڈہہا جاے ہے سحر سے آج — رات گذرے گی کس خرابی سے
کہلنا کم کم کلی نے سیکہا ہے — اُسکی آنکہون کی نیمخوابی سے
برقع اُٹہتے ہی چاند سا نکلا — داغ ہون اُسکی بیحجابی سے

کام تہے عشق مین بہت پر میر
ہم ہی فارغ ہوئے شتابی سے

دل عجب شہر تہا خیالون کا — لوٹا مارا ہے حسن والون کا
جی کو جنجال دلکو ہے الجہاؤ — یار کے حلقہ حلقہ بالون کا
موئے دلبر سے مشکبو ہے نسیم — حال خوش اُسکے خستہ حالونکا
نہ کہا کچہہ نہ آہ بہرا نہ ملا — کیا جواب اُن ہے سوالونکا

دم نہ لے اُسکی زلفون کا مارا
میر کاٹا جئے نہ کالون کا

ہے غزل میر یہ شفائی کی — ہمنے بہی طبع آزمائی کی
اُسکے ایفائے عہد تک نہ جئے — عمر نے ہمسے بیوفائی کی

وصل کے دن کی آرزو ہی رہی — شب نہ آخر ہوئی جدائی کی
اسی تقریب اُس گلی مین رہے — منتین ہین شکستہ پائی کی
دلمین اُس شوخ کے نہ کی تاثیر — آہ لئے آہ نارسائی کی

زور و زر کچھہ نہا تو بارے میر
کس بھروسے پہ آشنائی کی

ہو گئی شہر شہر رسوائی — اے مری موت تو بہلی آئی
یک بیابان برنگ صورت جرس — مجہ پہ ہے بیکسی و تنہائی
نہ کہینچ تجہ سے ایک جا نقاش — اُسکی تصویر وہ ہے ہرجائی
سر رکہون اُسکے پاؤن پر لیکن — دست قدرت یہ مین کہان پائی

میر جب سے گیا ہے دل تب سے
مین تو کچھہ ہو گیا ہون سودائی

اہلی شیرازی کے شعر پر مصرع لگا کر مثلث کا ایجاد اپنی زبان مین دکہاتے ہین۔

کل تاکت تو فریبندہ ملاقات نہی اہلی

امروز یقین شد کہ نداری سر اہلی — بیچارہ ز لطف تو بدل داشت گمان ہا

کیا کہون مجنون عاشق و معشوق کا راز و نیاز

ناقہ را میراند لیلی سوئے خلوت گاہ ناز — ساربان در رہ حدی میخواند و مجنون میگریست

ایک مثلث سید انشا کا یاد آگیا - کیا خوب مصرع لگایا ہے -

اگرچہ سینکڑون اُسکے ہاتہ سے گہر ہر زن و مرد

نشد قتیل ولیکن کہ یک کس از سر درد — سری بہ نعش من خستہ جان بجنباند

مربع پانچوین دیوان مین ہے

۱؎ آتش نے بہی خوب کہا ہے ۔ آنکہین نہین ہین چہرہ پہ تیرے فقیر کے + دو ٹہیکرے ہین بہیک کے دیدار کے لئے +

جوا ے قاصد وہ پوچھو میر بھی ادہر کو چلتا تہا	تو کہیو جب چلا تہا مین تب اُسکا دم نکلتا تہا
سا افسوس۔ بیتابی سو تہا کل قتل مین میری	تڑپتا تہا ادہر مین۔ یار ادہر ہاتھ ملتا تہا

مربع فارسی پر

سکندر ہے نہ دارا ہے نہ کسرا ہے نہ قیصر ہے	یہ بیت المال ملک بیو فا بے وارثا گہر ہے
نہ در جانم ہوا باقی نہ اندر دل ہوس ماندہ	بیا ساقی کہ این ویرانہ از بسیار کس ماندہ

خاتمہ

رات آخر ہوگئی مگر جلسہ جا ہوا ہے اور وہ سما بندھ رہا ہے کہ ہر دل سے صدا آتی ہے ع

یا الٰہی تا قیامت برنیاید آفتاب

اِس شاعروں کے شعرا کا کچہہ شمار نہین - خدا جانے یہ کتنے ہین - اور آسمان پر تارے کتنے ہین سُننے والے ایسے مشتاق - کہ شمع پہ شمع پانی ہوتی ہو مگر اُنکے شوق کا شعلہ دہیما نہین ہوتا یہی آواز چلی آتی ہے کہ

ساقیا یہان لگ رہا ہے چل چلاؤ	جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

آزاد - بہولتے ہو؟ دلون کی نبض کس نے پائی ہے؟ جانتے نہین کہ دفعتہً اُکتا جاتے ہین پہر ایسے گہبرا جاتے ہین کہ ہاتہون سے نکل جاتے ہین - بس اب باقی داستان فردا شب ایلو صبح ہوگئی طول کلام کو ملتوی کرو۔

عزیز دست سخن ہو ویا کہ سوتے ہو	اُٹہو اُٹہو کہ بس اب سر پہ آفتاب آیا

چوتھا دور

تمہید

قہقہون کی آوازین آتی ہین - دیکھنا اہل مشاعرہ آن پہنچے - یہہ کچہہ اَور لوگ ہین ع
اِنکا آنا غضب کا آنا ہے ؛ ایسی زندہ دل اور شوخ طبع ہونگے کہ جنکی شوخی اور طراریِ طبع
بارِ متانت سی ذرا نہ دبے گی - اتنا ہنسین اور ہنسائینگے کہ مُنہہ تہک جائینگے - مگر نہ ترقی
کے قدم آگے بڑہائینگے - نہ اگلی عمارتون کو بلند اوٹھائینگے - اُنہین کوٹھون پر کودتے پہاندتے
پہرینگے - ایک مکان کو دوسری مکان سے سجائینگے - اور ہر تھے کو رنگ بدل بدل کر دکہائینگے
وہی پھول عطر مین بسائینگے - کبھی ہار بنائین گے کبھی طرّے سجائین گے - کبھی اُنہین پھولون
کی گیندین بنا لائینگے اور وہ گلبازی کرینگے کہ ہولی کے جلسے گرد ہوجائینگے - ان خوش نصیبون
کو زمانہ بھی اچہا ملیگا - ایسے قدردان ہاتھ آئینگے کہ ایک ایک پھول انکا چمن زعفران
کے مول بکے گا -

اس دَور مین میان رنگین سب سے نئے گُلدستے بنا کر لائے اور اہل جلسہ کے سامنے سجائے یعنے
ریختہ مین سے ریختی نکالی - ہم ضرور کہتے کہ ہندوستان کی عاشقانہ شاعری نے اپنے
اصل پر رجوع کی - لیکن چونکہ پہلی کلام کی بنیاد اصلیت پر تھی اور اسکی بنیاد فقط یارون
کے ہنسنے ہنسانے پر ہے اسلئے سوائے تمسخر کے اور کچہہ نہین کہہ سکتے - بلکہ اگر لکھنو کے قیصر باغ
اور وہان کے معاملات کی تخم ریزی دیوان رنگین اور دیوان سید انشا کو کہین تو کچہہ
بدگمانی یا تہمت مین داخل نہین - اگرچہ اصل ایجاد میان رنگین کا ہے مگر سید انشا نے
بھی اسنے کچہہ زیادہ ہی سگھڑاپا دکہایا ہے -

اِن صاحب کمالوں کے عہد میں صدہا باتیں بزرگوں کی متروک ہوگئیں۔ پھر بھی جسقدر باقی ہیں وہ اشعارِ مفصلہ ذیل سے معلوم ہونگی۔ البتہ شیخ مصحفی کے بعض الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بزرگوں کی میراث سے محبت زیادہ ہے۔ سید انشا۔ اور جرأت نے انہیں سے بہت کچھ چھوڑ دیا۔ مگر۔ نت۔ ٹک۔ انکھڑیان۔ زور (یعنے بہت) بے تکلف بولتے ہیں۔ اور۔ واچھڑے۔ بہلڑی۔ جھگڑا۔ اچی۔ سید موصوف کا انداز خاص ہے۔ ہان انہوں نے کلام کا انداز ایسا رکہا ہے کہ جو چاہتے ہیں سو کہہ جاتے ہیں نہیں معلوم ہوتا کہ انکار ذرہ بھی ہے یا مسخرہ پن کرتے ہیں بہرحال چند شعر لکھتا ہوں جنسے معلوم ہو کہ اسوقت تک کیا کیا قدیمی محاورے باقی تھے جو اب متروک ہیں اور باقی الفاظ ان بزرگوں کی غزلوں سے معلوم ہونگے جو اپنے حال کے بعد لکھی گئی ہیں چنانچہ شیخ مصحفی کہتے ہیں۔

ـــ اودامن اوٹھاکے جانوالے	ٹک ہمکو بھی خاک سے اوٹھالے
تربت پہ میری بائے حنائی نہ رکھ میان	کر رحم اب تو قبر میں آتش فشان نہو
شب ہجر صحرائے ظلمات نکلی	مین جب آنکھہ کھولی بہت رات نکلی
تو اے مصحفی اب تو گرمِ سخن ہو	شب آئین دراز اور بہت رات نکلی
دل میرے سوگ میں مت کر تو براد رسیلا	بہان سمجھہ جاتے ہیں ہوتا ہے جو تیور سیلا
ہے لطف سیرِ شب ماہ اُن حسینوں میں	جنہوں کے رہتی ہے انشان جنی جبینوں میں

اُنہوں کو صاحب خرمن سبھی سمجھتے ہیں
جو مصحفی کے ہیں کہلاتے خوشہ چینوں میں

باغبان ہے مجھے کیا کام تیرے گلشن سے	ہرتے پھرتے کبھی ایدہر بھی ہیں آجاتا ہوں
ہوں تو کٹھڑی نیون کی مثل حباب	لیکن آب دسوا کے ہاتھ میں ہوں
تم جو پوچھو ہو سدا حال رقیبان ہمسے	یہ ہنسی خوب نہیں اے گل خندان ہمسے

حیران سی جو نگاہین رہجاتیان ہین تیری
کیا آنکھین آرسی سے شرماتیان ہین تیری

اُس گل کی باغ مین جو حنا نے چلائی بات[25]
غنچہ نے مسکرا کے کہا ہمنے پائی بات

شہرت بزیر آسمان رکہتی تھی حاتم کی سخا
اُسکا نہین ملتا نشان کیا جانے وہ کیدہر گئی

تن کے نشیمن سے سفر دشوار اُسے آیا نظر
سو بار جانِ مضطرب ایدہر گئی اودہر گئی

ناسورِ داغِ سینہ کو ماءُ الحیات اپنا سمجھ
تن خاک کا پہر ڈہیر ہے کہلا جو پہلا خنگر گئی

گویا زمینِ کربلا تھی قتل گاہ عاشقان
جو بدلی آئی اسطرف باران بچشم تر گئی

بکہیر دی جو وہ زلفون کو اپنی بکہڑی پر
لو ماری شرم کے آئی ہوئی گہٹا پہر جائے

مصحفیؔ نظمِ غزل مین ہے یہ کسکا مقدور
جو جو طرزین کہ ہم ایجاد کیا کرتے ہین

نرگس نے گل کی دید کو آنکھین جو کہولیان
کچھ جی مین جو سمجھ گئین کلیان نہ بولیان

دہشت نے حیلہ جو سے رکہا نت مسیح کو
آخر نہ پٹیان میرے زخمون کی کہولیان

مین ہی جانون ہون جو کچھ مجھسے ادائین کی ہین
تیری آنکھون نے جفائین سے جفائین کی ہین

کیا روٹھ گیا مجھسے میرا یار اسے آہے
کیون آنکھ ملاتا وہ نہین کچھ تو سبب ہے

نہ تیرے حسن کے دن اور نہ بہارین وہ رہین
نہ وہ جالی نہ وہ محرم نہ ازارین وہ رہین

منہہ نہ کہولے کبھی گھر آکے میرے حوریون نے
جب تلک بیٹھی رہین رونٹ ہٹی ہی وہ رہین

تیرے بن ہمنے نہ دیکھا کبھی پریون کیطرف
گو خط و خال کو نت اپنے سنوارے وہ رہین

دم شماری ہے اب اخبار ہم یا کاری شیخ
نہ وہ تسبیح کے دانے نہ شمارین وہ رہین

مل گئے خاک مین کیا کیا نہ ذیشان بزرگ
نہ وہ لوحین نہ حجر نہ مزارین وہ رہین

اے خوشا حال انہون کا کہ جو کوچہ مین تیرے
خاک پنڈے پہ ملے بیٹھے ہین آسن مارے

[25] بات چلائی - وہی ابرو منہ والی بات ہے

اور سید انشا اللہ خان کہتے ہین

وحشت جنون مین ای دل ہی ویلا — سونے نہ پائی ٹک پاؤن پھیلا
انکھڑیان سرخ ہوگئین جیسے — دیکھہ یہجی کمال بوسہ کا
ٹک آنکھہ ملاتے ہی کیا کام ہمارا — تس پر یہ غضب پوچھتے ہو نام ہمارا
ایک چھوڑا نہ زمن جان تونے — تھور رکھا سبھونکو ہان تونے
سبز رہے یہ دماغ سمجھا ہے — آپ کو شاخ زعفران تونے
جو تھا یہ اپنے سبزہ کا گھوڑا لگا — تو سلفے کا اور اسپہ کوڑا لگا
اجی چشم بد دور نام خدا — تمہین کیا بھلا سرخ جوڑا لگا
چہرہ مریض غم کا تیرے زرد ہی سہی — عیسے کنے دوا نہ رہی درد ہی سہی
نکل کے وادی وحشت سی دیکھہ ای مجنون — کہ زور دھوم سے آتا ہے ناقہ لیلا

ہے نام خدا او اچڑ ہی کچھہ زور تماشا — یہہ آپ کی رنگت
نکات ایسی غضب قہر بھبھن اور جھگڑا — اللہ کی قدرت

اور جرات کہتے ہین

نالہ موزون سی مصرع آہ کا چسپان ہوا — زور وہ یہہ مطلع میرا سر دفتر دیوان ہوا
جنہون کے نام پہنچتے ہین یار رتک دن رات — انہین کا کاش کہ جرأت بھی نامہ بر ہوتا
وہ ایک تو ہے بھبھوکا سا تس پہ ای جرأت — اکڑ کا ٹکڑا ہے قیامت ہے بانکپن کی سی
دیکھنا ٹک یاد ہین ہمکو بھی کیا عیاریان — تیری خاطر کرتے ہین غیرون کی خاطرداریان
بہ گیا جون شمع تن سارا اگر اچھا ہوا — نت کے رونے سی چھٹی ای چشم تر اچھا ہوا
سبھی انعام نت پاتے ہین ای شیرین سخن ہمسی — کبھی تو ایک بوسہ سی ہمارا منہہ بھی میٹھا کر
— خبر اسکو نہین کرتا کوئی — کر میان! مفت ہی مرتا کوئی

کسی گل کے لئے تم آپ گُل ہو گُل نہ کہاؤ جی
ابھی ننھا کلیجا ہے نہ داغ اسکو لگاؤ جی

آتشِ عشق کو سینہ مین عبث بھڑکایا
آب کہو کھینچون ہون مین آہِ شرربار کہ تو

قطعہ

کل واقفِ کار اپنے سے کہتا تھا وہ یہہ بات
جرأت کے جو گھر رات کو مہمان گئے ہم

کیا جانئے کمبخت نے کیا ہمپہ کیا سحر
جو بات نہ تھی ماننے کی مان گئے ہم

تم اور کسی شہر چلے ہو تو بس اپنے
عالم ہی وہ نظرون مین نہین سارے نگر کا

یا ہم ہی نہین ہین یا نہین غیر
اودہر کو جو تو نظر کرے گا

ہردم جو اپنے سامنے وہ گلعذار ہے
جیدہر کو آنکھ اُٹھاتے ہین باغ و بہار ہے

کھینچ کر آہ جو مین ہاتھ جگر پر رکھا
دامن اُسنے بھی اوٹھا دیدۂ تر پر رکھا

تھی سیر ہی شکل کل اُس بن یہہ گلستان بیچ
جیسے بیٹھے خفقانی کوئی زندان کے بیچ

لے چلے غیر کو گھر اپنے بُلا سین سے تم
انکھڑیون سے کبھی یون ہم کو اشارہ نہوا

جس پہ نیتِ تیغ کھینچی اور سدا جور رہے
تو ہی انصاف کر اب کیونکہ وہ [illegible] رہے

جرأت یہہ غزل سُن کر بہ تغییرِ قوافی
تکلیف سخن گوئی کی دی پھیر کسی نے

اِس غزل مین ایک غزل تو اور جرأت پڑھ سنا
زور ہی لذت ہمین تو دی تیری اشعار نے

یار کا آستان پایا ہے
زور دل نے مکان پایا ہے

شیخ قلندر بخش جرأت

جُرأت تخلص - شیخ قلندر بخش مشہور - اصلی نام یحییٰ امان تھا - اکبرآبادی مشہور ہین مگر باپ انکے حافظ امان - خاص[۲۵] دلّی کے رہنے والے تھے - ہر تذکرہ مین لکھا ہے کہ انکے خاندان کا سلسلہ رای امان محمد شاہی سے ملتا ہے - اور امان کا لفظ اکبری زمانہ سے

[۲۵] رای امان کا کوچہ دلّی کے چاندنی چوک مین انہین کے نام سے مشہور ہوا۔

اِنکے خاندان کے ناموںکا خلعت چلا آتا ہے۔حکیم قدرت اللہ خان قاسم فرماتے ہین کہ انکے بزرگ دربار شاہی مین دربانی کی خدمت رکھتے تھے۔ **لطیفہ** بزرگون کا قول سچ ہے کہ اگر کسی کے والدین اور بزرگو ن کی لیاقت اور حیثیت دریافت کرنی ہو تو اُسکے نام کو دیکھ لو۔ یعنے جیسی لیاقت ہوگی ویسا ہی نام رکھین گے۔حقیقت حال یہہ ہے کہ رای امان محمد شاہی عہد مین دربان تھے اگرچہ اُس زمانہ کے دربان بھی آج کل کے بڑے بڑے عہدہ دارون سے بہتر ہوتے تھے مگر زیادہ تر وجہ شہرت کی یہہ ہوئی کہ جسوقت نادرشاہ نے قتل عام کا حکم دیا تو بعض اشخاص نے ننگ و ناموس کا پاس کرکے جان کا خیال نہ کیا اور اپنے اپنے گہر کا بندوبست رکھا نادری سپاہی جب وہان پہنچے تو تلوار کا تلوار سے جواب دیا۔ اسمین طرفین سے جانین ضایع ہوئین۔ اس کے بعد جب نادری مقتولون کی اور انکے اسباب قتل کی تحقیقات ہوئی تو وہ لوگ پکڑے آئے۔ اُنمین رای امان بھی تھا چنانچہ شال پٹکون سے اُنکے گلے گہونٹے اور مار ڈالا[1]۔

جرأت۔ میان جعفر علی حسرت[2] کے شاگرد تھے۔ علاوہ فن شاعری کے نجوم مین ماہر تھے اور موسیقی کا بھی شوق رکھتے تھے۔ چنانچہ ستار خوب بجاتے تھے۔ اول نواب محبت خان خلف حافظ رحمت خان نواب بریلی کے سرکار مین نوکر ہوئے۔ میر انشا اللہ خان کی اور انکی صحبتین بہت گرم رہتی تھین چنانچہ حسب حال تھے یہ کہا

بسکہ گلچین تھے سدا عشق کے ہم بستان کر ہو تھے نوکر بھی تو نواب محبت خان کے

۱۲۱۵ھ مین لکھنؤ پہنچے اور مرزا سلیمان شکوہ کی سرکار مین ملازم ہوئے۔ ایکدفعہ تنخواہ کو دیر ہوئی۔ حسن طلب مین ایک غزل کا مقطع لکھا۔

جرأت اب بندے تنخواہ تو کہتے ہین یہہ ہم کہ خدا دیوے نہ جبتک تو سلیمان کیا دے

[1] دیکھو نادر نامہ عبدالکریم۔ [2] حسرت بہی نامی شاعر تھے مگر اصلی پیشہ عطاری تہا۔ دیوان موجود ہے یہ بھی مرثیہ کا ... تھے۔ مرزا رفیع کے ہمعصر ... شاہان ... [illegible]

فارسی کی ضرب المثل ہے - تا خدا اندہہ سلیمان کے دہد - میان جُرات کی حال مین بلکہ
ساری کتاب مین افسوس کی بات ہے تو یہہ ہی کہ عین جوانی مین آنکھون سی معذور
ہوگئے - بعض کہتی ہین کہ یہہ حادثہ چیچک سی ہوا مگر استاد مرحوم نی ایکدن فرمایا کہ
بہی زمانہ کی دو آنکھین ہین نیکی کی آنکھہ نے اِنکی کمال کو بڑی قدر دانی سی دیکھا
بدی کی آنکھہ نہ دیکھہ سکی - اور ایک بدنما داغ اُنکی دامن پر دکھایا - مشہور کرتے
ہین کہ پہلے وہ اصلی اندہے نہ تھی بعض ضرور توں سی کہ شوخیِ عمر کا مقتضے ہے
خود اندہے بنے - رفتہ رفتہ اندہی ہی ہوگئے - (تفصیل اجمال بہ عبرت احوال)
بزرگون کا قول ہی کہ شرافت ونجابت غریبی پر عاشق ہی - دولت اور نجابت آپس مین
سوکن ہی - یہہ حق ہی اور سبب اِسکا یہہ ہے کہ شرافت کے اصول و آئین غریبون
ہی سے خوب نبہتے ہین - اِمارت آئی قیامت آئی - دولت آئی شامت آئی - میان
جرات کی خوش مزاجی - لطیفہ گوئی - مسخراپن کی حد سی گذری ہوئی تہی - اور
ہندستان کے امیرون کو نہ اس سی ضروری کوئی کام - نہ اِس سی زیادہ کوئی نعمت ہے
کہتے ہین مرزا قتیل - سید انشا کا - اور اِنکا یہہ حال تھا کہ گہر مین رہنی نہ پاتے تہے
آج ایک امیر کے ہان ہین - دوسرے دن دوسری امیر آئے - سوار کیا اور ساتہہ لیگئے
ہم ۵ دن وہان رہی - کوئی اور نواب آئی - وہانسے وہ لیگئی - جہان جائین -
آرام وآسایش سی زیادہ عیش کے سامان موجود - رات دن قہقہے اور چہچہے - ایک
بیگم صاحب نی گہر مین اِنکی چُٹکلے اور نقلین سُنین - بہت خوش ہوئین اور نواب صاحب
سے کہا کہ ہم بہی باتین سُنین گے - گہر مین لاکر کہانا کہلاؤ - پردے یا چلمنین چہٹ گئین
اندر وہ بیٹہین باہر یہہ بیٹہی - چند روز کے بعد خاص خاص بی بیون کا برائے نام پردہ
رہا - باقی گہر والے سامنے پہرنے لگے - رفتہ رفتہ یگانگی کی یہہ نوبت ہوئی کہ آپ ہی باتین

کیونکر آنکھون سے معذور ہوئے

تفصیل اجمال بہ عبرت احوال

رہنے لگین - گہر مین کوئی دادا نانا - کوئی ماموں چچا کہتا - شیخ صاحب کی آنکھین
دُکھنی آئین - چند روز ضعف بصر کا بہانہ کرکے ظاہر کیا کہ آنکھین معذور ہوگئین -
مطلب یہہ تہا کہ اہل حسن کو دیدار سے آنکھین سِنکہہ پائین - چنانچہ بے تکلف گہر مین
جانے لگی اب پردہ کی ضرورت کیا - یہہ بہی قاعدہ ہر کہ میان بیوی جس مہمان کی
بہت خاطر کرتے ہین - نوکر اُس سے جلنے لگتے ہین - ایک دن دوپہر کو سوکر اُٹہے
شیخ صاحب نے لونڈی سے کہا کہ بڑی آفتابے مین پانی بہر لا - لونڈی نہ بولی - اُنہون
نے پہر پکارا - اُسنے کہا کہ بیوی جا ضرور مین لیگئی ہین انکے منہہ سے نکل گیا کہ غضب
دوانی ہوئی ہے - سامنے تو رکھا ہے - دیتی کیون نہین - بیوی دوسرے دالان
مین تہین - لونڈی گئی اور کہا کہ ڈوُہی بیوی یہہ مُوا کہتا ہے کہ وہ بندہ اندہا ہے
یہہ تو خاصہ سُجہتا ہے - ابہی میرے ساتہہ یہہ واردات گذری - اُسوقت یہہ
راز کہلا مگر اسمین شبہہ نہین کہ آخر آنکہون کو رو بیٹہے

مزن فالِ بد کاورد حالِ بد   مبادا کسی کو زند فالِ بد

جُراَت اگرچہ علوم تحصیلی مین ناتمام تہے - بلکہ زبان عربی سے ناواقف تہے لیکن اِس
کوچہ کے رستون سے خوب واقف تہے - اور طبع موزون طوطی و بلبل کی طرح ساتہہ لائی
تہے - آخر عمر تک لکہنؤ مین رہے اور وہین ۱۲۲۵ ہجری مین فوت ہوئے شیخ ناسخ نے
تاریخ کہی -

جب میان جرات کا باغ دہر سے   گلشنِ فردوس کو جانا ہوا
مصرعِ تاریخ ناسخ نے کہا   ہائے ہندوستان کا شاعر موا (۱۲۲۵)

کلام ہر جگہہ زبان پر ہے - دیوان تلاش سے مل جاتا ہے اُسمین ہر طرح کی غزلین ہین
رباعیان - چند مخمس - واسوخت - چند ہجوین - اور تاریخین ہین - دیوان مین طبع

یا بس بہت نہین ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو اُستادون کے طریقے باتے ہین اُنہین سلیقہ سے کام مین لاتے ہین اُسپر کثرتِ مشق نے صفائی کا رنگ دیا ہے کہ سب کوتاہیون کا پردہ ہوگیا اور اِنہین خود صاحب طرز مشہور کردیا۔ اِنکی نکتہ یابی اور سخن فہمی کی بڑی دلیل یہہ ہے کہ قصیدہ وغیرہ اقسامِ شعر پر ہاتھہ نہ ڈالا۔ بلکہ زبان فارسی کی طرف خیال بھی نہین کیا مناسبِ طبع دیکھکر غزل کو اختیار کیا اور اُمرا اور ارباب نشاط کی صحبت نے اُسے اور بھی چمکایا۔ اُنہون نے بالکل میر کے طریقے کو لیا۔ مگر اُسکی فصاحت و سادگی پر ایک شوخی اور بانکپن کا انداز ایسا بڑہایا جس سے پسندِ عام نے شہرتِ دوام کا فرمان دیا۔ عوام مین کمال کی دہوم مچ گئی۔ اور خواص حیران رہ گئے۔ اِنکی طرز اِنہین کا ایجاد ہے۔ اور آج تک اِنہین کے لئے خاص ہے۔ جیسی اُسوقت مقبول خلایق تھی آج تک ویسی ہی چلی آتی ہے۔ خصوصیت اُسمین یہہ ہے کہ فصاحت اور محاورہ کی جان ہے۔ فقط حُسن و عشق کے معاملات ہین۔ اور عاشق و معشوق کے خیالات گویا اُسمین شراب ناب کا سُرور پیدا کرتے ہین۔ اُنکی طبیعت غزل کے لئے عین مناسب واقع ہوئی تھی۔ حریف۔ ظریف۔ خوش طبع عاشق مزاج تھے۔ البتہ استعدادِ علمی اور کاوشِ فکری۔ شاعری کا جزِ اعظم ہے۔ اِنکی طبیعت بجاے محنت پسند ہونے کے عشرت پسند تھی۔ تعجب یہہ ہے کہ زمانہ نے شکر خورے کو شکر دیکر تمام عمر قدردان اور ناز بردار امیرون مین بسر کردی۔ جہان رات دن اسکے سوا اور چرچا ہی نہ تھا۔ اگر اُنکی طبیعت مین یہہ باتین نہ ہوتین اور وہ استعدادِ علمی سے طبیعت مین زور اور فکر مین قوتِ غور پیدا کرتے تو اِتنا ضرور ہے کہ اصنافِ سخن پر قادر ہوجاتے مگر پھر یہہ لُطف اور شوخیان کہان۔ بلبل مین شوریدہ مزاجی ہوتی تو یہہ چہچہے کب ہوتے۔ نہین کھائی بہاری تمہاری ہوا پر ہوتے تو فصل بہار کے مزے کب ہوتے۔ بات یہہ ہے کہ طبیعت مین تیزی اور طرّاری تھی مگر نزلے کا زور ادہر طرف

قصیدہ نہ ڈالا

غزل میر

جاگرا تھا یہی سبب ہے کہ کلام میں بلند پروازی۔ لفظوں میں شانِ شکوہ اور معنوں میں دقت نہیں جس نے قصیدہ تک نہ پہنچنے دیا اور غزل کے کوچہ میں لا ڈالا۔ اُس عالم میں جو جو باتیں اُمیرا اور اُنکی دلبر گذرتی تھیں سو کہہ دیتے تھے۔ مگر ایسی کہتے تھے کہ ایک دل پھڑک اُٹھتے ہیں۔ مشاعرہ میں غزل پڑھتے تھے تو جلسے کے جلسے لوٹ لوٹ جاتے تھے۔ سید انشا باہمہ فضل و کمال رنگارنگ کے بہروپ بدلکر مشاعرہ میں دہوم دہام کرتے تھے۔ وہ شخص فقط اپنی سیدہی سادہی غزل میں وہ بات حاصل کر لیتا تھا۔

مرزا محمد تقی خاں ترقی کے مکان پر مشاعرہ ہوتا تھا۔ اور تمام امرائے نامی و شعرائے گرامی جمع ہوتے تھے۔ میر تقی مرحوم بھی آتے تھے۔ ایک دفعہ جرأت نے غزل پڑہی۔ اور غزل بھی وہ ہوئی کہ تعریفوں کے غل سے شعر تک سنائی نہ دئیے۔ میاں جرأت باقواعدہ جوشِ سرور میں جو کہ اس حالت میں انسان کو سرشار کر دیتا ہے۔ باشوخیِ مزاج سے میر صاحب کے چھیڑنے کے ارادہ سے ایک شاگرد کا ہاتھ پکڑ کے اُنکے پاس آکر بیٹھے اور کہا کہ حضرت! اگرچہ آپ کے سامنے غزل پڑہنی بے ادبی اور بے حیائی ہے مگر خیر اس بیہودہ گو نے جو یاوہ گوئی کی آپ نے سماعت فرمائی؟ میر صاحب تیوری چڑہا کر چپکے ہو رہے جرأت نے پہر کہا۔ میر صاحب کچھ ہوں ہاں کر کے پہر ٹال گئے جب اُنہوں نے بہ تکرار کہا تو میر صاحب نے جو الفاظ فرمائے وہ یہ ہیں کیفیت اسکی یہ ہے کہ تم شعر تو کہہ نہیں جانتے ہو اپنی چوما چاٹی کہہ لیا کرو میر صاحب مرحوم شاعروں کے ابوالآباء تھے کیسے ہی الفاظ میں فرمائیں مگر جوہری کامل تھے جواہر کو خوب پرکھا۔ اسمیں کچھ شبہہ نہیں کہ عاشق و معشوق کے راز و نیاز اور حسن و عشق کے معاملوں کو جس شوخی اور چوچلے سے اُنہوں نے برتا ہے وہ انہیں کا حصہ تہا۔ آج تک دوسرے کو نصیب نہیں ہوا۔ میر اور سودا کی غزلوں پر اکثر غزلیں لکھی ہیں۔ اُنکی کلام ملوک الکلام تہے مگر یہہ اپنی شوخی

سے جو لطف پیدا کر جاتے ہین تڑپھا جاتے ہین ۔

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
ہر قمع کو اوٹھا چہرہ سے جو بت آگر آئے	اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آئے	میر
اِس دم لگی تفِ آہ سے کب شعلہ بر آئے	بجلی کو دمِ سرد سے جسکے حذر آئے	سودا
ہرگز نہ مرادِ دلِ معشوق بر آئے	یارب نہ شبِ وصل کے پیچھے سحر آئے	مصحفی
اُس پردہ نشین سے کوئی کس طرح بر آئے	جو خواب مین بھی آئے تو منہہ ڈھانک کر آئے	جُرأت
ناقص کا صفا کیش سے مطلب بر آئے	جو کور ہو عینک سے اُسے کیا نظر آئے	ذوق بعالم نوجوا
فردوس مین ذکر اوس لب شیرین کا گر آئے	پانی دہنِ حسرتِ کوثر مین بھر آئے	
اب کر کے فراموش تو ناشاد کروگے	پر ہم جو نہ ہونگے تو بہت یاد کروگے	میر
جس روز کسی اور پہ بیداد کروگے	یہہ یاد رہے ہم کو بہت یاد کروگے	سودا
ہے کسکا جگر جسپہ یہہ بیداد کروگے	[25] لو ہم تمہین دل دیتے ہین کیا یاد کروگے	جرأت
مدعی مجھکو کھڑے صاف برا کہتے ہین	چپکے تم سنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہین	میر
تو نے سودا کے تئین قتل کیا کہتے ہین	یہہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہین	سودا
آئینہ رخ کو تیرے اہل صفا کہتے ہین	[25] اسپہ دل اٹکے ہے میرا اسے کیا کہتے ہین	جُرأت

سودا کا ایک مطلع مشہور ہے[25]۔ استاد مرحوم اُسپر جُرأت کا مطلع پڑھا کرتے تھے۔ ایک مصرع یاد ہے دوسرا بھول گیا۔ اب سارا دیوان چھان مارا۔ نہین ملتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ زبان بزبان یہان تک آپہنچا وہان دیوان مین نہ درج ہوا۔ ناسخ اور آتش کے اکثر اشعار کا یہی حال ہے۔ معتبر اشخاص کی زبانی سُن چکا ہون جو خود اُنکے مشاعرون مین شامل ہوتے تھے مگر دیوانون مین وہ اشعار نہین ملتے۔ استاد مرحوم کے صدہا شعرون کا حال راقم آثم جانتا ہے کہ خود یاد ہین یا ایک دو زبانون پر ہین بیٹھ رہین تو فراموشی کا مال ہے کارساز کریم اُنکے مجموعہ کو بھی تکمیل کو پہنچائے۔ سودا کا مطلع ہے۔

کہہ دیکھ تو رستم سے تیغ تو دو پڑے	بیمار ہیہ ہمین سے ہو بیکاری دو پڑے
پہلا مصرع یاد نہین دوسرا حاضر ہے	ہر شہر کو دو ہر رستم سے ہر کاری دو پڑے
ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا	دل ستم زدہ کو ہمنے تھام تھام لیا
چمن مین صبح جو اس جنگجو کا نام لیا	صبا نے تیغ کا موج رواں سے کام لیا
پاس جا بیٹھا جو مین کل اک تیری ہمنام کے	رہ گیا بس نام سنتے ہی کلیجہ تھام کے
چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا	جمال یار نے منہ اسکا خوب لال کیا
برابری کا تری گل نے جب خیال کیا	صبا نے مار تھپیڑا منہہ اسکا لال کیا
جو تیغ یار نے خونریزی کا خیال کیا	تو عاشقون نے بھی منہہ اسکا خوب لال کیا

طائر شہرت نے ابھی پر پرواز نہ نکالے تھے جو مرزا رفیع اور میر سوز کے جلسے مین ایک لطیفہ ہوا دیکھو صفحہ ۲۰۲ سچ ہے شاعر اپنی شاعری ماں کے پیٹ سے لیکر نکلتا ہے۔ انکی کلام مین بعض نکتے ایسے بھی ہین کہ جن پر خاص لوگون کی نظرین اٹکتی ہین مثلاً

ہوکے آزردہ جو وہ ہم سے پرے پھرتے ہین ۔۔۔ ہاتھ ہم اپنے کلیجہ پہ دہرے پھرتے ہین

مصرع گرم ہے لیکن پرے ہی پرے پھرتے ہین کہتے تو محاورہ پورا ہو جاتا۔

کبھی وہ چاند کا ٹکڑا ادہر بھی آ نکلے	ذرا تو دیکھ منجم مرے ستارے بلا
دکھا دی شکل کہ دیوار در سے سر اپنا	کہان تلک کوئی تپ سے قرار بے مارے
ہجوم داغ نے ہیہ کی ہے تن پہ گلکاری	کہ پہنے ہون تن عریان لباس پہلکاری

ظہور اللہ خان نوا سے کسی معاملہ مین بگاڑ ہو گیا تھا۔ انہون نے انکی ہجو مین ایک ترجیع بند کہا۔ اور حقیقت مین بہت خوب کہا۔ جسکا شعر ترجیع یہہ ہو

ظہور حشر نہو کیون جو کلیجہ ڈہ گنجی ۔۔۔ حضور بلبل بستان کرے نوا سنجی

خان موصوف نے بھی بہت کچھ کہا مگر اُسنے شہرت نہین پائی چنانچہ انکے ترجیع بند کا

فی الحال یہی ایک شعر یاد ہے -

رات کو کہنے لگا جورو کے مُنہہ پر ہاتہہ پہیر - + قدرتِ حق سے لگی ہی ہاتہہ اندھے کے بٹیر

کریلا - ایک پر اتم بھانڈ دِلّی کا رہنے والا - نواب شجاع الدولہ کے ساتہہ گیا تھا[۲۵] اور اپنے فن مین صاحب کمال تھا - ایک دن کسی محفل مین اُسکا طایفہ حاضر تھا - شیخ جُرأت بھی وہان موجود تھے - اُسنے نقل کی - ایک ہاتہہ مین لکڑی لیکر - دوسرا ہاتہہ اندہے کی طرح بڑہایا - ٹٹول ٹٹول کر پھرنے لگا - اور کہنے لگا کہ حضور شاعر بہی اندہا شعر بھی اندہا مضمون بہی اندہا -

صنم سنتے ہین تیری بہی کمر ہے + کہان ہے کسطرف کو ہے کدہر ہے

شیخ صاحب بہت خفا ہوئے مگر یہہ بھی سید انشا اور مرزا قتیل کے جتہے کے جزو اعظم تھے گھر آکر اُنہون نے بھی اُسکی ہجو کہدی اور خوب خاک اوڑائی اُسے سنکر کریلا بہت کڑوا ہوا چنانچہ دوسرے جلسہ مین پہر اندہے کی نقل کی چنانچہ اوسیطرح لاٹھی لیکر پہرنے لگا - انکی ایک غزل ہے -

امشب تیری زلفونکی حکایات ہے واللہ + کیا رات ہے کیا رات ہے کیا رات ہے واللہ

ہر رات کے لفظ پر لکڑی کا سہارا بدلتا تہا - کیا رات ہے کیا رات ہے کیا رات ہے واللہ اِس غزل کے ہر شعر کا دوسرا مصرع ایک ہی ڈہنگ پڑھے - چنانچہ ساری غزل کو اسیطرح

---

[۲۵] عہد محمد شاہی اور اُس سے پیش پیش کا زمانہ خوشحالی کے لحاظ سے بہشتی زمانہ تھا - دربار سے جو امیر کسی طرف جاتا تہا وہ ضروری چیزین اور کار و بار کے آدمی دلّی سے اپنے ساتہہ لیجاتا تہا - تاکہ ہر کام - ہر رسم - ہر بات - اور کارخانے کا محاورہ وہی ہو - جو دار الخلافہ کا ہے - نواب سراج الدولہ مرشد آباد کے صوبہ ہوکر گئے تو علاوہ منصب داروں اور ملازموں کے - کئی بھانڈ - دو تین گویے - دو تین رنڈیان - ایک دو بھگتیے - دو تین نانبائی - ایک دو کنجڑے - اور بڑہ بوجہ تک بھی ساتھ لیگئے - اور وہ ایسا وقت تہا کہ دلّی کا باہر پونجا بھی دشل - بارہ - روپیہ مہینے بغیر دلّی سے نہ نکلتا تہا -

[۲۶] یہہ شعر شاہ مبارک آبرو کا ہے - ظہور اللہ خان نوا ۱۲۰۵ ہجری مین مرگئے -

محفل میں پڑھتا پھرا۔ شیخ صاحب اور بھی غضبناک ہوئے اور پھر ایک ہجو کہی ترجیع بند تھا
اگلا ہجو لے بگلا جھولے۔ ساون ماس کریلا پھولے

اُسکو بھی خبر ہوئی۔ بہت جلا بھنا۔ پھر کسی محفل میں ایک رجا کا سوانگ بہرا اور ظاہر
کیا کہ اسکے پیٹ میں بھتنا گھس گیا ہے خود مُلا بنکر بیٹھا اور جسطرح جنات اور سیانوں
میں لڑائی ہوتی ہے اسیطرح جھگڑتے جھگڑتے بولا کہ اری نامراد کیوں غریب ماں کی
جان کا لاگو ہوا ہے۔ جرأت ہے تو باہر نکل آ کہ ابھی جلا کر خاک کر دوں۔ آخر اب کی
دفعہ اُنہوں نے ایسی خبر لی کہ کریلا خدمت میں حاضر ہوا خطا معاف کروائی اور
کہا کہ۔ میں اگر آسمان کے تارے توڑ لاؤنگا تو بھی اسکا چرچا وہیں تک رہیگا
جہاں تک دائرۂ محفل ہے آپکا کلام مُنہہ سے نکلتے ہی عالم میں مشہور ہوجائیگا۔ اور
پتھر کی لکیر ہوگا کہ قیامت تک نہ مٹیگا۔ بس آپ میری خطا معاف فرمائیے۔
اگرچہ یہہ روایت کہن سال لوگوں سے سُنی ہے۔ مگر کئی نسخے کلیات کے نظر سے گزرے
جو ہجو اسمیں ہے وہ ایسی نہیں ہے جسپر ایک بہانڈ اسقدر گھبراجائے کہ آکر خطا
معاف کروائے۔

لطیفہ۔ ایک دن میر انشاء اللہ خان۔ جرأت کی ملاقات کو آئے۔ دیکھا تو
سر جھکائے بیٹھے کچھہ سوچ رہے ہیں۔ اُنہوں نے پوچھا کہ کس فکر میں بیٹھے ہو؟ جرأت
نے کہا کہ ایک مصرع خیال میں آیا ہے۔ چاہتا ہوں کہ مطلع ہوجائے۔ اُنہوں نے
پوچھا کیا ہے؟ جرأت نے کہا کہ خوب مصرع ہے مگر جب تک دوسرا مصرع نہو گا تب تک
نہ سناؤنگا۔ نہیں تو تم مصرع لگا کر اُسے بھی چھین لوگے۔ سید انشا نے بہت اصرار
کیا۔ آخر جرأت نے پڑھہ دیا۔ ع اُس زلف پہ پھبتی شب دیجور کی سوجھی +
سید انشا نے فوراً کہا کہ ع اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی +

جُرأت سنس پڑہی اور اپنی لکڑی اُٹھا کر مارنے کو دوڑے۔ دیرتک سید انشا آگے آگے بہاگتے پہرے اور یہہ پیچہے پیچہے ٹٹولتے پہرے۔ اللہ اکبر! کیا شگفتہ مزاج لوگ تہے۔ کیا خوشدلی اور فارغ بالی کے زمانے تھے۔

نوط جرات کا

سید انشا نے اُنکے نام کا معمّہ کہا تہا۔ سر بوندی نگوڑی گجراتن۔ لطیفہ اسمین یہہ تہا کہ گجراتن اُنکی ماں کا نام تھا۔

نواب محبت خان کے مختار نے ایک دفعہ جاڑے مین معمولی پوشاک دینے مین کچہہ دیر کی۔ جُرأت نے رباعی کہکر کہڑے کہڑے خلعت حاصل کیا۔

رباعی

مختار ہی پہ آپ کبہی گا نہ گہمنڈ ... کہتے ہین جسے نوکری ہے بیچ ارنڈ
سرپانچ دلائیے ہماری ورنہ ... تم کہاؤگی گالیان جو ہم کہائینگے ٹہنڈ

غزل

لگ جا گلے سے تاب اب اے نازنین نہین ... ہے ہے خدا کے واسطے مت کر نہین نہین
کیا جُرک کے وہ کہہ ہے جو ٹک اس سے لگ چلو ... بس بس پرے ہو شوق یہہ اپنے تئین نہین
پہلو مین کیا کہین جگر و دل کا کیا ہے رنگ ... کس روز اشک خونی سے تر آستین نہین
فرصت جو پاکے کہیے کبہو دردِ دل سو ہائے ... وہ بدگمان کہے ہے کہ ہم کو یقین نہین
آتش سے پہک رہی ہے میری تن بدن مین آہ ... جب سے کہ روبرو وہ رُخِ آتشین نہین
اُس بن جہان کچہہ نظر آتا ہے اور ہی ... گویا وہ آسمان نہین وہ زمین نہین
کیا جانے کیا وہ اُسمین ہے لوٹے ہے جسپہ دل ... یون اور کیا جہان مین کوئی حسین نہین
سُنتا ہے کون کس سے کہون دردِ بیکسی ... ہمدم نہین ہے کوئی میرا ہمنشین نہین۔
ہرچند ہے یہ لطفِ شبِ ماہ سیرِ باغ ... اندہیر پر یہی ہے کہ وہ مہ جبین نہین
آنکہون کی راہ نکلے ہے کیا حسرتون سے جی ... وہ روبرو جو اپنے دمِ واپسین نہین

طوفانِ گریہ کیا کہین کس وقت ہمنشین
موجِ سرشک تا فلکِ ہفتمین نہین

حیرت ہے مجکو کیونکہ وہ جرأت ہے جین کر
جس مین قرار جی کو ہمارے کہین نہین

امشب کسی کاکل کی حکایات ہے واللہ
کیا رات ہے - کیا رات ہے کیا رات ہے واللہ

دل چھین لیا اُسنے دِکھا دستِ حنائی
کیا ہات ہے کیا ہاتھ ہے کیا ہات ہے واللہ

عالم ہے جوانی کا جو اُبھرا ہوا سینہ
کیا گات ہے کیا گات ہے کیا گات ہے واللہ

دشنام کا پایا جو مزہ اوسکی لبون پر
صلوات ہے صلوات ہے صلوات ہے واللہ

جرأت کی غزل جسنے سُنی اُسنے کہا واہ
کیا بات ہے کیا بات ہے کیا بات ہے واللہ

طرح مشاعرہ کا مستزاد ہے مصحفی اور سید انشا نے بھی طبع آزمائی کی ہے - ہر ایک کے حال مین دیکھکر مقابلہ کرو - انہون نے سراپا باندھا ہے -

جادو ہے نگہ جہت ہے غضب قہر ہے مکھڑا
اور قد ہے قیامت
غارتگرِ دین وہ بُت کافر ہے سراپا
اللہ کی قدرت

اٹھکیلی ہے رفتار مین گفتار کی کیا بات
ہر بات حکایت ہے
اور رنگ رُخ یار ہے گویا کہ بھبھوکا
کچھ اُسپہ ملاحت

ہین بال یہ بکھرے ہوے مکھڑے پہ دھوان دھار
جون دودِ مشعل
حُسن بُتِ کافر ہے خدائی کا جھگڑا
ٹک دیکھو صورت

ابرو فنِ خونریزی مین اُسکی ہین غضب طاق
شمشیر برہنہ
انکھون کا یہ عالم ہے کہ آنکھون سے نہ دیکھا
افسون ہے اشارت

کان ایسے کہ کانون سے سُنے ویسے نہ اب تک
نے آنکھون سے دیکھے

رہین جبھی ٹھیری ہے   ایک " حیرت

بیٹھی ہے یہ خوش اسلوب کہ نتھنوں کی پھڑک دیکھ   تڑپے ہے دو عالم

ہے اس کو لب یار کے بوسہ کی تمنا   ارمان ہے حسرت

دانتوں کی صفا کیا کہوں موتی کی لڑی ہے   لب لعل کے ٹکڑے

مسی بھی ملا تس پہ رکھے پان کا بیڑا   سو شوخی کی رنگت

دل خون کرے وہ دست حنا بستہ پہ اُس کے   شمرن کی پھبن ہائے

ہے وضع تو سادگی سے یہ کیا کیا نہیں پیدا   شوخی و شرارت

اُس اُبھرے ہوئے سینے کی کیا بات جسے دیکھ   سب ہاتھ ملیں ہیں

اور ہائے رے ہر بات میں گردن کا وہ ڈورا   ہے دام محبت

گلشن میں پھرے ٹک تو وہیں آتش گل کی   گرمی سے عرق آئے

ہر گام پہ چلنے میں کمر کھائے ہے لچکا   اللہ رے نزاکت

ہیں قہر سرین گول وہ اور ہائے کہوں کیا   رانوں کی گدازی

فرق اس میں نہیں فرق سے لے تا بہ کف پا   ہے طرفہ لطافت

ہے عشوہ و انداز و ادا ناز و کرشمہ   اور گرمی و شوخی

ہر عضو پہ آنکھ اٹھے وہ کافر ہے سراپا   ایک موہنی مورت

کھو دے ہے جو ہم نام لیں تو رک کے کہے لو   اس نام کو کم لو

پھر اس میں جو رک جائیے تو جھٹ سے یہ کہنا   بس دیکھ لی چاہت

جرأت یہ غزل گرچہ کہی ایسی ہے تو نے   ہے خوب سراپا

یہ کہیے وہ اشعار کہ اب اسکو دو غزلا   ہو جس سے کہ وحشت

جز بیکسی و یاس نہیں ہے کوئی جس جا   ہے اپنی وہ تربت

افسوس کرو کون تجھے دست تمنا — ہوں بستۂ حیرت

جو میں نے کہا اُس سے دکھا مجھکو رُخ اپنا — بس دے نہ اذیت
تو کیا کہوں کس شکل سے جھنجلا کے وہ بولا — تو دیکھیگا صورت

یہہ راہ تکی اُسکی کہ بس جاتی رہی یکبار — آنکھوں پہ سپیدی
پیمان گسل آیا نہ وہ دے وعدۂ فردا — تا صبح قیامت

سودائی محبت جو نہیں ہے تجھے اے دل — تو پھر مجھے بتلا
کیوں چاک کیے اپنے گریبان کو ہے پھرتا — آنکھوں پہ ہے وحشت

سو بار زبان گرچہ میری کٹ گئی جوں شمع — اور پھر سے ہوئی پیدا
پر محفل قاتل میں مرے منہہ سے نہ نکلا — یک حرفِ شکایت

اب گھر میں بلانے سے اگر آتی ہیں سو سوچ — بدنام سمجھ کر
آواز ہی تو در پہ مجھے آ کے سنا جا — از راہِ مروت

آلودہ ہوا خون سے دامن قاتل — بسمل ہو جو تڑپا
افسوس صد افسوس کہ یہہ تو نے کیا کیا؟ — اے ننگِ محبت

جو ولولۂ شوق سے ہو مضطر و بیتاب — نکلا ہی پڑے ہے دل
کیا قہر ہے کیا ظلم ہے محبوب گر اوسکا — ہو صاحب عصمت

کیا خاک رہیں چین سے بیچینی کے مارے — بس جی ہی پہ رکھا
ہم ہو گئے جس کے وہ ہوا ہائے نہ اپنا — کیا کیجئے قسمت

جب ان دنوں رہتا ہے جو وہ صورت تصویر — کچھ اور ہی خفقان
لگ جاتی ہے اس سے مرے کیوں دل کو نہ دھڑکا — ہے موجب حیرت

اے دیکھو عجب ہم تو مصیبت میں پھنسے ہیں — ایک پردہ نشین کو

لے جانے کا لہرا، دہے مقصد درہمارا — نے رہنو کی طاقت

یا مجکو بلاتا تہا وہ یا آئے تہا مجہہ پاس — صحبت کی تھی گرمی
اب اُسکو خدا جانے دیا کسنے یہہ بہڑکا — جو ایسی ہی نفرت

لے نام میرا کوئی تو دے سینکڑوں دشنام — گن گن کر وہ قاتل
بیرحمی و بیدردی سے پروا ہو نہ اصلا — سُن مرگ کی حالت

آنا میرا سُن در پہ کہین گہر سے چلا جائے — دیکھوں تو نہ دیکھے
اور کوئی سفارش جو کرے میری تو کیا کیا — کہنچے وہ ندامت

گر خواب مین دیکھے مجھے تو چونک اوٹھے اور — پہر موندے نہ آنکھیں
آواز جو میری سے سُنے تو وہین گھبرا — کہائے لگے دہشت

افسوس کہ گردون نے عجب رنگ دکہایا — نقشا ہی وہ بدلا
لے جان میری! خانۂ تن سے تو نکل جا — ہو جائے فراغت

کس مُنہہ سے کرون عشوہ گری اُسکی بیان میں — اللہ رے ادائین
مل بیٹھے ہم اور وہ کبھی قسمت سے جو یکجا — طرفہ ہوئی صحبت

بیتاب ہو لگ چلنے کا جو مَینے کیا عزم — دہرے بٹھا وہ گالی
کچہہ اور کیا قصد تو کس ناز سے بولا — بل بے تیری جرأت

اجل گر اپنی خیال جمال یار مین آئے	تو پھر بجائے فرشتہ پری مزار مین آئے
بھلا پھر اُسکو اُٹھانے مین کیون نہ دیر لگے	کسیکی موت کسیکے جو انتظار مین آئے
بیک کرشمہ جو بے اختیار کر ڈالے	وہ عشوہ ساز کسی کے کب اختیار مین آئے
پس از فنا جو تیرے دل جلے کی خاک اُڑے	تو مضطرب سا ہوا ہوان ایک لطف غبار مین آئے
خراب کیونکہ نہ ہو شہر دل کی آبادی	ہمیشہ لوٹنے والے ہی اس دیار مین آئے

[25] کس دہوم دہام کی غزل تہی۔ مگر۔ آئے۔ کہین واحد ہے۔ کہین جمع ہو گیا ہے

فغان پہر اسکی ہو لبریز یاس سی نکہ زار
بنہ پر دوام جو مرغ چمن بہار مین آئی

بلا مین لے لے کے ہوتے لگوتن نثار تو بستر
کہی ہے ہنس کے وہ ایسی جی اب بیار مین آئی

نہ پوچھ مجھسے وہ عالم کہ صبح نیند سی اوٹھہ
جب انکھڑیون کو وہ ملتی ہوئی خمار مین آئی

نہ کیونکہ حد سی فزون تر ہو رتبۂ گریہ
کہ اب تو حضرت دل چشم اشکبار مین آئی

ٹھہین نہ وہان سی آکر ہمکو گالیان لاکہون
وہ وہ نئی غیرت گل ایک کیا ہزار مین آئی

مگر نہ کہیئے کہ مضطر ہو تو نہ کیونکہ بہلا
وہ ٹوٹ ٹوٹ ہمارے سی نہ رہگزار مین آئی

اُٹھے جہان سی نہ جرأت اوٹھا کے درد فراق
الہی موت بھی آئے تو وصل یار مین آئی

یاد آتا ہی تو کیا پہرتا ہون گھبرایا ہوا
چنپئی رنگ اوسکا اور جوبن وہ گدرایا ہوا

بات ہی اول تو وہ کرتا نہین مجھسے کبھی
اور جو بولے بھی ہے کچھہ منہ سے تو شرمایا ہوا

جا کے پہر آؤن نہ جاؤن اُس گلی مین ہو ڈھونڈھ
پہر کرون کیا مین نہین پہرتا ہی دل آیا ہوا

بے سبب جو مجھسی ہی وہ شعلہ خو سرگرم جنگ
مین تو ہون حیران کہ یہ کسکا ہے بہڑکایا ہوا

وہ کرے عزم سفر تو کیجئے دنیا سے کوچ
ہے ارادہ دلمین مدت سی یہہ ٹھہرایا ہوا

نوک مژگان پہ دل پژمردہ یون ہے سرنگون
شاخ پر جیسے ہے جون پہول مرجھایا ہوا

جاؤن جاؤن کیا لگایا ہی اجی بیٹھے رہو
ہون مین اپنی زیست سی آگے ہی اکتایا ہوا

تیری دوری سی یہہ حالت ہوگئی اپنی کہ آہ
عنقریب مرگ ہر ایک اپنا ہمسایا ہوا

کیا کہین اب عشق کیا کیا ہمسی کرتا ہی سلوک
دل یہ بیتابی کا ایک پتلا ہی بہلایا ہوا

ہے قلق سی دل کی یہہ حالت کہ اکثر رات کو
جا کے سو پہرتا ہون اپنے گہر مین گہبرایا ہوا

حکم بار مجلس اب جرأت کو بھی ہو جائے جی
یہہ بیچارہ کب سی دروازہ پہ سی آیا ہوا

نہ جواب لیکر قاصد جو پہرا شتاب الٹا
یہین نمین یہ ہاتہہ مارا بہ صد اضطراب الٹا

دم وصل اُسنے رخ سے جو نہ ٹک نقاب اُلٹا
ہمین لگ گیا دم اُسدم بہ صد انسطراب الٹا

تیرے دور مین ہو سکیں کوئی کیا فلک کہ تیری
وہ ہی شکل جون دہرا ہو قدح شراب الٹا

یہہ وفا کی سینہ تسیر مجہی کہتے بے وفا ہو
میری سادگی ہے صاحب یہہ بلا خطاب الٹا

میری بخت ہین وہ رو کش کہ وہ دہی جو وعدۂ شب
تو پہنچکے تا بہ مغرب پہر ہی آفتاب الٹا

کسے نسخہ مین پڑہی تہا وہ مقام دلنوازی
مجہی آتے جون ہی دیکہا ورق کتاب الٹا

وہ بہا کے کاسۂ سر میرے خون مین شکل کشتی
کہی ہے کہ دیکہو نکلا یہہ مُوا احباب الٹا

میرے دل نے داغ کہا یا جو یہہ تو سوختہ ہی
یہہ جلا بس ایک پہلو نہ گیا کباب الٹا

غزل اور پڑہ تو جرأت کہ گیا جو بہانسی گہر کو
تو کلام سُننے تیرا مین پہرا شتاب اُلٹا

مین تڑپ کہ سنگ تربت بصد اضطراب الٹا
میری قبر پر وہ اگر جو پہرا شتاب الٹا

میرے سو سوال سُنکر وہ رہا خموش بیٹہا
نہین یہہ بہی کہنے کی جا کہ ملا جواب الٹا

جو رکہے ہے بخت وارون غنی سے مل ہو مفلس
کہ رہی یہ آب دریا قدح حباب الٹا

شب وصل یہہ قلق تھا یہ وہ سو گیا تو منہہ سے
نہ ذرہ بہی مین[۱] دوپٹا ذرہ حجاب الٹا

ہمین ہی خیال اسکا کہ جو آیا خواب مین وہ
تو زبان پہ اُسکی ڈر سے نہ وہ ہمنے خواب الٹا

اسی در تک آؤنگا مین کہ نہین ہی دل کہی مین
مجہی پہیرتے عبث ہو ذرہ عتاب الٹا

طلب اُس سے کل جو مُکری تو بہرا ہوا زمین پر
مجہی شوخ نے دکہا کر قدح شراب الٹا

جو کنار مقصد اپنی لگی ہی بہکے ناؤ کاسے
تو ہوا تہپیڑ ماری لگے بہنے آب الٹا

کسی تذکرہ مین پڑہنے میرے شعر جو لگا وہ
تو ہوا ایسے وہ ونہی جرأت ورق کتاب الٹا

[۱] دیکہو یہان بہی علامت فاعلیت (نے) محذوف ہی اور یہہ پرانا جوہر ہی

اُس بت سے بہی بنیا ہیچ ملاقات ہین
دل تو تو بیو ہے سے رجوعات ہین

کیا بات کوئی اُس بت عیار کی سمجھی
بولے ہے جو ہمسے تو اشارات کہین اَور

اس ابر مین پاؤن ہین کہان دختر رز کو
رہتی ہی مدام اب تو وہ ذات کہین اَور

جس رنگ مری چشم سے برسے ہے پڑا خون
اس رنگ کی دیکھی نہین برسات کہین اَور

گھر اُسکو بلا نذر کیا دل تو وہ جرات
بولا کہ یہہ بس کیجیے مدارات کہین اَور

جب یہہ سنتے ہین کہ ہمسایہ مین آ آئی ہوئے
کیا در و بام پہ ہم پھرتے ہین گھبرائی ہوئے

آپ سے مین تو نہ جاؤن یہہ کرون کیا کہ پھر
دل بیتاب لئی جاتی ہے دوڑائی ہوئے

گھر مین بے یار رہے سکل اپنی یہہ دل کی ہمراہ
دو گنہگار ہون جون قید مین بٹھلائی ہوئے

آئی ہو دست بقبضہ ہو تو پھر دیر ہے کیا
سر تسلیم کو ہم بیٹھے ہین ہین نیہوڑائی ہوئے

آج بھی اُسکے جو آنے کی نہ ٹھہری تو بس آہ
ہم کہ بیٹھین گے جو دل مین ہین ٹھہرائی ہوئے

پیرہن چاک تیرے در پہ جو کل کرتا تھا
آج لوگ اُسکو لئی جاتے ہین کفنائی ہوئے

مردنی پہہ گئی منہہ پہ میری جسکی خاطر
رنگ رو کیا وہ پڑی پھرتے ہین چمکائی ہوئے

ابر تصویر کی مانند ہم اوس محفل مین
رو نہین سکتے یہ آنکھون مین ہین اشک آئی ہوئے

لوگ گر ہمسے یہہ کہتے ہین کہ چلتی ہو جی آؤ
اپنے بیگانے سب اُس بزم مین ہین آئی ہوئے

دل مین تب سوچکر اس بات کو رو دیتے ہین
کیا کہین اُنسے کہ ہین ہم تو نکلوائی ہوئے

کر کے موزون انہین جرات غزل ایک اور بھی پڑھ
دل مین جو تازہ مضامین ہون ٹھہرائی ہوئے

خوف کچھہ کہاتی ہی بیدار ہم ای وائی ہوئے
شب کو تم خواب مین پہر آئی تو گھبرائی ہوئے

بے خودی پہ نہ ہماری متحیر ہو کوئی
آئین کیا آپ مین جی ہم مین کہین آئی ہوئے

رہاں اور اسمین لطف ائی ہے مجھے حسرت دل
رشک کی جا ہے غرض شہر خموشاں بھی کہ واں
دیکھیو شوخی کہ کوچے مین دلِ عاشق کو۔
جوشِ وحشت سے گریبان کو کر چاک ہم آہ
جام دیتے نہین مجھکو جو دم بادہ کشی
حسرت ای ہمنفسان سیرِ چمن مفت گئی
دور چھوڑا ہمین گلشن سے یہہ رونے کی ہے جا

اشک سرخ انکھون مین پھر ہو جو چمکائے ہوئے
سو لئے کیا چین سے ہم پاؤن کو پھیلائے ہوئے
کیسی اٹکھیلی سے جاتا ہے وہ ٹھکراتے ہوئے
سرخ آنکھین کئے کیا بیٹھے ہین جھنجلائے ہوئے
یہہ تو فرماؤ کہ تم کس کے ہو بہکائے ہوئے
نخلِ بستان سے قفس ہین کئی لٹکائے ہوئے
کہ سزاوارِ اسیری بھی نہ ہم ہائے ہوئے

دمِ رخصت کہے جرأت کوئی اُس کافر سے
اِک مسلمان کو کیون جاتے ہو تڑپائے ہوئے

میر حسن

حسن تخلص۔ میر غلام حسن نام۔ خاص دہلوی تھے۔ پُرانی دلّی مین سید واڑہ ایک محلہ تھا۔ وہان پیدا ہوئے تھے۔ عالمِ شباب مین والد کے ساتھ فیض آباد[25] گئے اور نواب سرافراز جنگ خلف نواب سالار جنگ کی سرکار مین ملازم ہوئے۔ کچھہ مدت مقام مذکور مین رہے پھر لکھنؤ مین آگئے۔ خندہ جبین۔ شگفتہ مزاج ظریف طبع تھے اور اسمین تہذیب وشائستگی کو کبھی ہاتھہ سے نہ دیتے تھے۔ میانہ قد۔ خوش اندام۔ گورا رنگ۔ جملہ قوانین شرافت اور آئین خاندانین اپنے والد کے پابند تھے۔ اتنا تھا کہ ڈاڑھی منڈاتے تھے۔ اللہ اللہ عہد جوانی بھی ایک عالم رکھتا ہے ع جوانی کجائی کہ یاد ت بخیر سر پر بانکی ٹوپی۔ تن مین تن زیب کا انگرکھا۔ پھنسی ہوئی آستینین۔ کمر سے دوپٹا بندھا ہ

[25] پہلے فیض آباد حاکم نشین شہر تہا۔ لکھنؤ ایک قصبہ تہا۔ آصف الدولہ مرحوم کو اسکے آباد کرنے کا شوق ہوا۔ زیادہ تر یہان رہنے لگے۔ انکے سبب سے اُمرا کو بھی یہان رہنا پڑا اور عمارات کا تعمیر کرنا واجب ہوا مگر دو گھرے تھے ایک قدم یہان رہتا تہا اور ایک قدم وہان ہ

رہے ایک بانکپن ہی دہانی میں لئے ہیں آکر شاہ دوچین اور وبر ادائی سج کلاہی کا
جب تک دلی مین رہے۔ پہلے اپنے والد سے پہر خواجہ میر درد سے اصلاح لیتے رہے ۔ اودھ
مین جاکر میر ضیاء الدین ضیا کے شاگرد ہوئے۔ اور مرزا رفیع سودا کو بہی غزل کہائی
لکہنؤ مین آکر اُنکے کلام نے شہرت کا رنگ اوڑایا۔ اُنکے اشعار **غزل** کے اصول
مین گلاب کے پہول ہین۔ اور محاورات کی خوش بیانی مضامین عاشقانہ کے
رنگ مین ڈوبی ہوئی ہے میر سوز کا انداز بہت ملتا ہے۔ اہل تذکرہ کہتے ہین کہ
قصیدہ اِس رتبہ پر نہ تہا۔ اور کچہہ اِسکا تعجب نہین کیونکہ دونو کوچون مین
مسافت بعید کا فاصلہ ہے۔

حقیقت سحر البیان بے نظیر اور بدر منیر کا قصہ بے نظیر لکہا۔ اور اُس مثنوی کا
نام سحر البیان رکہا تہے زمانہ نے اُسکی سحر البیانی پر تمام شعرا اور تذکرہ نویسونسے
محضرِ شہادت لکہوایا۔ اِسکی صفائی بیان اور لطفِ محاورہ اور شوخیِ مضمون
اور طرزِ ادا۔ اور ادا کی نزاکت ۔ اور جواب وسوال کی نوک جہوک حدِ توصیف سے
باہر ہے۔ اُسکی فصاحت کے کانون مین قدرت نے کیسی سُنا وٹ رکہی تہی! کیا اُسی
سو برس آگے والونکی باتین سنائی دیتی نہین؟ کہ جو کچہہ اُسوقت کہا صاف
وہی محاورہ اور وہی گفتگو ہے جو آج ہم تم بول رہے ہین۔ اُس عہد کے شعرا کا
کلام دیکہو! ۔ ہر صفحہ مین بہت سے الفاظ اور ترکیبین ایسی ہین کہ آج متروک اور
مکروہ سمجہی جاتی ہین۔ اِسکا کلام (سوا چند الفاظ کے) جیسا جب تہا ویسا ہی آج
دلپزیر و دلکش ہے۔ کیا کہتا ہون؟ ۔آج کِسکا منہہ ہے جو اُن خوبیون کے ساتہہ
دو شعر بہی موزون کر سکے ۔ خصوصًا ضرب المثل (کہاوت) کو اس خوبصورتی
سے شعر مین مسلسل کر جاتے ہین کہ زبان چٹخارے بہرتی ہے اور نہین کہہ سکتی

یہ ہہ کیا ہوہ سحر - عالم جن سے جلت لرو - مرزا رفیع - سودا - اور شاعرون نے
سرتاج میر تقی میر نے بہی کئی کئی مثنویان لکہین - فصاحت کے کتب خانہ مین اِسکی
الماری پر جگہ نہ پائی - کتاب مذکور ہر گہر - ہر دوکان بلکہ اُسکے اشعار ہر زبان پر
جاری ہین اِسلئے یہان درج کرنے کی ضرورت نہین -
ہماری ملک سخن مین سینکڑون مثنویان لکہی گئی مگر اُنمین فقط دو نسخے ایسے نکلے
جنہون نے طبیعت کی موافقت سے قبول عام کی سند پائی ایک **سحر البیان**
دوسرے **گلزار نسیم** اور تعجب یہہ ہے کہ دونو کے رستے بالکل الگ الگ ہین
اسواسطے آزاد کو واجب ہے کہ کچہہ لکہے اور اہل سخن سے اپنی رائے کی صحت وسقم کا حال پوچہے
مثنوی حقیقت مین ایک سرگذشت یا بیان ماجرا ہے - جسے تاریخ کا شعبہ سمجہنا چاہئے
اسواسطے اسکے اصول مین لکہا ہے کہ چاہئے نہایت سلیس گفتگو مین ہو جسطرح ہم تم
باتین کرتے ہین -
میر حسن - مرحوم نے اُسے لکہا اور ایسی صاف زبان - فصیح محاورے - اور میٹہی
گفتگو مین - اور اِس کیفیت کے ساتہہ اَدا کیا جیسے آبِ روان - اصل واقعہ کا
نقشہ آنکہو نمین کہیچ گیا - اور اُنہی بالونکی آوازین کانونمین آنے لگین جو اُسوقت
وہان ہو رہی تہین - باوجود اسکے اصولِ فن سے بال بہر اودہر یا اُدہر نہ گرے -
قبولِ عام نے اُسے ہاتہونمین لیکر آنکہون پر رکہا - اور آنکہون نے دل وزبان
کے حوالہ کیا - اُسنے خواصِ اہلِ سخن کی تعریف پر قناعت نہ کی بلکہ عوام جو حرف
بہی نہ پہچانتے تہے - وظیفون کی طرح حفظ کرنے لگے - اربابِ نشاط نے محفلونمین
اُسکی نغمہ سرائی کرکے لوگونکو لٹایا اور رُلایا -
پنڈت دیا شنکر نے گلزار نسیم لکہی اور بہت خوب لکہی - اِنکا رستہ اُس سے

بالکل الگ تہا - کیونکہ پنڈت صاحب نے ہر مضمون کو تشبیہہ کے پردہ اور استعارہ
کے پیچ مین اداکیا - اور وہ ادا معشوقانہ خوش ادائی نظر آئی - اُسکے پیچ وہی بانکپن
کی مروڑ ہین جو پریزادون بانکا دوپٹا اوڑہکر دکہاتی ہین اور اکثر مطالب کو بہی
اشارون اور کنایون کے رنگ مین دکہایا ہے - باوجود اسکے زبان فصیح - اور
کلام شستہ اور پاک ہے - اختصار بہی اس مثنوی کا ایک خاص وصف ہے جسکا ذکر
کرنا واجب ہے کیونکہ ہر معاملہ کو اسقدر مختصر کرکے اداکیا ہے جس سے زیادہ ہو نہین
سکتا - اور ایک شعر بیچ مین سے نکال لو تو داستان برہم ہو جاتی ہے - ان باتون
کے لحاظ سے واجب تہا کہ کتاب خاص پسند ہوتی - باوجود اسکے عام و خاص سب
مین شہرت پائی - اُسکے نکتون اور باریکیون کو سمجہین یا نہ سمجہین مگر سب لیتے ہین
اور پڑہتے ہین - جتنی سمجہ مین آتی ہے - اُسی پر خوش ہوتے ہین اور لوٹے جاتے ہین -
مثنوی مذکور جب پہلے انہون نے لکہی تو بہت بڑی تہی - خواجہ آتش اپنے اُستاد
کے پاس اصلاح کو لیگئے اُنہون نے کہا - بہیا اتنی بڑی کتاب کو دیکہیگا کون ؟ وہ
زیادہ یک کا قانون یہان بہی جاری کرو (اس کنایہ مین یہ اشارہ تہا کہ پنڈت صاحب فوج
شاہی مین منشی تہے - اور بموجب قانون حکومت کے سب کی تنخواہون مین وہ یکی کاٹ لیتے تہے - گہر
گہر مین اس شکایت کا چرچا تہا - یہ مثنوی مذکور لیگئے - اور اختصار کیا تو ایسا نچوڑا کہ عطر نکال لیا)
ایک موقع پر میر حسن مرحوم کا سفر - شاہ مدار کی چہڑیون کے ساتہ مطابق پڑا چنانچہ سفر
مذکور کا حال ایک مثنوی کے قالب مین ڈہالا ہے - اسمین فیض آباد کی تعریف اور لکہنؤ
کی ہجو کی ہے - اُس سے یہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت عورتون کی پوشاک وہان کیا تہی
اور چہڑیون اور جانے والون کی جزئیات رسوم کیا کیا تہے - جیسے یہ مثنوی دلی کی تباہی
سے پہلے دیکہی تہی - اب نہین ملتی - لوگ بہت تعریف لکہتے ہین مگر حق یہ ہے کہ بدمنیر کو نہین پہنچتی

[illegible] فی الحقیقت اسوقت لکہنؤ ایسی ہی حالت مین تہا

دیوان اب نہین ملتا۔ حکیم قدرۃ اللہ خان قاسم فرماتے ہین کہ انواع سخن سے
لبریز ہے۔ صاحب گلزار ابراہیمی ۱۱۹۶ھ مین کہتے ہین کہ سید موصوف نے اپنا کلام مجھے
بھیجا ہے۔ اور جو خط لکھا ہے اُسکی اصل عبارت یہہ ہے " از سائر اقسامِ اشعار۔
ابیاتِ مدوّنۂ من ہشت ہزار بیت است۔ تذکرۂ در ریختہ ہم نوشتہ۔ و اصلاحِ سخن
از میر ضیا گرفتہ ام۔ مدتیست کہ از دہلی وارد لکھنؤ گشتہ با نواب سالار جنگ و خلف
ایشان ملقب بہ نوازش علیخان سرافراز جنگ بہادر میگذرانم " افسوس خدا نے
رشید اولاد دی مگر کسی نے اپنے بزرگ کے نام کو روشن کرنے کا خیال نہ کیا۔ اسکے
کئی سبب ہوئے۔ بیٹوں کو نہ زمانہ نے وسعت دی۔ نہ حصول ثواب نے فرصت دی
اور اُسوقت چھاپہ بھی کلکتہ سے اِسطرف نہ آیا تھا۔ پوتے میر انیس مرحوم وغیرہ
ہوئے۔ اُنہین انکے پاک اعتقاد اور حسن نیت نے مبارک زمانہ دیا اور زمانہ
نے ایسے بلند درجہ پر بٹھایا۔ جہانسے دادا کا کمال بہت چھوٹا نظر آیا۔ وہ یہہ بھی
سمجھتے تھے کہ ہمارا ذاتی کمال دادا کی تعریف اور شہرت سے بے نیاز ہے۔ یہہ سب
درست لیکن موجودہ نسل چند روز کے بعد۔ اور آئندہ نسلین مدت تک افسوس
کرینگی۔ زمانہ بدلگیا اور بدلتا جاتا ہے۔ وہ وقت تو گیا۔ پھر یہہ وقت بھی نہ پائینگے
آج یہہ نوبت ہے کہ پانچ غزلین بھی پوری نہ ملین جو اِس کتاب مین درج کرتا۔
خلاصہ کلام یہہ کہ سنہ ۱۲۰۱ھ اول محرم کو دار فانی سے رحلت کی۔ مفتی گنج مین نواب
قاسم علیخان کے باغ کے پچھواڑے دفن ہوئے۔ عمر کا حال نہ کھلا۔ لکھتے ہین کہ ۵۰
برس سے زیادہ پائی۔ دو صاحبزادون نے نام پایا۔ میر خلیق۔ میر خلق۔
شیخ مصحفی نے تاریخ کہکر حقِ آشنائی ادا کیا۔ تاریخ

چون حسن آن بلبلِ خوش داستان — رو ازین گلزارِ رنگ و بو بتافت

لبِ شیرین بود سلطنتش مصحفی
شاعر شیرین زبان مادیح یامت

غزل

جو چاہے آپ کو تو اُسے کیا نہ چاہیئے
انصاف کر تو چاہیئے پہر یا نہ چاہیئے

مجہہ ایسا تجہکو چاہے نہ چاہے عجب نہین
تجہہ سا جو چاہے مجکو تو پہر کیا نہ چاہیئے

کسکو سُنا کے کہتے ہو مین چاہتا نہین
اب کیون جی ہم بُرے ہوئے اچہا نہ چاہیئے

گر پاس تیرے بیٹہون تو معذور رکہہ مجہے
جس جا پہ شمع ہووے تو پروانہ چاہیئے

عیش و وصال و صحبت یاران فراغِ دل
اس ایک جان کے لئے کیا کیا نہ چاہیئے

دیتے ہو تم دکہائی جو ہمراہ غیر کے
اس طرح سے غرض تمہین دیکہا نہ چاہیئے

اب جیسے اک حسن سے ہنسے تہے تو ہنس لیئے
پر اسطرح ہر ایک سے ٹہٹہا نہ چاہیئے

یہ طرفہ تر کہ تیری سنبہلتی نہین زبان
اور تیرے سامنے میری چلتی نہین زبان

میرا تو دل جلا تیری باتون سے شمع رو
تو بہی تو دیکہہ کیا تیری جلتی نہین زبان

کل عہد کچہہ کیا تہا۔ دیا قول آج کچہہ
پہر کہیو تو کہ میری بدلتی نہین زبان

سرگرم سوزِ عشق رہی ہے یہہ مثل شمع
تن گہل گیا ہے اور پگہلتی نہین زبان

سو سو طرح سے کرتا ہون تقریر مین حسن
عہدہ سے حالِ دل کے نکلتی نہین زبان

وہ جب تک کہ زلفین سنوارا کیا
کہڑا اُسپہ مین جان وارا کیا

ابہی دلکو لیکر گیا میرے آہ
وہ چلتا رہا مین پکارا کیا

قمارِ محبت مین بازی سدا
وہ جیتا کیا اور مین ہارا کیا

کیا قتل اور جان بخشی بہی کی
حسن اُسنے احسان دوبارہ کیا

سید انشا اللہ خان

اِنشا تخلص۔ سید انشا اللہ خان نام۔ بیٹے حکیم میر ماشاء اللہ خان کے تھے۔ اگرچہ
خاندان کے اعتبار سے بھی نامی گرامی شخص تھے۔ مگر انکی اپنی ناموری نے باپ کے نام کو
بلکہ تمام خاندان کو نئی شہرت سے جلوہ دیا۔ بزرگ انکے ہندوستان میں نجف اشرف سے آئے
تھے اور بعض کہتے ہیں کہ خطۂ کشمیر کے ساداتِ صحیح النسب سے ہیں وہاں کسی زمانہ میں سمرقند
سے آئے تھے۔ پھر دلی میں آکر سکونت اختیار کی۔ رفتہ رفتہ اُمرائے شاہی میں داخل ہوئے
اور بعض اُنمیں طبل و نقارہ سے بلند آوازہ ہوئے۔ بموجب پیشۂ خاندانی کے میر ماشاء اللہ
خان دربار شاہی میں طبیب تھے اور زمرۂ اُمرا میں داخل تھے انکے خاندان کی
خوبیوں اور گھر کے چال چلن کو دلی اور لکھنؤ کے شرفا سب مانتے تھے[1] ادنی نمونہ یہ
ہے کہ انکے ہاں عورتوں کی پوشاک گھر میں دہوتے تھے یا جلا دیتے تھے دہوبی کو نہ
دیتے تھے۔ کہ نامحرم کے ہاتھ میں عورتوں کا لباس نہ جائے
غرض سلطنت چغتائیہ کے ضعف میں میر ماشاء اللہ خان کو مرشد آباد جانا پڑا وہاں
بھی اعزاز و اکرام سے رہے اور جسطرح اگلے وقتوں میں خاندانی امیرزادے تعلیم
پاتے تھے اُسیطرح سید انشا کو سب ضروری علوم و فنون سے ماہر کیا۔ باپ کے لئے
مثال دے سکتے ہیں کہ عزیز بیٹے کو اس خوبصورتی سے تعلیم کیا مگر بیٹا جو جوہردار

[1] مصدر تخلص کرتے تھے۔ مصدر۔ اور انشا کی مناسبت قدرتی واقع ہوئی۔ مصدر بدیہہ گوئی میں مشہور تھے۔ ایک شعر انکا بھی یاد رکھنا چاہیے ؎ خدا کرے کہ مرا مجھ سے مہربان نہ پھرے۔ جہان پھرے تو پھرے پر وہ جان جان نہ پھرے۔ اخلاق۔ مروت۔ سخاوت میں آشنا و بیگانہ کے ساتھ برابر تھے۔ امیر الامرا نواب ذوالفقار خان کے عہد میں دلی میں آئے تھے۔ اُسوقت سامانِ امارت کے ساتھ دو ہاتھی بھی ساتھ تھے۔ مرشد آباد میں نواب سراج الدولہ کی رفاقت میں تھے تو ۱۸ ہاتھی دروازہ پر جھومتے تھے۔ سید انشا وہیں پیدا ہوئے تھے۔

طبیعت اپنے ساتھہ لایا تہا اُسکی کوئی مثال نہین ہی - جب یہہ ہونہار نونہال تعلیم کے
چمن سے نکلا تو ہر ریشہ مین کونپل پتے پہول پہل کی قوائے مختلفہ موجود تہین اسطرح
کہ جس سرزمین پر لگے وہین کی آب و ہوا کے موجب بہار دکہلانے لگے - ایسا طباع
اور عالی دماغ آدمی ہندستان مین کم پیدا ہوا ہوگا - وہ اگر علوم مین سے کسی ایک فن
کیطرف متوجہ ہوتے تو صدہا سال تک وحید عصر گنے جاتے - طبیعت ایک ہیولے ہتی کہ
ہرقسم کی صورت پکڑ سکتی تہی - باوجود اسکے شوخی اِسقدر کہ سیماب کی طرح ایک جا قرار
نہ تہا - چنانچہ کلیات اِن سب مراتب کے لئے محضر شہادت ہی - انکی طبیعت جو شیر کی
طرح کسی کا چہوڑا شکار نہ کہاتی تہی - پیشۂ آبائی پر نہ مائل ہوئی : لیکن چونکہ ایسے
رنگارنگ خیالات کا سوائے شاعری کے اَور فن مین گزارہ نہین اسلئے شاعری کیطرف
جُہکے جسنے اُنہین ربط خداداد تہا - اس کوچہ مین بہی اپنا رستہ سب سے جدا نکالکر
داخل ہوئے ۔

اِنہون نے کسی سے اصلاح نہین لی - والد کو ابتدا مین کلام دکہایا - حق یہ ہی کہ شعر
شاعری کا کوچہ جہان سے نرالا ہی - جو لوگ ذہن کے بہدے ہین اُنکے لئے تو اُستاد
کی محنت ہی برباد ہی - مگر یاد رہی کہ جسقدر ہندی زیادہ تیز و طباع ہو اُتنا ہی
زیادہ اُستاد کا محتاج ہی جیسے ہونہار بچہیرا - کہ اچہے چابک سوار کے کوڑے تلے
نکلتا ہی جب ہی جوہر نکالتا ہی - نہین تو بے ڈہنگے ہاتہہ پاؤن مارتا ہے بلکہ بد ہو جاتا
ہے - اسیطرح تیز اور نوجوان طبیعت زبردست اُستاد کے قلم کے نیچے نہ نکلے تو
گمراہ ہو جاتی ہی - چنانچہ پرکہنے والون نے عرفی کے کلام مین بہی کہوٹ نکالی ہی
الغرض جب ہندستان مین تباہی عام ہوئی تو سید انشا مرشد آباد سے دلی مین
آئے اُسوقت دلی کا دربار ایک ٹوٹی پہوٹی درگاہ اور سجادہ نشین اُسکے شاہ عالم بادشاہ

* دکہن مین طالب علمی کرتے تہے مگر ساتہہ ہی گانے کا بہی شوق تہا - کافیہ حفظ کرتے ہین اور ستار بجاتے ہین کہ الکلمۃ لفظ وضعت لمعنی مفرد ...

تھے۔ شاہ موصوف نے کہ خود بھی شاعر تھے۔ خواہ قدردانی شاعرانہ سے خواہ اُس نظرِ شفقت سے جو بادشاہوں کو اپنے خانہ زادوں سے چاہئے (اور یہہ خاندان تیموریہ کا خاصّہ تھا) اِس نوجوان پر خلعتِ عزت کے ساتھہ شفقت کا دامن اُڑھایا۔ سید انشا اہلِ دربار میں داخل ہوئے۔ چنانچہ اپنے اشعار کے ساتھہ لطایف وظرایف سے ایک چمن زعفران تھا گل افشانی کرکے محفل کو لُٹا لُٹا دیتے تھے۔ اور یہہ عالم ہوا کہ شاہ عالم کو ایک دم جُدائی اُنکی ناگوار ہوگئی۔

سید انشا اہل دہلی کا معرکہ

دلّی میں اُسوقت۔ سودا۔ اور میر جیسے لوگ نہ تھے۔ مگر بُڈھے بُڈھے شوقین تھے۔ کہ اُنہی بزرگوں کے نام لینے والے تھے۔ مثلاً حکیم ثنار اللہ خان فراق شاگرد میر درد۔ حکیم قدرت اللہ خان قاسم شاگرد خواجہ میر درد و شاہ ہدایت۔ میان شکیبا شاگرد میر۔ مرزا عظیم بیگ عظیم شاگرد سودا[25]۔ میر قمر الدین منت والد میر ممنون ساکن سونی پت۔ شیخ ولی اللہ محب وغیرہ حضرات تھے کہ دربار شاہی سے خاندانی اعزاز رکھتے تھے۔ اور خاص و عام اُنہیں چشمِ ادب سے دیکھتے تھے۔ اگرچہ یہ لوگ نوشت خواند میں پختہ اور بعض اُنمیں سے اپنے اپنے فن میں بھی کامل ہوں مگر وہ جامعیت کہاں اور جامعیت بھی ہو تو وہ بیچارے بُڈھے بُراتم پُرانی لکیروں کے فقیر۔ یہ طبیعت کی شوخی۔ زبان کی طرّاری۔ تراشوں کی نئی پھبن۔ ایجادوں کا بانکپن کہاں سے لائیں۔ غرض رشک بھی تلامیذ رحمانی کا خاصّہ ہے یا تو غریب الوطن نوجوان کو بے رفیق و بے یار سمجھکر کہن سال مشّاقوں نے کچھہ تعریفیں کیں۔ یا یہ کہ مشاعرہ میں اس بلند نظر کے حسب لخواہ اُسکے کلام کی عزت نہوئی۔ بہرحال سید انشا کو شبہہ ہوا کہ میری مخالفت پر سب دلّی والے موافق ہوگئے۔

مرزا عظیم کا معرکہ

اگرچہ یہ بزرگ بھی پُرانے مشّاق تھے مگر وہ نوجوان شہباز جسکے سینہ میں علوم و فنون کے

[25] سودا کے شاگرد تھے۔ اقسام سخن سے دیوان آراستہ کیا تھا۔ مرزا اسلیمان شکوہ کی غزل بنایا کرتے تھے۔ وہ لکھنؤ گئے تو چند روز بعد یہ بھی گئے۔ اور وہیں دنیا سے گئے ۱۲

زور بھرے تہے ۔ اور طراری اور ترانی کے بازو اڑائے لیے جاتے تہے ۔ کسی کو خاطر مین کب لاتا تہا خدا جانے طرفین نے زبان سے کیا کچہہ کہا ہوگا ۔ مگر غزلون کے مقطعون مین تحریری چشمکین ہونے لگیں ۔ اور ساتہہ ہی نکتہ چینی کی عینکین لگ گئین ۔ انہین مین مرزا عظیم بیگ تہے کہ سودا کے دعوی شاگردی اور پرانی مشق کے گہمنڈ نے انکا دماغ بہت بلند کر دیا تہا ۔ وہ فقط شد بود کا علم رکہتے تہے مگر اپنے تئین ہندوستان کا صائب کہتے تہے اور جوش انشا ان معرکون مین سب سے بڑہکر قدم مارتے تہے ۔ چنانچہ وہ ایک دن میر ماشا اللہ خان کے پاس آئے اور غزل سنائی کہ بحر رجز مین تہی ۔ مگر ناواقفیت سے کچہہ شعر رمل مین بہی جا پڑے تہے ۔ سید انشا بہی موجود تہے ۔ تاڑ گئے ۔ حد سے زیادہ تعریف کی اور اصرار سے کہا کہ میرزا صاحب اسے آپ مشاعرہ مین ضرور پڑہین ۔ مدعی کمال کہ مغز سخن سے بیخبر تہا اُسنے مشاعرہ عام مین غزل پڑہ دی ۔ سید انشا نے وہین تقطیع کی فرمائش کی اُسوقت اِس غریب پر جو کچہہ گذری سو گذری مگر سید انشا نے اسکے ساتہہ سیکولے ڈالا ۔ اور کوئی دم نہ مار سکا ۔ بلکہ ایک مخمس بہی پڑہا جس کا مطلع یہہ ہے ۔

گر تو مشاعرہ مین صبا آجکل چلے   کہیو عظیم سے کہ ذرا وہ سنبہل چلے
اتنا بہی حد سے اپنی نہ باہر نکل چلے   پڑہنے کو شب جو یار غزل در غزل چلے

بحر رجز مین ڈال کے بحر رمل چلے

اگرچہ مرزا عظیم بیگ نے بہی گہر جاکر اسی مخمس کیطرح مین اپنی بساط بموجب دلکا بخار نکالا مگر وہ مشت بعد از جنگ تہی ۔ چند بند اُسکے انتخاب لکہتا ہون ۔ کیونکہ اَوْر بند بسبب بے لطفی اور نادرستی کے قابل تحریر بہی نہین ۔ مرزا عظیم بیگ کہتے ہین ٭

— نواب امین الدولہ معین الملک ناصر جنگ عرف مرزا مینڈہو ۔ ابو تخلص خلف وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ چند روز دلی مین آکر رہے تہے ۔ اخلاق ۔ مروت ۔ سخاوت مین ایسے تہے جیسا کہ وزیرزادون کو ہونا چاہیے ۔ مشاعرہ مین شعرا اور اکثر امراء و شرفا کی ضیافت بہی کرتے تہے ۔ انہی کے ہان یہ معرکہ ہوا تہا ۱۲

سعید

وہ فاضلِ زمانہ ہو تم جامعِ علوم | تحصیلِ صرف و نحو سے جنکی مچی ہے دہوم
رمل و ریاضی حکمت و ہیئت جفر نجوم | منطق بیان معانی کہین سب مین کو جوم

تیری زبان کے آگے نہ دہقان کا ہل چلے

ایک دو غزل کے کہنے سے بن بیٹھے السطاق | دیوان شاعرون کے نظر سے رہے طاق
ناصر علی نظیری کی طاقت ہوئی ہے طاق | ہر چند ابھی نہ آئی ہے فہمید جفت و طاق

ٹھنگری تلے سے عرفی و قدسی نکل چلے

تہا روز فکر مین کہ کہون معنی و مثال | تجنیس ہم رعایتِ لفظی و ہم خیال
فرق رجز رمل نہ لیا مینے گو سنبہال | نادانی کا مرے نہ ہو دانا کو احتمال

گو تم بقدر فکر یہی کر سَچل چلے

نزدیک اپنے آپ کو کتنا ہی سمجھو دور | پر خوب جانتے ہین مجھے جو ہین ذی شعور
وہ بحر کونسی ہے نہین جسپہ یہان عبور | کب میری شاعری مین پڑے ہے شبہ سے قصور

[illegible] بنکر قمل نکالنے کو تم خلل چلے

موزونی و معانی مین پایا نہ تم نے فرق | تبدیل بحر سے ہوئے بحر خوشی مین غرق
روشن ہے مثل مہر یہ از غرب تا بہ شرق | شہ زور اپنے زور مین گرتا ہے مثل برق

وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنو کے بل چلے

کم ظرفی سے تمہین تو یہی آئی ہے اُمنگ | کیجے نمود خلق مین اب کر سخن کی جنگ
اپنے تئین تو بخشتے آتا ہے یار ننگ | اتنا ہی کہئے جو صلہ فوّارہ سان ہے تنگ

چُلّو ہی بہر جو پانی مین گز بہر اچھل چلے

کیون جنگ گفتگو کو تم اُٹھہ دوڑے ہو اس قماش | کرتے جو پیار سے یا سچ ہو تا نہ پردہ فاش
پر سمجھین کب یہ بات جو کُندے ہون ناتراش | تیغ زبان کو میان مین رکھتے تم اپنے کاش

[25] پہر تو مرزا کا یہ عالم ہو گیا کہ حکیم صاحب کو سنائے بغیر مصرع کسی کو سامنے نہ پڑھتے۔ سناتے وقت کہتے۔ بابا دیوار گوش دارد۔ اور چپکے چپکے پڑھا کرتے ١٢

ناحق جو تم ازار سے باہر نکل چلے

اب سید انشا کو طائر فخر کی بلند پروازی اور زیادہ ہوئی - ہر غزل میں مضامین فخریہ کا جوش ہونے لگا - یہاں تک کہا کہ میرا اور ان لوگونکا کلام ایسا ہے جیسے کلام آلہی اور مسیلمۂ کذاب کا اَلفِیل مَاالفِیل -

مشاعرہ میں بادشاہ بھی اپنی غزل بھیجا کرتے تھے اور بادشاہوں کا کلام جیسا ہوتا ہے وہ ظاہر ہے - سید انشا نے حضور میں عرض کی کہ فلان فلان اشخاص حضور کی غزل پر تمسخر اور مضحکہ کرتے ہیں - بادشاہ اگرچہ اُن خانہ زادانِ قدیم پر ہر طرح قدردانی رکھتے تھے - مگر اتنا کیا کہ مشاعرہ میں غزل بھیجنی موقوف کر دی - یارون کو بھی خبر لگ گئی - نہایت رنج ہوا چنانچہ بعد اسکے جو مشاعرہ ہوا تو اسمین کمرین باندہ باندہ کر آئے - اور ولی اللہ محب نے یہ قطعہ پڑہا

مجلس میں چلے جا بہی جب کہ شعرا کا ۔۔۔ ایسے ہی کسی صاحب توقیر کے آگے
یہ بہی کوئی دانش ہے کہ پہنچے یہ قضایا ۔۔۔ اکبر نہیں یا شاہ جہانگیر کے آگے

مرزا عظیم بیگ نے کہا کہ بابا مینے اپنے عرضِ حال میں اپنے اُستاد کے ایک شعر پر قناعت کی ہے کہ ابہی تضمین ہو گیا -

عظیم اب گو ہمیشہ سے ہے یہ شعر کہنا شعار اپنا ۔۔۔ طرف ہر ایک سے ہو بحث کرنا نہیں ہے کچھ اختیار اپنا
کسی شکن باز کہنہ گو یون میں ہو نہ اعتبار اپنا ۔۔۔ جنہوںکی نظروں میں ہم سبک ہیں یا نہیں کچھ وقار اپنا

عجب طرح کی ہوئی فراغت گدہون پہ ڈالا جو بار اپنا

دریائے مواج کے آگے گہاس پہوس کی کیا حقیقت تہی - سید انشا غزل فخریہ کہکر مشاعرہ میں گئے تھے وہ پڑہی جسکا ہر شعر دلون پر توپ گولہ کا کام کرتا تہا -

ایک طفلِ دبستان ہے فلاطون مرے آگے ۔۔۔ کیا منہ ہے ارسطو جو کرے چون مرے آگے

۲۵ یہ مشاعرہ ایک خطرناک معرکہ تہا - حریفون نے تیغ و تفنگ اور اسلحہ جنگ سنبہالے تہے - بہائی مند اور دوستدار کو ساتھ لیا تہا بعض کو ادہر اُدہر لگا رکہا تہا اور بزرگان دین کی نیازین مان مانکر مشاعرہ

کیا مال بھلا قصرِ فریدون مرے آگے | کانپے ہے پڑا گنبدِ گردون مرے آگے
مُرغانِ اُولی اَجنِحَہ مانندِ کبوتر | کرتے ہین سدا عجز سے غون غون مرے آگے
مُنہہ دیکھو جو نقارچیِ پیل فلک بھی | نقارے بجا کر کہے دُون دون مرے آگے
ہون وہ جبروتی کہ گروہِ حکما سب | چڑیونکی طرح کرتے ہین چون چون مرے آگے
بولے ہے یہی خامہ کہ کِس کِس کو مین باندہون | بادل سے چلے آتے ہین مضمون مرے آگے
مجرے کو مرے خسرو پرویز ہو حاضر | شیرین بھی کہے آکے بلاؤن مرے آگے
کیا آکے ڈراوے مجھے زلفِ شبِ یلدا | ہے دیوِ سفیدِ سحری جون مرے آگے
وہ مارِ فلک کاہکشان نام ہے جسکا | کیا دخل جو بل کہا کے کرے فون مرے آگے

بعد اِنکے حکیم میر قدرت اللہ خان قاسم کے سامھنے شمع آئی - اِنہون نے اتنا کہا کہ - سید صاحب ذرا اِس اَلفِیل مَاالفِیل کو بھی ملاحظہ فرمائیے - میر مشاعرہ کو خیال ہوا کہ سید انشا کی ہجو کہی ہوگی - مبادا اشرافین بے لطفی حد سے بڑھ جائے اُسیوقت اُٹھے کہ دونو مین صلح کروا دین - سید انشا نے بھی شرافت خاندانی اور علوِ حوصلہ کو کام کیا اُٹھکر حکیم صاحب کے گلے لپٹ گئے اور کہا حضرت حکیم صاحب! آپ میرے بنیِ عم - اسپر صاحبِ علم - صاحبِ فضل - خاک بدہنم - بھلا مین آپ پہ طنز کرونگا - البتہ مرزا عظیم بیگ سے شکایت ہے کہ وہ خواہ مخواہ بد دماغی کرتے ہین - اور داد دینی تو درکنار - شعر پہ سر تک نہین ہلاتے - آخر کس برتے پہ - غرض کہ سبکی صلح پر خاتمہ ہوگیا [۲۵]

[۲۵] نواب کے اخلاق کا یہ عالم تھا کہ پہلے مسند تکیہ لگاکر جلسہ مین بیٹھا کرتے تھے مرزا عظیم بیگ نے اپنے دوستون سے کہا کہ ہمین کیا غرض ہے جو مسند نشینون کے جلسونمین جاکر حاشیہ نشین بنین - نواب نے بہت عذر سے کہلا بھیجا کہ آپ صاحب تشریف لائین کچھ مضایقہ نہین مین بھی احباب کے ساتھہ چاندنی پر بیٹھونگا اُسدن سے مسند اوٹھا ڈالی ہرچند اکثر اعزہ اور شرفا نے کہا - ہرگز نہ مانا سب کے برابر بیٹھتے رہے ۱۲

دلّی میں اگرچہ بادشاہ اُس وقت فقط بادشاہِ شطرنج تھا یہاں تک کہ مال و دولت کے ساتھ غلام قادر نابکار نقدِ بصارت تک بھی لے گیا تھا۔ مگر یہ اپنا مطلب ہزار طرح سے نکال لیتے تھے۔ مثلاً جمعرات کا دن ہوتا تو باتیں کرتے کرتے دفعتہً خاموش ہوتے اور کہتے کہ۔ پیرو مرشد غلام کو اجازت ہے؟۔ بادشاہ کہتے۔ خیر باشد کہاں کہاں؟۔ یہ کہتے حضور آج جمعرات ہے۔ غلام۔ نبی کریم جائے۔ شاہِ دین و دنیا کا دربار ہے کچھ عرض کرے۔ شاہ عالم بہ آدب کہتے کہ ہاں ہاں بھئی ضرور جانا چاہیے سید انشا اللہ خان ہمارے لئے بھی کچھ عرض کرنا۔ یہ عرض کرتے کہ حضور! غلام کی اور آرزو کونسی ہے؟ یہی دین کی آرزو یہی دُنیا کی مُراد!۔ یہ کہکر پھر خاموش ہوتے۔ بادشاہ کچھ اور بات کرنے لگتے۔ ایک لمحہ کے بعد پھر یہ کہتے کہ پیرو مرشد! پھر غلام کو اجازت ہو بادشاہ کہتے کہ ہیں اَئے بھئی میر انشا اللہ خان ابھی تم گئے نہیں؟ یہ کہتے کہ حضور بادشاہ عالیجاہ کے دربار میں غلام خالی ہاتھ کیونکر جائے۔ کچھ نذر و نیاز۔ کچھ چراغی کو تو مرحمت ہو!۔ بادشاہ کہتے ہاں بھئی درست درست! مجھے تو خیال ہی نہیں رہا۔ جیب میں ہاتھ ڈالتے اور کچھ روپے نکالکر دیتے۔ میر انشا اللہ خان لیتے اور ایک دو فقرہ دعائیہ کہکر پھر کہتے کہ حضور دوسری جیب میں دست مبارک جائے تو فدوی کا کام چلے کیونکہ وہاں سے پھر کر بھی تو آنا ہے۔ بادشاہ کہتے کہ ہاں ہاں بھئی سچ ہے سچ ہے۔ بھلا وہاں سے دو دو کھجوریں تو کسیکو لاکر دو۔ بال بچے کیا جانیں گے کہ تم آج کہاں گئے تھے اگرچہ ان فقروں سے یہ کام نکال لیتے تھے۔ لیکن پھر کب تک؟ آخر دلّی سے دل اُچاٹ ہوا۔ لکھنؤ میں آصف الدولہ کی سخاوت نے حاتم کے نام کا خاتمہ کردیا تھا اور لوگ بھی کمال کے ایسے جویا تھے کہ جو دلّی سے گیا پھر نہ آیا۔ اسلئے اُدھر کا رخ کیا

جاتے ہی علم و فضل کے زور اور کمال کے شور سے توپخانے لگا دیے کہ تمام شاعر گونج اُٹھے۔ اور اُسی لشکر ادبی قدیم کے سلسلہ سے مرزا سلیمان شکوہ کی سرکار میں پہنچے۔ وہ شاہ عالم کے بیٹے تھے باپ دادا کے خانہ زادوں پر شفقت واجب تھی اسکے علاوہ شاعر بھی تھے چنانچہ عام اہل دہلی کے علاوہ شعرا کا مجمع وہاں ہر وقت انکے ہاں رہتا تھا۔ سودا۔ میر ضاحک۔ میر سوز۔ وغیرہ کا ورق۔ زمانہ اُلٹ چکا تھا۔ مصحفی جرأت۔ مرزا قتیل وغیرہ شاعروں اور شعر فہموں کے جلسے رہتے تھے جو محفل ایسے گلشن فصاحت کے گلدستوں سے سجائی جائے وہاں کی رنگینیاں کیا کچھ ہونگی۔ جی چاہتا ہے کہ اُنکی باتوں سے گلزار کھلا دوں۔ مگر اکثر پھول ایسے فحش کے کانٹوں میں اُلجھے ہوئے ہیں کہ کاغذ کے پرزے ہوئے جاتے ہیں۔ اسلیے صفحہ پر پھیلاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔

پہلے مرزا سلیمان شکوہ مصحفی سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ جب سید انشا پہنچے تو مصحفی کا مصحف طاق پر رکھا گیا۔ بزرگوں سے سُنا اور طرز کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاہزادہ موصوف کے سرِ دیوان کی غزل اور اکثر غزلوں میں سید ممدوح کی اصلاح کی ہوئی پائی ہوئی ہیں۔ چنانچہ پہلا ہی مطلع اس مطلب کو روشن کرتا ہے

دل آہ تو عشق کے دریا میں ڈالا توکلت علی اللہ تعالیٰ

کیونکہ سید انشا ایسی تضمینوں کے بادشاہ تھے۔

سید انشا اگرچہ شاہزادۂ موصوف اور تمام امرا و رؤسا کی درباروں میں معزز و مکرم تھے مگر ہمت عالی کا عقاب ہمیشہ اپنے پر و بال دیکھتا رہتا تھا۔ وہاں تفضل حسین خان[1] علامہ

---

[1] بلکہ وزیر علیخان کی مسند نشینی میں انکی مختاری داخل تھی اور پھر وزیر علیخان کا اخراج اور سعادت علیخان کی مسند نشینی بھی انہی کی حسن تدبیر سے ہوئی تھی۔ انہوں نے انگریزی اور لاطینی زبان بھی سیکھی تھی نیوٹن صاحب کی ڈکشنری وغیرہ کا ترجمہ فارسی میں کیا تھا اور کئی دفعہ کلکتہ گئے تھے ۱۲

ایک شخص تھے کہ بعد ابوالفضل اور سعد اللہ خان شاہجہانی کے سلامہ کا خطاب
اگر ہوا تو انھی لیئے تسلیم ہوا ہی وہ اپنے علم اور حسن تدبیر سے ادہر معتمد سرکار
انگریزی کے اُدہر رکن سلطنت لکھنؤ کے اور مشیر تدبیر سعادت علیخان کے تھے
انکی صحبت ایک مجموعہ فضل وکمال کا تہا - وہان سید انشا بہی جایا کرتے تھے -
وہ بھی انکی لیاقت اور خاندان کے لحاظ سے پہلوے عزت مین جگہ دیتے تھے -
اور فکر مین تھے کہ کوئی مناسب حال صورت نکالین ایک دن جوش تقریر مین
سید انشا ایک لفظ بول گئے کہ اسکے دو معنی تھے مگر اُردو مین جو معنی ہین
وہ اِس قابل نہین کہ اُسے جلسون مین ذکر آئے - چونکہ یہ خود بھی مزاج
شناسی کے ارسطو تھے اسلئے کہتے کہتے رک گئے مگر خان علامہ کی نظر تاڑ کر بولے
کہ - زبان ماڑواڑی مین بیوقوف کو کہتے ہین - انہون نے کچھ سوچ کر کہا کہ
خیر خانصاحب! انداز معلوم ہو گیا جلد کچھ صورت ہوجائیگی - انشاء اللہ تعالے
دوسرے ہی دن سعادت علیخان سے انکے خاندان کی بزرگی اور انکے ذاتی
کمالات کا ذکر کر کے کہا کہ - انکی صحبت مین ان کا ہونا شغل صغر سنے وکبر سنے
سے بہتر ہوگا - وہ سنکر مشتاق ہوئے - دوسرے دن خان صاحب - سید انشا
کو لیگئے - اور ملازمت ہوتے ہی ایسے شیر وشکر ہوئے کہ پہر نواب کو اُن کے سوا
کسیکی بات مین مزا ہی نہ آتا تہا -

اسمین شک نہین کہ تہذیب طبعی کی آگ اور شوق انتظام نے نواب کے دماغ کو
خشک کردیا تھا - مگر جیتی جان کے لیے شگفتگی کا بہی ایک وقت ضرور ہوتا ہے
اور سید انشا تو وہ شخص تھے کہ ہر بزم مین گلدستہ اور ہر چمن مین پہول -
چنانچہ کوئی خاص خدمت نہین حاصل کی مگر دربار داری کے ساتھ ہر دم کی مصاحبت

۲۵ یہ جہیونٹ کے رہنے والے اور عبدالحکیم سیالکوٹی کے رہنے والے تھے - [illegible]

تھی - اس عالم مین انہون نے عامہ خلائق خصوصًا اہل کمال اور اہل خاندان کی کار برآری سے نیکی اور نیکنامی کی دولت کمائی کہ جس سے زیادہ کوئی خزانہ نہین ہو سکتا - ہزارون کو مراتب اعلے پر پہنچا دیا - مگر آپ شاعر ہی رہے - چنانچہ عنقریب ان کے حال سے کچھہ اشارے معلوم ہونگے -

زمانہ کا دستور ہے کہ صحت مین سے بیماری اور زندگی مین سے موت پیدا کر دیتا ہے - اسی مصاحبت سے ہنسی ہنسی مین مخالفت پیدا ہو گئی - جسکا انجام یہ ہوا کہ وہ چہکتا ہوا بلبل اپنے گھر کے پنجرے مین بند کیا گیا[25] - اور وہان سے اس گمنامی کے ساتھہ زمین کا پیوند ہوا کہ کسیکو خبر نہوئی - بسنت سنگھہ نشاط کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۳۳ھ مین فوت ہوئے - تاریخ

خبر انتقال میر انشا | دل غمدیدہ تا نشاط شنفت
سال تاریخ او زجان اجل | عرفی وقت بود انشا گفت

انکے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ تصنیفات کا ذخیرہ بہت کچھہ ہوگا مگر جو میری نظر سے گذرا ہے - انمین سے ایک **کلیات** ہے اُسمین (۱) اُردو غزلون کا دیوان تمام و کمال (۲) دیوان ریختی - اور ریختی مین پہیلیان - اور مستزاد - طلسمات کے نسخے - قواعد پشتو (۳) قصائد اُردو - حمد - نعت - مدح بزرگان دین - مدح بادشاہ دہلی اور تعریف امرائے

تصانیف کی تحقیق

[25] دونو گمنام گہرون کے لڑکے تھے اور ساتھہ پڑھتے پھرتے تھے - عبدالحکیم اگرچہ اول سبق مین پیش قدم تھے مگر قسمت کے بہی پیش قدم نکلے - یہان تک کہ بڑھتے بڑھتے شاہجہان کے وزیر ہو گئے اور علامہ کا خطاب علم و فضل کی شہرت پر طرہ ہوا - سوائے نام کے کوئی تصنیف کا نشان نہین چھوڑا - البتہ شاہجہان نامہ مین ایک مراسلہ انکا لکھا ہوا ہے مگر علامہ ابوالفضل کی کلام سے نسبت بہی نہین - چنیوٹ مین ایک مسجد ہے اسکے مینار ہلائے سے ہلتے ہین - کہتے ہین کہ سنگ لرزان کے ہین ۱۲۵ قتیل کے رقعون سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۲۵ھ مین وہ موقوف ہو کر خانہ نشین ہو گئے تھے - مگر معلوم نہین ہوتا کہ یہی آخری خانہ نشینی تھی - یا بعد اسکے پھر بہی بحال ہو گئے -

(۴) قصاید بزبان فارسی (۵) دیوان غزلہای فارسی تمام ہو گر مختصر ہے
(۶) مثنوی شیر برنج فارسی مین (۷) مثنوی فارسی بے نقط اسکی سرخیون کی
بہی مصرع بے نقط ہین (۸) شکار نامہ نواب سعادت علیخان کا بزبان فارسی
(۹) ہجوین - گرمی - بہڑون - کہٹملون - مکہیون - پسوؤن - وغیرہ کی شکایت
مین - اور متفرق اشخاص کی ہجوین (۱۰) مثنوی عاشقانہ (۱۱) ہاتہی اور
چنچل پیاری ہتہنی کی شادی (۱۲) متفرق اشعار - معمے - رباعیان - قطعے
فارسی اردو وغیرہ - تاریخین جنمین اکثر مادے قابل یاد رکہنے کے ہین - پہیلیان
چیستانین (۱۳) دیوان بے نقط (۱۴) ماتہ عامل زبان عربی کی فارسی مین
(۱۵) مرغنامہ اردو مین - مرغبازی کے قواعد مثنوی کے طور پر لکہے ہین - مگر
جو اپنے تمسخر کے قواعد ہین وہ اسمین بہی نہین بہولے -

۲ **دریائے لطافت** قواعد اردو - منطق - معانی - بیان وغیرہ مین -

۳ **ایک داستان** نثر اردو مین ایسی لکہی ہے کہ ایک لفظ بہی عربی
فارسی کا نہین آنے دیا - باوجود اسکے اردو کی رتبہ سے کلام نہین گرا - ہان وہی
جو چلے - وہی جہلمین اسمین بہی چل جاتی ہین - مقدار مین ۱۰ صفحہ کی ہوگی تہوڑی
عبارت نمونہ کے طور پر لکہتا ہون -

اب یہان سے کہنے والا یون کہتا ہے - ایک دن بیٹہے بیٹہے یہ بات اپنے دہیان
چڑہی - کوئی کہانی ایسی کہیے جسمین ہندی چہٹ اور کسی بولی کی پٹ نہ ملے
باہر کی بولی اور گنواری کچہہ اسکے بیچ مین نہو - تب میرا جی پہول کر کلی کے روپ کہلے
اپنے ملنے والون مین سے ایک کوئی بڑے پڑہے لکہے پرانے دہرانے ٹہاگ بڑے
ڈہانگ یہہ کہٹراگ لائے - سر ہلا کر منہہ تہتہا کر - ناک بہون چڑہا کر - گلا پہلا کر - لال لال

آنکھین پھیرا کر لگے کہنے - یہہ بات ہوتی دکھائی نہین دیتی - ہندوی پن بھی
نہ نکلے - اور بھاکہا پن بھی نہ ٹھس جائے - جیسے بھلے مانس اچھے لوگ آپسمین
بولتے چالتے ہین - جون کا تون وہی سب ڈول رہے اور چھاون کسیکی نہ پڑے
یہہ نہین ہونے کا - انہین ٹھنڈی سانس کی پھانس کا ٹہوکا کھا کر جھنجلا کر
کہا - مین کچھہ ایسا بڑ بولا نہین جو رائی کو پربت کر دکھاؤن اور جھوٹ سچ بولکر
انگلیان نچاؤن - اور بے سری بے ٹھکانے کی الجھی سلجھی تانین لئے جاؤن -
مجھسے نہ ہو سکتا تو بھلا منہہ سے کیون نکالتا - جس ڈھب سے ہوتا اس بکھیڑے کو
ٹالتا - اب اس کہانی کا کہنے والا یہان آپکو جتاتا ہے - اور جیسا کچھہ اسے لوگ
پکارتے ہین - کہہ سناتا ہے - اپنا ہاتھہ منہہ پر پھیر کر مونچھون کو تاؤ دیتا ہون اور
آپکو جتاتا ہون - جو میرے داتا نے چاہا تو وہ تاؤ بھاؤ - اور راؤ چاؤ - اور
کود پھاند - اور لپٹ جھپٹ دکھاؤن آپکے دھیان کا گھوڑا جو بجلی سے بھی بہت
چنچل اچپلاہٹ مین ہے - دیکھتے ہی ہرن کے روپ اپنی چوکڑی بھول جائے - چونکا

گھوڑے پہ اپنے چڑھ کے آتا ہون مین ۔۔۔ کرتب جو جو ہین سب دکھاتا ہون مین
اس چاہنے والے نے جو چاہا تو ابھی ۔۔۔ کہتا جو کچھہ ہون کر دکھاتا ہون مین

دیوان اردو

غزلون کا دیوان - عجب طلسمات کا عالم ہے - زبان پر قدرت کامل ح
بیان کا لطف - محاورون کی نمکینی - ترکیبون کی خوشنما تراشین دیکھنے کے
قابل ہین - مگر یہ عالم ہے کہ ابھی کچھہ ہین ابھی کچھہ ہین - جو غزلین یا غزلون
مین اشعار با اصول ہو گئے وہ ایسے ہین کہ جواب نہین - اور جہان طبیعت اور
طرف جا پڑی وہان ٹھکانا نہین - غزلون مین غزلیت کے اصول کی پابندی
نہین - سبب یہ ہے کہ وہ سخن آفرین ایک ذخیرہ وافر مضامین والفاظ کا

اپنے پاس رکہتا تھا۔ اُس سے جس قسم کی مخلوق چاہتا تہا پیدا کر لیتا تہا۔
جس مشاعرہ مین اُنہون نے یہ غزل طرح کی پڑھی ہے۔

لگا کے برف مین ساقی صراحی مے لا ۔ جگر کی آگ بجھے جلد جس سے وہ شے لا

کل پانچ شعر کی غزل تھی۔ جرأت اور مصحفی تک موجود تہے۔ مگر سب نے غزلین
ہاتھ سے رکھدین کہ اب پڑہنا بے حاصل ہے۔ ایک مستزاد کی طرح مین جب اُنہون
نے مسلسل تین غزلین پڑہین تو مشاعرہ مین ایک قیامت برپا ہوگئی تہی مصحفی و
جرأت جب بہی موجود تہے اور غزلین اب بہی حاضر ہین۔ یہ عالم ہے جیسے رستم زیور
کے سامنے تنکون کا کہیل۔ جرأت ایک موقع پہ کہتے ہین۔

اب تلک آنکہون مین ساقی ہے نشہ چہایا ہوا ۔ چمپئی رنگ اُسکا اور جوبن وہ گدرایا ہوا

اور سید انشا کہتے ہین۔

برق چشمک زن ہے ساقی ابر ہے آیا ہوا ۔ جام مَے دے۔ تو کدہر جاتا ہے مچلایا ہوا [25]

ریختی کا شوخ رنگ سعادت یارخانِ رنگین کا ایجاد ہے مگر سید انشا کی طبع
رنگین نے بہی موجد سے کم سُکہڑاپا نہین دکہایا۔ یہ ظاہر ہے کہ عیش و نشاط اور صحبت
ارباب نشاط ایسی پلید باتون کے حق مین وہ تاثیر رکہتی ہے جو نباتات کے حق مین
کہات اثر کرتی ہے۔ چنانچہ دلّی کے فاقہ مستون مین کم اور لکہنؤ مین قرار واقعی
ترقی اسکی ہوئی۔ قطع نظر وضع اور لباس کے۔ جان صاحب کا دیوان اسکا نمونہ
موجود ہے۔ اِس صورت مین زنانہ مزاجی۔ اور بے ہمتی۔ اور بزدلی جو عام لوگون
مین پیدا ہوئی اُسکا ایک محرک اُسی ایجاد کو سمجہنا چاہئے۔ اِس انداز مین جو پہیلیان
اور طلسمات کے نسخے لکہے ہین اُن کا انداز بیان عجیب لطف دکہاتا ہے
ہندستان کی مختلف زبانین اُنکے گہر کی لونڈی ہین۔ ابہی پنجاب مین کہڑے ہین۔

[25] مقطع نے تو خاتمہ کردیا ہے دل لگایا ہے کہین انشا نے شاید دوستو۔ اندنون آتا نظر ہے سخت گہرایا ہوا

ابھی پورب مین میٹھی باتین کرتے ہین - ابھی برج باسی ہین - ابھی مرہٹے - ابھی کشمیری - ابھی افغان - سب زبانون مین کچھہ نہ کچھہ کہا ہی - یہان پوربی کے دو شعر ہین وہ لکھتا ہون کہ قریب الفہم ہین - **مطلع و مقطع پوربی**

ٹھٹھک ہی مین پھکر نہین مہنت آئی کے   جہاؤ میان کو ہنبو یہ جو ٹکین کھائی کے

اِنسالہ کہان میان بڑھی بہا جل جہین ایز   صدرے پڑھین ہین جن سیتی طلبلم آئی کے

اِنکے الفاظ جو موتی کی طرح رشیم پر ڈہلکتے آتے ہین اِسکا سبب یہی کہہ سکتے ہین کہ قدرتی فصاحت اور صفائی کلام کے سبب سے ہے - اور کلام کا بند و بست جو ارگن باجے کی کساوٹ رکھتا ہی یہ بندش کی چُستی اور استخوان بندئ الفاظ کی خوبی ہی مگر عجیب بات یہ ہی کہ اِنکی زبان جو فصاحت کا سانچہ ہی اُس سے اگر بے معنی الفاظ بھی ترکیب کھا کر نکلتے ہین تو مزا ہی دیتے ہین - یہ زیادہ تر اُن ہجوون سے ثابت ہوتا ہی جو شیخ مصحفی کے معرکون مین لکھین اور یہان شدّتِ فحش کے سبب سے قلم انداز ہوئین -

راے قصائد پر

قصائد بڑی دھوم دھام کے ہین - الفاظ کی شکوہ طبیعت کی بلند پروازی کی کوئی حد نہین مگر سیدھے چلتے چلتے ایک ایسی چال بدلتے ہین کہ انسان حیران رہ جاتا ہے - وہ یہی بات ہی کہ اپنی زبان دانی کے جوش اور قوتِ بیانی کے مزے مین آکر کبھی کوئی شوخ مضمون کبھی کوئی خوش آیندہ ترکیب اور نئی تراش ایسی سوجھہ جاتی ہی کہ اُسے باندھے بغیر نہین رہ سکتے - اور وہان قصیدہ کی متانت اور وقار کے اصول ہاتھہ سے جاتے رہتے ہین - اِسمین کبھی تو کلام مین شوخی اور ایک قسم کا بانکپن پیدا ہو جاتا ہی اور کبھی مبتذل ہو جاتا ہے - مگر پھر لطف یہ ہی کہ قدرتی لذت جو زبان مین ہی وہ کلام کو بدمزہ نہین ہونے دیتی - اور اسیواسطے

جس دربار یا جلسہ مین قصیدہ پڑہتے تھے سبحان اللہ اور واہ واکہنے کے سوا سُننے والون کو ہوش نہوتا تہا۔ اِس بے اعتدالی کا یہہ سبب تہا کہ طبیعت مین طاقت بہت تھی مگر اُسپر قابو نہ تہا۔ اِن قصیدون مین مزا وہان آتا ہے جہان ممدوح کی تعریف کرتے کرتے دفعتہً کہتے ہین کہ دارالحکومت ایران سمجہو ایران مین بیٹہا کہہ رہا ہے اور جہٹ چند شعر فارسی کے اسطرح کہجاتے ہین گویا ایک آغائے تازہ ولایت آیا اور اپنے چنین و چنان کے ساتہہ شیرۂ شیراز کے دو دو گہونٹ سبکو پلا گیا۔ اِسکے برابر گویا ایک عرب العربا جبہ پہنے۔ عبا اور عمامہ سجے سامنے اکڑا ہوتا ہے۔ پہر شاہ بخارا ترکستان سے ترکی مین آواز دیتا ہے۔ اور ساتہہ ہی سالیجاہ کابل اپنی افغانی مین یہ کہتا ہے۔ اور برج کی گوپیان یون کہتی ہین۔ اور پنجاب مین جہنگ سیالی کی جٹیان یون کہتی ہین۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض اِس بیان کی کیفیت انکے دیوان کے دیکہنے سے معلوم ہوتی ہے۔ **فارسی** مین وہ انتہائے درجہ کی قدرت رکہتے تہے۔ اُسمین جب نظم یا نثر کہتے تہے تو یہی معلوم ہوتا تھا گویا بلبل شیراز سامنے بول رہا ہے۔ مگر قباحتِ مذکور کا پردہ یہان زیادہ تر کہلتا ہے۔ کیونکہ لفاظی کا لشکر انکے آگے مسلح حاضر ہے۔ مضمون چاہین تو آسمان سے تارے اُتار لائین۔ مگر فارسی قصائد مین بہی طبیعت کو روکتے نہین۔ قصیدہ کے اُصول کو کہو کر۔ محاورہ کی رنگینی اور بول چال کی شوخی سے کلام مین مزا پیدا کرتے ہین۔ اور بیشک اِس مطلب مین کامیاب ہوتے ہین۔ کیونکہ ادائے مطالب اور فصاحتِ کلام کے لحاظ سے اِس زبان پر بہی قدرتِ کامل رکہتے تہے۔ ایک قصیدۂ بےنقط کو بہت سی صنعتون سے مُرصع کرکے زورِ طبع دکہایا ہے۔ بلکہ بڑے فخر کے ساتھ اُسکا نام سطور الکلام رکہا ہے۔ اور اسپر اُنہین خود بہی بڑا ناز ہے۔

دیوان فارسی کا یہی حال ہے - باتون ہی باتون کا مزا ہے جس غزل کو دیکھو گویا دو ایرانی ہین کہ کہڑے ہوے باتین کر رہے ہین - اور فقط مسخراپن مضمون کو دیکھو تو کچہ بھی نہین - یہ سب کچہ ہے مگر لطفِ زبان اور خوبیِ بیان کی تعریف نہین ہو سکتی - اور اسمین کچہ شبہہ نہین کہ اگر چند ساعت کے لئے اپنے رفیقِ طبعی یعنے تمسخر سے جدا ہوتے اور ذرا زبان کو قابو مین رکہتے تو خدا جانے اپنے زمانے کے خاقانی و انوری ہوتے - یا سعدی و خسرو - چنانچہ ایک ایرانی تازہ وارد کو کسی موقع پر نظم مین رقعہ لکہکر بہیجا ہے - اُس سے قدرتِ زبان اور لطفِ بیان کے ساتہہ یہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت گہر سے نکلنا بند تہا - رقعۂ منظوم -

تو ای نسیم سحرگہ ز جانب انشا — برد بخدمت حاجب علیِ شیرازی
سلام شوق رسان و بگو بعجز و نیاز — کہ می سزد بجمالِ تو ہر قدر نازی
بلے ز نفخۂ روح القدس ندیدہ داری — ازان مسیح زمان و سراسر اعجازی
ہمائے عالم قدسی - سہیم تو عنقاست — چو طایرانِ بہشتِ برین خوش آوازی
قصیدہ و غزل فی البدیہات دیدم — علوِ مرتبہ داری بلند پروازی
کسی بہ پیشِ تو دیگر چہ لافِ شعر زند — بفکر سعدیِ شیراز را تو انبازی
بسانِ رستم دستانی اے نکو کردار — بہر طرف کہ کنی قصد رخش می تازی
ہنوز قید نداری چو سرو آزادی - — بہر کجا کہ دلت میکشد سرافرازی
تو سر بمہر نہ ہمچو نامۂ شاہان — اگرچہ فقرۂ مخصوصِ مطلب رازی
باین جریمہ کہ حاضر بخدمت نشدم — توقع اینکہ ز چشم خودم نیندازی
بدونِ حکمِ وزیر الممالک آصف الدولہ — چسان کنم حرکت نوکری است یا بازی
نماز روزہ معاف است عذر اگر باشد — بگو برائے چہ دیگر بشکوہ پردازی

بعید نیست پئے سیر اگر بخانۂ من ۔ قدم گذاری وگاہے ز لطف بنوازی

عربی مین بھی وہ خاموش نہ تھے۔ چنانچہ یہ قطعے نمونہ دکھاتے ہین۔

قطعہ

سکت الحبیب متانۃ ۔ بقی التلذذ سادبا

جلسائہ یستحسنون ۔ وبین عمق ن محالیا

قطعہ

رب علی رحمتک الوافیۃ ۔ اسئلک الصحۃ والعافیۃ

انت مغیث الفقراء الینا ۔ عافیۃ کافیۃ شافیۃ

عربی فقرے اس خوبی سے تضمین کرتے ہین جیسے انگوٹھی پر نگینہ۔ چنانچہ سر دیوان غزل کا مطلع ہے ۔

[illegible]

صفا برب کریم یہان وہ ہر ایک تیرا ہے مبتلا ۔ کہ اگر الست بربکم تو کہے تو کہدین ابھی بلی

اے عشق مجھے شاہد اصلی کو دکھا لا ۔ ثم خذ بیدی ونفعک اللہ تعالے

مجھے کیا ملائک عرش سے مجھے عشق تیرا ہے اے خدا ۔ بہت الکو لکھون تو والسلام علی من اتبع الہدی

بہاتا ہے یہ بھوک پیاس سب کچھ سہنا ۔ اور روزون مین انتظار مغرب رہنا

آپسمین سحرگہی کی چہلین اور پھر ۔ یا لصوم غدا نویت اُن کا کہنا

رباعی

آرام ونشاط وعیش کردند ہجوم ۔ ایجاب وقبول جملگی شد معلوم

با دختر رز پیر مغان عقدم بست ۔ قد قلت قبلت ربا لصداق المعلوم

رباعی

مین کوچہ عشق کی جو کرتا ہون سیر ۔ آرام مین اور اسمین تو ذاتی ہے بہر

ہنگام مری زبان پہ جاری ہانشا ۔ رت کہتا ہے اور تمم بالخیر

مثنوی شیر برنج فارسی زبان مین مولانا روم کی طرز مین لکھی ہے۔ مگر نہین معلوم ہوتا کہ تمسخر کرتے ہین یا تتبع کرتے ہین۔ کیونکہ زبان کہین فقط روزمرہ ہے۔ کہین عالم جبروت اور لاہوت سے پرے کے الفاظ لاکر لفاظی کرتے ہین۔ اور جا بجا

عربی زبان - کہین شعر کہین مصرع ہوتے جاتے ہین - مضامین فقط ظرافت کی باتین اور حکایتین ہین - اُنہین نظم کرکے معرفت وطریقت مین لاتے ہین - غرض کہین کہین لون ڈالکر تصوف کو تمسخر کردیا ہے - مگر یہ بچپن کا کلام معلوم ہوتا ہے

شکارنامہ سعادت علیخان کا فارسی مین ہے - زبان کی شیرینی - اور ترکیب کی چستی - اور اُسمین طبیعت کی شوخیون نے جو لطف پیدا کیا ہے - دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے - اِس مقام پر چند شعر لکھے بغیر نہین رہ سکتا -

شکارنامہ

ایکہ کنون میگذرد در شمار	بست فزون از دو صد و یکہزار
ساختہ در خامۂ انشا وطن	چند ہزار آہوئے مشکِ ختن
بہ کہ کنون صیدِ مضامین کنم	بارگئی ناطقہ را زین کنم

در تمہید کلام

از مددِ شیرِ خداے ودود	صورت عنقائے طرب پر کشود
ذہن و ذکا رقص چو طاؤس کرد	مست شدہ آہوئے صحرا نورد
طائرِ اقبال بہ نشو و نما	سایہ فگن گشت بسانِ ہما
خیزدِ لا صبح سعادت دمید	فصلِ گل و بادبہاری وزید

در تعریف حضور پرنور

اشرفِ خیلِ وزرائے زمان	ناظمِ مُلکِ ہمہ ہندوستان
صفدر و منصور و سخی و شجاع	بست کمر از پے قتلِ سباع
تاختہ از خانہ بہ عزمِ شکار	کرد برو بُرجِ اسد جان نثار

در تعریف خیمہ وخرگاہ و نوبت ونقارہ ومایتعلق بذالک

شکارنامہ

تاکه بزد خیمهٔ زرین طناب — آمده در برجِ حمل آفتاب

گشت ز نقاره صدائے بلند — زنده بمان - زنده بمان بے گزند

وز دهلِ نقره برآمد بجوش — تا بتوان دتا بتوان - هان خموش

حلقِ صدیست در آئینِ من — دینِ من و دینِ من و دینِ من

واشده زنبیان دهنِ کرنا — با دبد - با دبده - با دعا

دشمن این خانه جگر خون بود — دون بودو - دون بودو - دون بود

عیش برون از حدِ اندازه شد — رسمِ کهن از سرِ نو تازه شد

غلغلهٔ کوس به کیوان رسید — آب شده زهرهٔ دیو سفید

کوه چو غریدنِ پیلش شنید — صورتِ خرطوم و سر از دور دید

گفت برون آمده از زیرِ ابر — صور سرافیل پئے صیدِ ببر

وقت همانست که سیمرغِ قاف — بگذرد از قلّهٔ لاف و گزاف

آنچه ندیدست فریدون بخواب — جمله مهیّاست ورا در رکاب

چونکه بدید اینهمه عظم و شکوه — لرزه برافتاد بر اندام کوه

تاریخ

فوج ظفر موج باین عزّ و جاه — گرد رسانید چو بر اوجِ ماه

شوکتش انشا بخطِ زر نوشت — فقرهٔ تاریخ مظفر نوشت ۱۲ ۳۰

تعریف اسپ

خود چو بر اسپِ عربی بر نشست — آمده بر فوجِ غزالان شکست

اسپ چه اسپ اشهبِ باد صبا — اسپ نگو شهرخ گلگون قبا

اسپ باین شوخی دلچسپ گو — حور بگو - اسپ مگو - اسپ گو؟

اسپ او ن لمعۂ شرق آئین — اسپ کی چشمکۂ برق است این

پیش رو جودت طبع سلیم — گام نہد بر بر و دوش نسیم

زیب دہ کوہ و بیابان نجد — قیس اگر بنگرد آید بہ وجد

سیرت لیلی رسدش در خیال — با ہمہ چالاکی و حسن و جمال

بندش از نادر کشورستان — وصف کند با ہمہ ایرانیان

آگے نادر کی زبانی جو اشعار ہین وہ ترکی مین کہے ہین اور پہر مطلب شروع کیا ہے

ہجوین اُردو مین ہین۔ خیال کرلینا چاہیے کہ جنہین بانکین غزل اور قصیدہ مین سیدہا سیدہا نہین چلنے دیتا اُنہون نے وہان کیسا کچہہ رنگ اُڑایا ہوگا۔

مثنوی عاشقانہ مختصر ہے اور کوئی بات اُسکی قابل اظہار نہین۔ ایک ہتی اور چنچل پیاری ہتھنی کی حکایت کہین انگریزی سے انکے ہاتہہ آگئی ہے۔ نظربازکی آنکہہ خود ایسے مضامین کی تاک مین رہتی تھی۔ یہ تو تیار مال تہا۔ غرض اُسکی شادی جس سامان سے کی ہے وہ تماشا دیکہنے کے قابل ہے۔

متفرق اشعار۔ قطعے۔ خطوطِ منظوم۔ اور رباعیان اور پہیلیان۔ جیسا نہین لطایف سے دیوان مالامال ہین۔ مگر بنیاد سبکی تمسخر پر ہے۔ طالبِ کمال کو سمجہہ جانا چاہیئے کہ بہت کچہہ اسمین قابل لینے کے ہے اور بہت کچہہ پہلانا۔

دیوان بے نقط ایک معمولی طبع آزمائی ہے اسمین کوئی بات قابل تحریر نہین۔

مثنوی مائتہ عامل زبان عربی کی نظم فارسی مین ہے۔ اگرچہ وہ بڈہے ہوکر بہی بچون سے آگے دوڑتے تہے مگر یہہ بہی اوائل عمر کی معلوم ہوتی ہے۔ [1]

دریائے لطافت قواعدِ اُردو مین ہے۔ اِس کتاب مین بہی اگرچہ اندازِ کلام مین وہی تمسخر اور شوخی ہے۔ مگر یہ پہلی کتاب قواعدِ اُردو کی ہے جو ہمارے

[1] ایک مختصر مثنوی مین پشتو زبان کے قواعد نظم کئے ہین ۱۲

اہل زبان نے اردو مین بھی ہے۔ اسمین اول اردو بھی ہے اور اب —
فرقہ کی زبانون کے نمونے دکھائے ہین۔ اور انمین حق زبان دانی اور سخن فہمی
کا ادا کیا ہے۔ پھر قواعد بیان کئے ہین اور ظرافت سے لیکر فحش تک کوئی بات باقی
نہین چھوڑی۔ لیکن طالب فن اسمین سے بھی اکثر نکتے ایسے حاصل کرسکتا ہے کہ
چند روز کے بعد ڈھونڈے گا اور نہ پائے گا۔

بعد اسکے کئی بابون مین۔ عروض۔ قافیہ۔ منطق۔ معانی۔ بیان وغیرہ فروع
بلاغت کو زبان اُردو مین لائے ہین۔ یہ مرزا قتیل کی تصنیف ہے۔ مگر اس حمام
مین سب ننگے تھے انکے ہان بھی سوائے شُہدپن کے دوسری بات نہین۔ پھر بھی حق
یہ ہے کہ جو کچھ ہے لطف سے خالی نہین ہے۔ عروض مین اُنکے اصول اور قواعد لکھے
ہین۔ مگر تقطیع مین۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن کی جگہ کہتے ہین۔ پری خانم
پری خانم۔ پری خانم۔ پری خانم۔ اور فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن چت لگن چت لگن چت لگن چت لگن
اور مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن   بی جان پری خانم بی جان پری خانم۔ اور
فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن   چت لگن پری خانم چت لگن پری خانم
اصطلاحین بھی نئی نئی رکھی ہین۔ چنانچہ نظم کی قسمون مین مثلث کا نام تکڑا۔ اور
مربع کا نام چوکڑا رکھا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ منطق مین بھی اپنی اصطلاحین الگ
نکالی ہین۔ چنانچہ

علم	گیان	نسبت ثبوتیہ	مان لینا
علم حصولی	پردھیان	نسبت سلبی	توڑ پھوڑ
علم حضوری	آپ گیان	بدیہی	پرگھٹ
تصور	دھیان	نظری	گپت

تصدیق	جون تون	تسلسل	الجھا سوت
موضوع	بول	دَوْر	ہیر پھیر
محمول	بھرپور	مطابقت	ٹھیک ٹھیک
رابطہ	جوڑ	تضمّنی	گھر
نسبت	ملاپ	التزامی	اُوپر ہی لگاؤ
قضیہ	بات		

اسی طرح معانی بیان وغیرہ مین۔

ہندی اور ملکی خصوصیتین

ہندی اور ملکی خصوصیتون کے مضامین کو سودا نے بہت اچھی طرح سے باندھا ہے مگر سید انشا نے بھی اچھلتے کودتے خوب قدم مارے ہین - اور یہ بات لطف سے خالی نہین - کیونکہ اپنے ملک کے ہوتے - عرب سے نجد - ایران سے بے ستون اور قصر شیرین - توران سے جیحون و سیحون کو ہندستان مین لانا کیا ضرور ہے - ایسی باتون سے فصاحت مین دشواری اور اشکال پیدا ہوتے ہین - چنانچہ سید موصوف کہتے ہین -

لیا گر عقل نے منہہ مین دل سیماب کا گٹکا	تو جوگی جی دھرا رہجائیگا سیماب کا گٹکا
صنم خانہ مین جب دیکھا بت و ناقوس کا جوڑا	لگا ٹھٹھا کر کے آگے ناچنے طاؤس کا جوڑا
ملے یار ہم سے جو ہرتال کر کر راکھہ کا جوڑا	تو تانبے سر جی انگلین کو ہی لوتی لاکھہ کا جوڑا
نہین کچھہ بھید سے خالی نہ تُلسی اُس جی جناب	لگا یا ہے جو ایک بھونرے سے تمنے آکھہ کا جوڑا
لپٹ کر کشن جی کے ... لگین کہنے	ملا ہے چاند سے الّو اندھیرے گھر کا جوڑا
یہ سچ سمجھو کہ انشا ہے جگت سیٹھہ اُن زمانہ کا	نہین شعر و سخن مین کوئی اسکی سا کہہ کا جوڑا

اے عشق ابھی آدھا راجو بچے راجہ ڈنڈوت ہے تمکو

کر نہین ہو تم لاکھون کروڑون سے سیر چشم اک آن مین یہ بیت

یہ جو مہنت بیٹھے ہین رادھا کے کنڈ پر | اوتار بن کر گرتے ہین پریون کے جھنڈ پر

ہے نور بصر مردمک دیدہ مین پنہان مانند کنہیا
سو اشک کے قطرون سے پڑا کھیلے ہے جمگھٹ اور انکھین ہین پنگھٹ

دل ستم زدہ بیتابیون نے لوٹ لیا | ہمارے قبلہ کو وہابیون نے لوٹ لیا
سنایا رات کو قصہ جو ہیر رانجھے کا | تو اہل درد کو پنجابیون نے لوٹ لیا
یون چلے مژگان سے اشک خونفشان کی سیدھ لی | جیسے ہیرا پھیچ چلے بالے میان کی سیدھ لیا

اور مقطع کی اکڑ تکڑ دیکھنے کے قابل ہے -

رستمانہ دیکھ انشا کو قشون شاہ مین | سب یہ کہتے ہین کہ آئی سیستانی بیلن

ہین اگرچہ بنگاہ تیغ و تج جمال اطرز خرم انگور
ہنود مین اس ہٹ کر گریجا رہی تیج کہین ہے میلے کا نام اشنان

غرض کل تصنیفات کی ہیئت مجموعی دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ منہ سے تصرف اور ایجادون کے لحاظ سے سید انشا فن انشا کی قلمرو مین بادشاہ علی الاطلاق تھے اور اس اعتبار سے انہین اُردو کا امیر خسرو کہین تو بیجا نہین - بلکہ قصیدۂ طور الکلام مین جہان صنایع مختلفہ کی ذیل مین انہون نے ایک مصرع لکھا ہے کہ تین زبانون مین پڑھا جاتا ہے - وہان فخر کی مونچھون پر خوب تاؤ دئے ہین اور کہا ہے کہ امیر خسرو نے تین لفظ کا ایک جملہ ایسا لکھا تھا اور فخر کیا تھا مجھے ایسا پورا مصرع ہاتھ آیا - یہ فقط ممدوح کی مدح کی برکت ہے اگرچہ آج یہ صنعتین بیکار ہین - مگر اس احسان کا شکریہ کس زبان سے ہو جو ہماری زبان مین نئی نئی تشبیہین - شگفتہ استعارون کے رستے کھولے - اس جرم پر کہ

[illegible] صورتی سے مناسبہ ہوا ہی غرض کون
مین اسکے اشارے معلوم ہونگے۔

اسمین بہی کچہہ کلام نہین کہ جو جو تصرف یا ایجاد کئے اُنمین بعض جگہہ سینہ زوری بہی ہی مگر خوش ادائی اور خوش نمائی مین کچہہ شبہہ نہین۔ درحقیقت اِنکی تیزیٔ طبع نے عالمِ وجود مین آنے کے لئے بہی تیزی دکہائی۔ اگر وہ سو برس بعد پیدا ہوتے تو ہماری زبان کا نقشہ نہایت خوبصورتی سے بدل لیتے۔ دیکہو وہ قصیدہ جو اُنہون نے جارج سوم کے تہنیت جشن مین کہا ہے۔

تصرفات سینہ ز...

انہین سو... پیدا ہو... تہا۔

قصیدۂ در تہنیت جشن

بگلیان پہولونکی تیار کرائے بوئے سمن — کہ ہوا کہانیکو نکلین گے جوانانِ چمن
عالمِ اطفالِ نباتات پہ ہوگا کچہہ اَور — گور ہے کالے سبہی بیٹہین گے نئے کپڑے پہن
کوئی شبنم سے چہڑک بالونپہ اپنے پوڈر — کرسیٔ ناز پہ جلوہ کی دکہاویگا پہبن
شاخِ نازک سے کوئی ہاتہہ مین لیکر ایک بید — ہو اُگاسب سے نکالیگا نرالا جُبہ بَن
نسترن بہی نئی صورت کا دکہاویگا رنگ — کوچ بر ناز کے جب پاؤن رکہیگا بن ٹہن
اپنے گیلاس شگوفہ بہی کرین گے حاضر — آکے جب غنچۂ گل کہولینگے بوتل کے دہن
اہلِ نظارہ کی انکہون مین نظر آوینگے — باغ مین نرگسِ شہلا کے ہوائی چیتون
اور ہی جلوے نگاہونکو لگین گے دینے — اُودی بانات کی کُرتی سے شکوۂ سوسن
پتّے ہل ہل کے بجادینگے فرنگی طنبور — لالہ لادیگا سلامی کو بنا کر پلٹن
کہینچکر تار رگِ ابرِ بہاری سے کئی — خود نسیمِ سحر آوے گی بجاتے ارگن
اپنی سنگینین چمکتی ہوئی دکہلاوینگے — آپڑے گی جو کہین نہر پہ سورج کی کرن
نے نوازی کے لئے کہولکر اپنی منقار — آکے دکہلاویگی بلبل بہی جو ہے اُسکا فن

آر دلی کے جو گران ڈیل ہین ہونگے سب جمع	انگر اپنا بگل ہونکیگا جب شلہندر سنگہ
آئیگا نذر کو شیشہ کی گھڑی لیکر حباب	یاسمین ہتونگی بہیس مین چلڑکی بن ٹہن
نکہت آویگی بغل کہول کلی کا کمرا	ساتہہ ہونگی نزاکت بہی جو ہے اُسکی بہن
حوض صندوقِ فرنگی سے مشابہ ہونگے	اُسمین ہو وینگے پریزاد بہی سب عکس فگن

ایک جگہہ گہوڑے کی تعریف مین کہتے ہین -

ہر اِس آفت کا سبک سیر کہ راکب اُسکا حاضری کہائے جو کلکتہ تو لندن مین ٹہین

اُن کا پڑہنا بہی ایک انداز خاص رکہتا تہا جس سے شعر کی شان اور لطف کلام دو بالا ہو جاتا تہا یہانتک کہ اکثر اشخاص مشاعرہ مین اپنی غزل اُنسے پڑہوایا کرتے تہے - کیونکہ اُنکی زبان آتشِ تاثیر کی چقماق تہی اُس سے نکلکر گرمیِ سخن ایک سے دو چند بلکہ دہ چند ہو جاتی تہی - بیشک اُنہین میر و مرزا کے صاف کئے ہوئے رستے ہاتہہ آئے مگر اِن رستون مین اُچہلنے کودتے آتے بے باک اور بے لاگ جاتے ہین جیسے کوئی اچہا پہکیت منجہے ہوئے ہاتہہ نڈر کے پہیکتا جاتا ہے -

دیوان دیکہنے سے اُنکے حالات و عادات کی تصویر سامنے کہچ جاتی ہے - جبکہ وہ مشاعرہ مین آتے تہے یا دربار کو جاتے ہین - ایک طرف آداب معقولیت سے سلام کیا - ایک طرف مُسکرا دیا - ایک طرف مُنہہ چڑا دیا - کبھی متشرع مرد معقول - کبھی دلی کے بانکے - کبھی آدہی ڈاڑہی اُڑا دی - کبھی چار ابرو کی صفائی تادی

کُلیات کو دیکہو تو یہی حالت اشعار کی ہے - اور اسمین شک نہین کہ تفریح و تضحیک کے اعتبار سے کسی جلسہ مین اُنکا آنا بہانڈ کے آنے سے کم نتہا یہی مصحفی نے اُنکی ہجویات کے ضمن مین کچہہ جہوٹ نہین کہا ع • • اللہ کہ شاعر نہین تو بہانڈ ہے بہڑوے -

اگرچہ جس محدود دائرہ مین ہماری فارس وہند کے شعرا پابزنجیر پہر رہے ہین
یہ بیچارے بہی دوڑتے پہرتے ہین - پہر بہی وہ شعرائے رائج الوقت کے اصولِ
مفروضہ مین عاشقانہ مضامین کے پابند نہین - اسکا ایک سبب یہ بہی تہا کہ اول
تو اکثر غزلین اور قصائد ایسے سنگلاخ زمین مین ہوتے تہے - پہر اُسمین قافیہ
ایسے کڈھب لیتے تہے کہ عاشقانہ مضمون کم آسکتے تہے اسیواسطے قانونِ کلام یہ
رکہا تہا کہ کیسا ہی قافیہ ہو اور کیسا ہی مضمون جس برجستہ پہلو سے بندہ جائے
چہوڑنا نہین چاہئے - ساتھ اسکے یہ ہے کہ شاعر کو زیادہ تر کام عوام سے ہوتا ہے -
جنہین مضامین عشقیہ کے بعد کچہہ لطف ہے تو ظرافت مین ہے - اسلئے انکی طبیعت
جو اسی آسمان کی زُہرہ ہے ہر آن نیا جلوہ دیتی تہی - چنانچہ پابند اُن رسوم و
قیود کے اپنے گہر بیٹہکر جو چاہین سو کہین - وہ جب یارون کے جلسہ مین یا مشاعرہ
کے معرکہ مین آکر فانوسِ جادو روشن کرتے ہے تو تحسین اور واہ واہ سے دہوان
دہار ہوکر محفل بلون ہوجاتی تہی حق یہ ہے کہ وہ اپنی طرز کے آپ بانی تہے - اور آپ
ہی اُسکا خاتمہ کر گئے -

لوگ کہتے ہین کہ سید انشا کا کلام ہر ایک مقام پر قابلِ سند نہین - یہ بات درست ہے
مگر انکی بے اعتدالیان کچہہ جہالت کے سبب سے نہ تہین - بلکہ عمداً تہین - یا بڑائی
کے سبب سے تہین کہ اپنے طبع وقّاد اور جامعیتِ استعداد کے سامنے قواعد اور
اہلِ قواعد کو خاطر مین نہ لاتے تہے - سچ ہے کہ انکے جوشِ کمال نے تیزی طبع کی تیزاب
سے اصول اور قواعد کو پانی پانی کر دیا - الفاظ اور محاورات مین بہت سے تصرف
کئے - یہ تصرف اگر صرف معدود مقامون مین ہوتے تو شکایتین نہوتین کیونکہ
اُس زبان آور سے زیادہ قادرِ زبان اور زبان دان کون ہے - خصوصاً

انکی کلام ہی
بے اعتدالی
علمی کے سبب

[illegible]

اور وہ نشۂ کمال کا مست کسی کے کہنے کی پروا بہی نہ کرتا تہا - بلکہ جب کوئی تماشا کا ہارا گرفت کر بیٹہتا تہا تو کبہی سند سے - کبہی دلائل بجا و بیجا سے - اور ساتہہ ہی ہجوون کے تو پخانون سے چاند ماری کا نشانہ بن جاتا تہا - بہرحال انکے کلام سے واقف حال اور طالب کمال بہت کچہہ فائدے اُٹہا سکتا ہے - اکثر اچہوتے ایجاد ہین کہ گُلِ نو بہار کیطرح سر پر رکہنے کے قابل ہین - بہت سے تہوڑی سی تبدیلی یا تراش سے اُونچے ہو جاتے ہین - بہت سے وہ ہین جن پر سوا اسکے کچہہ نہین کہہ سکتے کہ ع خطائے بزرگان گرفتن خطا ست -

لوگ کہتے ہین کہ سید انشا کا کلام رندانہ ہے اور جو اسمین ہزل ہے نہ بقدر نمک ہے

ملہ اسکا سبب یہ تہا کہ انکے بزرگونکو سرکار سے شہدونکی تقسیم وظایف کی خدمت سپرد تہی - انکے بہائی جب دلّی مین آئے تو وہ بہی ایک یارے کا کنٹہا گلے مین پہنتے تہے - اور وضع بہی اُسی قسم کی رکہتے تہے - چنانچہ میر انشا اللہ خان نے آزادون کے انداز مین ایک مستزاد کہکر داد زباندانی کی دی ہے - اور غزلون مین بہی اسی طرز کا پرتو دکہایا ہے - دریای لطافت مین شہدون کی تحقیق سید انشا خود فرماتے ہین - شہدہ شخصے را گویند کہ از بے ننگی سر و پا - دکشیدن یا بردگیر بر دوش و سر و خطابہائی - او - آبے - اوبے - بچا - ایسے تیسے - چند الفاظ فحش لکہے ہین وغیرہ وغیرہ عار نداشتہ باشد و اگر یک روپیہ یا اشرفی یا قطعہ ای جواہر در مکانے گذاشتہ باشد - و شہدہ در آن تنہا بود و دیگر بانے ہم نباشد - ہرگز دست بہیچ چیز نخواہد برد - وانبوہ این فرقہ متصل مسجد جامع دار الخلافہ خصوصاً بجانب [illegible] یافتہ میشود - بلکہ کمال شہدہ ہمین است کہ او را شہدۂ جامع مسجد گویند - و برای شہدہا نامہای عجب و بیجہ عجیب بود - گنج - جتا - بدہوا - تہوا - روشن چراغ - دہیوا - راجو خان - نہال بیگ - میر آسودگی [illegible] بُرہو خوجی - شیخ رانجہے - ابو المالی یعنی ابو المعالی - دہتول محمد سکہو [illegible] - امنیت اسما متبرکہ - حالا طرز گفتگو باید شنید چونکہ انکی گفتگو مین فحش فاحش تہا اسلیے احتراز کیا گیا - غرض شہدے بہی عجب چیز ہین ذرا نام نکل آگیا تہا دیکہو صفحہ خراب کر دیا

بلکہ غذا کی مقدار سے بڑھی ہوئی ہے - یہ بات بھی درست ہے۔ مگر اسکا سبب یہ ہے
کہ وقت حاکم جابر ہے - اور پسند عام اسکا واضع قانون ہے - اسوقت شاہ و امرا
سے لیکر گدا اور غربا تک انہیں باتوں سے خوش ہوتے تھے - اور قدردانی یہ
کہ اونکے ادنے نظموں پر وہ کچھ دیتے تھے جو آجکل کے مصنفوں کو کتابوں پر
نصیب نہیں ہوتا - سید انشا اگر یہ نکرتے تو کیا کرتے - پیٹ کو کاٹ کر کہاں
پھینک دیتے - ہنگامۂ ہستی کے جوانمرد ایسے بھی ایک قسم کا کمال سمجھتے ہیں کہ کسی
رستہ میں درماندہ نہ رہیں - جو پتھر سد راہ ہو - اُسے ٹھوکر مار کر ہٹائیں - اور
آگے نکل جائیں - انصاف کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ جو کچھ وہ کامل ہزار فن کر
گیا ہے - ہر ایک کا کام نہ تھا - نواب **مصطفی خان شیفتہ** کا **گلشن بیخار**
جب دیکھتا ہوں تو خار نہیں - کٹار کا زخم دل پر لگتا ہے - سید موصوف کے حال میں
لکھتے ہیں - ہیچ صنف را بطریقہ راسخہ شعر نگفتہ - یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ
اُنہوں نے ان رستوں میں قدم کیوں رکھا جو ایسی کیچڑ میں دامن آلودہ ہوئے
لیکن شہرستانِ تجارب کی سیر کرنے والے جانتے ہیں کہ جب رواج عام کا راجہ
ہولی کھیلتا ہے تو بڑے بڑے معقول و وضعدار اشخاص اُسکی چھینٹیں فخر سمجھکر
سر و دستار پر لیتے ہیں - پس وہ اور اُن کے معاصر ملک چھوڑ کر کہاں نکل جاتے؟
یہیں رہنا تھا اور انہیں لوگوں سے لیکر گذران کرنی تھی اور لطف یہ تھا کہ

بے اعتدالیوں کا عذر معقول

ف ٢٥ ایک شعر پر سید انشا اور شیخ مصحفی میں شکر رنجی ہو گئی - اور طبیعتوں کی شوخی نے زبانوں کی بیباکی کے ساتھ ملکر بڑے بڑے معرکے کئے - اُسوقت آصف الدولہ شکار میں تھے - چنانچہ اُنہوں نے اپنے لکھنؤ میں نہونے پر ہزاروں افسوس کیے اور بڑے اشتیاق سے اُن ہجوؤں کو منگا کر سنا اور انعام بھیجے - فی الحقیقۃ ایک ایک مصرع اُنکا ہنسی اور قہقہوں کا منتر ہے لیکن آج اگر انہیں کوئی لکھ بھی دے تو عدالت یا انصاف میں مجرم ہوکر جوابدہی کرنی پڑتی ہے

کہ اسمیں بہی اپنی آن تان اور عظمتِ خاندان قایم تہی انکو آقا بہی اُنسی بنائیت کے
طریقہ سے پیش آتے تہے - اِنہی چاہیتے چاہنے والون کی فرمایشین ہوتی تہین جو نہ دہری
جاتی تہین - نہ اُٹہائی جاتی تہین - اور وہ کچہ چہوٹے لوگ نہ تہے جو سمجہانے سے سمجہ
جائین - یا ٹالے سے ٹل جائین - کبہی تو شاہ عالم بادشاہِ دہلی تہے - کبہی مرزا سلیمان
شکوہ تہے - کبہی سعادت علیخان والیِٔ اودہ - وغیرہ - وغیرہ چنانچہ اکثر غزلین ہین
جنسے معلوم ہوتا ہے کہ کسی عالم مین سعادت علیخان کی زبان سے ایک مصرع نکل گیا -
اُسکی غزل کا پورا کرنا اِنکا کام تہا - ایک دفعہ کسی شخص کی پگڑی بے ڈہنگی بندہی تہی
سعادت علیخان نے کہا کہ ع پگڑی تو نہین ہے یہ فراسیس کی ٹوپی + تمام غزل
دیکہو انکی غزلون مین -

سعادت علیخان نواڑے مین لیٹے ہوئے میر انشا اللہ خان کی گود مین سر دہرے ہوا خوری
کے عالم مین دریا کی سیر کرتے چلے جاتے تہے - لبِ دریا ایک حویلی پر لکہا دیکہا حویلی علی نقی
خان بہادر کی - کہا - کہ انشا دیکہیو کسی نے تاریخ کہی مگر نظم نہ کر سکا - بہئی جسنے دیکہا
بہت خوب مادہ ہے - اسے رباعی کر دو - اُسی وقت عرض کی -

نہ عربی نہ فارسی نہ ترکی — نہ سم کی نہ تال کی نہ سُر کی
یہ تاریخ کہی ہے کسی لُر کی — حویلی علی نقی خان بہادر کی

تائید اسکی اُس روایت سے ہوتی ہے کہ - جب شاہ نصیر دہلوی لکہنؤ مین گئے اور زمین
ہائے سنگلاخ مین گلزار لگا کر مشاعرون کو رونق دی تو سید انشا سے بہی ملے جو کہ
دلی والون کے رواج کا رکا بیڑا اُٹہا کے بیٹہے تہے اور کہا کہ بہئی میر انشا اللہ خان!
مین فقط تمہارے خیال سے یہان آیا ہون ورنہ لکہنؤ مین میرا کون بیٹہا تہا جسکے پاس
مین آتا - اُسوقت بہت رات گئی تہی میر انشا اللہ خان نے کہا کہ شاہ صاحب! یہان

دربار کا عالم کچھ اور ہے - کیا کہوں - لوگ جانتے ہیں کہ میں شاعری کر کے نوکری بجا
لاتا ہوں - مگر میں خود نہیں جانتا کہ کیا کر رہا ہوں؟ - دیکھو صبح کا گیا گیا شام کو آیا تھا -
کمر کھول رہا تھا چوبدار آیا کہ جنابِ عالی پھر یاد فرماتے ہیں - گیا تو دیکھتا ہوں کہ کوٹھے
پر فرش ہے - چاندنی رات ہے - پینچ دار چھپر کھٹ میں آپ بیٹھے ہیں - پھولوں کا گہنا سامنے
دھرا ہے - ایک گجرا ہاتھ میں ہے اُسے اُچھالتے ہیں اور پاؤں کے اشارے سے چھپر کھٹ آگے
بڑھتا جاتا ہے - میں نے سلام کیا - حکم ہوا کہ انشا کوئی شعر تو پڑھو - اب فرمائیے ایسی حالت
میں کہ اپنا ہی قافیہ تنگ ہو شعر کیا خاک یاد آئے - خیر اُسوقت یہی سمجھ میں آیا - وہیں کہکر پڑھ دیا

لگا چھپر کھٹ میں چار پینچ اُچھالا تو نے جو لیکے گجرا
تو موجِ دریائے چاندنی میں وہ ایسا چلتا تھا جیسے بجرا

یہی مطلع سنکر خوش ہو گئے - فرمائے اِسے شاعری کہتے ہیں؟ - اسطرح کی اور تقریریں اُنہیں
پیش آتی تھیں کہ بیان آئندہ سے واضح ہو گا - غرض اِس معاملہ میں میاں بیتاب کا قول
لکھ رکھنے کے قابل ہے - کہ سید انشا کے فضل و کمال کو شاعری نے کھویا - اور شاعری
کو سعادت علی خان کی مصاحبت نے ڈبو یا -

لطیفہ رنگین

ایک دن نواب صاحب کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے - اور گرمی سے گھبرا کر دستار سر سے
رکھدی تھی - منڈا ہوا سر دیکھکر نواب کی طبیعت میں چہل آئی - ہاتھ بڑھا کر پیچھے سے
ایک دھول ماری - آپ نے جلدی سے ٹوپی سر پر رکھ لی اور کہا - سبحان اللہ بچپن
میں بزرگ سمجھایا کرتے تھے وہ بات سچ ہے کہ ننگے سر کھانا کھاتے ہیں تو شیطان دھولیں
مارا کرتا ہے -

سعادت علی خان کہ ہر امر میں سلیقہ اور صفائی کا پابند تھا اُسنے حکم دیا تھا کہ اہل دفتر
خوش خط لکھیں - اور فی غلطی ایک روپیہ جرمانہ - اتفاقاً اعلے - جو کہ اہل انشا میں ایک

مولوی صاحب تہے - اُنہون نے فردِ حساب مین اجناس کو اجنا لکھہ دیا - سعادت علی خان تو ہر شئی پر خود نظر رکہتے تہے - اُنکی بہی نگاہ پڑ گئی - مولویکو جواب دینے مین کمال ہوتا ہے اُنہون نے کچہہ قاموس - کچہہ صراح سے اجنا کے معنے بنائے - کچہہ قواعد نحو بہی ترخیم میں لے گئے - نواب نے اِنہین اشارہ کیا - اِنہون نے ماری رباعیون اور قطعون کے اُنکو کر دیا

رباعی اجناس کی فرد پر یہ اجنا کیسا؟ یہان اہلِ لغات کا گرجنا کیسا!
گو ہون اجنا کے معنے جو چیز اُگے لیکن یہ نئی اُپج اُپجنا کیسا

اُن مولوی صاحب کا نام مولوی سجن تہا - چنانچہ اُسکا اشارہ کرتے ہین -

ترخیم کے قاعدے سے سجنا لکہئے اور لفظ خرو جا کو خجنا لکہئے
گر ہمکو اجی نہ لکہنی ہووی لکہنا تو کرکے مرخم اسکو اجنا لکہئے

اجناس کے بدلے لکہنی اجنا کیا خوب! قاموس کی رد کا گرجنا کیا خوب!
اردو می لغت نئی اُپج کی لی ہے اِس تان کے بیچ کا اُپجنا کیا خوب!

پوربی لہجہ مین

اجناس کے موقع مین اجنا آیا سلمائے علوم کا یہ سجنا آیا
اجنا چیزیست کان بروید ز زمین یہہ تخم لغت کا لو اُپجنا آیا

رات بہت گئی تہی اور انکی لطایف وظرایف کی آتشبازی چہٹ رہی تہی - یہ رخصت چاہتے تہے اور موقع نہ پاتے تہے - نواب کے ایک مصاحب باہر کے رہنے والے اکثر اہلِ شہر کی باتون پر طعن کیا کرتے تہے اور نواب صاحب سے کہا کرتے تہے کہ آپ خواہ مخواہ سید انشا کے کمال کو بڑہاتے چڑہاتے ہین حقیقت مین وہ اتنے نہین -

اُسوقت اُنہون نے بقا کا یہ مطلع نہایت تعریف کے ساتھہ پڑہا -

دیکہہ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین اُسکا مین دیکہنے والا ہون بقا واہ رے مین

سب نے تعریف کی۔ نواب نے بھی پسند کیا۔ انہوں نے کہا حضور سید انشا سے اس
مطلع کو کہوائیں۔ نواب نے انکی طرف دیکہا۔ مطلع حقیقت مین لاجواب تہا۔ انہوں نے
بہی ذہن لڑایا۔ فکر نے کام نہ کیا۔ انہوں نے پہر تقاضا کیا۔ سید موصوف نے فوراً
عرض کی کہ جناب عالی مطلع تو نہین ہوا مگر شعر حسب حال ہو گیا ہے حکم ہو تو عرض کرون

ایک لکّی کہڑا دروازہ پہ کہتا تہا رات   آپ تو بہتر سے جا پڑے رہے باہر ہی مین

بہت سے لطایف انکے بباعث شدت بے اعتدالی کے قلم انداز کرنے پڑے۔ جو کچہہ
کہ لکہتا ہون یہ بہی لایق تحریر نہین سمجہتا۔ لیکن اس نظر سے بیجا نہین کہ جو لوگ
خار ہزل سے گل عبرت چننے مین انہین اسمین سے ایک مشہور مصنف کی شوخی طبع کا
نمونہ معلوم ہوگا۔ اور دیکہین گے کہ اس صاحب کمال کو زمانہ شناسی اور اہل زمانہ
سے مطلب برآری کا کیسا ڈہب تہا۔ ایک دن نواب نے روزہ رکہا اور حکم دیا کہ کوئی

بانکا لطیفہ

آنے نہ پائے۔ سید انشا کو ضروری کام تہا۔ یہ پہنچے۔ پہرہ دار نے کہا کہ آج حکم نہین۔
آگے آپ مالک ہین۔ باوجود انتہائے مرحمت کے یہ بہی مزاج سے ہشیار رہتے تہے۔ تہوڑی
دیر تامل کیا۔ آخر کمر کہول دستار سر سے بڑہا۔ قبا اتار ڈالی۔ اور دوپٹہ عورتون
کی طرح سے اوڑہکر ایک ناز و انداز کے ساتہ سامہنے جا کہڑے ہوئے۔ جون ہی اسکی نظر
پڑی۔ آپ انگلی ناک پر دہر کر بولے۔

مین تیرے صدقے نہ رکہہ اے مرے پیارے روزہ   بندی رکہہ لیگی ترے بدلے ہزاری روزہ

نواب بے اختیار ہنس پڑے۔ جو کچہہ کہنا سننا تہا وہ کہا اور ہنستے کہیلتے چلے آئے۔

لطیفہ نادر

انکے حالات سے یہہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ انہون نے عامۂ خلایق خصوصاً اہل دہلی کی رفاقت
اور رواج کار کا بیڑا اٹہایا ہوا تہا۔ چنانچہ لکہنؤ مین میر علی صاحب ایک مرثیہ خوان
تہے کہ علم موسیقی مین انہون نے حکما کا مرتبہ حاصل کیا تہا مگر اپنے گہر ہی مین مجلس کرتے

پڑھتے تھے کہیں جا کر نہ پڑھتے تھے - نواب نے انکی شہرۂ کمال سے مشتاق ہو کر طلب کیا
اُنہوں نے انکار کیا - دوسری پیغام سلام کے بعد یہ بھی کہا کہ اگر وہ حاکم وقت ہیں تو
میں بھی سیادت کے اعتبار سے شاہزادہ ہوں اُنہیں میرے ہاں آنے سے عار کیا ہے؟ نواب
نے کہا کہ سید میرے ہاں ہزاروں سے زیادہ ہیں میر صاحب نے اگر فخر پیدا کیا تو یہی کیا
کہ سید تھے اب ڈوم بھی ہو گئے خیر اُنہیں اختیار ہے - میر علی صاحب نے یہ سنکر خیال
چند در چند سے فوراً دکن کا ارادہ کیا - سید انشا جو شام کو گھر آئے تو دیکھا کہ کچھ
سامان سفر ہو رہا ہے - سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ میر علی صاحب لکھنؤ سے جاتے ہیں
چونکہ آپ کے بھتیجے بھانجے بھی انکے شاگرد ہیں - وہ بھی اُستاد کی رفاقت کرتے ہیں -
میر علی صاحب کے جانے کا سبب پوچھا تو وہ معاملہ معلوم ہوا - اُسیوقت کمر باندھ کر اُٹھے
سعادت خان نے متحیر ہو کر پوچھا کہ خیر باشد! پھر کیوں آئے؟ - اِنہوں نے ایک غزل
پڑھی جسکا ایک شعر یہ ہے -

دولت بنی رہے اور سعادت علی بنا — یارب بنا بنی میں ہمیشہ بنی رہے

پھر کہا کہ حضور! غلام جو اسوقت رخصت ہو کر چلا تو دل نے کہا کہ اپنے دولہا کی دلہن
(عروسِ سلطنت) کو ذرا دیکھوں - حضور! واقعی کہ بارہ ابھرن سولہ سنگار سے سجی
تھی - سر پر جھومر - وہ کون؟ مولوی دلدار علی صاحب - کانوں میں جھمکے - وہ
کون؟ دونوں صاحبزادے - گلے میں نولکھا ہار - وہ کون؟ خان علامہ - غرض
اسیطرح چند زیوروں کا نام لیکر کہا کہ حضور غور جو کرتا ہوں تو ناک میں نتھ نہیں -
دل دھک سے ہو گیا کہ اللہ سہاگ کو قایم رکھے یہ کیا! نواب نے پوچھا کہ پھر وہ کون؟
کہا حضور! نتھ - میر علی صاحب! - بعد اسکے کیفیت مفصل بیان کی - نواب نے ہنسکر
کہا کہ اُنکی دور اندیشیاں بجا ہیں - میں آپسے صاحب کمال کو فخر لکھنؤ سمجھتا ہوں -

غرض اس شہرت بے اصل کے دفعتہ کے لئے ترقی کا پروانہ اور ۵۰۰ روپیہ کا خلعت لیکر وہان سے پھرے۔ سید انشا

جان بیلی صاحب کہ اُس عہد مین رزیڈنٹ اودہ تھے اگرچہ سید انشا کا نام اور شہرۂ عام سنتے تھے مگر دیکھا نہ تھا۔ جب سید انشا نواب سعادت علی خان کے دربار ملازم ہوئے تو ایک دن صاحب کے آنے کی خبر ہوئی۔ نواب نے کہا انشا آج ہم تمہین بھی صاحب سے ملائین گے۔ عرض کی کہ حضور کی ہر طرح پرورش ہے مگر فدوی کے باب مین کچھ تقریب ملاقات کی ضرورت نہین۔ غرض جسوقت صاحب ممدوح آئے نواب اور وہ آمنے سامنے کرسیون پر بیٹھے۔ سید انشا نواب کے پیچھے کھڑے ہو کر رومال ملاتے تھے۔ باتین کرتے کرتے صاحب نے انکی طرف دیکھا۔ اِنہون نے ایک چہرہ کی لی اُنہون نے آنکھین نیچی کر لین۔ مگر دلمین حیران ہوئے کہ اس آدمی کی کیسی صورت ہے؟ یہ خیال کرتے ہی پھر نظر پڑی۔ ابکی دفعہ اِنہون نے ایسا چہرہ بدلا کہ اُس سے بھی عجیب۔ وہ شرماکر اور طرف دیکھنے لگے۔ پھر جو دیکھا تو اِنہون نے ایسا منہہ بنایا کہ اُس سے بھی الگ تھا۔ آخر نواب سے پوچھا کہ یہ مصاحب آپکے پاس کب ملازمت مین آئے؟۔ مینے آج ہی انہین دیکھا ہے۔ نواب نے کہا کہ ہان آپ نے نہین دیکھا۔ سید انشا اللہ خان یہی ہین۔ جان بیلی صاحب بہت ہنسے۔ اِنسے ملاقات کی۔ پھر تو اِنکی جادو بیانی نے ایسا تسخیر کیا کہ جب آتے پہلے پوچھتے کہ سید انشا کجا است؟۔ جان بیلی صاحب کے ساتھ علی نقی خان میر منشی رزیڈنٹی بھی آیا کرتے تھے اِنکی اُنکی عجب لطف کی چوٹین ہوتی تھین۔ ایکدن اثنائے گفتگو مین کسی کی زبان سے نکلا ع شاید کہ پلنگ خفتہ باشد۔ اُنہون نے کہا کہ گلستان کے ہر شعر مین مختلف روائتین ہین اور لطف یہ ہے کہ کوئی کیفیت سے خالی نہین چنانچہ ہو سکتا ہے ع شاید کہ پلنگ خفیہ باشد۔ سعادت علی خان نے

جان بیلی کی ملاقات

میر منشی کے ساتھ لطیفے

سید انشا کی طرف دیکھا انہوں نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ حضور یا میر منشی صاحب
بجا فرماتے ہیں غلام نے بھی ایک نسخہ گلستان میں یہی دیکھا تھا۔

تامرد سخن نگفتہ باشد — عیب و ہنرش نہفتہ باشد

در بیشہ گمان مبر کہ خالی است — شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

بلکہ وہ نسخہ بہت صحیح اور محشی تھا اُسمیں گفتہ اور نہفتہ کے کچھ معنے بھی لکھے تھے۔ میر منشی صاحب! انکو یاد ہیں؟ وہ نہایت شرمندہ ہوئے۔ جب وہ رخصت ہوئے تو سید انشا کہا کرتے میر منشی صاحب کا اللہ بیلی۔

ایک دن اُسی جلسہ میں کچھ ایسا تذکرہ آیا کہ سعادت علیخان نے کہا ہَجر بالفتح بھی درست ہے۔ جان بیلی صاحب نے کہا کہ خلاف محاورہ ہے۔ سعادت علی خان بولے کہ خیر لُغت کے اعتبار سے جب درست ہے تو استعمال میں کیا مضائقہ۔ اتنے میں سید انشا آگئے۔ جان بیلی صاحب نے کہا کہ کیوں سید انشا ہجر اور ہَجر میں تم کیا کہتے ہو؟ انہیں بیان کی خبر نہ تھی۔ بے ساختہ کہہ بیٹھے کہ ہجر بالکسر۔ مگر ساتھ ہی سعادت علیخان کی تیوری تاڑ گئے اور فوراً بولے کہ حضور جب ہی تو جامی فرماتے ہیں۔

شب وصل است و طے شد نامۂ ہجر — سلامٌ ہی حتّٰی مَطلَعِ الفَجر

یہہ سنتے ہی سعادت علیخان شگفتہ ہو گئے اور اہل دربار ہنس پڑے۔

مرزا سلیمان شکوہ کا مکان لب دریا تھا۔ معلوم ہوا کہ کل یہاں ایک اشنان کا میلا ہے۔ سید انشا نے کہ رنگ کے گورے۔ بدن کے فربہ۔ صورت کے جامہ زیب تھے۔ پنڈتانِ کشمیر کا لباس درست کر کے سب سامان پوجا پاٹ کا تیار کیا۔ صبح کو سب سے پہلے دریا کے کنارے۔ ایک صنعت دہرم صورت بنکر جا بیٹھے اور خوب زور شور سے اشلوک پڑھنے اور منتر چلنے شروع کر دیے۔ لوگ اشنان کو لئے آنے لگے مرد عورت بچے بوڑھے

جو آتا۔ الغرض خواہ مخواہ مرد آدمی دیکھکر انہیں کی طرف جھکتا۔ یہ انہیں پر جا کر واتے تھے تلاک لگاتے تھے جن دوستوں سے راز کہہ کہا تھا انہوں نے مرزا سلیمان شکوہ کو خبر کی وہ معہ اہل جلسہ اُسیوقت لب بام آئے۔ دیکھیں تو فی الحقیقت اناج۔ آٹا پیسے کوڑیوں کے ڈہیر لگے ہیں۔ وہ بہی اسقدر کہ اَور سب سے زیادہ۔ اِسمیں تفریح طبع یا لیاقت ہرفنی کے اظہار کے ساتہہ نکتہ یہ تہا کہ حضور خانہ زاد کو وبال دوش نہ سمجہیں نہ اِس شاعری کا پابند جانیں۔ جس کوچہ میں جائیگا اَوروں سے کچہہ اچہا ہی نکلیگا

فایق کے ساتہہ

فایق۔ تخلص ایک فلک زدہ شاعر تہا۔ خدا جانے کس بات پر خفا ہوا کہ اِنکی ہجو کہی اور خود لاکر سنائی۔ اِنہوں نے بہت تعریف کی۔ بہت اُچہلے۔ بہت کو دے۔ اور پانچ روپے بہی دئے۔ جب وہ چلا تو بولے ذرا ٹہیرئے گا۔ ابہی آپ کا حق باقی ہے قلم اُٹہا کر یہ قطعہ لکہا اور حوالہ کیا۔

فایقِ بے حیا چو ہجوم گفت ۔۔۔ دلِ من سوخت سوختہ بہ

صلہ اش پنجروپیہ دادم ۔۔۔ دہنِ سگ بہ لقمہ دوختہ بہ

حافظ احمد یار کے ساتہہ لطائف

دلّی میں **حافظ احمد یار** ایک معقول صحبت یافتہ نامور حافظ تہے۔ اور سرکار شاہی میں حافظانِ قرآن میں نوکر تہے۔ اگرچہ دنیا میں ایسا کَون تہا جس سے سید انشا یارانہ نہ برتیں مگر حافظ احمد یار کے بڑے یار تہے۔ اُنکا سجع کہا تہا۔ ع اللہ حافظ احمد یار۔ حافظ صاحب ایک دن ملنے گئے رستہ میں مینہہ آگیا۔ اور وہاں پہنچتے تک موسلادہار برسنے لگا۔ یہ جا کر بیٹہے ہی تہے جو حرم سرا سے ننگے مُنگے ایک کہاروں کی لُنگی باندہے آپ دوڑے آئے اِنہیں دیکہتے ہی اُچہلنے لگے۔ ہاتہہ پہیلا پہیلا کر گر دپہرتے تہے اور کہے جاتے تہے۔

پہر پہر چہا جون برست نور ۔۔۔ ردّ بلیات دشمن دور

حافظ مذکور جب رخصت ہوتے تھے تو ہمیشہ کہا کرتے تھے ع اللہ حافظ احمد یار ہے
ایسے ایسے معاملے ہزار دن تھے کہ دن رات بات بات مین ہوتے رہتے تھے۔
نہایت افسوس کی قابل یہ بات ہے کہ سعادت علی خان کے اور انشا
کا انجام اچھا نہ ہوا۔ اسکے مختلف سبب ہین۔ اول تو یہ کہ اگرچہ اپنی ہمہ رنگ طبیعت
کے زور سے اِنہون نے اُنہین پر چالیا تھا۔ مگر درحقیقت اُنکے اور اُنکے معاملہ
کا مصداق اِنکا مطلع تہا۔

رات وہ بولے مجہہ سے ہنسکر چاہ میان کچہہ کہیل نہین
مین ہون ہنسوڑا اور تو ہے مقطع میرا تیرا میل نہین

مثلاً اکثر میلون تماشون مین چلنے کے لئے کچہہ احباب کا تقاضا کچہہ انکی طبیعت اصلی
کا تقاضا۔ غرض اِنہین جانا ضرور۔ اور یہ سعادت علی خان کی طبع کے بالکل
مخالف۔ اکثر ایسا ہوا کہ وہ اپنے کاغذات دیکہہ رہے ہین۔ مصاحبون کے ساتھ
یہہ بہی حاضر ہین۔ اِسمین ایک آدہ لطیفہ بہی ہوتا جاتا ہے۔ اِنہون نے عرض کی
حضور غلام کو اجازت ہے؟ وہ بولے کہ ہون! کہان؟ اِنہون نے کہا کہ حضور
آج آٹھون کا میلا ہے۔ اُنہون نے کہا لاحول ولا قوۃ۔ سید انشا بولے کہ
مناسب تو یہ تہا کہ حضور بہی تشریف لے چلتے۔ نواب نے کہا۔ انشا ایسے نارزل
مقامون مین جانا تمہین کیسے بتا یا ہے! عرض کی۔ حضور وہان تو جانا ایک اعتبار
سے فرض عین ہے اور ایک نظر سے واجب کفائی ہے۔ ایک لحاظ سے سنت ہے
پہر سب کی توجیہین بہی الگ الگ بیان کین آخر اسی عالم مصروفیت مین سُننے
سُنتے دق ہوکر نواب نے کہدیا۔ قصہ مختصر کرو۔ اور جلد ہی سدہارو۔ اُسوقت
موجون پر تاو دیکر بولے۔ کون ہے آج سوا سید انشا کے کہ جو کچہہ کہے۔ اُسے عقل

نقل ہے - آیت سے اور روایت سے ثابت کر دے - ایسی باتیں بعض موقع پر نواب کو موجبِ تفریح ہوتی تہیں - بعض دفعہ بمقتضائے طبیعتِ اصلی مکدّر ہو جاتے تہے - خصوصاً جبکہ رخصت کیوقت خرچ مانگتے تہے - کیونکہ وہ شاہ عالم نہ تہا سعادتعلیخان تہا

گر جان طلبی مضایقہ نیست زر می طلبی سخن درین است

تقدیر! وہ - غضب یہ ہوا کہ ایک دن سرِ دربار بعض شرفا کے خاندانی کی شرافت و نجابت کے تذکرے ہو رہے تہے - سعادت علیخان نے کہا کہ کیوں نہیں ہم بہی نجیب الطرفین ہیں - اسے اتفاق تقدیر کہو - یا زیادہ گوئی کا ثمرہ سمجہو - سید انشا بول اُٹہے کہ حضور - بلکہ انجب - سعادت علیخان حرم کے شکم سے تہے وہ چپ - اور تمام دربار درہم ہو گیا - اگرچہ اُنہوں نے پہر اور باتیں بنا بنا کر بات کو ٹالنا چاہا مگر کمانِ تقدیر سے تیر نکل چکا تہا - وہ کہٹک دل سے نہ نکلے کہ وَلَدُ الجَارِیَۃِ اَنجَبُ

اب نواب کے انداز بدلنے لگے اور اِس فکر میں رہنے لگے کہ کوئی بہانہ اِنکی سخت گیری کے لئے ہاتہہ آئے - یہ بہی انواع و اقسام کے چٹکلوں سے اُسکے آئینۂ عنایت کو چمکاتے مگر دل کی کدورت صفائی کی صورت نہ بننے دیتی تہی - ایکدن سید انشا نے

[1] معتبر لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ جب گنا بیگم دختر قزلباش خان امید کے حسن و جمال اور سلیقے اور شکہراپے اور حاضر جوابی اور موزونیِ طبع کی شہرت ہوئی تو نواب شجاع الدولہ نوجوان تہے - اُسے شادی کرنی چاہی - بزرگوں نے حسب آئین بادشاہ سے اجازت مانگی - فرمایا کہ اُسکے لئے ہمنے تجویز کی ہوئی ہے - ایک خاندانی سیدانی لڑکی کو حضور نے منظور نواب خود بیٹی کرکے پالا تہا - اُسکے ساتہہ شادی کی اور اِس دہوم دہام سے کی کہ شاید کسی شہزادی کی ہوئی ہو - یہی سبب تہا کہ شجاع الدولہ اور تمام خاندان اِنکی بڑی عظمت کرتے تہے - دلہن بیگم صاحبہ اُنکا نام تہا اور آصف الدولہ کی والدہ تہیں - سعادتعلیخان کو بچپن میں منگلو کہتے تہے - کہ منگل کو پیدا ہوئے تہے - بیگم کو دلہن جو خیالات اُنکی بابمیں تہے اکثر ظاہر بہی ہو ہی جاتے تہے مگر زیرکی اور دانائی کے آثار بچپن ہی سے عیاں تہے - نواب شجاع الدولہ کہا کرتے تہے کہ بیگم - اگر منگلو کے سر پر تم ہاتہہ رکہو گی تو تمہارے دو بیٹوں کا پہر یا لگائیگا اور لشکر کا علم تربدا کی اُس پار گاڑے گا [12]

بہت ہی گرم لطیفہ سنایا۔ سعادت علی خان نے کہا کہ انشا! جب کہتا ہے
ایسی بات کہتا ہے کہ نہ دیکھی ہو نہ سُنی ہو۔ یہ موچھون پر تاؤ دیکر بولے کہ حضور
کے اقبال سے قیامت تک ایسی ہی کہے جاؤنگا کہ نہ دیکھی ہو نہ سُنی ہو۔ نواب تو
تاک مین رہتے ہی تھے چین بجبین ہو کر بولے کہ بھلا زیادہ نہین! ۔ فقط دو لطیفے روز سنا
دیا کیجے۔ مگر شرط یہی ہے کہ نہ دیکھے ہون نہ سُنے ہون۔ نہین تو خبر ہوگی۔
سید انشا سمجھہ گئے کہ یہ انداز کچھہ اَور ہین۔ خیر۔ اُسدن سے دو لطیفے روز تو
اِنہون نے سُنانے شروع کر دیئے مگر چند روز مین یہ عالم ہو گیا کہ دربار کو جانے
لگتے تو جو پاس بیٹھا ہوتا اُسی سے کہتے کہ کوئی نقل۔ کوئی چٹکلا یاد ہو تو بتا دو۔
ذرہ نواب کو سنا ئین وہ کہتا کہ جناب بھلا آپکے سامنے اور ہم چٹکلے کہین! یہ
کہتے کہ میان کوئی بات چڑیا کی چونے کی جو تمہین یاد ہو کہدو۔ مین نون مرچ
لگا کر اُسے خوش کر لونگا۔ اِسی اثنا مین ایک دن ایسا ہوا کہ سعادت علیخان
نے انہین بُلا بھیجا۔ یہ کسی اَور امیر کے ہان گئے ہوئے تھے۔ چوبدار نے آکر عرض کی
کہ گھر نہین ملے۔ خفا ہو کر حکم دیا کہ ہمارے سوا کسی اَور کے ہان نہ جایا کرو۔
اِس قیدِ بے زنجیر نے انہین بہت دق کیا۔ تازہ مصیبت یہ ہوئی کہ تعالی اللہ
خان نوجوان بیٹا مر گیا۔ اِس صدمہ سے حواس مین فرق آ گیا۔ یہان تک
کہ ایکدن سعادت علیخان کی سواری انکے مکان کی طرف سے نکلی۔ کچھہ غم و
غُصّہ کچھہ دل بے تاب سے غرض سرِ راہ کھڑے ہو کر سخت و سُست کہا۔ سعادت
علی خان نے جا کر تنخواہ بند کر دی۔ اب جنون مین کیا کسر رہی۔
سعادت یار خان رنگین انکے بڑے یار تھے اور دستار بدل بھائی تھے
چنانچہ سید انشا خود کہتے ہین۔

عجب رنگینیان ہوتی ہین کچھ بات نہین انشا ہم بل بیٹھے ہین جب سعادت یار خان اور رحیم خان موصوف کہا کرتے ہین کہ لکھنؤ مین سید انشا کے وہ وہ رنگ دیکھے جنکا خیال کرکے دنیا سے جی بیزار ہوتا ہے۔ ایک تو وہ اوج کا زمانہ تہا کہ سعادت علیخان کی ناک کا بال تھے۔ اپنی کمال لیاقت۔ اور شگفتہ مزاجی کے سبب سے مرجع خلایق تھے دروازے پر گھوڑے ہاتھی۔ پالکی۔ نالکی کے ہجوم سے رستہ نہ ملتا تہا۔ دوسری وہ حالت کہ پھر جو مین لکھنؤ گیا تو دیکھا کہ ظاہر درست تہا۔ مگر درخت اقبال کی جڑ کو دیمک لگ گئی تہی۔ مین ایک شخص کی ملاقات کو گیا۔ وہ اثنائے گفتگو مین دوستان دنیا کی ناآشنائی اور بےوفائی کی شکایت کرنے لگے۔ مینے کہا البتہ ایسا ہے۔ مگر پھر بھی زمانہ خالی نہین انہون نے زیادہ مبالغہ کیا۔ مینے کہا کہ۔ ایک ہمارا دوست انشا ہے کہ دوست کے نام پر جان دینے کو موجود ہے۔ وہ خاموش ہوئے اور کہا کہ اچھا زیادہ نہین۔ آج آپ انکے پاس جائیے اور کہئے کہ ہمین ایک تربوز خود بازار سے لاکر کہلادو موسم کا میوہ ہے۔ کچھ بڑی بات بھی نہین ہے۔ مینے کہا کہ بھلا یہ بھی کچھ فرمایش ہے وہ بولے کہ بس یہی فرمایش ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ خود لاکر کہلائین۔ بلکہ ہم کے پیسے بھی آپ مجھ سے لیجائین۔ مین اسیوقت اُٹھکر پہنچا۔ انشا عادت قدیم کے بموجب دیکھتے ہی دوڑے۔ صدقے قربان گئے جم جم آئے۔ نت نت آئے۔ بلائین لینے لگے۔ مینے کہا۔ یہ ناز و انداز ذرا طاق مین رکھو پہلے ایک تربوز تو لاکر کہلاؤ۔ گرمی نے مجھے جلا دیا۔ انہون نے آدمی کو پکارا۔ مینے کہا کہ آدمی کی سہی نہین تم آپ جاؤ۔ اور ایک اچھا سا شہیدی تربوز دیکھکر لاؤ۔ انہون نے کہا کہ نہین آدمی معقول ہے اچھا ہی لائے گا۔ مینے کہا نہین۔ کہاؤن گا تو تمہارا ہی لایا ہوا کہاؤن گا۔ انہون نے کہا تو دیوانہ ہوا ہے! یہ بات کیا ہے۔ تب مینے داستان سُنائی۔ اُسوقت

اُنہون نے ایک ٹھنڈی سی سانس بہری اور کہا کہ بہائی وہ شخص سچا اور ہم تم دونو جہوٹے ہے کیا کرون؟ ظالم کی قید مین ہون - سودا و بازار کے گہر سے نکلنے کا حکم نہین ہے

تلیسرا رنگ - میان رنگین بیان کرتے ہین کہ مین سوداگری کے لئے گہوڑے لیکر لکہنؤ گیا اور سرا مین اُترا - شام ہوئی تو معلوم ہوا کہ قریب ہی مشاعرہ ہوتا ہے - کہانا کہا کر مین بہی جلسہ مین پہنچا - ابہی دو تین سو آدمی آئے تہے - لوگ بیٹہے باتین کرتے تہے - حقے پی رہے تہے - مین بہی بیٹہا ہون دیکہتا ہون کہ ایک شخص میلی کچیلی روئی دار مرزئی پہنے - سر پر ایک میلا سا پہٹا - گہٹنا پاؤن مین - گلے مین پٹکیون کا توڑا اُڑا لے - ایک ککڑ کا حقہ ہاتہہ مین لئے آیا اور سلام علیکم کہکر بیٹہہ گیا - کسی کسی نے اُس سے مزاج پرسی بہی کی - اُس نے اپنے توبڑے مین ہاتہہ ڈالکر تمباکو نکالا اور اپنی چلم پر سُلگا کر کہا کہ بہئی ذرا سی آگ ہو تو اسپر رکہدینا - اُسیوقت آوازین بلند ہوئین اور گرما گرمی شک ہے جو ان سے لوگ تواضع کرنے لگے - وہ بیدماغ ہوکر بولا کہ صاحب ہمین ہمارے حال پر رہنے دو نہین تو ہم جاتے ہین - سب نے اُسکی بات کی لئے تسلیم اور تعمیل کی - دم بہر کے بعد پہر بولا کہ کیون صاحب ابہی مشاعرہ شروع نہین ہوا؟ لوگون نے کہا - جناب لوگ جمع ہوتے جاتے ہین - سب صاحب آجائین تو شروع ہو - وہ بولا کہ صاحب - ہم تو اپنی غزل پڑہ دیتے ہین! - یہہ کہکر توبڑے مین سے ایک کاغذ نکالا اور غزل پڑہنی شروع کر دی -

کمر باندہے ہوئے چلنے کو یہان سب یار بیٹہے ہین | بہت آگے گئے باقی جو ہین تیار بیٹہے ہین
نہ چہیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی | تجہے اٹکہیلیان سوجہی ہین ہم بیزار بیٹہے ہین
تصور عرش پر ہے اور سر ہے پائے ساقی پر | غرض کچہہ اور دہن مین اس گہڑی مے خوار بیٹہے ہین

بسان نقش پاے رہروان کوئی تمنا مین	نہین اُٹھنے کی طاقت کیا کرین لاچار بیٹھے ہین
یہ اپنی چال ہے افتادگی سے اب کہ پہرون تک	نظر آیا جہان پر سایۂ دیوار بیٹھے ہین
کہان صبر و تحمل آہ ننگ و نام کیا شے ہے	میان رو پیٹ کر ان سب کو ہم یکبار بیٹھے ہین
نجیبون کا عجب کچھ حال ہے اس دور مین یارو	جہان پوچھو یہی کہتے ہین ہم بیکار بیٹھے ہین
بھلا گردش فلک کی چین دیتی ہے کسے انشا	غنیمت ہے کہ ہم صورت یہان دو چار بیٹھے ہین

وہ تو غزل پڑھ - کاغذ پھینک - سلام علیک کہکر چلے گئے مگر زمین و آسمان مین سناٹا ہوگیا اور دیر تک دلون پر ایک عالم رہا جسکی کیفیت بیان نہین ہوسکتی۔ غزل پڑھتے ہین مینے بھی پہچانا - حال معلوم کیا تو بہت رنج ہوا اور گھر پر جاکر پھر ملاقات کی چوتھی دفعہ جو لکھنؤ گیا تو پوچھتا ہوا گھر پہنچا - افسوس جس دروازہ پر ہاتھی جھومتے تھے وہان دیکھا کہ خاک اُڑتی ہے اور کتے لوٹتے ہین - ڈیوڑھی پر دستک دی اندر سے کسی بڑھیا نے پوچھا کہ کون ہے بھائی؟ - (وہ اُنکی بی بی تھین) مینے کہا کہ سعادت یار خان دلی سے آیا ہے - چونکہ سید انشا سے انتہا درجہ کا اتحاد تھا - اُس ضعیفہ نے پہچانا - دروازہ پر آکر بہت روئین اور کہا کہ بھیا اُنکی تو عجب حالت ہے - امی لو مین ہٹ جاتی ہون تم اندر آؤ - اور دیکھ لو - مین اندر گیا - دیکھا کہ ایک کونے مین بیٹھے ہین - تن برہنہ ہے دونون زانوؤن پر سر دھرا ہے - آگے راکھ کے ڈھیر ہین - ایک ٹوٹا سا حقہ پاس رکھا ہے - یا تو وہ شان و شکوہ کے جمگھٹ دیکھتے تھے - وہ گرمجوشی اور چہلون کی ملاقاتین ہوتی تھین - یا یہ حالت دیکھی - بے اختیار دل بھر آیا - مین بھی وہین زمین پر بیٹھ گیا اور دیر تک رویا - جب جی ہلکا ہوا تو مینے پکارا کہ سید انشا - سید انشا - سر اُٹھاکر اُس نظر حسرت سے دیکھا - جو کہتی تھی کہ کیا کرون آنکھ مین آنسو نہین - مینے کہا کیا حال - ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا کہ شکر ہے - پھر اسطرح سر کو گھٹنون پر رکھ لیا کہ نہ اُٹھایا -

بعض فلاسفۂ یونان کا قول ہے کہ مدّتِ حیات ہر انسان کی سانسوں کے شمار پر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہر شخص جسقدر سانس۔ یا جتنا رزق اپنا حصّہ لایا ہے اسیطرح ہر شئے جیسے۔ خوشی کی مقدار۔ اور ہنسی کا اندازہ بھی داخل ہے وہ لکھوا کر لایا ہے۔ ممدوح موصوف نے اُس ہنسی کی مقدار کو جو عمر بھر کے لئے تھی تھوڑے وقت میں صرف کردیا۔ باقی وقت۔ یا خالی رہا۔ یا غم کا حصّہ ہوگیا۔

غزلیات

تیری کی تُہی ادا تُہی چین جبین تُہی
یہ سب تُہی پر ایک نہین کی نہین تُہی

مرنا مرا جو چاہے تو لگجا گلے سے تک
اب کا بہی دم یہ میرا دمِ واپسین تُہی

گر نازنین کے کہنے سے مانا بُرا ہو کچھ
میری طرف تو دیکھئے مین نازنین تُہی

آگے بڑھے جو جاتے ہو کیون کون ہے یہان
جو بات ہمکو کہنی ہے تم سے نہین تُہی

منظور دوستی جو تمہین ہے ہر ایک سے
اچھا تو کیا مضایقہ انشا سے کین تُہی

یہ نہین برق ایک فرنگی ہے
رعد و باران قشونِ جنگی ہے

کوئی دنیا سی کیا بھلا مانگے ؟
وہ تو بیچاری آپ ننگی ہے

واہ دلّی کی مسجدِ جامع
جسمین بُراقِ فرشِ سنگی ہے

حوصلہ ہے فراخ رندون کا
خرچ کی پر بہت سی تنگی ہے

ٹک کہو عیب سارے اُسکے ساتھ
یون کہا جسکو مردِ جنگی ہے

ذرہ وحشت کی دھوم دھام سے تم
وہ تو ایک دیوِ دبنگی ہے

سید جی صاحب آپکی بھی واہ
دھرم صورت عجب گوڈ بنگی ہے

آپ ہی آپ ہے پکار اُٹھتا
دل بھی جیسے گٹھڑی فرنگی ہے

چشمِ بد دور شیخ جی صاحب — کیا اِزار آپکی اوڑہنگی ہے

شیخ سعدی ہی وقت ہے انشاؔ
تو ابوبکر سعدِ زنگی ہے

جگر کی آگ بجھے جس سے جلد وہ شے لا — لگاکے برف مین ساقی صراحی مے لا
قدم کو ہاتھ لگاتا ہون اُٹھ کہین گھر چل — خدا کیواسطے اتنے تو پاؤن مت پھیلا
نکل کے وادی وحشت سے دیکھ اے مجنون — کہ زور دھوم سے آتا ہے ناقۂ لیلا
گرا جو ہاتھ سے فرہاد کے کہین تیشہ — درون کوہ سے نکلے صدا ائے وادیلا

نزاکت اُس گلِ رعنا کی دیکھیو انشاؔ
نسیم صبح جو چھو جائے رنگ ہو میلا

جمال و عظمتِ دادار و خالقِ ملکوت — خیال کرکے یہ کہتا ہون تھا رہی جبروت
نمود سطوتِ پروردگار ہے دیکھو — جہان تلک کہ کرے کام یہ نظر کا سُوت
ہویدا اسمین ہے تمثال جلوۂ واجب — اگرچہ آئینۂ ممکنات ہے ناسُوت
زہے کریم کہ کروبیون کو جس نے دیا — مدام مشغلۂ سیرِ گلشنِ لاہوت
حسنؑ حسینؑ کی خاطر سے بخش دیویگا — گُنہگارون کو قصرِ زمرّد و یاقوت
کہ جسمین سینکڑون حورین ہزارہا غلمان — ہر ایک مثل قمر ہین بدون لیش و بروت
بہ یمن سبحۂ سُبحان ربی الاعلے — عطا کرے جو تفضّل سے قدسیون کا قوت
بغیر اُسکے کرم کے نہین بن آتی بات — ہزار گرچہ پڑہا کیجیو دعائے قنوت

بیانِ ذات کے اوصاف کس سے ہون انشاؔ
صفات جسکی مین حمّال عرش ہین مبہوت

خیال کیجئے کیا آج کام مینے کیا — جب اُن نے دی مجھے گالی سلام مین نے کیا

کہا جو صبر نے دل سے کہ لو خدا حافظ — کہ حق بندگی اپنا تمام مینے کیا

جنون یہ آپکی دولت ہوا نصیب مجھے — کہ ننگ و نام کو چھوڑا یہ نام مینے کیا

لگا یہ کہنے کہ خیر - اختلاط کی خوبی — حوالے یار کے خالی جو جام مینے کیا

جھڑک کے کہنے لگے لگ چلے بہت اب تم — کبھی جو بھول کے اُنسے کلام مینے کیا

کیا زبانئ دل گر بیان - کہ کہتا ہے — صنم کو اپنے غرض ابتو رام مینے کیا

کہین نہ مانیو بہتان ہے یہ سب اُسپر — ہنسی کے واسطے یہ اتہام مینے کیا

تمہارے واسطے تم اپنے دل مین غور کرو — کبھی کسی سے نہو جو مدام مینے کیا

مقیم کعبۂ دل جب ہوا تو زاہد کو — روانہ جانب بیت الحرام مینے کیا

مزا یہ دیکھئے گا شیخ جی رُکے اُٹھے — جو اُنکا بزم مین کل احترام مینے کیا

عجب طرح کے مزے چاندنی مین دیکھے رات — قرار جا کے جو بر پشت بام مینے کیا

ہوس یہ رہ گئی صاحب نے پر کبھی نہ کہا
کہ آج سے تجھے **انشا** غلام مینے کیا

دیوار پھاندنے مین دیکھو گے کام میرا — جب دھم سے آ کہونگا - صاحب سلام میرا

ہمسایہ آپ کے تئین لیتا ہون ایک حویلی — اِس شہر مین ہوا گر چندے مقام میرا

جو کچھ کہ عرض کی ہے سو کر دکھاؤنگا مین — واہی نہ آپ سمجھین یو نہین کلام میرا

اچھا مجھے ستاؤ جتنا کہ چاہو مین بھی — سمجھونگا گر ہے انشاء اللہ نام میرا

مین غش ہوا کہا جو ساقی نے مجھسے ہنسکر — یہ سبز جام تیرا اور سرخ جام میرا

پوچھا کسی نے مجھکو اُنسے کہ کون ہے یہ — تو بولے ہنسکے یہ بھی ہے اک غلام میرا

محشر کی تشنگی سے کیا خوف سید **انشا**
کوثر کا جام دے گا مجکو امام میرا

ہین زور حسن سی وہ نہایت گھمنڈ پر
نامِ خدا انگاہ پڑی کیون نہ ڈنڈ پر

تعویذ لعل ہی کے نہ پہر ہی گھمنڈ پر
ایک سیلا ڈورا باندھی اس گو رہو ڈنڈ پر

یارب سدا سہاگ کی مید ہی رچا کری
پہنتی پہپن کہپین - رہی آفت ارنڈ پر

یہہ ناٹر مہری کاٹ کے دی کسنی اسقدر
جو تم رگڑ رہی ہو سہ وہی کرنڈ پر

دو تین دن تو ہو چکے اب پہر چلو وہین
فیروز شہ کی لاٹھہ کے اس چوبتی کھنڈ پر

وہ پہلوان سادہ لب جو پہ ڈنڈ پیل
بولا کہ کوئی فتش ہو تو ایسی گہمنڈ پر

گلبرگِ تر سمجھہ کے لگا بیٹھی ایک چونچ
بلبل سمار ہی زخم جگر کے کہرنڈ پر

انشا بدلکر قافیے رکہہ جہیڑ چہاڑ کے
چڑہ بیٹھا ایک اور بجہیرے اکنڈ پر

یہ جو مہنت بیٹھی ہین رادہا کے کنڈ پر
آدتا رہنکو گرتے ہین پریونکے جہنڈ پر

اے موسم خزان لگے آنکو تیری آگ
بلبل اداس بیٹھی ہی اک سوکہی ڈنڈ پر

شیو کے گل سے پاربتی جی لپٹ گئین
کیا ہی بہار آج ہی برہما کے رنڈ پر

راجہ جی ایک جوگی کے چیلے پہ غش ہین آپ
عاشق ہوئی ہین واہ عجب لنڈ منڈ پر

انشا نے سنکے قصۂ فرہاد یون کہا
کرتا ہی عشق چوٹ تو ایسی ہی منڈ پر۔

غزل آزادون کے لہجہ مین

جو چاہیے تو مجھہ سے ہنسوڑ ہی کی خیر
تو یون دیکھہ اس گہوڑی جوڑی کی خیر

کدا دے نشہ کے مرے رخش کو
میان ساقی اس سلفی کوڑہی کی خیر

دکہائی مجہی سیرِ باغِ ارم
الٰہی ہو اس سبزہ گہوڑے کی خیر

ہنسایا جو مینے تو بولے۔ ہہنین
نظر آتی کچھہ اس لنگوٹے کی خیر

لگا بیٹھا انشا کو ٹھوکر تو ایک
اری اپنے سونے کے توڑے کی خیر

مستزاد

گو صولتِ اسکندر و گو حشمت دارا — اے صاحب فطرت
پڑھ فاعتبروا یا اولی الابصار کا آیا — تا ہو تجھے عبرت

مستانہ جو مینے قدحِ بنگ چڑھایا — در عالم وحشت
تب خضر پکارا کہ ہنیٔ قادر مر آیا — اب دیکھ حلاوت

ہے جی مین فقیرون کی طرح کھینچ لنگوٹا — اور باندھ کے ہمت
جا کنجِ خرابات مین ٹک گھوٹئے سبزا — یون کیجے عبادت

اے حضرت عشق آئے سائین اجی مولا — یہان کیجے عنایت
مرشد مرے مالک مرے ہادی مرے داتا — دیجے مجھے نعمت

ماتھے پہ مرے خط الف اللہ کا کھینچو — سونپو مجھے دستر
تم مونڈ گرو بیرے یہ بندہ ہو اچیلا — جی سے کرے خدمت

مین خاک نشین ہونگا گروہ فقرا سے — کیا سمجھے ہو مجکو
رومال چھڑی لیکے جو ٹک کھیلون اودا سا — دکھلاؤن کرامت

گر سیر کنان دیر مین جا نکلون تو بولون — ناقوس کو سُنکر
ہان برہمن بتکدہ عشق ست صدا را — ہے تجھسے ہی الفت

خوش رہتے ہین چار ابرو کی بتلا کے صفائی — مانند قلندر
نہ ہمکو غمِ دزد نہ اندیشہ کالا — ہے خوب فراغت

درویش بلا نوش بلا چٹ ہین میان دو — بینک مین جو آوین

افعی کو مسل کر کرین افیون کا گھو لا — ہین ایسی ہی آفت

گاڑہی ہین ہم اُس سحر ہی جو خٹکے کو ملا کر — للکار ہی تہا یو ہین
دیتا ہون ملا کنگرۂ عرشِ معلّےٰ — رکہتا ہون طپانچہ

آزادون کے لہجہ مین غزل تو نے سنائی — از بہرِ تفنّن
اَب اپنی تو بولی کے کچہہ اشعار کہہ انشا — ہو جسمین ظرافت

ہی نام خدا اوا چہڑی کچہہ زور تماشا — یہ آپ کی رنگت
گات ایسی غضب تہر بہین اور جہمکڑا — اللہ کی قدرت

مینے جو کہا ہو مین ترا عاشق شیدا — اَی کانِ ملاحت
فرمانے لگے ہنسکے سنو اور تماشا — یہ شکل یہ صورت

الحاد و تصوّف مین جو تہا فرق بہم یہان — اصلا نہ رہا کچہہ
پردہ جو تعیّن کا محبت نے اوٹہا یا۔ — کثرت ہوئی وحدت

تاثیر ہی کیا خاک مین اس نجد کی کہدے — تو مجہکو تو باری
ہر پہر کے جو آنکلے ہی یہان ناقۂ لیلےٰ — اَی جذبِ محبّت

کعبہ کا کرون طوف کہ بتخانہ کو جاؤن — کیا حکم ہے مجہکو
ارشاد مری حق مین بہی کچہہ ہووی گا آیا — اَی پیرِ طریقت

ہون پَر تو روح القدس اس عہد مین مین بہی — عیسےٰ کی طرحسی
یون چاہئی بیساختہ رہبان کلیسا — میری کرہی بیعت

آئی جو مرے گہر مین وہ شب راہِ کرم سے — مین موندہی کنڈی
منہہ پہیر لگی کہنے تعجب سے کہ یہ کیا؟ — اَین تیری یہ طاقت؟
لوٹا کرین اس طور مزے غیر ہمیشہ — ٹک سوچو تو دلمین

ترسا کرے ہر وقت یہ بندہ ہی تمہارا   اللہ کی قدرت

دیوارِ چمن پھاند کے پہنچے جو ہم اُن تک   اِک تاک کی اوجھل
ترسان ہو یہ فرمانے لگے کوٹ کے ماتہا   آے وائے فضیحت!

خورشید چھپا شام ہوئی شیخ جیو صاحب   اب دیکھئے کیا ہو
چڑیون نے لیا آکے درختون پہ بسیرا   چُون چُون کرو حضرت

لے برق کی زنجیر کو تک سونڈ مین اپنی   آئے ابر کے ہاتہی
سیندور لگا ماتہے پہ اس رنگِ شفق کا   با عظمت و شوکت

چل آٹہون کے میلے کی ذرا دید کرین ہم   ہے سیر کی جاگہہ
سم بیٹہہ چڑہا یارون کے پہر میل پہ گدوا   مت رعد کی سُن دہشت

شب محفل ہولی مین جو وارد ہوا زاہد   رندون نے لپٹ کر
ڈاڑہی کو دیا اُسکی لگا بذر قطونا   اور بجنے لگی گت

تب منہ سے کہنے لگے تک پر بلونا جو   رکہہ ناک پہ اُنگلی
اور آئے جی آئے سے بُرا ماننے سو بہڑوا   ہے موسم عشرت

کشمیری معلم کو جو اِک طفل نے ناگہہ   انگور کے دانے
لا کر دئے اور اُسنے کہا کہائیے میوا   ہے قسمِ ولایت

ہجہ مین تکشمر کے مقطع ہو یہ بولے   شاگرد سے اپنے
بل سامنے سو میرے اُتا کر نہین لیجا   یہ مین نہین لذت

یہ سا تہہ اُنگر تاک ہے برو جیسے تجہکو   سو کو دکہے دشمن
بابا یہ تو کیا ہے یہ جو چہٹا زانت ہے اُسکا   کانا تہ لیئے مت

ب اور ردیف اور قوافی مین غزل پڑہ   لیکن اسی ڈہب سے

تا شاعرون کے آگے ہو اس بزم مین انشا ظاہر تری شوکت
لینے جو بلائین لگے ہم آپ کی جٹ جٹ تو بول اٹھے جھٹ
چل جا ابے رہ واہ زبردہو بری ہٹ ہے یہہ بہی بناوٹ

ان انکھون کو مین حلقۂ زنجیر کرونگا ایسا ہی بلا ہول
چھوڑون ہون کوئی آپ کی دروازے کی چوکھٹ جب تک نہ کُہاے ہٹ

مرجائے لہو چہانٹ نہ کونگا ہو وہ کیو نکر جو شخص کہ دیکھے
سُرخی تیری آنکھون کی اور ابرو کی کہچاو سُرمہ کی گہلاوٹ

ہے معدن انوار الٰہی دل عاشق سو جو تو عزیزو
اس چہوٹی سی جاگہہ مین یہ وسعت یہ سماو اللہ رے جمگہٹ

کیا پھبتی ہے اے نام خدا واچھڑے آہا ہونٹھون پہ تمہاری
ایک بوسہ کے صدمہ سے دُہوان دھار لاہٹ مِسّی کی اوداہٹ

مین روپ بدل اور ہی چپکی سے جو پہونچا بیٹھے تھے جہان وہ
سُن کہنے لگے میری دبیے پاؤن کی آہٹ ہے ایک تو نٹ کہٹ

تہی گرم یہہ کچھ مجلس مے رات کہ ساقی سب کہتے تہے زاہد
ہے توبہ شکن آج صراحی کی غٹاغٹ بہلّہ رے جماوٹ

اے واہ رے بالید گی اور چنپئی رنگت یہ گات یہ سج دہج
اور جامہ شبنم کی وہ چولی کی پہساوٹ بازو کی گلاوٹ

مت چہیڑو مجہے دیکہو ابہی کہنے لگو گے اچہا کیا تمنے
چولی میری ٹکرے ہوئی دامن بہی گیا پہٹ لگ جائیگی یہہ رٹ

ہے نور بصر مردمک دیدہ مین پنہان لون جیسی کہنہیا

سو اشک کی قطروں سے پڑا کھیلی ہے جھرمٹ — اور آنکھین ہین تنگمٹ
اے عشق اجی آدھمار اجون کے راجہ — ڈنڈوت ہے ہمکو
کر بیٹھے ہو تم لاکھون کڑوڑون ہی کو سر چٹ — ایک آن مین چٹ پٹ
پھرتا ہے سما آنکھون مین ابتک وہی لنشا — ہے ظالم ارے کیون
باہم وہ لپٹ سونمین آجانی رُکاوٹ — وہ پیار کی کروٹ
وہ سیج بھری پھولونکی مخمل کے وہ تکیے — کمخواب کی پوشش
پہ دی وہ تمامی کی وہ سونیکا جھپرکھٹ — اور اُسکی سجاوٹ

ہے یہ اُس مہ جبین کی تصویر — یا کسی حور عین کی تصویر
بن گئی دود آہ مجنون مین — ایک محمل نشین کی تصویر
اپنے داغ جگر مین سوجھی ہے — مجھکو اُس نازنین کی تصویر
دیکھ لے اُسکی چین پیشانی — ہے یہ خاقان چین کی تصویر
نظر آتی ہے اشک انشا مین — جبرئیل امین کی تصویر

جل گئے سینہ سے سینے پھر یہ کیسا اضطراب — مرمٹے پہ بھی گیا اپنے نہ دل کا اضطراب
کیون پڑی تھلکین نہ آنکھین آنسوؤنکی بوجھ سے — ہے دل صد پارہ کو سیماب کا سا اضطراب
رو چکا یہ حال ہے یہان قافلہ سے پڑ کے دور — کر رہی ہو جسطرح محمل مین لیلا اضطراب
پوچھتے کیا ہو کہ تیرے دلمین کیا ہے مجھسے پوچھ — اور کیا یہان خاک ہو گی جوش پا اضطراب
دم لگا گھٹنے اجی مین کیا کہون کل رات کو — تم نہ آئے تو کیا یہان جی نے کیا کیا اضطراب
کیا غضب تھا پہاند کر دیوار آدھی رات کو — ڈھم سے میرا کودنا اور وہ تمہارا اضطراب
تھا وہ دھڑکا پر مزے کے ساتھ مقصد اُسکو جی — پھر کرے اپنے نصیب اللہ ویسا اضطراب
اُسکی چاہت مین جوانی اپنی جو تھی چل بسی — ہے پر ابتک جی کو ایک جلبلیکا تیسا اضطراب

پیر و مرشد کا یہ مصرع حسبِ حال انشا کے ہے
مرمٹے پر بھی گیا اپنے نہ دل کا اضطراب

غزل بر مصرع سعادت علیخان

بگڑی ہی تو نہیں ہے یہ فراسیس کی ٹوپی ۔۔۔ یہاں وقت سلام اُترتی ہے ابلیس کی ٹوپی
ہے شیخ کے سر ایسی ہی تلبیس کی ٹوپی ۔۔۔ جس سے کہ بڑی کانپتی ہے ابلیس کی ٹوپی
دیتے ہیں کلہ اپنے مرید ونکو جو صوفی ۔۔۔ کہتے ہیں یہی تھی سر جرجیس کی ٹوپی
سُنو چکی ہی ہوئی ہے یہ منقش کہ جہان میں ۔۔۔ ایسی تو نہ ہوگی کسی سائیس کی ٹوپی
ہُد ہُد کو خوشی تب ہوئی جسدم نظر آئی ۔۔۔ ہاتھوں میں سلیمان کے بلقیس کی ٹوپی
کل سوزن عیسے میں پروخط شعاعی ۔۔۔ خورشید نے سی حضرت ادریس کی ٹوپی

ق

کیوں واسطے جراب کے مری ہو حاضر ۔۔۔ غلمان کی اور حور فرادیس کی ٹوپی
پریوں کے گھر دمیں وہی جو رکھی ہے مزیزن ۔۔۔ جن پاس ہو جنو تکی جو اسیس کی ٹوپی
ممکن ہو تو مہر دیکھو بنا کر ترے سر پر ۔۔۔ زر لفت مہ و زہرہ و برجیس کی ٹوپی
انگریز کے اقبال کی ہے ایسی ہی رنگی ۔۔۔ آرو پختہ ہے جسمیں فراسیس کی ٹوپی

انشا مرے آقا کی سلامی کو جھکے ہے
کشکان سراپردۂ تقدیس کی ٹوپی

عجب کیوں نہ آوے ساقی نظر آفتاب اُلٹا ۔۔۔ کہ پڑا ہے آج خم میں قدحِ شراب اُلٹا
عجب اُلٹے ملک کے ہیں آجی آپ بھی کہ تمسے ۔۔۔ کبھی بات کی جو سیدھی تو ملا جواب اُلٹا
چلے تھے حرم کو رہ میں ہوئے اک صنم کے عاشق ۔۔۔ نہ ہوا ثواب حاصل یہ ملا عذاب اُلٹا
یہ شب گزشتہ دیکھا وہ خفا سے کچھ ہیں گویا ۔۔۔ کہیں حق کرے کہ ہووے یہ ہمارا خواب اُلٹا
ابھی جھڑ لگا دے بارش کوئی مست ہاے نعرہ ۔۔۔ جو زمیں پہ پھینک مارے قدحِ شراب اُلٹا
یہ عجب ماجرا ہے کہ بروزِ عیدِ قربان ۔۔۔ وہی فتح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا
ہے گو دعا یہ جو چھوٹے تو نہیں ملاتی تیور ۔۔۔ ہے لو دیکھنا کچھ تماشا یہ سنو عتاب اُلٹا

کہیں ہو چھپا ہو دیکھتے کیا میرے دل اُچٹ گئے کو — وہ گنہ تو کہہ وہ جس سے کہ یہ دو خراب اُلٹا

غزل اور قافیوں میں نہ کہی سو کیونکہ انشا
کہ ہوا نے خود بخود آ ورق کتاب اُلٹا

مجھ جیسے کو ساقی نے دیا جو جام اُلٹا — تو کیا یہاں کریں اُسے ایک سلام اُلٹا
سحر ایک ماش پینکا مجھے جو کہا کہ اُن نے — تو اشارا میں نے مارا کہ ہے لفظ شام اُلٹا
یہہ بلا دہواں نشا ہے مجھے رنگ ہی ساقی — کہ نظر پڑے ہے سارا در و صحن و بام اُلٹا
بڑھوں اُس گلی سے کیونکر کہ وہاں تو میرے دلکو — کوئی کھینچتا ہے ایسا کہ پڑے ہے گام اُلٹا
در میکدہ سے آتی مہک ایسی ہے پری کی — کہ بچھاڑ کھا کر اُدہر ہی دل تشنہ کام اُلٹا
نہیں آپ جو دیے بوسہ تو سلام کیوں لیا تا — مجھے آپ سے دیجے وہ مرا سلام اُلٹا
لگے کہنے اب توقع تجھے ہم کہاں کریں تجھے — کہیں اُنکو گہر سے بڑھ کر جو مرا غلام اُلٹا
مجھے کیوں نہ مار ڈالے تری زلف اُلٹ کر کے — کر سکا ہے تو نے اُسے لفظ رام اُلٹا
نہ سمجھیں ہیں ہمارے ہم تو بہلے آدمی ہیں یارو — ہمیں کچھ جو سمجھے سو خود ڈال کے دام اُلٹا
تو جو بات تو نہیں رکیگا تو یہ جانونگا کہ سمجھا — مری جان و دل کے مالک نہ مرا کلام اُلٹا

نقط اس لفافہ پر ہی کہ خط آشنا کو بھیجے
تو لکھا ہے اُسنے انشا یہ ترا ہی نام اُلٹا

اگر تو سے چاندنی کے ہے صحن باغ ٹھنڈا — ہو لوگی سیج پر آکر دہی چراغ ٹھنڈا
شفقت سے ہاتھ تو دہر تک دلپہ میرے تو ہو — ہے آگ سا دہکتا سینہ کا داغ ٹھنڈا
مے کی صراحی ایسی لا برف میں لگا کر — جسکے دہوئیں سے ہو دے ساقی دماغ ٹھنڈا
تجنیس جس زمین کی ہو جو تب جسم یارو — اُسنے مدام پایا اُسکا ایاغ ٹھنڈا

میں ایک شخص لائے حسن کی شراب انشا
دہو دہا گلاب دیکر رکھ دیا ایاغ ٹھنڈا

شیخ غلام ہمدانی مصحفی

مصحفی تخلص۔ غلام ہمدانی نام۔ باپ کا نام ولی محمد۔ امروہہ کے رہنے والے تھے۔ آغازِ جوانی تھا جو دِلی میں آکر طالب علمی کی۔ طبیعت میں موزونیت خداداد تھی اُسمیں قوت بہم پہنچائی ابتدا سے غربت اور مسکینی اور ادب کی پابندی طبیعت میں تھی۔ ساتھ اسکے خوش خُلقی اور خوش مزاجی تھی جسنے بزرگانِ دہلی کی صحبتوں تک رسائی دی تھی۔ مشاعرہ بھی کیا کرتے تھے۔ انہی سامانوں کا سبب تھا کہ سب شاعر اور معزز اشخاص اُسمیں شامل ہوتے تھے۔ دِلی کا اُسوقت یہ عالم تھا کہ خود وہانکے گھرانے گھر چھوڑ چھوڑ کر نکلے جاتے تھے

لکھنؤ جاتے ہیں

اسلئے انہیں بھی شہر چھوڑنا پڑا۔ وطن یہاں نہ تھا مگر دِلی میں خدا جانے کیا میٹھا ہے کہ خود کہتے ہیں۔

دِلی کہیں ہیں جسکو زمانہ میں مصحفی ــ میں رہنے والا ہوں اُسی اُجڑے دیار کا

اسیطرح اپنے کلام میں اکثر جگہہ دِلی کے رہنے کا فخر کیا کرتے ہیں۔ غرض آصف الدولہ کا زمانہ تھا کہ لکھنؤ پہنچے۔ اور مرزا سلیمان شکوہ کی سرکار میں (جو دِلی والوں کا معمولی ٹھکانا تھا) ملازم ہوئے۔ چنانچہ اکثر غزلوں میں بھی اسکے اشارے ہیں ایک شعر انہیں سے ہے۔

تختِ طاؤس پہ جب ہووے سلیماں کا جلوس ــ مورچھل ہاتھ میں میں بالِ ہما کا لیلوں

غرض زبان کثرتِ مشق سے اپنی اُستادی کو خاص و عام میں مسلم الثبوت کیا۔ علمیت کا حال معلوم نہیں مگر تذکروں سے اور خود انکے دیوانوں سے ثابت ہے کہ زبانِ فارسی اور ضروریاتِ شعری سے باخبر تھے اور نظم و نثر کی کتابوں کو اچھی طرح دیکھکر معلوماتِ وسیع اور نظرِ بلند حاصل کی تھی۔

شیخ مصحفی کی لیاقت اور استعداد

شوق کا یہ حال تھا کہ لکھنؤ میں ایک شخص کے پاس کلیاتِ نظیری تھا۔ اُس زمانہ میں کتاب کی قدر بہت تھی۔ مالک اُسکا بسبب نایابی کے کسیکو عاریۃً بھی نہ دیتا تھا۔

شوق کمال

اِتنے پر بات پر راضی ہوا کہ خود آکر ایک جزو لیجایا کرو - وہ دیکھ لو تو واپس کرکے اَور لیجایا کرو
- اِنکا گھر شہر کے اِس کنارہ پر تھا - اور وہ اُس کنارہ پر - چنانچہ معمول تھا کہ ایکدن دَرمیان
وہان جاتے اور جزو بدلکر لے آتے - ایکدفعہ جب وہانسے لاتے تو پڑھتے آتے - گھر آکر
نقل یا خلاصہ کرتے اور جاتے ہوئے پھر پڑھتے جاتے - ہم لوگونکے حال پر افسوس ہے
آج چھاپہ کی بدولت وہ وہ کتابین کہ کانون پر پڑی ہین جو ایک زمانہ مین دیکھنے کو نصیب نہ تھین
مگر بے پروائی ہمین آنکھ اُٹھا کر نہین دیکھنے دیتی - تعجب ہے اُن لوگونسے جو شکایت کرتے ہین
کہ پہلے بزرگون کی طرح اب لوگ صاحبِ کمال نہین ہوتے - پہلے جو لوگ کتاب دیکھتے تھے تو
مضمون کو اِسطرح دل و دماغ مین لیتے تھے جس سے اُسکے اثر دلونمین نقش ہوتے تھے
آجکل کے لوگ پڑھتے بھی ہین تو اِسطرح صفحونسے عبور کر جاتے ہین - گویا کیمیا اُن مین کیا
گھس گئی ہین جہان منہ پڑ گیا ایک بکٹا بھی بھر لیا - باقی کچھ خبر نہین - ہوش کا حال
اِن کی گردن پر سوار ہے - وہ دبائے لیئے جاتا ہے یعنے امتحان پاس کرکے ایک سند لو
کوئی نوکری لیکر بیٹھ رہو - اور افسوس یہ ہے کہ نوکری بھی نصیب نہین -
محاوراتِ قدیم مین اُنہین میر سوز - سودا - اور میر کا ایک آخری ہمزبان سمجھنا چاہیئے
وہ سیّد انشا اور جرأت کی نسبت دیرینہ سال تھے - یا تو بڑھاپے نے پرواز کے بازو
کر دیئے تھے - یا قدامت کی مُحبّت نئی شے کے حسن کو حسین کرکے نہ دکھاتی تھی - جیسے آزاد
ناقابل کہ ہزار طرح چاہتا ہے - مگر اِسکا دل نئی شایستگی سے کسی عنوان اثر پذیر نہین ہوتا
شیخ موصوف نے لکھنؤ مین صدہا شاعر شاگرد کیئے مگر یہ اب تک کسی تذکرہ سے نہین معلوم
ہوا کہ وہ خود کسکے شاگرد تھے[۲۵] - اِنہون نے بڑی عمر پائی - اور اپنے کلام مین اِسکے اشارے
بھی کیئے ہین - بڑھاپے مین پھر شادی کی تھی - طبیعت کی رنگینی نے مسی کی مدد سے
دانتون کو رنگین کیا تھا - چنانچہ سیّد انشا نے اِنکی ہجو مین سب اشارے کیئے ہین

[۲۵] سراپا سخن مین لکھا ہے کہ اماانی کے شاگرد تھے -

جب تک زندہ رہے لکھنؤ مین رہے - اور وہین ۱۲۴۰ھ مین فوت ہوئے - سید انشا - جرات - میر حسن - وغیرہ شعرا انکے ہمعصر ہین -

تصنیفات

تمام تذکرے گواہی دیتے ہین کہ انکی تصنیفات مین چھ دیوان اردو کے تمام و کمال ہین - جنمین ہزارون غزلین - اور بہت سے قصیدے - اور اور ابیات - اور رباعیان اور مصمولی تضمنین ہین - چنانچہ ایک قصیدے کے دعائیہ مین کہتے ہین -

مصحفی آج دعا مانگے ہے تجھسے یارب	ایکہ ہے ذات تری سب پہ غفور اور رحیم
یہ جو دیوان چھون اسکے ہین مانند سہیل	بزم شاہان مین لباس انکا رہے جلد ادیم

دیوان ہفتم ہشتم

دو تذکرے شعراے اردو کے - ایک تذکرہ فارسی کا - اور ایک دیوانِ فارسی لکھا - مگر راقم کے پاس جو انکے دیوان ہین - انمین سے ایک پر - دیوان ہفتم لکھا ہے - اور ایک دیوان اور ہے - اوسمین سید انشا کے جھگڑے بھی ہین یہ آٹھوان ہوگا کہ سب سے آخیر ہے

راے غزلو

دیوان انکی اُستادی کو مسلم الثبوت کرتے ہین - انواع و اقسام کی صدہا غزلین ہین - جو غزلین نہایت سنگلاخ زمینو نمین لکھی ہین اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ کثرتِ مشق سے کلام پر قدرتِ کامل پائی ہے - الفاظ کو پس و پیش اور مضمون کو کم و بیش کر کے اِس دروبست کے ساتھ شعر مین کھپایا ہے کہ جو حق اُستادی کا ہے ادا ہو گیا ہے - ساتھ اِسکے اصلِ محاورہ کو بھی ہاتھ سے نہین جانے دیتے - ایسے موقع پر کچھ کچھ سودا کا سایہ پڑتا ہے - جہان سادگی ہے وہان ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میر سوز کے انداز پر چلتے ہین - اِسی کوچہ مین اکثر شعر میر صاحب کی بھی جھلک دکھاتے ہین مگر جو اُنکے جوہر ہین وہ اُنہی کے ساتھ ہین - یہ اُس ڈھنگ مین کہتے ہین تو پسندیدہ ہو جاتے ہین - ہان یہ ہے کہ طبیعت روان تھی - پُر گوئی کے سبب سے وہ لطف کلام مین پیدا نہوا - غزلو نمین سب رنگ کے شعر ہوتے تھے - کسی طرز خاص کی خصوصیت

۱ بڑھاپے نے بجھا بھی کر دیا تھا چنانچہ ساتوین دیوان مین ہے - مصحفی آپکو دانستہ بنایا ہے ہم ہیچ تا مجکو نہ پہچے سخن گو سے ۔ ۵ عمر نے جب عشرۂ ہشتم مین کہا ہے قدم ۔ مصحفی کیا ہو سکے مجھ سے اداے زلف ۔ ۔ آٹھوان دیوان اسکے بعد لکھا تو مرنے کے قریب ہوگئے

نہین ۔ بعض تو صفائی اور چستگی میں لاجواب ہین ۔ بعضی مین یہی معمولی باتین ہین جنہین ڈھیلی ڈھیلی بندشون نہین باندھ کر پھیر پھیر برابر کہتے چلے گئے ہین ۔ اسکا سبب یا تو پُرگوئی ہے جسکی تفصیل آگے آتی ہے یا دلی اور امروہہ کا فرق ہے ؛

قصیدے خوب ہین اور اکثر انہین نہایت مشکل زمینون میں ہین ۔ کچھ حمد و نعت ۔ کچھ مرزا سلیمان شکوہ ۔ اور حکام لکھنؤ کی شان میں ہیں ۔ انہین بڑے بڑے الفاظ بلند مضمون فارسی کی عمدہ ترکیبیں ۔ اونکی درست نشستین ۔ جو جو اُسکے لوازم ہین سب موجود ہیں ۔ البتہ سید انشا کی جیسی اور جوش و خروش کی تاثیر کم ہے ۔ شاید کثرت کلام نے اُسے دھیما کر دیا کیونکہ دریا کا پانی دو پہاڑون کے بیچ میں گھٹکر بہتا ہے ۔ تو بڑے زور شور سے بہتا ہے ۔ جہان پھیلکر بہا ہے وہان زور کچھ نہین رہتا ۔ یا شاید ضروری فرمایشین اتنی مہلت نہ دیتی ہونگی کہ طبیعت کو روک کر غور سے کام سر انجام کرین ۔

فارسی دیوان ہند کے شعراے ہج الوقت سے کچھ زیادہ نہین ۔

تذکرے خوب لکھے ہیں اور چونکہ اُستادون کے زمانے سے قریب تھے اور سن رسیدہ لوگون کی صحبت کے موقع حاصل تھے اسلئے اچھے اچھے حالات بہم پہنچائے ہین ۔ اور انہین اپنے کل شاگردون کی بھی فہرست دی ہے ۔

اکثر واقعات کی **تاریخین** لکھی ہین اور خوب لکھی ہین ۔

غرض شعر کی ہر شاخ کو لیا ہے اور جو قواعد و ضوابط اُسکے پُرانے اُستادون نے باندھے ہین اُنکا حق حرف بحرف بلکہ نقطہ بنقطہ پورا ادا کیا ہے ۔ ہان اپنے ہم عصرون کی طرح طبیعت مین چلبلاہٹ اور بات مین شوخی نہین پائی جاتی کہ یہ کچھ اپنے اختیار مین نہیں ۔ خداداد بات ہے ۔ سید انشا ہمیشہ قواعد کے رستے سے ترچھے ہو کر چلتے ہین مگر وہ انکا ترچھا پن بھی عجب بانکپن دکھاتا ہے ۔ یہ بھی مطلب کو بہت خوبی ۔ اور خوش اسلوبی سے ادا کرتے

ہین مگر کیا کرین کہ وہ امروہہ پن نہین جاتا ذرا اکڑ کر چلتے ہین تو اُنکی شوخی بُڑھاپے کا ناز بے نمک معلوم ہوتا ہے۔ سید انشا سیدھی سادھی باتین بھی کہتے ہین تو اِس انداز سے ادا کرتے ہین کہ کہنا اور سُننا گھنگرو ہو رقص کرتا ہے اور چٹخارے بھرتا ہے۔ اِنکا یہ حال ہے کہ اُصول سے ناپ کر اور قواعد سے تول کر بات کہتے ہین۔ پھر بھی دیکھو تو کہین بہکے ہین اور کہین بیٹھے ہین۔ سچ کہا ہے کہنے والے نے کہ فصاحت اور بلاغت کے لیئے کوئی قاعدہ نہین۔ جسکی زبان مین خدا مزہ دیدے ہزار اصول و قواعد کی کتابین اُس پر قربان ہین۔

شعر میگویم بہ از آبِ حیات	من ندانم فاعلاتن فاعلات

ظرافتِ طبع کا اند

ایک سقنی کو دیکھکر شیخ صاحب کی شوخیِ طبع کے منہ مین پانی بھر آیا ہے۔ اُس غزل کے چند شعر کہ ظریفانہ انداز مین ہین ملاحظہ فرمائیے۔

پانی بھرے ہے یار وہان فیروزی دوشالا	لُنگی کی سج دکھا کر سقنی نے مار ڈالا
کاندھے پہ مشک لیکر جب قد کو خم کرے ہے	کافر کا نشۂ حسن ہو جاسے ہے دوبالا
دریاے خون مین کیونکر ہم نیم قد نہ ڈوبین	لُنگی کے رنگ سے جب وان ناگہر ہو لالا[25]

یہ سب کچھ صحیح مگر جس شخص کا قلم آٹھ دیوان لکھکر ڈالدے اُسکی اُستادی مین کلام کرنا انصاف کی جان پر ستم کرنا ہے۔

کثرتِ مشق اور پُرگوئی

اِنکی مشاقی اور پرگوئی کو سب تذکرونمین تسلیم کیا ہے۔ سن رسیدہ لوگون کی زبانی سُنا کہ دو تین تختیان پاس دھری رہتی تھین۔ جب مشاعرہ قریب ہوتا تو اُنپر اور مختلف کاغذون پر طرحِ مشاعرہ مین شعر لکھنے شروع کرتے تھے۔ اور برابر لکھے جاتے تھے۔

غزلین بیچتے تھے

لکھنؤ شہر تھا۔ عین مشاعرہ کے دن لوگ آتے۔ ۸ سے سے عصر تک اور جہان تک کسی کا شوق مدد کرتا وہ دیتا۔ یہ اُسمین سے ۹ ۔ ۱۱ ۔ ۲ شعر کی غزل نکالکر حوالہ کر دیتے اُنکے نام کا مقطع کر دیتے تھے اور اصل سبب کمزوری کا یہ تھا کہ بُڑھاپے مین شادی بھی

سستی کا سبب

[25] عبرۃ۔ اگرچہ غزل مذکور ہزل ہے مگر قابلِ عبرۃ یہ امر ہے کہ نامی آدمی کے نام کے ساتھ لگ کر گمنامی بھی نام پاتی ہے چنانچہ جبتک شیخ مصحفی کا نشانِ ناموری بلند رہے گا۔ اُسی مین کہار روے کی لنگی کا پھریرا بھی لہراتا رہے گا۔

کی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے تو ایک سالا تھا وہ شعر چھینکر لیجاتا۔ پھر سب کو دے لیکر جو کچھ بچا وہ خود لیتے اور انہین کچھ لون مرچ لگاکر مشاعرہ مین پڑھ دیتے۔ وہی غزلین دیوانون مین بھی چلی آتی ہین۔ بلکہ ایک مشاعرہ مین جب شعرون پر بالکل تعریف نہوئی تو انہون نے تنگ ہوکر غزل زمین پر دے ماری اور کہا کہ رے فلاکت سیاہ جسکی بدولت کلام کی یہ نوبت پہنچی ہے۔ کہ اب کوئی سنتا بھی نہین۔ اِس بات کا چرچہ ہوا تو یہ عقدہ کھلا کہ انکی غزلین بکتی ہین۔ اچھے اچھے شعر تو لوگ مول لیجاتے ہین جو رہ جاتے ہین وہ اِنکے حصہ مین آتے ہین۔

پانی پت کے ایک شخص اس زمانہ مین چکلے داری کے سبب سے لکھنؤ مین رہتے تھے انکے ہان شیخ مصحفی بھی آیا کرتے تھے۔ ایک دن کاغذ کا جزو ہاتھ مین لئے آئے اور الگ بیٹھکر کچھ لکھنے لگے۔ سامنے ایک ورق رکھا تھا۔ اُسے دیکھ دیکھکر اسطرح لکھے جاتے تھے جیسے کوئی نقل کرتا ہے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا ہے جسکی آپ نقل کر رہے ہین۔ لائیے مین لکھدون۔ انہون نے کہا کہ ایک شخص نے کچھ مضمون مثنوی مین لکھوانے کے لئے فرمایش کی تھی۔ اُسکا تقاضا مدت سے تھا۔ کچھ تو مجھے یاد نہ رہا تھا کچھ فرصت نہوتی تھی۔ آج اُسنے بہت شکایت کی اور مطلب لکھکر دیدیا۔ وہ نظم کر رہا ہون۔ اِس سے روانی طبع اور مشق سخن کو قیاس کرنا چاہئے۔

ایک مشاعرہ مین میر تقی مرحوم بھی موجود تھے۔ شیخ مصحفی نے غزل پڑھی۔

تنہا نہ وہ ہاتھون کی حنا لے گئی دل کو	مکھڑے کے چھپانے کی ادا لے گئی دل کو

جب یہ شعر پڑھا

یہان لعل فسون ساز نے باتون مین لگایا	دے پیچ اُدھر زلف اڑا لیگئی دل کو

تو میر صاحب قبلہ نے بھی فرمایا کہ بھئی ذرا اس شعر کو پھر پڑھنا۔ انکا اتنا کہنا ہزار تعریفون کے

برابر تھا۔ شیخ موصوف اسقدر الفاظ کو فرمانِ آل تمغا اپنے کمال کا سمجھے بلکہ کئی دفعہ اُٹھ اُٹھکر سلام کئے۔ اور کہا کہ مین اِس شعر پر اپنے دیوان مین ضرور لکھونگا کہ حضرت نے دوبارہ پڑھوایا تھا۔ وہ اپنی غزلون مین مُلکی خصوصیتون کے مضمون بھی باندھتے ہین مگر نہ اپنے ہمعصر سیّد انشا کی طرح بہتات سے نہ جراتؔ کی طرح کمی سے چنانچہ کہتے ہین۔

ملکی خصوصیتون کے مضامین باندھتے تھے

دیکھا نہ بیٹھے ہنا مین جب خشکہ پشاوری
لینے برنج آئے مصحفی وہ اپنی پیشاور کئی

نہ کیونکہ سیر کرے شبر دو نکے سینون مین
جو خالِ چشم کہ برسون رہا ہو پہنون مین

کیون نہ دل نظارگی کا جائے لوٹ
لکھنؤ مین حُسن کی بندھتی ہے پوٹ

تختۂ آبِ چمن کیون نہ نظر آئے سپاٹ
یاد آئے مجھے جسدم وہ گنگبو کا گھاٹ

بعض جگہ اپنے وطن کا محاورہ یاد آجاتا ہے اور کہدیتے ہین۔

تیغ نے اُسکی کلیجا کھالیا
اُسنے آتے ہی مجھے منگوالیا

چمن مین چلکے کرا ے مصحفی تو نالہ و آہ
جو جی چلا ہو ترا امتحان بلبل کو

نہ مین صحرا مین نہ گلشن مین نکل جاؤن گا
خوگرِ شہر ہون یہان خاک مین رَل جاؤنگا

شاعرانہ فخریہ

اِنہین عادت تھی اکثر جگہ معاصرین پر چوٹ بھی کر جاتے تھے چنانچہ کہا ہے۔

کچھ مین جراتؔ نہین ہون مصحفی سحر بیان
ہمسرو مرزا سے لڑانے یہ غزل جاؤنگا

اور تو ثانی کوئی اُسکا نہین
مصحفی کا ہے قتیل البتہ جوٹا

اکثر غزلونکے مقطع مین اپنے فخریئے۔ اور مُلکِ سخن کی بادشاہی کے دعوے۔ اور شاعر کا اپنے دم قدم سے قایم ہونا۔ اور سب شعرا کو اپنا خوشہ چین کہدینا ایک بات تھی۔ اور یہ دعوے کچھ بیجا بھی نہ تھا۔ مگر جب سیّد انشا اور جراتؔ وہان پہنچے تو نتیجہ بہت بُرا ظاہر ہوا۔ چنانچہ اُن معرکون کے بعض حالات مناسب حال لکھتا ہون۔ اگرچہ اِن مین بھی اکثر باتین خلاف تہذیب ہین۔ مگر فنِ زبان کے طلبگارون کا خیال اِسمعاملہ مین

شعرائے اردو کی ہجو سے فائدہ بھی اُٹھا سکتے ہو

کچھ آزردہ ہے۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ نظم اُردو میں چند خیالاتِ معمولی ہیں اور بس۔ عام مطالب ادا کرنے میں قوتِ بیانیہ کا اثر نہایت ضعیف ہے۔ ان ہجو کا کوچہ ہے کہ اُسمین ایک چمک جو شاعر کے دل کو لگی ہوتی ہے۔ تو وہ تاثیرِ کلام سے بلکہ سوتے والون کی بغل مین فوراً گدگدی کر جاتی ہے۔ بیان مین صفائی اور زبان مین گرمی و طراری پیدا کرنی چاہو تو ایسے کلامون کا پڑھنا ایک عمدہ اوزار زبان کے تیز کرنے کا ہے۔ مرزا رفیع کی ہجویں انکی کلیات مین موجود ہین۔ مگر شیخ مصحفی سید انشا کی ہجویں فقط چند بڈھون کی زبانون پر رہ گئی ہین جنکی لکیر عنقریب نثر ہوا چاہتی ہے علاوہ برآن اس صورتِ حال کا دکھانا بھی واجب ہے کہ وہ کیا موقع ہوتے تھے۔ جو انہیں ایسی حرکاتِ ناسزا پر مجبور کرتے تھے۔ یہ سوانح بھی مختلف مقامون اور مختلف زبانون پر پریشان ہین۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ انہون نے ان ہجوون مین فحش اور گالیون سے انتہا درجہ کی کثافتین بھری ہین۔ خیر۔ ہمین چاہیے کہ تھوڑی دیر کیلئے شہد کی مکھی بنجائین۔ جہان رسیلا پھول دیکھین جا بیٹھین۔ جالے اور بکلے میلے پتون سے بچین۔ اور جب رس لے چکین فوراً اُڑ جائین۔ اب انکے اور سید انشا کے معرکون کا تماشا دیکھو واضح ہو کہ اوّل تو مرزا سلیمان شکوہ کی غزل کو شیخ مصحفی بنایا کرتے تھے۔ جب سید انشا پہنچے تو انکے کلام کے سامنے انکے شعر کب مزا دیتے تھے۔ غزل سید موصوف کے پاس آنے لگی چند روز کے بعد شیخ صاحب کی تنخواہ مین تخفیف ہوئی۔ اُسوقت انہون نے کہا۔

چالیس برس کا ہی ہے چالیس کے لائق ۔۔۔ تھا مردِ معمّر کبھی سن بیس کے لائق

اے وائے کہ پچیس سے اب پانچ ہین اچھے ۔۔۔ ہم بھی تھے کبھی روز میں پچیس کے لائق

اُستاد کا کرتے ہین امیر آپ کے مقرر ۔۔۔ ہوتا ہے جو دربار کہ سائیس کے لائق

چارہ کے لگانے سے ہوا دو کا اضافہ ۔۔۔ پھر وہ نہ چلے جبتک کہ ہو تیس کے لائق

غرض اِس غزل کی خبر شیخ مصحفی کو پہنچی - وہ پرانا مشّاق - لکھنؤ بھر کا اُستاد کچھ چھوٹا آدمی نتھا - باوجود بڑھاپے کے بگڑ کھڑا ہوا اور یہ غزل فخریہ کہی - اب خواہ اسے بڑھاپے کی مستی کہو - خواہ طبیعت کا امردپن کہو - خواہ آئینِ متانت کی پابندی سمجھو - غرض اپنی وضع کو ہاتھ سے نہ دیا اور اپنے انداز مین خوب کہا -

غزل فخریہ

مُدّت سے ہون مین سرخوشِ صہباے شاعری		نادان ہے جسکو مجھسے ہے دعواے شاعری
مین لکھنؤ مین زمزمہ سنجانِ شعر کو		برسون دیکھا چکا ہون تماشاے شاعری
پھبتا نہین ہے بزمِ امیران دھر مین		شاعر کو میرے سامنے غوغاے شاعری
ایک طرفہ خر سے کام پڑا ہے مجھے کرہا ے		سمجھے ہے آپکو وہ مسیحاے شاعری
ہے شاعرون کی اپنے زمانے کے یہ معاش		پھرتے ہین بیچتے ہوے کالاے شاعری
لیتا نہیں جو مول کوئی مُفت بھی اسے	ق	حسرت اوٹھا کے آتے ہین گھر واے شاعری
ای مصحفی ز گوشۂ خلوت برون خرام		خالی است از براے تو خود جاے شاعری
ہر سخن از زبان و بیانِ تو کے رسد		آرے توئی فغانی و باباے شاعری
مجنون منم چرا دگرے رنج می برد		در حیطۂ من آمده لیلاے شاعری

اِسکے علاوہ اور غزلین بھی کہین کہ ضمن اِس قسم کے اشارے کنائے ہین - چونکہ سید انشا صاحب عالم کہان ہر صحبت مین صدر نشین تھے - انہین خیال ہوا کہ مصحفی میرا بھی باپ ہے مبادا اُسے کچھ خیال ہو - خود پالکی مین سوار ہو کر پہنچے - اور کہا کہ جلسہ مین اسطرح گفتگو ہوئی ہے - بھئی تمہین میری طرف سے کچھ ملال نہو - شیخ مصحفی نے نہایت بے پروائی سے کہا کہ نہین بھئی مجھے ایسی باتون کا خیال بھی نہین - اور اگر تم کہتے تو کیا تھا [illegible] کا فقرہ سید انشا کو کھٹکا - آتے ہی یارون کو اور بھی چمکا دیا - اُدھر سے اُنھون نے کچھ اور کہا - اِدھر سید انشا نے بحر طویل مین یہ شعر کہے -

ہجو در بحرِ طویل

بخداوندیِ ذاتی کہ رحیم است و کریم است و علیم است و حلیم است و حکیم است و عظیم است و سلیم است و قدیم است و شریف است و لطیف است و خبیر است و بصیر است و نصیر است و کبیر است و رؤف است و غفور است و شکور است و وَدُود است و مرا خلق نمود است و بود خالق آفاق - قسم میخورم اکنون کہ مرا ہیچ ز ہجو تو بہر و کار نبود است - ولی از طرفت گشت شروع اینہمہ اقوالِ مزخرف - بشنو ای مردک نادان - اندر دہنت شاشۂ عالم - غزلِ پوچ تو و مثنوی ہرزہ کہ مجموعہ دشنامِ غلاظ است و شداد است گذشت از نظر آن لحظہ بناچار ترا ہجو نمودم کہ دلم خون شد و جوشید و بلرزید و بپیچید و طپید و جگر آتش شدہ در سینۂ سوزانِ من خستہ دل و مضطر و حیران - اندر دہنت شاشۂ عالم - اگر از نطفۂ ابلیس نباشی دلِ ما چون من سیّد نخراشی کہ از اولاد حسین است و نجیب الطرفین است و شریف است و نظیف است و لطیف است و فصیح است و بلیغ است و بود محسن بر حق کہ بجز لطف و کرم بخششی و تعریف کمال و صفتت پیش کسی گاہ بیان ہیچ نکرد است و نہ ابو ثناخوان الخ

انہی دنوں میں ایک مشاعرہ میں غزل طرح ہوئی - اسمیں ان سب صاحبوں نے غزلیں کہیں - مصحفی نے بھی آٹھ شعر کی غزل لکھی -

غزل مصحفی

سر مشک کا ہے تیرا نہ کافور کی گردن
نے ہو سے پری ایسے نہ یہ حور کی گردن

مچھلی نہیں ساعد میں ترے بلکہ نہاں ہے
وہ ہاتھ میں ماہیِ سقنقور کی گردن

یون مرغ دل اُس زلف کے پھندے میں پھنسا ہے
جون رشتۂ صیاد میں عصفور کی گردن

دل کیون کہ پری حور کا پھر اُس پہ نہ پھسلے
صانع نے بنائی تیری بلّور کی گردن

ایک ہاتھ میں گردن ہے صراحی کی مزا ہے
اور دوسرے میں ساقیِ مخمور کی گردن

ہر چند میں جھک جھک کے کئے سیکڑوں مجرے
پر خم نہ ہوئی اُس بُتِ مغرور کی گردن

کیا جانئے کیا حال ہوا صبح کو اُس کا ۔ ڈہلکی ہوئی تھی شب ترے رنجور کی گردن
یونہی لف کے حلقہ مین پہنسا مصحفی ایوائے ۔ جون طوق مین ہووے کسی مجبور کی گردن

سیّد انشا نے اِس غزل پر اعتراض کئے اور ایک قطعہ بھی نظم کیا اُنکی غزل و قطعہ درج ہوتا ہے

سیّد انشا کی غزل جواب مین

توڑونگا خم بادۂ انگور کی گردن ۔ رکھ دونگا وہان کاٹ کے ایک حور کی گردن
خوددار کی بن شکل الفہاے انا الحق ۔ بنت چاہتے ہین ایک نئی منصور کی گردن
کیون ساقیِ خورشید جبین کیا ہی نشے ہون ۔ سب یون ہی چڑہا جاؤن مَی نور کی گردن
اُچھلی ہوئی ورزش سے تیری ڈنڈ پہ مچھلی ۔ ہے نام خدا جیسی سقنقور کی گردن
تھا تحفہ جو گردن دنی اُس سے یہ بولے ۔ اب دیکھئے جو دینی ہے منظور کی گردن
آئینہ کی کر سیر کرے شمع تو دیکھے ۔ ہر خرس کا منہ خوک کا لنگور کی گردن
یون پنجۂ مژگان مین پڑا ہے یہ مرا دل ۔ جون چنگل شہباز مین عصفور کی گردن
شب عالم مستی کا مزا ہے کہ پڑی ہو ۔ گردن پہ مری اُس بت مخمور کی گردن
بیٹھا ہو جہان پاس سلیمان کے آصف ۔ وان کیون نہ جھکے قیصر و فغفور کی گردن
پہنچے ہے بغل اپنی مین اِن نعمے سے جو عشق ۔ تو توڑنے پر ہے کسی مجبور کی گردن
آئی مست یہ کیا قہر ہے خشتِ سرِ خم سے ۔ کیون تو نے صراحی کی بہلا چور کی گردن
محفل مین تری شمع نہین موم کی مریم ۔ پگھلی پڑی ہے اُسکی وہ کافور کی گردن
نی دیو سفید سحری کاش تو توڑے ۔ ایک ٹکّے سے خور کے شب دیجور کی گردن
جب کشتۂ الفت کو اُٹھایا تو الم سے ۔ بس ہل گئی اُس قاتل مغرور کی گردن
بے ساختہ بولا کہ ارے اُٹھ تو ٹک اور ۔ ڈہلکے نہ مرے عاشق مغفور کی گردن
حاسد تو ہے کیا چیز کرے قصد جو انشا ۔ تو توڑ دے جھٹ بلعم باعور کی گردن

سن لیجئے گوش دل سے مرے مشفقا یہ عرض
مانند بید غصہ سے مت تھرتھرائیے

بلور گو درست ہو۔ لیکن ضرور کیا
خواہی نخواہی اسکو غزل مین کھپائیے

دستور و نور و طور یہ ہین قافئے بہت
اسمین جو چاہئے تو قصیدہ سنائیے

یہ تو غضب ہے کہئے غزل آٹھ بیت کی
اور اسمین روپ ایسے انوکھے دکھائیے

کیا لطف ہے کہ گردن کافور باندھکر
مردے کی پاس زندون کو لاکر سنگھائیے

یون خاطر شریف مین گذرا کہ بزم مین
کھلا ہوا سا شریفہ[۲۵] غزل کو بنائیے

ایسے نجس کثیف قوافی سے نظم مین
دندان ریختہ پہ پھوندی جمائیے

سنکرسے مین آپ ہی کہے یہ آئی ہے نساعی
بس منہ ہی منہ مین رکھئے اسے مت سرائیے

گردن کا دخل کیا ہے سقنقور مین بھلا
سانڈے کی طرح آپ نہ گردن ہلائیے

مشفق کبھی کان کو کڑی نہ بولئے
چلّا کے سخت تیر ملامت نہ کھائیے

اُردو کی بولی ہے یہ بھلا کہائی قسم
اس بات پر اگر آپ ہی مصحف اٹھائیے

استاد گرچہ ٹھہرے ہین صاحب یون ہی سہی
لیکن ڈسکی ہی رکھئے بس اسکو چھپائیے

جھٹ لکھئے مرد پارہم کٹار کو ایک خط
پہلو تہی کی چھوڑئے سند اسکی منگائیے

اپنی کمک کے واسطے جا بھرت پور مین
رنجیت سنگھ جاٹ کو ہمراہ لائیے

یا گیہ دو پش کے قصباتی جو لوگ ہین
ایک بلوا باندھئے انہین جلدی بلائیے

مخلص کا التماس پذیرا ہو سوچ کر
کہنے سے ایسے ریختہ کے باز آئیے

سرکار کی یہان نہین گلنے کی دال کچھ
روٹی جو کھانی ہووے تو پنجاب جائیے

ستلج بیاس راوی و جہلم کی سیر کر
چناب والے لوگون کو یہ کچھ سنائیے

خشکا اک ہو مکو دیجئے تو زینہ گاد کو
وطن جاکے مین پتنیں کے آگے سجائیے

۲۵ مصحفی مسی ملا کرتے تھے اسلئے دانت سیاہ تھے۔ وہ بھی کچھ مہینے تھے کچھ اگر پہ سے ملتے اور گڑ پیستے اور بھی شکل بگاڑ دی تھی اسے انہون نے خراب کیا ہے۔

اِس رمز کا یہان سمجھا کون ہے بھلا ۔۔۔ اب بہر دین کاٹیئے کوئی آپ کا سے

مصحفی نے اسکا جواب اسی غزل کی طرح مین دیا ۔

قطعۂ جواب شیخ مصحفی کیطرف سے

اَی آنکہ معارض ہو مری تیغ زبان سے ۔۔۔ تو نے سپر عذر مین سنّور کی گردن

ہے آدم خاکی کا بنا خاک کا تپلا ۔۔۔ گر نور کا سر ہو وے تو ہو نور کی گردن

ہین لفظ سمنقور مجسّمہ دہین دیکھا ۔۔۔ ایجاد ہے تیرا یہ سقنقور کی گردن

لنگور کو شاعر تو نہ باندھے گا غزل مین ۔۔۔ کسواسطے باندھے کوئی لنگور کی گردن

گردن کی صُراحی کے لئے وضع ہے نادان ۔۔۔ بیجا ہے خُم بادۂ انگور کی گردن

اِس سے بھی نہین گذرا غلطی اوریہ سمجھے ۔۔۔ باندھے ہے کوئی خوشۂ انگور کی گردن

کافور سے مطلب ہے مرا اُسکی سفیدی ۔۔۔ ٹھنڈی تو مین باندھی نہین کافور کی گردن

یہ لفظ مشدّد بھی درست آیا ہے تجھسے ۔۔۔ خم ہوتی ہے کوئی مری بلّور کی گردن

اتنی نہ تمیز آئی تجھے ربط بھی کچھ ہے ۔۔۔ ہر قافیہ مین تو نے جو منظور کی گردن

یون سیکڑون گردن تو گیا باندھ تو لیکن ہے ۔۔۔ سوجھی نہ تجھے حیف کہ مزدور کی گردن

جو گردنین مین باندھی ہین لا تجھکو دکھاؤن ۔۔۔ تو مجھکو دکھا دے شب دیجور کی گردن

گردن کے نہین چاہئے اک شکل کشیدہ ۔۔۔ خم کر کے سمجھ تک سر مغرور کی گردن

مضمون تو برا ہی ہے گو اور طرح سے ۔۔۔ باندھے تو گمان اپنے مین رنجور کی گردن

گر قافیہ پیمائی ہی منظور تھی تجھکو ۔۔۔ تو باندھی نہ کسواسطے منثور کی گردن

لاکھون ہی معانی کو کیا خشک پر افسوس ۔۔۔ سوجھی نہ تجھے دشنہ وساطور کی گردن

منصف ہو تو پھر نام نہ لے دعوی کا ہرگز ۔۔۔ یہ بوجھ اُٹھا سکتی نہین مور کی گردن

منظور ہی کی   تو بالقصد ۔۔۔ باندھی نہ اگر اب خانۂ زنبور کی گردن

ٹوٹے ہوئے پنجے کی طرح میرے قلم سے — جاتی ہے لچک شاعرِ مغرور کی گردن

انصاف تو کر دل میں کہ اک تیغ میں کس کی — میں کاٹ دی دعوے کی ترے زور کی گردن

کمبخت اگر یہ گایا پہ ترسے نہ شُدہ آئی — افسوس کہ اِس تان پہ تنبور کی گردن

سوجھا نہ تجھے ورنہ بناتا تو اُسی دم — ناسور کی پٹی کو بھی ناسور کی گردن

انصاف کیا اسکا ہیں اب شہ کے حوالے — جھکتی ہے جہاں مارسے لے مور کی گردن

وہ شاہ سلیمان کہ اگر تیغِ عدالت — ٹک کھینچے تو دم ہو وہیں فغفور کی گردن

جس سر پہ رکھا اپنا وہ رکھے دستِ نوازش — اوس سر کے لیے تکیہ ہو پھر حور کی گردن

اس در کا جو سجدہ اُنہیں منظور نہ ہوتا — ملتی نہ فرشتوں کو بھی نور کی گردن

اے مصحفی خاموش بسخن طول نکھیچ جائے — یہان کون نہیں بہتر سرِ پُرشور کی گردن

اِن دونو قطعوں کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ۔ دونو باکمال اداے مطلب پر کسقدر قدرت رکھتے تھے۔ بے شک عام لطفِ بیان اور خاص طرزون کے تنتبع سید انشا کی ترجیح کے لئے سفارش کرینگے۔ مگر پڑھے دیرینہ سال نے جو اُسی غزل کی زمین میں مطالبِ سطلوبہ کو ادا کردیا یہ قدرتِ کلام شاید اوسے نصیب نہ رہنے دے۔

شیخ مصحفی کے شاگردوں میں منتظر اور گرم دو بڑے چلتے پرزے تھے۔ وہ نواب حسن رضا خان کی سرکار میں توپخانہ وغیرہ کی خدمت رکھتے تھے۔ انہوں نے زبان سے تابیروں سے سرکون سے۔ اُستاد کی اُستادی کے مورچے باندھے۔ ایک مثنوی لکھکر گرم طمانچہ نام رکھا۔ میر انشاء اللہ خان نے جب مشاعرہ میں گردن کی غزل پڑھی اور اُسمیں یہ شعر پڑھا۔

آئینہ کی گر سیر کرے شیخ تو دیکھے — سرِ خرس کا نہ خوک کا لنگور کی گردن

مقطع مین بلعم باعور کا اشارہ بھی انکی کہن سالی پر چوٹ ہے ۔ کیونکہ وہ حضرت موسیٰ کے عہد مین ایک عابد تھا بڑھاپے اور ریاضت سے اِسقدر مختلل ہوگیا تھا کہ شاگرد پوٹلی مین باندھکر کبھی بغل مین مارے پھرتے تھے ۔ کبھی کندھے پر ڈال لیتے تھے اور جہان چاہتے تھے لیجاتے تھے ۔ منتظر نے بھی اپنی غزل مین سید موصوف پر چوٹین کین ۔ انہین سے ایک مصرع یاد ہے ع باندھی دُم لنگور مین لنگور کی گردن کیونکہ سید انشا اکثر دوپٹا گلے مین ڈالے رہتے تھے اِسطرح کہ ایک سرا آگے اور دوسرا سرا پیچھے پڑا رہتا تھا ۔ چنانچہ سید انشا نے اُسیوقت ایک شعر اور کہا ۔

شُفرہ یہ ظرافت کے ذرا شیخ کو دیکھو		سرلون کا مُنہ بیاز کا انجور کی گردن

بڈھے بیچارے کا سر بھی سفید تھا ۔ گوری رنگت بڑھاپے مین خون جلکر سرخ ہوگئی تھی اِسکے علاوہ بہت جواب سوال زبانی بھی طے ہوئے مگر اُنکا اب نکالنا ممکن نہین استادِ مرحوم فرماتے تھے کہ منجملہ اور اعتراضون کے مصحفی کی غزل مین ماہی سقنقور بھی بہ تشدید پڑھی جاتی ہے سید انشا نے اِسپر بھی تمسخر کیا اور شیخ مصحفی نے یہ شعر سند مین دیا کہ

ماہی و سقنقور سیہ روئی کو من		رخسار سفیدا مرار انشا سیم

سید انشا پر جو اعتراض کیا ہے کہ فقط سقنقور کیون کہا ۔ یہ شیخ مصحفی کا کہنا بیجا ہے کیونکہ سقنقور ایک جانور کا نام ہے ۔ اور یہ لفظ اصل مین یونانی ہے ۔ مچھلی کو اُسے کچھ خصوصیت نہین ہے ۔

سید انشا کی طبیعت کی شوخی اور زبان کی بے باکی محتاج بیان نہین ۔ چنانچہ بہت سے رذل اور فحش ہجوین کہین کہ جسکا ایک ایک مصرع ہزار پھبتی اور ہر ایک کا طرافا تھا ۔ بڈھا بیچارا بھی اپنی شیخی کے جریب ۔ اور عصائے غرور کے سہارے سے کھڑا ہوکر جتنا کم مین ہوتا تھا مقابلے

لڑتا رہا جب نوبت حد سے گذر گئی تو اُسکے شاگردوں سے بھی لکھنؤ بھرا پڑا تھا منتظر۔ اور گرم سیکو لیکر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جو کچھ کہ ہو سکا شاگردی کا حق ادا کیا۔ ایک دن سب اکٹھے ہوئے شُہدوں کا سوانگ بھرا اور ایک ہجو کہکر اُسکے اشعار پڑھتے ہوئے سیّد انشا کی طرف روانہ ہوئے۔ اور مستعد تھے کہ زدو کشت سے بھی دریغ نہو۔ سیّد انشا کو ایک دن پہلے خبر لگ گئی۔ اَب اِنکے طبع رنگین کی شوخی دیکھئے کہ مکان کو فرش فروش۔ جھاڑ فانوس سے سجایا۔ اور اُمرائے شہر۔ اور اپنے یاروں کو بُلایا۔ بہت سی شیرینی منگا کر خوان لگائے۔ کشتیوں میں گلوریاں۔ چنگیروں میں پہول تکیے ہار سب تیار کئے۔ جب سُنا کہ حریف کا مجمع قریب آپہنچا اُسوقت یہاں سے سبکو لیکر استقبال کو چلے۔ ساتھ خود تعریفیں کرتے۔ سبحان اللہ واہ وا ہے واہ واہ وا کہتے اپنے مکان پر لائے سبکو بٹھایا اور خود دوبارہ پڑھوایا۔ آپ بھی بہت اُچھلے کودے۔ شیرینیاں کھلائیں۔ شربت پلائے۔ پان کھلائے۔ ہار پہنائے۔ غرض بکمال عزت واحترام سے رخصت کیا۔

لیکن پھر سید انشا نے جو اِسکا جواب حاضر کیا وہ قیامت تھا یعنے ایک انبوہ کثیر برات کے سامان سے ترتیب دیا۔ اور عجیب و غریب ہجویں تیار کرکے لوگوں کو دیں۔ کچھ ڈنڈوں پر پڑھتے جاتے تھے۔ کچھ ہاتھیوں پر بیٹھے تھے۔ ایک ہاتھ میں گُڈّا۔ ایک میں گُڑیا۔ دونو کو لڑاتے تھے۔ زبانی ہجو پڑھتے جاتے تھے جسکا ایک شعر یہ ہے۔

سوانگ نیا لایا ہے دیکھنا چرخ کہن
لڑتے ہوئے آئے ہیں مصحفی و مصحفن

اِن معرکوں میں مرزا سلیمان شکوہ بلکہ اکثر اُمرا نے سیّد انشا کا ساتھ دیا اور حریف کے شاگرد کو کوتوال سے کہکر ایکدفعہ رکوا دیا۔ اِس بات نے شیخ مصحفی کو بہت شکستہ خاطر کر دیا چنانچہ اکثر غزلوں میں رنگ جھلکتا ہے انمیں سے ایک غزل کا مقطع و مطلع لکھتا ہوں۔

جاتا ہوں ترے در سے کہ توقیر نہیں یہاں
کچھ اِسکے سوا اب میری تدبیر نہیں یہاں

اے مصحفی بے لطف ہے اس شہر مین رہنا
سچ ہے کہ تجھے انسان کی توقیر نہین یہان

ان جھگڑون مین بعض شعرون پر مرزا سلیمان شکوہ کو شبہہ ہوا کہ ہم پر بھی شیخ مصحفی نے چوٹ کی۔ اسکے عذر مین انہون نے کہا۔

قصیدہ در معذرت اتہام انشا بجناب مرشدزادہ شہزادہ مرزا سلیمان شکوہ بہادر

قسم بذات خدا کے کہ ہے سمیع و بصیر
کہ مجھسے حضرت شہ مین ہوئی نہین تقصیر

سوا اسکے کہ حال اپنا کچھ کیا تھا عرض
سو وہ بطور شکایت تھی اندکے تقریر

گر اس سے خاطر اقدس پہ کچھ ملال آیا
اور اس گنہ سے ہوا بندہ واجب التعزیر

عوض رُپون کے مین مجکو گالیان آئین
عوض دوشالے کے خلعت بشکل نقش حریر

سلف مین تھا کوئی شاعر نواز السا کب
جو ہے تو شاہ سلیمان شکوہ عرش سریر

مزاج مین یہ صفائی کہ کر لیا باور
کسی کے حق مین کسی نے جو کچھ کہ کی تقریر

مصاحب ایسے کہ گر کچھ کسی سے لغزش ہو
تو اسکے رفع کی ہرگز نکر سکین تدبیر

وگر کرین تو پھر ایسی کہ نار طیش و غضب
مزاج شاہ مین ہو مشتعل بقصد تشویر

سو تاب ذرہ کہان نور آفتاب کہان
کہان وہ سطوت شاہی کہان غرور فقیر

مقابلہ جو برابر کا ہو تو کچھ کہیے
کہان دبیقی و دیبا کہان پلاس حصیر

مین ایک فقیر غریب الوطن مسافر نام
رہے ہے آٹھ پہر جسکو قوت کی تدبیر

مراد ہین ہے کہ مدح حضور اقدس کو
الٹ کے پھیر بحرف ذمیمہ دون تغیر

یہ افترا ہے بنایا ہوا سب انشا کا
کہ بزم و رزم مین ہے پایہ تخت کا وہ مشیر

مزاج شاہ ہو یون منحرف تو مجکو بھی
یہ چاہیے کہ کرون شکوہ اسکا پیش وزیر

اگر وزیر بھی بولے نہ کچھ خدا لگتے
تو جاون پیش محمد کہ ہے بشیر و نذیر

شفیع روز جزا بادشاہ او ادنے
نکردہ جرم پہ جسنے نہین لکھی تعذیر

کہوں یہ اُس سے کہ ای جرم بخشِ ہر گنہان
تری غلامی میں آیا ہے داد خواہ فقیر

خطا ہو میری جو پہلے تو کر اسیر مجھے
وگر عدو کی۔ پہنا اُسکو طوق اور زنجیر

اگرچہ بازئے انشائے بے حمیت کو
رہا خموش سمجھکر میں بازئے تقدیر

ولے غضب ہے بڑا یہ کہ اب وہ چاہے ہے
خیال میں بھی نہ کھینچوں میں ہجو کی تصویر

سو میں تلک نہیں ایسا بشر ہوں تا کہ چند
کہے سے اُسکے کرونگا نہ ماجرا تحریر

کیا میں عرض کہ میں آپ اُس سے درگذرا
پھریگا مجھسے کوئی گرم و منتظر کا ضمیر

اور اُنپہ بھی جو کیا میں نے تازیانۂ منع
تو ہو سکے ہے کوئی اُنکی وضع کی تدبیر

ہزار شہد و نمین بیٹھیں ہزار جا پہ ملیں
پھریں ہمیشہ لئے جمع ساتھ اپنے کثیر

نہ مانیں تیغِ سیاست نہ قہر سلطانی
نہ سمجھیں قتل کا وعدہ نہ ضربتِ شمشیر

مزاج اُنکا ٹھٹھول اسقدر پڑا ہے کہ وہ
ہنسی سمجھتے ہیں اس بات کو نہ جرم کبیر

پھر اُسپہ یہ بھی ہے یعنی کہ اِستقام کج ہیچ
جو ہو دے نفشی تو کچھ نثر میں کرے تسطیر

تکیف جنکو خدا نے کیا ہو موزوں طبع
اور اپنے فضل سے بخشی ہو شعر میں توقیر

یہ کوئی بات ہے سنو سکے وہ خموش رہیں
ہُوا ہے مصلحت گو کہ تصفیہ یہ اخیر

مگر یہ بات میں مانی کہ سوانگ کا بانی
اگر میں ہوں تو مجھے دیجیے بدترین تعزیر

میں آپ فاقہ کش اِتنا مجھے کہاں مقدور
کہ فکر اور کروں کچھ بغیر آتشِ شبیر

مرے حواس پریشان ہیں پریشانی
ہو جیسے لشکرِ شکستہ کی خراب بہیر

اگر اُسپہ صلح کی ٹھہری ہے تو صلح سہی
اگر ہو پھر شرارت بشر ہوں میں بھی شریر

جو ایک سے یہاں دس ہیں اور دس کے سو
نگاہ کرتے تھے اوّل ہیں قلیل و کثیر

حصول یہ ہے کہ جب کوتوال تک قضیا
گیا ہوا اُسپے تہدید شاعرانِ شریر

تو کوتوال ہی بس اُن سے اب سمجھ لیگا
یہ دمبدم کی شکایت کی ہے عبث تحریر

یہ وہ مثل ہے کہ جسطرح سارے تھر کے بیچ
بلند قامتی انہی سے متہم ہو بعیر

سو متہم مجھے ناداں نے ہجو شہر سے کیا
قباحت اُسکی جو سمجھے تو شہ اُسکو دے تعزیر

ولے مزاج مقدس جو لاابالی ہے
نہین خیال مین آتا خیالِ حرفِ حقیر

جو کچھ ہوا سو ہوا مصحفی بس اب چپ رہ
زیادہ کر نہ صداقت کا ماجرا تحریر

خدا پہ چھوڑ دے اِس بات کو وہ مالک ہے
کرے جو چاہے جو چاہا کیا یہ حکم قدیر

سید انشا پھرتے چلتے دلی مین آ گئے تھے اور کچھ کچھ عرصہ رہے تھے۔ اور جو لوگ اُن کون مین اُنکے رفیق تھے انہین سے اکثرون نے دلی کی شکل بھی نہین دیکھی تھی۔ چنانچہ ایک موقع پر شیخ مصحفی نے یہ قطعہ کہا جسکے چند شعر ساتوین دیوان مین ہین۔

قطعہ

بعضون کا گمان ہے یہ کہ ہم اہل زبان ہین
دلی نہین دیکھی ہے زبان دان یہ کہان ہین

پھر تسپہ ستم اور یہ دیکھو کہ عروضی
کہتے ہین سدا آپکو اور لاف زنان ہین

سیفی کے رسالہ پہ بنا اونکی ہے ساری
سو اُسکو بھی گھر بیٹھے وہ آپ ہی نگران ہین

ایک دو ورق پڑھ کے وہ جامی کا رسالہ
کرتے ہین گھمنڈ اپنا کہ ہم قافیہ دان ہین

نہ حرف جو وہ قافیہ کے لکھتے ہین سہین
دانا جو انہین سنتے ہین یہ کہتے ہین ہان ہین

تنقید سے واقف نہ شنافر سے ہین آگاہ
نہ حرف بھی قافیہ کے ورد زبان ہین

کرتے ہین کبھی ذکر وہ ایطائے خفی کا
ایطائے جلی سے کبھی پھر حرف زنان ہین

اوّل تو ہے کیا شعر مین اِن باتون سے حاصل
بالفرض جو کچھ ہو بھی تو یہ سب پہ عیان ہین

حاصل ہے زمانہ مین جنہین نظم طبیعی
نظم اُنکے کی اشعار پہ از آب روان ہین

پرواہ اُنہین کب ہے ردیف اور روی کی
کب قافیہ کی قید مین آتش نفسان ہین

مجکو تو عروض آتی ہے نہ قافیہ چندان ۔۔۔ ایک شعر سے گرویدہ میرے پیر و جوان ہین

اِس قطعہ کے مطلع پر خیال کرو کہ دِلّی اُسوقت کیا شے تھی - چند روز وہان رہجانا گویا زبان دانی کا سرٹیفکٹ ہوتا تھا - خیر اب شیخصاحب کے اقسام سخن سے لطف حاصل کرنا چاہیے - باوجودیکہ شیخ مصحفی بہت سن رسیدہ تھے مگر سید انشا کے مرنے کا اُنہین افسوس کرنا پڑا چنانچہ ایک غزل کے مقطع مین کہا ہے -

مصحفی کس زندگانی پر بھلا مین شاد ہون ۔۔۔ یاد ہے مرگ قتیل و مردنِ انشا مجھے

کیا کیا فساد کیا کیا شور و شر ہوئے - کیسے کیسے خاکے اوڑے - انجام یہ کہ خاک -

شیخ مصحفی کا قصیدہ نعت مین

حنا سے ہے یہ تری شوخ آمی نگار انگشت ۔۔۔ کہ ہو نہ پنجۂ مرجان کی زینہار انگشت

ضعیف اتنا ہوا ہون کہ میرے ہاتھون مین ۔۔۔ نہین رہے پنجۂ طاقت سے ہلدار انگشت

ہلال و بدر ہون بیجا عرق فشانی کو ۔۔۔ رکھے جبین پہ جو تو کر کے نابدار انگشت

فراق ہو کمران سے ہین یہ ہوا باریک ۔۔۔ کہ ہو گئین مری سوزن صفت ہزار انگشت

زبسکہ زشت ہے دنیا مین ہاتھ پہیلانا ۔۔۔ رکھے ہے سمٹی ہوئی اپنی پشت خار انگشت

وہ جیب لگاتا ہے فندق تو دیکھے دیکھ مجھے ۔۔۔ رکھے ہے منہ مین تاسّف کی روزگار انگشت

شمارِ داغ سے کب اتنی مجکو فرصت ہے ۔۔۔ کہ رکھ سکون بسرِ چشمِ اشکبار انگشت

چند شعر کے بعد گریز کرتے ہین

بیان ضرور ہے اب دست و تیغ کا اُسکی ۔۔۔ نکل گئی سپرِ مہ سے جسکی پار انگشت

محمدِ عربی معجزون کا جسکے کبھی - ۔۔۔ نکر سکے فلک پیر کا شمار انگشت

چمن مین اُسکی رسالت کا جب کچھ آئی ہے کر ۔۔۔ علم کرے ہے شہادت کی شاخسار انگشت

وظیفہ جسکا پڑھے ہے یہ دانۂ شبنم ۔۔۔ دعا مین جسکی ہے کھولے ہوئے چنار انگشت

اگر ہو مُہرۂ گہوارہ سنگِ فرش اُسکا	نہ چوسے اپنی کبھی طفلِ شیر خوار انگشت
اُٹھا دے گر کفِ افسوس ملنے کی وہ رسم	نہ ہووے پھر کبھی انگشت سے دوچار انگشت
کرے جو وصف وہ اوس تاج انبیا کی رقم	قلم کی جون تنے نرگس ہو تا ہزار انگشت

غزلیات

دن جوانی کے گئے موسمِ پیری آیا	آبرو خواب ہے اب وقتِ سحری آیا
تاب و طاقت رہی کیا خاک کہ اعضائے تنپر	حاکمِ ضعف سے فرمانِ تغیری آیا
سبقِ نالہ تو بُلبُل نے پڑھا مجھسے ولے	نہ اُسے قاعدۂ تازہ صفیری آیا
شاعری پر کبھی اپنی جو گئی اپنی نظر	نہ ضمیر اپنے مین اُسوقت ضمیری آیا
در پہ رہنے جو اُٹھا صبح کو سب سے پہلے	مکتبِ عشق مین ہونیکو وہ میری آیا
اوسکے در پر مین گیا سوانگ بنائے تو کہا	چل بے چل دور ہو کیا بیسکے فقیری آیا
پوچھ مت سرکۂ عشق کا منگا ہے کہ وان	قیس مارا گیا وامق با سیری آیا
اے سلیمان ہو مبارک تجھے نیا ہی تخت	تیرا آصف بھی بسامانِ وزیری آیا

چشم کم سے نہ نظر مصحفی خستہ پہ کر
وہ اگر آیا تو مجلس مین نظری آیا۔

غزل مذکورۂ ذیل سید انشا کے غزل پر ہے۔

پیری سے ہو گیا یون اِس دلِ کا داغ ٹھنڈا	جس طرح صبح ہوتے کر دین چراغ ٹھنڈا
سرگرمِ سیرِ گلشن کیا خاک ہون کہ اپنا	نزلہ سے ہو رہا ہے اپنی دماغ ٹھنڈا
بُلبُل کے گرم نالے جب سے سُنے مین اُسنے	دیوارِ گلستان پر بولے ہے زاغ ٹھنڈا
کیا کیا خوشامدین نت دیکھا لگے ہلانے	کشتی سے جب ہوا وہ کر کے فراغ ٹھنڈا
صرصر سے کم نہین کچھ وہ تیغ تیز جسنے	لاکھونکا کر دیا ہے دم مین چراغ ٹھنڈا

کشمیری ٹولے مین ہم جاتے تھے روز لیکن
جی آج تنک ہوا ہے کر کے سُراغ ٹھنڈا

گرمی کی رُت ہے ساقی اور اشک بلبلون نے
چھڑکاو سے کیا ہے سب صحنِ باغ ٹھنڈا

ایسے مین ایک صراحی شورے لگی منگا کر
لبریز کرکے مجکو بھر دے ایاغ ٹھنڈا

کیا ہم تنک گدا ہین جو مصحفی یہ سوچین
ہے گرم اِسکا چولہا اُسکا اجاغ ٹھنڈا

جرأت اور سیّد انشا کے مستزاد بھی دیکھو کہ مشاعرہ کے معرکے مین پڑے گئے تھے۔

غزل مستزاد

خوشبوئی سے جنکی ہو خجل عنبر سارا — ہم مشک سی نکہت
بال اُلجھے ہوئے مین کہ ریشم کا ہے لچھّا — اللہ ری نزاکت

پاؤنمین کفک اور لگے ہاتھونمین مہدی — از خونِ محبان
چھرا وہ پری کہئے جیسے نور کا بُکّا — رنگ آگ کی صورت

تلوار نے ابروے کجِ قتل پہ مائل — لب خونکی پیاسے
پہولونکی چھڑی ہاتھ مین اور کانمین بالا — چتونمین شرارت

مسّی کی دھڑی اک تو جمی ہونٹونپہ کافر — اور نزش سے پہ تو خچم
پھر لشنہ پہ ستم اُسکا وہ پانونکا لکھوٹا — جو غنچونکی ہو رنگت

پاؤنمین انی دار پری کفش زری کی — دل جس سے زخمی ہو
اور سر پہ شرارت سے بندھا بالونکا جوڑا — بیچ ہیچ سو اک آفت

خونخوار نگہ عربدہ جو آپ سو کیفی — سرشار نشہ مین
ایک ہاتھ مین ساغر تو پھر اک ہاتھ مین مینا — مستونکی سی حالت

آیا مرے گھر دی مرے دروازے پہ دستک — مین گھر سے نکلکر
دیکھون تو بھر کوچہ اک آشوب ہے پیدا — آفت ہے قبا بینت

تب مینے کہا اُس سے کہ ای یار خوبی — کیا جی مین یہ آیا
اِسوقت جو آیا تو مرے پاس اکیلا — سبحانہ قیامت

تو سُن کے لگا کہنے کہ ای مصحفی سُن بات — گھر سے عمبر مجکو
لایا ہے نہ لا جذبہ ہی کھینچکے اِس جا — نہی اسکو یہ قدرت

سر شام اُسنے منہ سے جو رُخِ نقاب اولٹا
نہ غروب ہونے پایا وہین آفتاب اولٹا

جو کسی نے ویسا مین اُسے لا کے دی مصوّر
نہ حیا کے مارے اُسنے ورقِ کتاب اولٹا

مین حسابِ بوسہ جیمین کہین اپنے کر رہا تھا
وہ لگا مجھی سے کرنے طلب اور حساب اولٹا

مہ چاردہ کا عالم مین دکھاونگا فلک کو
اگر اُسنے پردہ منہ سے شبِ ماہتاب اولٹا

جو خفا ہوا مین جیمین کسی بات پر شبِ وصل
سحر اُٹھ کے میرے آگے وہی اُسنے خواب اولٹا

بسوالِ بوسہ اُسنے مجھے ترس کے دی جو گالی
مین ادب کے مارے اُسکو نہ دیا جواب اولٹا

کہین چشم مہر اُسپر تو نہ پڑ گئی ہو یارب
جو نکلتے صبح گھر سے وہ پھرا شتاب اولٹا

مین ہوا ہون جب سے عاشق یہ لگی ہے شکل اُسکو
کہ مرے عوض لگا ہے اُسے اضطراب اولٹا

کسی مست کی لگی ہے مگر اِسکے سر کو ٹھوکر
جو پڑا ہے میکدہ مین یہ خُمِ شراب اولٹا

یہ مقام آفرین ہے کہ بزور مصحفی نے
اِنہی قافیون کو پھیر بھی بصد آب و تاب اولٹا

جو پھرا کے اُسنے منہ کو بقضا نقاب اولٹا
اِدھر آسمان اولٹا اُدھر آفتاب اولٹا

نہ قفس مین ایسے مجھکو تو اسیر کیجو صیاد
کہ گھڑی گھڑی وہ ہووے دمِ اضطراب اولٹا

مرے حال پر مغان نے یہ کرم کیا کہ سُن سُن
مرے پیکے سر پہ رکہا قدحِ شراب اولٹا

ترا تشنہ لب جہان سے جو گیا لحد پر اُسکے
پس مرگ بھی کسی نے نہ سبوے آب اولٹا

مری آہ نے جو کہولی بیوقت آہ کی برق
وہین برق و رعد بسکر علمِ سحاب اولٹا

جو خیال مین کسو کے شب ہجر سو گیا ہو
نہو صبح کو الٰہی کبھی اُسکا خواب اولٹا

مرے دم اُلٹنے کی جو خبر اُسکو دی کسی نے
وہین نیم رہ سے قاصد بصد اضطراب اولٹا

جو عمل کسو کا حکم نافذ نہ فلک پہ تھا تو پھر کیون
نگہِ غروب آیا نکل آفتاب اولٹا

اب اسی مین تو سہ غزلہ جو کہے تو کام بھی ہے
نہین مصحفی مزا کیا جو دو ورد کتاب اولٹا

یہ دم اُسکے وقت رخصت بصد اضطراب اولٹا
کہ پسوے دل مژہ سے وہین خونِ ناب اولٹا

سرِ لوح اُسکی صورت نہ کہین لکھ گیا تھا مانی
اُسے دیکھکر نہ مینے ورقِ کتاب اولٹا

مین عجب یہ رسم دیکھی مجھے روزِ عید قربان
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اولٹا

یہ عجب ہے میری قسمت کہ جو دل اُسکو دون مین
وہ سمجھے ہی سمجھا رہے اُلٹے کر خراب اولٹا

یہ نقاب پوش قاتل کوئی زور ہے کہ جسنے
کیئے خون سینکڑون اور نہ ذرا نقاب اولٹا

جو بوقتِ غسل اپنا وہ پہرالے وا نسے مُنہ کو
تو پہر اُتنے ہی مُنہ اُسکے لگے بہنے آب اولٹا

ہمین لکہا ہے خط تو قاصد یہ یہ ہوگا مجھپہ احسان
اُنہین پاؤن پہر کے تو آجو ملے جواب اولٹا

ترے آگے مہر تابان ہے زمین پہ سر بسجدہ
یہ ورق کا گنجفہ کے نہین آفتاب اولٹا

نہین جائے شکوہ اُس سے ہمین مصحفی ہمیشہ
کہ زمانہ کا رہا ہے یونہین انقلاب اولٹا

شعرائے مرقومہ ذیل پر شاہ نصیر کی بہی غزل دیکہو۔

صاف چولی سے عیان ہے بدنِ سرخ ترا
نہین چھپتا نہ شبنم چمنِ سُرخ ترا

یہی عالم ہے اگر اُسکا تو دکہلاوے گا
بارشِ خون کا سمان پیرہنِ سُرخ ترا

وائے ناکامی کہ عاشق کو ترے بوس آئی
قابلِ بوسہ ہوا جب دہنِ سُرخ ترا

تا کمر خونِ شہیدون کے بہے گیسو مین
جب سے پاجامہ بنا گلبدنِ سُرخ ترا

خون سے آلودہ ہوا آتا ہے تو ای اشکِ سفید
نام ہم کیون نہ رکہین یاسمنِ سُرخ ترا

آتشِ تیز مین ٹہیرا ہے کہین یون بہی سپند؟
کہہ رہا ہے یہی خالِ ذقنِ سُرخ ترا۔

مصحفی خوش ہو کہ مانگے گا ترے قاتل سے
خونبہا روزِ قیامت کفنِ سُرخ ترا

کیسا مالی سے ہوا گل بدنِ سُرخ ترا
طالب آب نہو کیون چمنِ سُرخ ترا

بہی پوشاک کا ہے رنگ تو ای گل ہوگا
تشنۂ خون چمن پیرہنِ سُرخ ترا

کیون نہو مردہ ہوس زندہ بنے جب ای شوخ
پان سے بیڑہ بئی دہنِ سُرخ ترا

مجھسے انکارِ ستم فایدہ ای گرگِ فلک؟
دال ہے بچہ خوری پر دہنِ سُرخ ترا

کاش ای کشتۂ تو محشر مین اُٹھے ہو کے فقیر
گیروا مٹی مین ہووے کفنِ سُرخ ترا

ب پان خوردہ کی اَی گل کے جو سُرخی دیکھی — رنگ اُڑ جائیگا اَی نارونِ سُرخ ترا
سر پہ تابش مین جو رکھے تو دل عاشق بیں — آگ بھڑکائے نہ کیون افسرِ سُرخ ترا

مصحفی چاہئے کیا اِسکو دلیلِ قاطع
سبز ہے خود تخلّص سخنِ سُرخ ترا

ب تو تھا آتشِ سوزان بدنِ سُرخ ترا — شعلہ بر شعلہ ہوا پیرہنِ سُرخ ترا
ن کہانے کی ادا یہ ہے تو اک عالم کو — خون رُلا دیگا مری جان دہنِ سُرخ ترا
دی خورشید شفق رنگ کو دیتا ہے فشار — ہیجو رشک سے سیبِ ذقنِ سُرخ ترا
شمع گلگون غمِ پروانہ مین خون اتنا زرد — طشتِ آتش تو بنا ہے لگنِ سُرخ ترا
خ عیّار سے تو کم نہین اَی دزدِ حنا — کفِ رنگین بتان ہے وطنِ سُرخ ترا
ہین اَی کشتہ جو آیا تو صفِ محشر مین — آگ دیویگا لگا دامنِ کفنِ سُرخ ترا
ر اگر نافۂ آہو ہے تو اَی عقدۂ زلف — ہے وہ رخسارۂ رنگین ختنِ سُرخ ترا
سکے سو بافت سے بھی شانہ نے شب پوچھا تھا — دام سبز رنگ ہے کیون اَی رسنِ سُرخ ترا
ر یہ کس کا چہرہ ہے پوشیدہ لباسِ گلگون — مین تو دیوانہ ہون اَی انجمنِ سُرخ ترا

مصحفی زخم ہے تیشہ کا نتر سے ہر مو پر
نام ہم کیون نہ رکھین کوہکنِ سُرخ ترا

ب پان سے جو ہوا گل دہنِ سُرخ ترا — مر گئی دیکھ کے بلبل دہنِ سُرخ ترا
ں کہا کر جو مسی بیٹھ گئے تو نے دو لب — بن گیا مزرعِ سُنبل دہنِ سُرخ ترا
خ تو تھا ہی ولے اور ہوا گلشن اَی — پیکے اَی گل قدحِ مُل دہنِ سُرخ ترا
ب ہو عاشق کی شبِ وصل تسلّی اَی گل — مصدرِ بوسہ ہو جب گل دہنِ سُرخ ترا
چند سان راہ ہوا عالم کی نوشی میں — تنگے شیشہ کی بھی قلقل دہنِ سُرخ

شانہ کرنے جو سر جعد تو دانتوں میں رکھے / ہو نہ خونخوارہ کا کل دہنِ شوخ ترا

تیغ بر کف پہنچتی ہے ہوائی اب تک / کہیں دیکھا تھا سرِ پل دہنِ شوخ ترا

مصحفی تو نے زبس گل کے لئے ہیں بوسے
رشک سے دیکھے ہے بلبل دہنِ شوخ ترا

جو گستاخانہ کچھ اس سے میں بولا / تو بس ابرو نے تیغا دو میں تولا

چمنے عاشق نہ کیوں اسکے ممولے / کہ چشم شوخ ہے اوسکی ممولا

جزاک اللہ بنایا تو نے صیاد / قفس میں از پئے بلبل ہنڈولا

نہ مارے دست و پا تا اسکا بسمل / الٰہی مار جاوے اسکو جھولا

لب اوس گل کے ہیں جام بادہ لعل / کسی نے انہیں آکر زہر گھولا

یہ وہ گلشن ہے جسمیں غم کے مارے / تبسم سے کلی نے منہ نہ کھولا

سر ہی تتلی نے اشکِ خیرہ سر کو / بنایا ہے ہتیلی کا پھپولا

کہیں ملتے ہیں آ ایسے مصحفی یار
نہ آوے دل کے مرنے کا ٹلولا

آتش کی غزل کو بھی دیکھنا۔

نگاہِ لطف کے کرتے ہی رنگِ انجمن بگڑا / محبت میں نتری ہے ہر ایک اہلِ وطن بگڑا

کچھ اسکی وضع بگڑی کچھ ہے وہ پیمان شکن بگڑا / یہ سچ ہے تو دیکھو گے زمانہ کا چلن بگڑا

خدا کہنا تھا روزِ حشر میں تجھ سے سمجھ لونگا / بنے تیشہ سے گر شیریں کا نقش کوہکن بگڑا

میں سمجھا گریہ نے تاثیر اسدم شمع مجلس کی / یہ موتی اشک کا جاتے ہوئے جب تا لگن بگڑا

جو چنگ نالہ کہتے ہے اڑایا ہجر کی شب میں / کہیں سب کہ تیرا کھیل اب چرخِ کہن بگڑا

جسے سب بانکا اور ٹیڑھے کرتے ہیں وہ رستے جڑا / وہی رستہ میں آخر ہے کہ سب بانکین بگڑا

تری مژگان کی رادت پڑہ گئی جب نیشترکو
پڑی یونان کے اندر کہلبلی سارا دکن بگڑا

بُری صورت سے رہنا تنگ ہے دُنیا مین انسانکو
وہ گڑ جاتا ہے خود جیتا جو کوڑہی کا بدن بگڑا

ہمیشہ شعر کہنا کام تھا الاستادون کا
سفیہون نے دیا ہے دخل جب سے بس یہ فن بگڑا

مکان تنگ مین پائی نہ جا کلکِ تخیل نے
بناسب خال وخط مانی سے اوسکا دہن بگڑا

نہین تقصیر کچھ درزی کی اسمین مصحفی ہرگز
ہماری نادرستی سے بدن کی پیرہن بگڑا

دعا دینے سے میرے شب ماہ ترکِ تیغ زن بگڑا
سپاہی زادے کا بھی کچھ مین دیکھون ہون چلن بگڑا

سخن سیدہ طرح اور وضع سادی ہے بسی دندان
بہلا کتنا لگے ہے مجکو اُسکا سادہ پن بگڑا

کیا تاراج یون پیری نے حسنِ نوجوانی کو
بوقتِ صبح آرایش کا ہووے جیون چمن بگڑا

سوئی جسکو لگائی زید کی معشوقہ نے اپنی
سبہی سنوری ہی مجنون کا اب ایک پیرہن بگڑا

کمالِ حسن خالق نے دیا ہے اُس پریرو کو
نہ جیون کج ہوئی اُسکی نہ کانے مین دہن بگڑا

یہ تصویرین عجب نواب نے کوٹھی مین بنوائین
کسی کی ہے بھری ٹھوڑی کسی کا ہے دہن بگڑا

نہ دے حق کسی کو کرکے مفلس وایے رسوائی
جہان کو تہ ہوا کپڑا کفن کا وہ کفن بگڑا

رواج اُسنے نہ پایا بسکہ عہدِ زلفِ مشکین مین
دہرا نافہ مین جو یہ سودا مشکِ ختن بگڑا

عجائب اور غرائب باتین اب سننے مین آتی ہین
خمِ نیلی ترا شاید کہ اسی چرخِ کہن بگڑا

خلل انداز جو لکنت ہوئی اُسکی فصاحت مین
زبان پر اُس حُبِّ الکن کی آیا جو سخن بگڑا

ہمین تکلیف نظمِ شعر کی دینے سے کیا حاصل
زمانہ ہے یہی ان وزن ہے یاران فن بگڑا

بہت جس سے شکلِ کافرِ شیرین بنائی تھی
اُسی تیشہ سے پھر آخر کو کاریگر کوہکن بگڑا

رہی ای مصحفی تا صبح اُسکی اُسپہ جھنجلاہٹ
بنانے مین جو مشاطہ سے شب خالِ ذقن بگڑا

لد گیا کوئی عدم کو دل شادان لیکر
یہان سے کیا کیا نہ گئے حسرت و ارمان لیکر

جی ہی جی بیچ بہت شاد ہوا کرتی ہین
تیری عارض کی بلائین تیری مژگان لیکر

کیا خطا مجھسے ہوئی رات کہ اوس کافر کا
سینے خود چھوڑ دیا ہاتھ مین دامان لیکر

باغ وہ وحشت جنون تھا کہ کبھی جسمین سے
لالہ و گل گئے ثابت نہ گریبان لیکر

طرفہ سوجھی یہ جنون کو ترے دیوانیکی
راہ مین پہنکدئے خار مغیلان لیکر

زلف و رخسار کا عالم ہے غضب ہی اسکے
شاد ہو کیون نہ دل گبر و مسلمان لیکر

پردہ خاک مین سو سور ہے جا کر افسوس
پردہ رخسار پہ کیا کیا مہ تابان لیکر

ابر کی طرح سے کر دیوینگے عالم کو نہال
ہم جدہر جاوینگے یہ دیدہ گریان لیکر

پھر گئی سوے اسیران قفس باد صبا
خبر آمد ایام بہاران لیکر

دوستی تھی مجھے ہر اک سے گئے تا در قبر
دوش پر نعش مری گبر و مسلمان لیکر

زخم پر زخم جو دینے کی ہے خو قاتل کو
ساتھ آیا ہے ہم تیغ و نمکدان لیکر

مصحفی گوشہ عزلت کو سمجھ تخت شہی
کیا کریگا تو عبث ملک سلیمان لیکر

یار بن باغ سے ہم آتے ہین کچھ پائے ہوئے
اشک آنکھون مین بھرے ہاتھ مین گل کمہلائے ہوئے

آنکھ سیدہی نہین کرتا کہ مقابل ہو نگاہ
آرسی ناز سے وہ دیکھے ہے شرمائے ہوئے

کسکے آنے کی خبر ہے جو چمن مین گلچین
جون صبا چار طرف پھرتے ہین گھبرائے ہوئے

ہم تو ترسے ہین صنم ایک نگہ دور کو بھی
بخت انکے ہین جو ہر دم ترے ہمسائے ہوئے

حسن خجالت زدہ کی رنگ دکھاتا ہے نئے
آرسی بھی اسے اب دیکھے ہے للچائے ہوئے

اسکے کوچے سے جو اٹھ آتے ہین ہم دیوانے
پھر انہین پانو چلے جاتے ہین بورائے ہوئے

مصحفی کیون کے عنان گیر ہو اسکا جون برق

توسنِ ناز کو جب جائے وہ چمکائے ہوئے

خاموش ہین ارسطو و فلاطون میرے آگے
دعوا نہین کرتا کوئی موزون میرے آگے

دانش پہ گھمنڈ اپنی جو کرتا ہے بشدت
واللہ کہ وہ شخص ہے مجنون میرے آگے

لاتا نہین خاطر مین سخن بیہودہ گو کا
اعجاز مسیحا بھی ہے افسون میرے آگے

دشوار ہے رتبہ کو پیمبر کے پہنچنا
ہے موسیِ عمران بھی ہارون میرے آگے

باندھے ہوئے ہاتھون کو بصد آداب
رہتے ہین کھڑے سیکڑون مضمون میرے آگے

جب موج پہ آجائے ہے دریائے طبیعت
قطرہ سے بھی کم ٹھہری ہے جیحون میرے آگے

بدیہی پر آؤن تو ابھی اہل صفا کے
ہوجاوین شبہ سب دُرِ مکنون میرے آگے

اُستاد ہو نہین مصحفی حکمت کے بھی فن مین
ہے کودکِ نو درس فلاطون میرے آگے

ہے جام طرب ساغرِ پُرخون مرے آگے
ساقی تو نہ لا نا مئے گلگون مرے آگے

ٹک لب کے ہلا دینے مین حسّانِ عجم کا
ہوجاوے ہے احوال دگرگون مرے آگے

سمجھون ہون اسے مہرۂ بازیچۂ طفلان
کس کام کا ہے گنبدِ گردون مرے آگے

جب تیزی پہ آتا ہے مرا توسنِ خامہ
تن جاوین ہین تب کوہ بھی ہامون مرے آگے

مین گو ہون سمجھتا ہون سدا اُسکے صدا کو
گو بول اُٹھے آدمی کی چون چون مرے آگے

سب خوشہ ربا ہین مرے خرمن کے جہان مین
کیا شعر پڑھے گا کوئی موزون مرے آگے

قدرت ہے خدا کی کہ ہوے آج وہ شاعر
طفلی مین جو کل کرتے تھے غان غون مرے آگے

موسیٰ کا عصا مصحفی ہے خامہ مرا بھی
گر خصم بنے اسود افیون میرے آگے

خاتمہ

اے فلک نہ یہ جلسہ برہم ہونے قابل تھا۔ نہ آج رات کا سما صبح ہونے قابل تھا۔ پھر ایسے لوگ کہاں! اور ایسے زمانے کہاں! سید انشا اور جرات جیسے زندہ دل شوخ طبع باکمال کہاں سے آئینگے شیخ مصحفی جیسے مشتاق کیونکر زندہ ہو جائینگے۔ اور آئیں تو ایسے قدر دان کہاں! اچھے لوگ تھے کہ اچھا زمانہ پایا اور اچھی گذار گئے۔ وہ جوش و خروش۔ وہ شوخیاں۔ وہ چہلیں اب کہاں!

گیا حسن خوبانِ دلخواہ کا — ہمیشہ رہے نام اللہ کا

میرا دل خدا جانے کس مٹی کا بنا ہے۔ کسی کی جدائی کا نام لیا یہ پگل گیا۔ کسی عزیز کا ذکر کیا اس سے خون ٹپک پڑا اور سخت جانی دیکھو کہ نہ پانی ہو کر بہ جاتا ہے نہ خاک ہو کر رہ جاتا ہے۔ تماشا یہ ہے کہ کتنے کتنے صدمے اٹھا چکا ہے۔ پھر بھی ہر داغ نیا ہی صدمہ دیتا ہے۔ مگر انصاف کرو وہ عزیز بھی تو دیکھو کیسے تھے! اور کون تھے! ۔ عالم کے عزیز تھے۔ اور ہر دل کے عزیز تھے اپنی باتوں سے عزیز تھے۔ آزاد۔ بس۔ رونا دھونا موقوف۔ اب آنسو پونچھ ڈالو۔ آدب کی آنکھیں کھولو۔ اور سامنے نگاہ کرو۔

پانچوان دور

تمہید

دیکھنا! وہ لالٹینین جگمگانے لگین۔ اٹھو اٹھو استقبال کرکے لاؤ۔ اس مشاعرہ مین وہ بزرگ آتے ہین جن کے دیدار ہماری آنکھون کا سرمہ ہوئے۔ اس مین دو قسم کے باکمال نظر آئینگے۔ ایک وہ کہ جنہون نے اپنے بزرگون کی پیروی کو دین آئین سمجھا۔ یہ اُن کے باغون مین پھر کے۔ پُرانی شاخین زرد پتے کاٹین چھانٹینگے اور نئے رنگ نئے ڈھنگ کے گلدستے بنا بنا کر گلدانون سے طاق و ایوان سجائینگے۔ دوسرے وہ عالی دماغ جو فکر کے دخان سے ایجاد کی ہوائین اُڑائینگے اور برج آتشبازی کی طرح اُس سے رتبہ عالی پائینگے۔ اُنہون نے اس ہوا سے بڑے بڑے کام لئے۔ مگر یہ غضب کیا کہ گرد و پیش جو وسعت بے انتہا پڑی تھی اُنہین سے کسی جانب مین نہ گئے۔ بالاخانون مین سے بالا بالا اُڑ گئے۔ چنانچہ تم دیکھو گے کہ بعض بلند پرواز ایسے اوج پر جائینگے۔ جہان آفتاب تارا ہو جائیگا۔ اور بعض ایسے اُڑینگے کہ اُڑ ہی جائینگے۔ وہ اپنے آئین کا نام۔ خیال بندی۔ اور۔ نازک خیالی رکھینگے۔ مگر حق یہ ہے کہ شاعری اُن کی ساحری اور خود اپنے وقت کے سامری ہونگے۔ ساتھ اسکے صاحب اقبال ایسے ہونگے کہ اُنہین پرستش کرنیوالے بھی ویسے ہی ہاتھ آئینگے۔ ان بزرگونکی نازک خیالی مین کچھ کلام نہین لیکن اتنا ہے۔ کہ ابتک مضمون کا پھول اپنے حسن خداداد کے جوبن سے فصاحت کے چمن مین لہلہاتا تھا۔ یہ اُسکی پنکھڑیان لینگے۔ اور اُن پر موقلم سے ایسی نقاشی کرینگے کہ بے عینک کے نہ دکھائی دیگی۔ اس خیال بندی مین یہ صاحب کمال اُس قدرتی لطافت کی بھی پروا نہ کرینگے جسے تم حسن خداداد سمجھتے ہو۔ کیونکہ

ان کی صنعت بے اسکے اپنا رنگ نہین دکھا سکتی ٭

پہلے بزرگ گرد پیش کے باغون کا پتا پتا کام مین لا چکے تھے اب نئے پھول کہان سے لاتے۔ آگے جانے کی سڑک نہ تھی اور سڑک نکالنے کے سامان نہ تھے۔ ناچار سطح اُستادی کا نقارہ بجایا اور ہمعصرون مین تاج افتخار پایا — یہ آخری دور کی مصیبت کچھہ ہماری ہی زبان پر نہین پڑی۔ فارسی کے متقدمین کو اس کے متاخرین سے مطابق کرلو۔ شعرائے جاہلیت کو متاخرینِ عرب سے مقابلہ کرلو۔ انگریزی اگرچہ مین نہین جانتا مگر اتنا جانتا ہون کہ اُسکے متاخرین بھی اس درد سے نالان ہین۔ پس معلوم ہوا کہ زبان جب تک عالمِ طفولیت مین رہتی ہے تب ہی تک شیر و شربت کے پیالے لُنڈھاتی ہے۔ جب پختہ سال ہوتی ہے۔ تو خوشبو عرق اُسمین ملاتی ہے۔ تکلّف کے عطر ڈھونڈ کر لاتی ہے پھر سادگی اور شیرین ادائی تو خاک مین ملجاتی ہے۔ ان دوائون کے پیالے ہوتے ہین جسکا جی چاہے پیا کرے ٭

اس موقع پر یہہ کہنا واجب ہے کہ پہلے جو صاحب کمال لکھنؤ مین تھے وہ دِلّی کے خانہ برباد تھے۔ وہ یا اُنکی اولاد اُس وقت تک دِلّی کو اپنا وطن سمجھتے تھے اور اہلِ لکھنؤ اُنکی تقلید کو فخر سمجھتے تھے نہ کہ عیب کیونکہ وہان ابتک کوئی صاحب کمال اس درجہ کا پیدا نہوا تھا۔ اب وہ زمانہ آتا ہے کہ انہین خود صاحب زبانی کا دعوی ہوگا اور زیبا ہوگا۔ اور جب اُنکے اور دِلّی کے محاورہ مین اختلاف ہوگا تو اپنے محاورے کی فصاحت اور دلّی کی عدم فصاحت پر دلائل قائم کرینگے۔ بلکہ انہی کے بعض بعض نکتون کو دلّی کے اہل انصاف بھی تسلیم کرینگے۔ ان بزرگون نے بہت قدیمی الفاظ چھوڑ دئے جنکی کچھہ تفصیل چوتھے دیباچہ مین لکھی گئی۔ اور اب جو زبان دلّی اور لکھنؤ مین بولی جاتی ہے۔ وہ گویا انہین کی زبان ہے۔ البتہ شیخ ناسخ کے دیوان مین ایک جگہہ زور کا لفظ بہت کے معنون مین

دیکھا گیا۔ شاید یہ ابتدا کا کلام ہوگا ‏۞

غائب و زاہد چلے جاتے ہیں بینا ہے شہرِ لسا	اب تو ناسخ زور رندلاؤ بالی ہوگیا

اساتذۂ دہلی کے کلام میں۔ آتے ہے۔ اور جاتے ہے اکثر ہے۔ مگر اخیر کی غزلوں میں انہو
نے بھی بچاؤ کیا ہے ‏۞

شاہ نصیر مرحوم سن رسیدہ شخص تھے آغاز شاعری کا کنارہ جراتؔ اور سید انشاؔ سے
ملا ہوا تھا اور انجام کی سرحد ناسخؔ۔ آتشؔ اور ذوقؔ میں واقع ہوئی تھی اسلئے ابتدائی غزلوں
میں کہیں کہیں ٹک بول جاتے ہیں۔ اور جس طرح جمع مؤنث کے فعلوں کو الف نون کے
ساتھ جو تھے طبقہ میں بے تکلف بولتے تھے۔ انکی ابتدائی غزلوں میں کہیں کہیں ہے۔
چنانچہ میر کی غزل کا مطلع ہے ‏۞

جفائیں دیکھہ لیاں بیوفائیاں دیکھیں	بھلا ہوا کہ تری سب برائیاں دیکھیں
کبھی نہ اُس رخ روشن پہ چھائیاں دیکھیں	گھٹائیں چاند پہ سو بار آئیاں دیکھیں

اسیطرح موصوف جمع ہو اور صفت لفظ ہندی ہو تو اب موصوف کی مطابقت کے لئے صفت
کو جمع بولنا خلاف فصاحت سمجھتے ہیں۔ مگر خواجہ صاحب فرماتے ہیں ‏۞

عہد طفلی میں بھی تھا میں بسکہ سودائی مزاج بیڑیاں منت کی بھی پہنی تو میں نے بھاریاں

تمہید شیخ امام بخش ناسخ کے حال کی

بزرگانِ قدیم کی عمدہ یادگار مخدومی مولوی محمد عظیم اللہ صاحب ایک صاحب فضل و فائق
کمال غازی پور زمینہ (زمانیہ) کے رئیس ہیں اگرچہ بزرگوں کا حال تحصیل علوم میں کم آتا
جاتا ہوں کہ قاضی القضاۃ مفتی اسد اللہ صاحب کی ہمشیرہ یعنی شاہ اجمل صاحب کی پوتی
سے انکی شادی ہوئی مولوی صاحب موصوف کے والد کی شیخ امام بخش ناسخ سے نہایت دوستی
تھی۔ میرے دوستو! اگلے وقتوں کی دوستیاں کچھ اور دوستیاں تھیں۔ آج تمہارے
روشنی کے زمانہ میں انکی کیفیت بیان کرنے کو لفظ نہیں ملتے جن سے اُنکے خیالوں کا دلوں

مین نکس جاؤن - ہاے استاد ذوق

اب زبان پر بھی نہین آتا کہین الفت کا نام		انکے مکتوبون مین کچہ رسم کتابت ہو تو ہو

غرض جذبۂ جنسیت اور اتحاد طبیعت ہمیشہ مولوی صاحب کے والد کو غازی پور سے لکھنؤ کھینچکر لیجاتا تھا۔ مہینون وہین رہتے تھے۔ مولوی صاحب کا ۵ برس کا سن تھا۔ یہہ بھی والد کے ساتھ ہوتے تھے۔ اُس وقت سے شیخ ناسخ کی خدمت مین رہے اور برسا برس فیض حضوری سے بہرہ یاب ہوئے۔ رغمی تخلص اُنہی نے عنایت فرمایا جسے ۵۴ سال تلمذ کے ہوتے ہین۔ عربی فارسی کی کتب تحصیلی الہ آباد اور لکھنؤ مین حاصل کین۔ اُردو۔ فارسی کی انشا پردازی مین کئی مجلد لکھکر رکھہ چھوڑے ہین چاہتے ہین کہ انکی فصل اب بالکل نکل گئی ہوا مخالف ہے اسلیئے نہ آپ گوشۂ عافیت سے نکلتے ہین نہ اُنہین نکالتے ہین۔ عہد جوانی مین سرکار سے بھی با اقتدار اور معزز عہدے حاصل کئے۔ اب بڑھاپے نے پنشن خوار بناکر خانہ نشین کر دیا ہے۔ بندۂ آزاد کو اسی آب حیات کی بدولت انکی خدمت مین نیاز حاصل ہوا اور انہون نے بہت حالات شیخ موصوف کے لکھکر گرانبار احسان فرمایا جوکہ اب طبع ثانی مین درج ہوتے ہین۔ آزاد انکا صدق دل سے ممنون احسان ہے۔ ہمیشہ عنایت نامون سے ممنون فرماتے رہتے ہین جسکے حرف حرف سے محبت کے آب حیات ٹپکتے ہین۔ بات یہہ ہے کہ ہم لوگ اس زمانے کیلئے بالکل اجنبی ہین۔ نئی روشنی والے کہتے ہین کہ روشنی نہین روشنی نہین۔ جناب رغمی اور بندۂ آزاد کی آنکھون سے کوئی دیکھے کہ دنیا اندھیرا ہے

سراغ یک نگاہ آشنا از کس نمے یابم		جہان چون ترکستان ہے تو شہر کور میباشد

اب تک زیارت نہین ہوئی مگر یہہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی انجان آدمی ایک نئے ملک مین جا پڑے جہان نہ وہ کسیکی سمجھے نہ کوئی اُسکی۔ اور وہ ہکّا بکّا ایک ایک کا منہ دیکھے۔ اسیطرح وہ بھی آج کل کے لوگون کا منہ دیکھہ رہے ہین۔ کجا ناسخ و آتش کے مشاعرے اور کجا کمیٹیون کے جلسے۔ شیخصاحب اور خواجہ صاحب کے حالات جو اُنہون نے لکھکر بھیجے ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ آنکھون کے آنسو تھے حرفون کے رنگ مین برنکلے ہین۔ یہہ درد کوئی آزاد کے دل سے پوچھے کہ جب شیخ ابراہیم ذوق کا نام آتا ہے۔ چھاتی پر سانپ لوٹ جاتا ہے *

بنال بلبل اگر بامنت سر یاری ست		کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زاریست

شیخ ناسخ کا حال لکھتے لکھتے کہتے ہین کہ کیا کہون کہ میرے حال پر کیسی شفقت فرماتے تھے۔ دو دیوان خود لکھکر مجھے دئے۔ ایک مہر عقیق پر کھدوا کے مجھے دی۔ اب تک موجود ہے۔ رغمی سلمہ اللہ نے جونپور اور غازی پور وغیرہ کے حالات بھی بھیجے جنکی بدولت دربار اکبری ہمیشہ

شکر گذار رہیگا - خدا کرے کہ جلد وہ مرقع سجکر اہلِ نظر کی بیٹھکگاہ مین جلوہ گر ہو -

شیخ امام بخش ناسخ کا حال شیخ صاحب کی شاعری کا وطن لکھنؤ ہے مگر کمال ہے لاہور کو فخر کرنا چاہئے جو کہ اُنکی والد کا وطن تہا - خاندان کے باب مین فقط اسقدر کہہ سکتے ہین کہ خدا بخش خیمہ دوز کے بیٹے تھے - اور بعض اشخاص کہتے ہین کہ اُس دولتمند لاولد نے متبنیٰ کیا تہا - اصلی والد عالم غربت مین مغرب سے مشرق کو گئے - غرض آبا ہین اُنکی قسمت سے یہہ ستارہ چمکا کہ فلکِ نظم کا آفتاب ہوا

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال	کہ آگ لینے کو جائین پیمبری ہو جائے

غریب باپ سے صاحب نصیب بیٹے کے سوا وہان بہی نصیبہ نے رفاقت نہ کی مگر اُس دولتمند سوداگر نے کہ لاولد تہا بلند اقبال لڑکے کو فرزندی مین لیکر ایسا تعلیم و تربیت کیا کہ بڑے ہوکر شیخ امام بخش ناسخ ہوگئے - اور اُس مجازی باپ کی بدولت دنیا کے ضروریات سے بے نیاز رہے - وہ مرگیا تو اُسکے بہائیون نے دعوے کیا - اِنہون نے کہا کہ مجھے مال دولت سے کچہہ غرض نہین جسطرح اُنکو باپ سمجہتا تہا آپکو سمجہتا ہون اتنا ہے کہ جسطرح وہ میرے ضروریات کی خبرگیری کرتے تہے اُس طرح آپ فرمائے - اُنہون نے قبول کیا

ناسخ فسادیون کے سبب سے ایک موقع پر فقط بیسنی روٹی گہی مین چور کر کہایا کرتے تہے - بدنیت چچانے اُسمین زہر دیا - لوگون نے یہہ مصالح لگایا کہ ایک جن انکا دوست ہے اُسنے آگاہ کیا (حکایت عنقریب روایت کی جاتی ہے) بہرحال کسی قرینہ سے اِنہین معلوم ہوگیا - اُسیوقت چند دوستون کو بلاکر اُنکے سامنے ٹکڑا کتے کو دیا آخر ثابت ہوا کہ فی الحقیقة اُسمین زہر تہا - چند روز کے بعد وراثت کا جہگڑا عدالت تک پہنچا - جسکا فیصلہ شیخ مرحوم کی جیت پر ہوا - اُسوقت اِنہون نے چند باجیان

[illegible] "انکے والد لاہور سے گئے تھے - پشمینہ اور زعفران وغیرہ اشیا قیمتی کا [illegible]

کھکر دل خالی کیا - دو اُنمین سے یہہ ہین -

رباعی - مشہور ہی گرچہ افترای اعمام	پر کرتے نہین غم زخواص و زعوام
وارث ہونا دلیل فرزندی ہی	میراث نہ پا سکا کبھی کوئی غلام
رباعی - کہتے رہے اعمام عداوت سے غلام	میراث پدر پای مگر مینے تمام
اس دعوی باطل سے ستمگار ونکو	حاصل یہہ ہوا کر گئے مجکو بدنام

غور کرو تو متبنّیٰ ہونا کچھہ عیب کی بات نہین دنیا کی غریبی امیری جاڑے اور گرمی کی طرح بدلتی رہتی ہے - ایک امیر الامرا کو صرف چند پشت کے اندر دیکھو تو ممکن نہین کہ ایک وقت اُسکے گھر مین افلاس کا گذر نہوا ہو - البتہ وہ بے استقلال قابل ملامت ہے کہ اُس عالم مین رحمت الٰہی کا انتظار نکر سکے اور ایسے کام کر گذرے جو نام پر داغ دے جائین - غرض شیخ صاحب کے اسمعاملہ کو حریفون نے بدرنگ لباسون مین دکھایا ہے جسکا ذکر عنقریب آتا ہے - وہ فیض آباد مین تھے لکھنو کے دار الخلافہ ہوجانے سے وہان آئے اور وہین عمر بسر کی **ٹکسال** ایک محلہ مشہور ہے - اُسمین بیٹھکر شعر کے چاندی سونے پر سکّہ لگاتے تھے اور کھوٹے کھرے مضمون کو پرکھتے تھے -

تحصیل علم

فارسی کی کتابین حافظ وارث علی لکھنوی سے پڑہی تہین اور علماے فرنگی محل سے بہی تحصیلی کتابین حاصل کی تہین - اگرچہ عربی استعداد فاضلانہ تہی مگر رواج علم اور صحبت کی برکت سے فن شاعری کی ضروریات سے پوری واقفیت تہی - اور نظم سخن مین اُنکی نہایت پابندی کرتے تہے -

شیخ ناسخ کسی کے شاگرد نہ تہے

شاعری مین کسی کے شاگرد نتہے مگر ابتدا سے شعر کا عشق تہا (مولانا رحمی فرماتے ہین) مجہسے خود شیخ صاحب نے آغاز شاعری کا حال نقل فرمایا کہ میر تقی مرحوم ابہی زندہ تہے جو مجہے ذوق

سخن نے بے اختیار کیا - ایکدن اخیار کی نظر بچا کر کئی غزلیں خدمت مین لے گیا اُنہون نے اصلاح نہ دی[25] - مین دل شکستہ ہوکر چلا آیا اور کہا کہ میر صاحب بہی آخر آدمی ہین - فرشتہ تو نہین - اپنے کلام کو آپ ہی اصلاح دونگا - چنانچہ کہتا تہا اور رکہہ چہوڑتا تہا - چند روز کے بعد پہر دیکہتا - جو سمجہہ مین آتا اصلاح کرتا - اور رکہہ دیتا - کچہہ عرصہ کے بعد پہر فرصت مین نظر ثانی کرتا اور بناتا - غرض مشق کا سلسلہ برابر جاری تہا - لیکن کسی کو سناتا نہ تہا - جبتک خوب اطمینان نہ ہوا - مشاعرہ مین غزل نہ پڑہی نہ کسیکو سنائی - مرزا حاجی صاحب کے مکان پر مشاعرہ ہوتا تہا - سید انشا - مرزا قتیل جرأت - مصحفی - وغیرہ سب شعرا جمع ہوتے تہے - مین جاتا تہا - سبکو سنتا تہا - مگر آپ کچہہ نہ کہتا تہا - اُن لوگونمین جو لون مرچ سید انشا اور جرأت کے کلام مین ہوتا تہا وہ کسی کی زبان مین نہ تہا - غرض سید انشا اور مصحفی کے معرکے بہی ہوچکے - جرأت اور ظہور اللہ خان نوا کے ہنگامے بہی طے ہوگئے -

جب زمانہ سارے ورق اُلٹ چکا اور میدان صاف ہوگیا تو مینے غزل پڑہنی شروع کی - اِسموقع پر مرزا حاجی صاحب - مرزا قتیل - اور حاجی محمد صادق خان اختر[27] نے

[25] انکی طبیعت اور زبان - دو نوانسے میل کہانیوالی تہیں - اور بے دماغی اُسپر طرہ - افسوس میر صاحب نے جو الفاظ فرمائے ہونگے - سننے کے قابل ہونگے - مگر شیخ صاحب نے وہ کسیکو کب سنائے ہونگے -

[26] رقعات مرزا قتیل مین انکا ذکر اکثر آتا ہے - نہایت رسا اور صاحب عقل اور باتدبیر شخص تہے - نواب سعادت علی خان اور صاحب رزیڈنٹ کے درمیان مین واسطہ ہوکر اکثر مقدمات سلطنت کو سربراہ کرتے تہے - لاکہون روپے کے املاک بہم پہنچائے تہے - اپنے گہر مین بیٹہے ہوئے اہل عالم کو امیرانہ شان دکہاتے تہے - علم و فضل اور شعر و سخن کا شوق تہا - اسلئے اکثر اہل کمال اُنکے مکان پر جمع ہوتے تہے -

[27] اختر اپنے زمانہ کے ایک جامع الکمالات شخص تہے اور اکثر شاعرانہ اور عالمانہ تنازع انکے سامنے آکر فیصلہ ہوتے تہے -

بڑی قدردانی کی اور اُنکے دل بڑھانے سے کلام نے روز بروز رنگ پکڑنا شروع
کیا- لوگونکے دلون مین بھی یہانتک شوق پیدا ہوا کہ جو غزلہ کہکر پڑھتا تہا- پھر بھی
مشتاق رہجاتے تہے- منتظرؔ[1] اور گرمؔ کو موت نے ٹہنڈا کیا- خواجہ حیدر علی آتشؔ- شیخ
مصحفی کے ارشد تلامذہ نے محاورہ ہندی مین نام نکالا- ایک دفعہ کئی مہینے بعد-
فیض آباد سے آئے- مشاعرہ مین جو میری غزلین سُنین تو سانپ کی طرح پیچ و تاب
کہایا- اور اُسی دن سے بگاڑ شروع ہوا- اُنہون نے آتش رشک کے جلن مین اس
جانکاہی اور سینہ خراشی سے غزلین کہین کہ سینہ سے خون آنے لگا-

غرض شیخ صاحب کا شوق ہمیشہ مشاعرہ مین لیجا کر دلمین اُمنگ اور طبیعت مین جوش
بڑہاتا تہا اور آسودہ حالی اکثر شعرا- اہلِ فہم- اور اہلِ کمال کو اُنکے گہر کہینچ لاتی تہی
اُنکی صحبتون مین طبیعت خود بخود اصلاح پاتی گئی- رفتہ رفتہ خود اصلاحین دینے
لگے. **بعض** سن رسیدہ اشخاص سے سُنا گیا کہ ابتدا مین شیخ مصحفی سے اصلاح
لیتے تہے مگر کسی شعر پر ایسی تکرار ہوئی کہ اُنہون نے انکا آنا بند کر دیا- یہہ بطور خود
غزلین کہتے رہے- اور تنہا تخلص ایک شخص تہے- اُنسے تنہائی مین مشورت کرتے
رہے- جب اطمینان ہوا تو مشاعرون مین غزل پڑہنے لگے لیکن مصحفی والی روایت
قابلِ اعتبار نہین کیونکہ اُنہون نے اپنے تذکرہ مین تمام شاگردون کے نام لکہدیے
ہین- اِنکا نام نہین ہے- (مولانا رنجی فرماتے ہین)

ورزش کا شوق

پہلوان سخن کو ابتدائے عمر سے ورزش کا شوق تہا- خود ورزش کرتے تہے بلکہ احباب کے
نوجوانون مین جو حاضرِ خدمت ہوتے اور اُنہین کسی ہونہار کو ورزش کا شوق دیکہتے
تو خوش ہوتے اور جوڑ دلاتے- ۱۲۹۷ ڈنڑ کا تو معمول تہا کہ یا غفور کے عدد ہین
یہہ وظیفہ قضا نہوتا تہا- البتہ موقع اور موسم پر زیادہ ہوجاتے تہے اُنہین جیسا

[1] منتظر اور گرم- شیخ مصحفی کے نامور شاگرد تہے

ریاضت کا شوق تہا ویسا ہی ڈیل ڈول بہی لائے تہے۔ بلند بالا۔ فراخ سینہ منڈا ہوا سر۔ کہاردے کا لنگ باندہے بیٹہے رہتے تہے۔ جیسے شیر بیٹہا ہے۔ جاڑے مین تن زیب کا کرتا۔ بہت ہوا تو لکہنؤ کی چہینٹ کا دوہرا کرتا پہن لیا۔

دن رات مین ایک دفعہ کہانا کہاتے تہے۔ ظہر کے وقت دسترخوان پر بیٹہتے تہے۔ اور کئی وقتونکی کسر نکال لیتے تہے۔ پانسیر پختہ وزن شاہجہانی کی خوراک تہی۔ خاص خاص میوونکی فصل ہوتی تو جسدن کسی میوہ کو جی چاہتا اُسدن کہانا موقوف۔ مثلاً جامنون کو جی چاہا لگن اور سینیان بہر کر بیٹہ گئے۔ ۴۔۵ سیر وہی کہا ڈالین۔ آمونکا موسم ہے تو ایک دن کئی ٹوکرے منگا کر سامنے رکہہ لئے۔ ناند مین پانی ڈلوالیا۔ اُنہین بہر اور خالی کرکے اُٹہہ کہڑے ہوئے۔ بہُٹے کہانے بیٹہے تو گُٹہلیونکے ڈہیر لگا دیئے۔ اور یہہ اکثر کہایا کرتے تہے۔ دو دو پیالے بہُٹے چُنے جاتے۔ چاکوسے دونون پر خط ڈالکر لون مرچ لگتا۔ سامنے بہُنتے ہین۔ لیمو چہڑکتے ہین اور کہاتے جاتے ہین۔ میوہ خوری ہر فصل مین دو تین دفعہ۔ بس۔ اور اِسمین دو چار دوست بہی شامل ہو جاتے تہے

کہانا اکثر تخلیہ مین کہاتے تہے سبکو وقت معلوم تہا۔ جب ظہر کا وقت قریب ہوتا تو رخصت ہو جاتے تہے (رغمی سلمہ اللہ فرماتے ہین) مجہے چند مرتبہ انکے ساتہہ کہانیکا اتفاق ہوا۔ اُسدن نہاری اور نان تافتان بہی بازار سے منگائی تہی۔ پانچ چار پیالون مین۔ قورمہ۔ کباب۔ ایک مین کسی پرندہ کا قورمہ تہا۔ شلغم تہے۔ چقندر تہے ارہر کی دال۔ دہوئی ماش کی دال تہی۔ اور وہ دسترخوان کا شیر اکیلا تہا مگر سبکو منا کر دیا۔ یہہ بہی قاعدہ تہا کہ ایک پیالہ مین سے جتنا کہانا ہے خوب کہا لو۔ اُسے خدمتگار اُٹہا لیگا۔ دوسرا سامنے کر دیگا۔ یہہ نہو سکتا تہا کہ ایک نوالہ کو دو پیالون مین ڈالکر کہا لو۔ کہا کرتے تہے کہ ملا جلا کر کہانے مین ہر چیز کا مزا جاتا رہتا ہے۔ اخیر

مین پُلاو یا چلاو یا خشکہ کہاتے تہے - پہر دال اور ۵-۶ نوالونکے بعد ایک نوالہ چٹنی یا اچار یا مربے کا - کہا کرتے تہے کہ تم جوانون سے تو مین بڈہا ہی اچہا کہاتا ہون دسترخوان اُٹہتا تہا تو وہ خوان فقط خالی باسنون کے بہرے اُٹہتے تہے - قوی ہیکل بلونت جوان تہے - اُنکی صورت دیکہکر معلوم ہوتا تہا کہ دہ سیر کہانا اُنکے آگے کیا مال ہے -

لطیفہ زمانہ کی زبان کون پکڑ سکتا ہے - بے ادب گستاخ دم کٹے بہینسے کی بہبتی کہا کرتے تہے - اسی رنگ روغن کی رعایت سے خواجہ صاحب نے چوٹ کی -

رو سیہ دشمن کا یون پاپوش سے کیجے فگار	جیسے سلہٹ کی سپر پر زخم ہو شمشیر کا

شیخ صاحب نے خود بہی اسکا عذر کیا ہے اور شاگرد بہی روغن قازمل ملکر اُستاد کے رنگ کو چمکاتے تہے - اور حریف کے رنگ کو مٹاتے تہے - فقیر محمد خان گویا نے کہا تہا -

گویا	ہے یقین گل ہو جو دیکہے گیسوے دلبر چراغ	آگے کالے کے بہلا روشن ہو کیونکر چراغ
شیخ	ہین گو کہ حسن سے ظاہر مین مثل ماہ نہین	ہزار شکر کہ باطن مرا سیاہ نہین
جواب	فروغ حسن پہ کب نور زلف چلتا ہے	یہہ وہ چراغ ہے کالے کے آگے جلتا ہے

پہلوان سخن زور آزمائی کے چرچے اور ورزش کی باتون سے بہت خوش ہوتے تہے - رحمی سلمہم اللہ کے والد بہی اس میدان کے جوانمرد تہے - رغبتون کے اتحاد ہمیشہ موافقت صحبت کے لئے سبب ہوتے ہین اسیلئے صحبت کے ہنگامے گرم رہتے تہے -

لطیفہ آغا کلب حسین خان مرحوم انہین اکثر بلایا کرتے تہے اور مہینون مہمان رکہتے تہے - انسے بہی فقط ذوق شعر کا تعلق نہ تہا - وہ بہی ایک شہزور شہسوار - ورزشی جوان تہے - سامان امیرانہ اور مزاج دوستانہ رکہتے تہے چنانچہ ایک موقع پر کہ آغا صاحب سوداعم سرکار کوتاہی پر تحصیلدار ہو کر آئے - شیخ صاحب کو بُلا بہیجا کہ چند روز سبزہ وصحرا کی

سیرت طبیعت کو سیراب فرمایئے۔ ایک دن بعض اقسام کے کہانے خاص شیخ صاحب کی نیت سے پکوائے تہے اسلئے وقت معمولی سے کچھ دیر ہوگئی۔ شیخ صاحب نے دیکہا کہ حرم سرا کی ڈیوڑہی سے نوکر اپنے اپنے کہانے لیکر نکلے۔ بلاکر پوچہا کہ یہہ کیسے کہانے ہیں؟ عرض کی ہمارا کہانا ہے۔ فرمایا ادہر لاؤ۔ انہیں سے ہم-ہ کا کہانا سامنے رکھ لیا۔ چاشنی چکھ کر ماحسن حوالے کئے اور کہا کہ ہمارا کہانا آئیگا تو تم کہا لینا۔ آغا صاحب کو خبر پہنچی۔ اتنے میں وہ آئیں۔ یہاں کام ختم ہو چکا تہا۔

ـه جناب مخدوم مکرم آغا کلب حسین خانصاحب نے بہی اس حکایت کی تصدیق فرمائی اور کہا کہ انکے مزاج میں شوریدگی ضرور تہی۔ اگرچہ میں اُن دنوں میں خورد سال تہا مگر ایک بار دو آتا اور رہتا اور ان صحبتوں کی سحرخوانیاں خصوصاً مقام سوارام کی کیفیتیں سب جوں کی توں پیش نظر ہیں۔ انہیں بالاخانہ پر آتا جاتا تہا۔ میں نے دیکہا یہہ بہی ہوا کہ بیٹہے بیٹہے کہاتے کہاتے سالن کا پیالہ اُٹہایا اور کہڑکی میں سے پہینک کر مارا کہ وہ جا پڑا۔ سبب دیکہا تو کچہہ نہ تہا۔

ـه مرزا محمد تقی خاں اور محمد شفیع خاں دو بہائی نادر شاہ کے مصاحب تہے۔ انہیں محمد تقی خاں کی ذات سے نادر شاہ مذکور کا قہر و غضب عالم پر روشن ہے۔ محمد شفیع خاں کو جلتے آگ میں جلوا دیا یہہ دل برداشتہ ہو کر ہندوستان میں آئے۔ نواب شجاع الدولہ صفدر جنگ کے بزرگوں سے اور انکے بزرگوں سے ایران میں اتحاد تہا چنانچہ اسی سلسلہ سے ملاقات ہوئی۔ تو انکا کمال محبت سے پیش آئے۔ اور بادشاہ دہلی کے دربار سے کچہہ خدمت دلوانی چاہی۔ جب انہوں نے منظور نہ کی تو علاقہ اودہ میں دس ہزار روپیہ کی جاگیر کر دی۔ شیخ علی حزین بنارس میں تہے۔ انسے اور انسے وطن سے بہت دوستی تہی۔ اسلئے بنارس میں جا کر رہے۔ شیخ مرحوم ابہی زندہ تہے کہ انہوں نے انتقال کیا۔ شیخ نے جو سردابہ اپنے لئے بنایا تہا اسکے پہلو میں دفن کیا۔ اور بہت سے اپنے شعر قبر پر لکہے آجتک قایم ہیں۔ انکے بیٹے کلب علیخان مرحوم نے سرکار انگریزی سے بزرگوں کی عزت کو روشن کیا۔ راجہ بنارس خورد سال تہے انکے علاقہ کا کام سپرد ہوا۔ چنانچہ علاقے کی آمدنی ۴۰ لاکہہ روپیہ تہی انکی مالیات اور فوجداری کے کل اختیارات انکے ہاتہہ میں تہے۔ انکے بیٹے ڈپٹی کلب حسین خانصاحب ہوئے انکے بیٹے آغا کلب حسن خانصاحب بالفعل امرتسر میں درجۂ اول کے اکسٹرا اسسٹنٹ ہیں اور لیاقت اور متانت اور مروت اور وضعداری میں ایک سند ہی یادگار بزرگان سلف کی ہیں۔

تقسیم اوقات

یہہ ہی معمول تھا کہ پہر رات رہے سے ورزش شروع کرتے تھے - صبح تک اُس سے فارغ ہوتے تھے - مکان مردانہ تہا - عیال کا جنجال رکھا ہی نہ تہا - اول نہائے اور پہر صحن میں کہ صفائی سے آیئنہ رہتا تہا - موڈھے بچھے مین - اندر ہین تو فرش اور سامان آرایش سے آراستہ ہے - صبح سے احباب اور شاگرد آنے شروع ہوتے تھے - دوپہر کو سب رخصت اور دروازہ بند - حضرت دسترخوان پر بیٹھے - یہہ بڑا کام تہا چنانچہ اسی بہاری بوجہ کو اُٹہا کر آرام فرمایا - عصر سے پہر آمد شروع ہوئی - مغرب کے وقت سب رخصت - دروازہ معمور - خدمتگار کو بہی باہر کیا - اور اندر سے قفل جڑ دیا - کوٹہے پر ایک کمرہ خلوت کا تہا - وہان گئے کچہہ سو رہے اور تہوڑی دیر بعد اُٹہکر فکر سخن میں مصروف ہوئے - عالم خواب غفلت مین پڑا سنا تا تہا - اور وہ خواب راحت کے عوض کاغذ پر خون جگر ٹپکاتے تھے (اُستاد مرحوم کا ایک مطلع یاد آگیا جسکا مصرع آخر اس انگوٹہی پر نگینا ہوگیا)

پہر اگر یہ ترے رُخسار کو چمکاتا ہے	تیل اس آگ پہ تل آنکہہ کا ٹپکاتا ہے

شاگرد جو غزلین اصلاح کو دیتے تہے - نوکر اُنہین ایک کہاروے کی تہیلی مین بہر کر پہلو مین رکہہ دیتا تہا - وہ بہی بناتے تھے - جب پچہلا پہر اہوا تو کاغذ تہ ہوئے اور پہر وہی ورزش -

حقہ کا بہت شوق تہا -

حقہ کا بہت شوق تہا - عمدہ عمدہ حُقّے منگاتے تہے - تحفہ نمین آتے تہے - اُنہین موزون نیچون سے سجاتے تہے - کلیان - گڑگڑیان - شٹک پیچوان - چوگانی مدریے وغیرہ وغیرہ ایک کوٹہڑی بہری ہوئی تہی - یہہ نہ تہا کہ جلسہ مین دو حُقّے ہین وہی دورہ کرتے ہین ہر ایک کے موافق طبع الگ حقہ اسکے سامنے آتا تہا - ان صحبتون مین بہی شاگردون کے لئے اصلاح اور افادہ ہو جاتا تہا -

اوابِ محفل کا بہت خیال تہا۔ آپ تکیہ سے لگے بیٹھے رہتے تہے۔ شاگرد جنہیں اکثر امیرزادے
شرفا ہوتے تہے، باادب بچھونے کے حاشیہ پر بیٹھتے جاتے۔ دم مارنیکی مجال نہ تہی۔ شیخ
صاحب کچھہ سوچتے کچھہ لکہتے۔ جب کاغذ ہاتہہ سے رکہتے تو کہتے۔ ہون! ایک شخص غزل
سُنانی شروع کرتا۔ کسی شعر مین کوئی لفظ قابل تبدیل ہوتا۔ یا پس و پیش کے تغیر سے کام
نکلتا تو اصلاح فرماتے۔ نہین تو کہدیتے یہہ کچھہ نہین نکالڈالو۔ یا اسکا پہلا یا دوسرا
مصرع اچھا نہین۔ اسے بدلو۔ یہہ قافیہ خوب ہے مگر اچھے پہلو سے نہین بندہا۔ طبیعت
پر زور ڈالکر کہو۔ جب وہ شخص پڑہ چکتا تو دوسرا پڑہتا۔ اور کوئی بول نہ سکتا تہا

لکھنؤ کے امیرزادے جنہیں کہانے کے ہضم کرنے سے زیادہ کوئی کام دشوار نہین ہوتا۔ انکے وقت گذارنے کے لئے مصاحبوں نے ایک عجیب چورن تیار کیا۔ اُسسے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ صاحب سے ایک جن کو محبت تہی۔ انکا معمول تہا۔ ورزش کے بعد صبح کو ایک سینی پراٹہا گہی مین تر تراتا کہایا کرتے تہے۔ اول اول ایسا ہوتا رہا کہ جب کہانے بیٹہتے۔ پراٹہا برابر غائب ہوتا چلا جاتا۔ یہہ سوچتے مگر کوئی بات سمجھہ مین نہ آتی۔ بالاخانہ مین دروازہ بند کرکے اکیلے ورزش کیا کرتے تہے۔ ایکدن مگدر ہلا رہے تہے۔ دیکہتے ہیں۔ ایک شخص اُدہر سامنے کہڑا مگدر ہلا رہا ہے۔ حیران ہوئے۔ بدن مین جوانی اور پہلوانی کا بل تہا۔ پیٹ گئے۔ تہوڑی دیر زور ہوتا رہا۔ اسی عالم مین پوچہا کہ تو کون ہے؟ اُسنے کہا کہ تمہاری ورزش کا انداز پسند آیا ہے اسلئے کبہی کبہی ادہر آنکلتا ہون۔ اکثر کہانے مین بہی شریک ہوتا ہون۔ مگر بغیر اظہار کے محبت کا مزا نہین آتا۔ آج ظاہر کردیا۔ اسدن سے اُنکی ذکی دلہو گئی اسی نے زہر کے راز سے بہی آگاہ کیا تہا۔ بعض اشخاص کہتے ہین۔ یہہ خوش خوری کے سبب سے لوگ کہتے تہے کہ انکے پیٹ مین جن ہے۔

کسی کی نوکری نہین کی۔ سرمایہ خداداد۔ اور جوہرشناسون کی قدردانی سے نہایت
خوشحالی کے ساتھہ زندگی بسر کی۔ پہلی دفعہ الٰہ آباد مین آئے ہوئے تہے جو راجہ چندولال

نے ۱۲ ہزار روپے بہیجکر بلا بہیجا - انہون نے لکہا کہ اب مین نے سید کا دامن پکڑا ہے اسے
چہوڑ نہین سکتا - یہان سے جاؤنگا تو لکہنؤ ہی جاؤنگا - راجہ موصوف نے پہر خط لکہا بلکہ
۱۵ ہزار روپے بہیجکر بڑے اصرار سے کہا کہ یہان تشریف لائیگا تو ملک الشعرا خطاب
دلواؤنگا - حاضری دربار کی قید نہوگی - ملاقات آپکی خوشی پر رہیگی - انہون نے منظور
نہ کیا اور روپے آغا کلب حسین خانصاحب کے پاس رکہوا دیئے - جب ضرورت ہوتی
منگا لیتے - اور انپر کیا منحصر ہے - نواب معتمد الدولہ اور انکے بیٹے ہمیشہ خدمت کو
حاضر تہے - تحفے نذرانے جابجا سے آتے رہتے تہے - یہہ بہی کہاتے اور کہلاتے ہی رہتے
تہے - سادات - اہل حج - اہل زیارت کو دیتے تہے اور آزادی کے عالم مین جہان
جی چاہتا وہان جا بیٹہتے جسکے ہان جاتے وہ اپنا فخر سمجہتا تہا -

سیاحی کی مسافت فیض آباد سے لکہنو اور وہان سے الہ آباد - بنارس عظیم آباد -
پٹنہ تک ہے - چاہا تہا کہ شیخ علی حزین کی طرح بنارس مین بیٹہہ جائین چنانچہ الہ آباد سے
وہان گئے مگر اپنی ملت کے لوگ نہ پائے اسلئے دل برداشتہ ہوکر عظیم آباد گئے - وہانکے
لوگ نہایت مروت اور عظمت سے پیش آئے مگر انکا جی نہ لگا - گہبرا کر بہاگے اور کہا
کہ یہان میری زبان خراب ہوجائیگی - الہ آباد مین آگئے - پہر شاہ اجمل کے دائرہ کو
مرکز پکڑا اور کہا -

ہر پہر کے دایرہ ہی مین رکہتا ہون مین قدم	آئی کہان سے گردش پرکار پاؤن مین

لکہنؤ سے کیوں

لکہنؤ سے نکلنے کا سبب یہہ ہوا تہا کہ غازی الدین حیدر کے عہد مین جب انکی تعریفونکی
آوازین بہت بلند ہوئین تو انہون نے نواب معتمد الدولہ آغا میر اپنے وزیر سے کہا
کہ اگر شیخ ناسخ ہمارے دربار مین آئین اور قصیدہ سنائین تو ہم انہین ملک الشعرا
خطاب دین - معتمد الدولہ انکے با اخلاص شاگرد تہے - جب یہہ پیغام پہنچایا تو انہون نے

بگڑکر جواب دیا کہ مرزا سلیمان شکوہ[2] بادشاہ ہوجائیں تو وہ خطاب دیں۔ یا گورنمنٹ انگلشیہ خطاب دے۔ اِنکا خطاب لیکر میں کیا کرونگا۔ نواب کے مزاج میں کچھ وحشت بھی تھی حسب الحکم شیخ صاحب کو نکلنا پڑا۔ اور چند روز الہ آباد میں جا کر رہے نواب مرگئے تو پھر لکھنؤ میں آئے۔ چند روز کے بعد حکیم مہدی جنکے بزرگ کشمیری تھے شاہ اودھ کی سرکار میں مختار تھے۔ وہ ایک بدگمانی میں معزول ہوکر نکلے۔ چونکہ وہ نواب آغا میر کے رقیب تھے، شیخ صاحب نے تاریخ کہی جسکا مادہ ہے ع کاشو برائے بختِ شلغم ریختہ مشکل یہہ کہ چند روز کے بعد وہ پھر بحال ہوکر آگئے۔ شاعر نے الہ آباد کو گریز کی۔ لیکن اکثر غزلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب لکھنؤ سے جدا ہوئے۔ تڑپتے اور دن ہی گنتے رہے (ایک شعر میں بھی لکھتا ہوں)

دشت سے کب وطن کو پہنچونگا	کرچکا اب تو سال آپہنچا +

حکیم مہدی کو دوبارہ زوال ہوا تو انہوں نے پھر تاریخ کہی (نیا انداز ہے اسلئے لکھتا ہوں)

ازجاے حکیم ہشت بر گیر	سہ مرتبہ نصف کم کن ۔ ۱۲۴۸

اب کی دفعہ جو آئے تو ایسے گھر میں بیٹھے کہ مرکر ہی نہ اُٹھے۔ گھر ہی میں دفن ہوئے میر علی اوسط رشک انکے شاگرد رشید نے تاریخ کہی ع۔ دلا شعر گوئی اُٹھی لکھنؤ سے۔

۱۲۵۴ھ۔ لوگ کہتے ہیں ۶۴-۶۵ برس کی عمر تھی مگر رنجی سلمہ اللہ لکھتے ہیں کہ تقریباً سو برس کی عمر ہوگی اکثر عہد سلف کے معرکے اور نواب شجاع الدولہ کی باتیں آنکھوں سے دیکھی باتیں کیا کرتے تھے

دیوان ۳ ہیں مگر ۲ مشہور ہیں۔ ایک الہ آباد میں مرتب کیا تھا۔ بے وطنی کا عالم دل پریشان۔ غزلیں خاطر خواہ بہم نہ پہنچیں اسلئے **دفتر پریشان** نام رکھا۔ انمیں غزلوں۔ رباعیوں اور تاریخوں کے سوا اور قسم کی نظم نہیں **قصاید**

[2] مرزا سلیمان شکوہ اکبر شاہ کے بھائی تھے۔ دلی چھوڑ کر لکھنؤ جا رہے تھے۔ سرکار لکھنؤ کی بدولت بادشاہانہ زندگی بسر کرتے تھے

کا شوق نہ تہا چنانچہ نواب لکھنؤ کی تاریخ وتہنیت مین بہی کبہی کچہہ کہا ہے تو بطور قطعہ ہے
ناسخ کے کانٹون سے انکا باغ پاک ہے۔

ایک مثنوی حدیث مفضل کا ترجمہ ہے۔ میر علی اوسط رشک نے اُسے ترتیب دیا۔ اور اسکا تاریخی نام نظم سراج رکہا ہے۔ اور ایک مولود شریف بہی شیخ صاحب کی تصنیف ہے۔

(عیوب و کلام ہے۔) عموماً کلام انکا شاعری کے ظاہری عیبون اور لفظی سقمون سے بہت پاک ہے۔ اور اس امر مین انہین اتنی کوشش ہے کہ اگرچہ ترکیب کی چستی یا کلام کی گرمی مین فرق آجائے مگر اصول ہاتہ سے نہین جانے دیتے۔ اور یہہ سلامت روی قرین مصلحت ہے کیونکہ شیخ تصرف اور ایجاد انسان کو اکثر ایسے اعتراضون کے نشانے پر لاڈالتے ہین جہانسے سرکنا بہی مشکل ہو جاتا ہے۔

(غزلیات) غزلون مین شوکت الفاظ۔ اور بلند پروازی۔ اور نازک خیالی بہت ہے۔ اور تاثیر کم صائب کی تشبیہہ و تمثیل کو اپنی صنعت مین ترکیب دیکر ایسی دستکاری اور میناکاری فرمائی کہ بعض موقع پر بیدل اور ناصر علی کی حد مین جا پڑے۔ اور اردو مین وہ اس سے صاحب طرز قرار پائے۔ انہین ناسخ کہنا بجا ہے۔ کیونکہ طرز قدیم کو نسخ کیا۔ جسکا خود بہی انہین فخر تہا۔

(تاریخین۔ قصیدہ) دیوان کے اخیر مین بہت سی **تاریخین** ہین اور اکثرون مین نہایت عمدہ اور برجستہ مادے نکالے ہین۔ شوکت الفاظ کہتی ہے کہ اگر وہ قصیدہ کہتے تو خوب کہتے مگر افسوس کہ اسطرف توجہ نہ کی۔

---

۲۵ اردوے معلی مین غالب مرحوم کا ایک خط مرزا حاتم علی مہر کے نام ہے اسمین لکہا ہے۔ ناسخ مرحوم جو تمہارے اُستاد تہے میرے بہی دوست صادق الوداد تہے مگر یک فنی تہے۔ صرف غزل کہتے تہے۔ قصیدہ اور مثنوی سے انہین کچہہ علاقہ نتہا۔ اسی کتاب مین چودہری عبد الغفور کے خط مین چند شعر منتخب اساتذہ متقدمین کے لکہکر تحریر کیا ہے۔ ناسخ کے ہان کمتر۔ اور آتش کے ہان بیشتر یہہ تیز نشتر ہین۔

نظم معراج کی نظم لوگونکی رای مین انکی رتبۂ عالی سے گری ہوئی ہے - اور چونکہ پابندی ترجمۂ حدیث کی ہو اسلیے اسپر گرفت بیجا ہے چند شعر نمونے کے طور پر ہین -

کی خدا نے جو یہہ زبان عطا | ہے بلا شک عطیۂ عظمے
اس سے ہے مختلف مزونکی تمیز | اس سے پاتے ہین لذت ہر چیز
کوئی کڑوی ہے کوئی ہی میٹھی | نمکین کوئی کوئی کھٹ میٹھی
کوئی اچھی ہے کوئی زشت و زبون | مزے سب چیزونکے ہین گوناگون
سب مزونسے زبان واقف ہے | نہین اسرار کی یہہ کاشف ہے
جو نہو یہہ تو کچھہ نہو معلوم | نہو کوئی مزا کبھی مفہوم
اور بھی ہوتے ہین زبان سے کام | ہے ممد وقت بلع آب و طعام
اس سے احکام بہر دندان ہے | قوت تام جسم و دندان ہے

کوئی ناواقف شخص شایق کلام آتا تو چند بے معنی غزلین بنا رکھی تہین - انہین سے کوئی شعر پڑھتے - یا اسیوقت چند بے ربط الفاظ جوڑ کر موزون کر لیتے اور سناتے - اگر وہ سوچ مین جاتا اور چپ رہجاتا تو سمجھتے تھے کہ کچھہ سمجھا ہے اسے اور سناتے تھے اور اگر اسنے بے تحاشا تعریف کرنی شروع کر دی تو اسی طرح کے ایک دو شعر پڑھکر چپکے ہو رہتے تھے مثلاً -

آدمی مخمل مین دیکھے مورچے بادام مین | ٹوٹی دریا کی کلائی زلف الجھی دام مین
تونے ناسخ وہ غزل آج لکھی ہے کہ ہوا | اسکو مشکل ید بیضا مین سخندان ہونا

بلکہ اکثر خود سناتے ہی نہ تھے - جب کوئی آتا اور شعر کی فرمایش کرتا تو دیوان اٹھا کر سامنے رکھہ دیتے تھے کہ اسمین سے دیکھہ لیجیے - دو تین خوشنویس کاتب ہی نوکر رہتے تھے - دیوان کی نقلین جاری تہین جب دوست یا شاگرد کو لایق اور شایق دیکھتے اسے عنایت فرماتے تھے

شیخ صاحب خواجہ صاحب مقابلہ۔

اُنہون نے اور اُنکے ہمعصر خواجہ حیدر علی آتش نے خوبیٔ اقبال سے ایسا زمانہ پایا جسنے
اُنکے نقش و نگار کو تصاویر مانی و بہزاد کا جلوہ دیا۔ ہزارون صاحب فہم دونو کی طرفدار
ہو گئے اور ظرفیین کو چمکا چمکا کر تماشے دیکھنے لگے۔ لیکن حق پوچھو تو اُن فتنہ انگیزونکا
دونو کو احسانمند ہونا چاہیے کیونکہ روشنیٔ طبع اشتعال دیتے تھے۔

ان دونو صاحبونکے طریقون مین بالکل اختلاف ہی۔ **شیخ صاحب** کے پیرو مضمون
دقیق کو ڈھونڈھتے ہین۔ **خواجہ صاحب** کے معتقد محاورہ کی صفائی۔ کلام کی
سادگی کے بندے ہین اور شعر کی تڑپ اور کلام کی تاثیر پہ جان قربان کرتے ہین۔ ان
لوگون کو شیخصاحب کے کلام پر چند قسم کے اعتراض ہین۔ اگرچہ اُن مین سے بعض باتون
مین سینہ زوری اور شدت ہی۔ لیکن مؤرخ کو ہر امر کا اظہار واجب ہے اسلیے قلم
انداز بھی نہین کر سکتا۔

اول۔ کہتے ہین کہ شیخ صاحب کے اکثر نازک خیالیان ایسی ہین کہ کوہ کندن و کاہ برآوردن
چنانچہ اشعار مفصلہ ذیل نمونۂ **نازک خیالی** ہین۔

میری آنکھون نے تجھے دیکھکے وہ کچھ دیکھا	کہ زبانِ مژہ پر شکوہ ہی بینائی کا
کھل گیا ہمپر عناصر جب ہے بے اعتدال	رابطہ واجب ہے ممکن دوست دشمن مین نہین
کی خدا نے کافرون پر اے صنم جنت حرام	ورنہ کسکی آنکھ پڑتی تیری ہوتے حور پر
کوئی جانان مین ہون پر محروم ہون دیدار سے	پائی خفتہ خندہ زن ہین دیدۂ بیدار پر
وہ آفتاب ہو کسطرح سے بے سایہ	ہوا نہ سر سے کبھی سایۂ سحاب جدا

خواجہ صاحب کے معتقد کہتے ہین کہ جن لوگون نے غزل کے اصول کو سمجھا ہی یعنی فارسی مین
خواجہ حافظ۔ اور شیخ سعدی نے۔ اور اردو مین۔ سودا۔ میر۔ اور جرأت نے سند پائی وہ
اسے غزل نہ کہینگے۔ مگر یہہ بات اُسیر گرفت کے قابل نہین۔ کیونکہ فارسی مین بھی۔

جلال اسیر، قاسم مشہدی - بیدل اور ناصر علی - وغیرہ اُستاد ہو گذرے ہین
جنہون نے اپنے نازک خیالونکی بدولت خیال بند - اور معنی یاب لقب حاصل کیا ہے
شیخ صاحب نے اُنکی طرز اختیار کی تو کیا بُرا کیا - یہہ بہی واضح ہو کہ جن لوگونکی طبیعت
مین ایسی خیال بندیونکا انداز پیدا ہوا ہے - اُسکے کئی سبب ہوئے ہین - اول
یہہ کہ بعض طبیعتین ابتدا ہی سے پُر زور ہوتی ہین - فکر اُنکے تیز اور خیالات بلند
ہوتے ہین - مگر اُستاد نہین ہوتا جو اس ہونہار بچہیرے کو روک کر نکالے اور
اصول کی باگون پر لگائے پہر اس خود سری کو اُنکی آسودہ حالی اور بے اختیاطی
زیادہ قوت دیتی ہے - جو کسی جوہر شناس یا سخن فہم کی پروا نہین رکہتی - وہ
اپنی تصویرین آپ کہینچتے ہین - اور آپ اُنپر قربان ہوتے ہین بلکہ شوقین داد
دینے والے جو کہوٹے کہرے کے پرکہنے والے ہین ا ورحقیقت مین پسند عام کے دیل
بہی وہی ہین - ان نازک خیالونکو اُنکی بہی ضرورت نہین ہوتی - کیونکہ اُنکی دولتمندی
اپنے گہر پہ اپنا دربار الگ لگاتی ہے جسمین بعض اشخاص دِقت پسندی اور باریک
بینی مین اُنکے ہم مزاج ہوتے ہین - بعض فقط باتون ہی مین خوش کر دینے
کا شوق رکہتے ہین - بعض کو اپنی گرہ کی عقل نہین ہوتی - جسطرف لوگون کو دوڑتے
دیکہا آپ بہی دوڑنے لگتے ہین - غرض ایسے ایسے سبب ہوتے ہین جو بھلے چنگے آدمی کی
آنکہونپر پٹّی باندہکر خود پسندی کے ناہموار میدانونمین دہکیل دیتے ہین -

دوسرا اعتراض انکے حریفونکا اُن سخت اور سنگین الفاظ پر ہے جنکے بہاری زن کا
بوجہہ غزل کی نزاکت لطافت ہرگز برداشت نہین کرسکتی - اور کلام بہدا ہو جاتا ہے
چنانچہ کچہہ اشعار اس قبیل کے بہی لکہے جاتے ہین -

بے خطر یون ہاتہہ دوڑاتا ہون زلف یار پر	دوڑتا تہا جسطرح ثعبان موسیٰ مار پر

تو وہ خورشید ہے اُلٹے جو گلستان مین نقاب
چہرۂ گل مین تلوّن ہو وہین حربا کا

برنگ گل جگر ہوتا ہے ٹکڑے سیرِ گلشن مین
ہوا ہے تیغِ غم بے یار نظارہ سپرِ غم کا

آگے مجھ کامل کے ناقص ہے کمال مُدّعی
درمیان ہے فرق استدراج اور اعجاز کا

لگ گیا ہے عشق کا آزار قسمت سے مجھے
ہون جو عیسیٰ بھی ارادہ ہو نہ استعلاج کا

انڈا اُٹھا کے نکلی ہے باہر تو کیا ہوا
بلبل کو جسم بیضۂ فولاد ہو گیا

ناسخ تمام رجس تناسخ سے پاک ہے
وہ شمع ہو گیا تو وہ پروانہ ہو گیا

قمر ہی کیا ترے آگے محاق مین آیا
کہ آفتاب بھی تو احتراق مین آیا

سوئے کعبہ تیرے عاشق سجدہ کرتے ہین کوئی
تیرے ابرو کی طرف قبلہ محوّل ہو گیا

باعثِ گریہ ہوئی فرقت مین مجکو مے کشی
ساقیا اشکون سے مے کا استحالہ ہو گیا

بڑا اکّال ہے ناسخ غم عالم فراہم کر
ارادہ ہے اگر اے چرخ اُسکی میہمانی کا

نہ باطل خشک زاہد ہے نہ عاطل رندِ تر دامن
خدا نے اپنی حکمت سے کیا ہے خشک و تر پیدا

کسی حالت مین مجھے ہوش سے کچھ کام نہین
چڑھ گئے اُبھرے نشے کے جو سودا اُترا

آغازِ خط مین اژدرِ فرعون ہے جو زلف
افسونِ خطِ یار ہی افسانہ ہو گیا

غیر کو ثر کسی دریا کا مین سبّاح نہین
بیشۂ شیرِ خدا مین کہین سیّاح نہین

ہے ہوس ہمسے ملے یار کرے غیر کو ترک
مطلب اپنا وہ ہے جو قابل انجاح نہین

ظلم طولِ شبِ فرقت کے تطاول سے کہا
داد رس کوئی بجز فالق الاصباح نہین

روشنائی سے ہوئی روشنئ خانۂ فکر
جز قلم اور مری بزم مین مصباح نہین

بال توڑے تری زلفونکے نہ میدہ دی سے
جس مرے ہاتھ کی مانند ہو گر شانہ نہین

خیال بند طبّاع اور مشکل پسند لوگ اگرچہ اپنے خیالون مین مست رہتے ہین مگر چونکہ فیض صحبت
جمالی نہین جاتا اور مشق کو بڑی تاثیر ہے اسلئے مشکل کلام مین بھی ایک لطافت پیدا

ہوجاتا ہے۔جس سے اُنکی اور اُنکے طرفداروںکے دعووں کی بنیاد قایم ہوجاتی ہے
تیسرے۔ انکے حریف کہتے ہین کہ شیخصاحب بہی خیال بندی اور دشوار پسندی
کی قباحت کو سمجہہ گئے تہے۔اور اخیر کو اس کوچہ مین آنیکا ارادہ کرتے تہے۔اُنہی دنونکا
ایک مطلع شیخصاحب کا ہے۔خواجہ صاحب کے سامنے کسی نے پڑہا اور اُنہون نے لطف
زبان کی تعریف کی۔

جنون پسند ہے مجکو ہوا ببولون کی
عجب بہار ہے ان زرد زرد پہولون کی

مگر اول تو طبیعت کی مناسبت۔ دوسرے عمر بہر کی وہی مشق تہی۔اسلئے جب محاورہ
کے کوچہ مین آکر صاف صاف کہنا چاہتے تہے تو بہس بہسی بندش اور بہپنیڈے الفاظ
بولنے لگتے تہے۔چنانچہ اسکی سند مین اکثر اشعار پیش کرتے ہین جنہین سے چند شعر یہ ہین

ناک رگڑے ہر گہڑی کیونکر نہ اُسکے سامنے
بدلے نتہنی کے سلیمان کی ہے خاتم ناک مین

رنگ لالہ مین اگر ہے تو نہین نام کو بو
یاسمن مین ترے بنڈے سی ہی بو رنگ نہین

ساقی بغیر ہی یہہ لہو تہوکتا نہین
منہہ سے شراب وصل نکلتی ہے ہجر مین

کیا ہی حاسد ہے فلک جسنے کہ نوبت پائی
دم مین مانند حباب اسنے نقارہ توڑا

انکے حریفونکو اس لفظ پر بہی اعتراض ہے کیونکہ نقّارہ مشدّد ہی تخفیف کے ساتہہ
نہین آیا۔ اور جب اُنسے کہا گیا کہ نظّارہ بہی بتشدید ہے مگر تخفیف کے ساتہہ فارسی
اور ریختہ مین آیا ہے۔ تو انہون نے کہا کہ غیر زبان کے لفظ مین قیاس نہین چل سکتا۔
اہل زبان کی سند دینی چاہیئے منصفونکے نزدیک یہہ بہی انکی سینہ زوری ہے۔نظامی

بذوق جشن نوروزے نقارہ
گلوے خویش کردہ پارہ پارہ

مجہسے رہتا ہے رمیدہ وہ غزال شہری
صاف سیکہا ہے چلن آہوے صحرائی کا

غزال شہری کے لئے فارسی کی سند چاہئے کیونکہ وحشی کے مقابل مین اہلی

بولتے ہین شہری نہین بولتے مگر اسے فارسی کے کوچہ مین نہین ڈالنا چاہئے بلکہ اُردو کے قادر الکلام کا تصرف سمجہنا چاہئے۔

ذبح وہ کرتا تو ہے پر چاہئے اَی مرغِ دل	دم پھڑک جائے تڑپہنا دیکہکر صیاد کا

یہہ تعقید نہایت بیطور واقع ہوئی ہے۔ انکے حریف اس قسم کے اشعار اَور بہی بہت پڑہتے ہین۔ مگر ان جزوی باتون پر توجہ بے حاصل ہے۔ اسلئے اشعار مذکور قلم انداز کئے گئے۔

انکے کلام مین تصوف بہی ہے۔ مگر اسکا رستہ کچہ اَور ہی جس سے وہ واقف نہین۔

تو بہی آغوشِ تصور سے جُدا ہوتا نہین	اَی صنم جسطرح دو ر ایکدم خدا ہوتا نہین
بحرِ وحدت مین ہم ہین۔ گو سر گیا مثلِ حباب	چوب کیا تلوار سے پانی جُدا ہوتا نہین
نشۂ عرفان نہین جبتک دلا ہی قیل وقال	تا نہو لبریز ساغر بے صدا ہوتا نہین
اسرارِ نہان آتے ہین سینہ سے زبان پر	اب سدِ سکندر کرون تعمیر گلے مین
ہے یہہ وہ راہ کہ تا عرش پہنچتا ہی بشر	دل مین دروازہ ہے اس گنبدِ مینائی کا
عارفون کو ہر در و دیوار آدب آموز ہے	مانعِ گردن کشی ہے اِنحنا محراب کا
مظہر وہ بت ہی نورِ خدا کے ظہور کا	نقشِ قدم سے سنگ کو رُتبہ ہی طور کا

حریف یہہ بہی حرف رکہتے ہین کہ شیخ ناسخ مخلوقِ فارسی کو تناسخ دیکر اُردو کی زندگی دیتے تہے۔

مسی آلودہ لب پر رنگ پان ہے	تماشا ہے تہِ آتش دہوان ہے
مسی آلودہ بر لب رنگِ پان است	تماشا کن تہِ آتش دخان است
ناتوانی سے گران سرمہ ہی چشمِ یار کو	جسطرح ہورات بہاری مردمِ بیمار کو
گو ئیند کہ شب بر سرِ بیمار گران است	گر سُرمہ بچشمِ تو گران است از ان است

سیہ بختی مین کب کوئی کسی کا ساتھہ دیتا ہے	کہ تاریکی مین سایہ بھی جُدا ہوتا ہی انسان سے

کسی اُستاد کا شعر فارسی میں ہی۔

بروز بیکسی کس نیست غیر از سایہ یار من	مگر آنہم ندارد طاقتِ شبہاے تار من
فرق ہی شاہ و گدا مین نوال شاعر سے بھی	شیر قالین اَور ہی شیر نیستان اَور ہی
بوریا جاے من و جاے تونگر قالین	شیر قالین دگر و شیر نیستان دگر است

میر تقی مرحوم اور بقا مین دو آپ کے مضمون پر جو دو دو لطیفے ہوئے۔ میر صاحب کے حال مین لکھے گئے۔ مین سمجھتا تہا کہ شیخ ناسخ نے الہ آباد مین بیٹھکر اِسمین سے یہ مضمون تراشا ہوگا۔ صفحہ ۲۲۷۔

ایک ترمینی ہے دکو کہین مرے	اب الہ آباد بھی پنجاب ہے۔ لیکن

غیاث الدین بلبن بادشاہ دہلی کا بیٹا یعنے محمد سلطان جب لاہور کے باہر راوی کے کنارہ پر ترکان تاتاری کی لڑائی میں مارا گیا تو امیر خسرو نے اسکا مرثیہ ترکیب بند میں لکھا ہی اُسمین کہتے ہین۔

بسکہ آب چشم خلقی شد روان ہر چار سو	پنج آبے دیگر اندر مولتان آمد پدید

کہتے ہین کہ خواجہ صاحب نے انہیں باتون پر چوٹ کر کے کہا ہے۔

مضمون کا چور ہوتا ہے رسوا جہان مین	چکہتی خراب کرتی ہی مال حرام کی

اگر چہ اسطرح کے چند اشعار اور بھی سُنے جاتے ہین مگر ایسا صاحب کمال جسکی تصنیفات کمالِ نازک خیالی اور مضامین عالی کے ساتھہ ایک مجلد ضخیم مین موجود ہے اُسپر سرقہ کا الزام لگانا انصاف کی آنکھونمین خاک ڈالنی ہے۔ سودا اور میر کے اشعار جن استادو نکے شعرون سے لڑگئے ہین وہ لکھے گئے۔ جو اُنکے طرف سے جواب ہے وہی انکے طرف سے سمجھین۔ میری راے مین یہہ دونو حریف اور اُنکے طرفدار کوئی قابلِ الزام نہین

کیونکہ وہ نوطرز فنون مین کوئی کمال سے خالی نہین تہا۔ البتہ طبیعتین مختلف ہوتی ہین اسلئے پسند مین اختلاف ہو۔ کہنے والے چاہین سو کہنہ جائین۔

انہی نازک خیالیونمین جو صاف شعر بہی زبان سے نکل گیا ہے ایک تیر ہے کہ نشانہ کے پار جاکر اڑا ہے اٹک کر ترازو بہی نہین ہوا۔

سینکڑون آہین کرون پر دخل کیا آواز کا	تیر جو دیوے صدا ہے نقص تیرانداز کا
ترچھی نظرون سے نہ دیکھو عاشقِ دلگیر کو	کیسے تیرانداز ہو سیدھا تو کرلو تیر کو

اس انداز کے شعر بہی انکے دیوانون مین ڈہونڈہو تو بہت ہونگے۔

شیخصاحب کے کلام مین نمک ظرافت کا چٹخارا کم ہے۔ چنانچہ زاہد۔ اور ناصح جو شعرائے اردو فارسی کے لئے ہر جگہ رونقِ محفل ہین۔ یہہ اُنسے بہی ہنسکر دل نہین بہلاتے اور اگر اتفاقًا ہے تو ایسا ہی کہ وہ ہنسنا زہر خندہ معلوم ہوتا ہے۔

حرص سے زاہد یہہ کہتا ہی جو گر جائینگے دانت	کیا کشادہ پہر رزق اپنا دہان ہو جائیگا
دیکہیو ناسخ سرِ شیخِ معمم کی طرف	کیا کلس مسواک کا ہی گنبدِ دستار پہ

سودا کی غزل ہے۔ جرس ہووے اگر ہووے قفس ہووے اگر ہووے۔ اُسکا شعر دیکہو کہ وہ اسی بات کو کس چوچلے سے کہتا ہے۔

نہین شایانِ زیبِ گنبدِ دستار کچہہ زاہد	مگر مسواک ہی اُسپر کلس ہووے اگر ہووے
زاہد اگلے رمضان مین پڑی ہون خاک نماز	سوئے قبلہ تو خنازیر کہڑے رہتے ہین
واہ کیا پیر مغان کا ہے تصرف میکشو	محتسب کا اب سخن تکیہ ہے ٹل ٹل ہو گیا
عابد و زاہد چلے جاتے ہین پیتا ہے شراب	اب تو ناسخ زور رندِ لاابالی ہو گیا
اہلِ مذہب سے اس درجہ ہی نفرت مجکو	کہ مجہے قافیۂ زور سے کچہہ کام نہین

شیخصاحب کا مذہب پہلے سنت جماعت تہا۔ پہر مذہب شیعہ اختیار کیا۔ وہ اکثر غزلونمین

مذہبی تعریفین کرتے تہے۔ اور یہہ شاعر یا عام مصنف کے لئے نازیبا ہین۔ ہان کوئی اپنے تائید مذہب مین کتاب لکہے تو اُسمین دلائل و براہین کے قبیل سے جو چاہے کہے مضائیقہ نہین ۔

وہ بہت خوش اخلاق نہے مگر اپنے خیالات مین ایسے محو رہتے تہے کہ ناواقف شخص خشک مزاج یا بد دماغ سمجہتا تہا۔ سید مہدی حسن فراغ مرحوم میان بیتاب کے شاگرد تہے اور زبان ریختہ کے کہنہ سال مشاق تہے۔ نقل فرماتے تہے کہ۔ ایک دن مین شیخصاحب کی خدمت مین گیا۔ دیکہا کہ چوکی پر بیٹہے نہارہے ہین۔ آس پاس چند احباب مونڈہون پر بیٹہے ہین۔ مین سامنے جاکر کہڑا ہوا اور سلام کیا۔ اُنہون نے ایک آواز سے کہ جو اُنکے بدن سے بہی فربہ تہی فرمایا کہ کیون صاحب کسطرح تشریف لانا ہوا؟ مینے کہا کہ ایک فارسی کا شعر کسی اُستاد کا ہے اُسکے معنے سمجہہ مین نہین آتے۔ فرمایا کہ مین فارسی کا شاعر نہین۔ اتنا کہہ کر اَور شخص سے باتین کرنے لگے۔ مین اپنے جانے پر بہت پچہتایا اور اپنے تیئن ملامت کرتا چلا آیا۔

لطیفہ۔ ایک دن کوئی شخص ملاقات کو آئے۔ یہہ اُسوقت چند دوستون کو لئے انگنائی مین کرسیون پر بیٹہے تہے۔ شخص مذکور کے ہاتہہ مین چہڑی تہی۔ اور اتفاقؔ پانو کے آگے ایک مٹی کا ڈہیلا پڑا تہا۔ وہ شغل بیکاری کے طور پر جیسے کہ اکثر اشخاص کو عادت ہوتی ہے آہستہ آہستہ لکڑی کی نوک سے ڈہیلے کو توڑنے لگے۔ شیخصاحب نے نوکر کو آواز دی۔ سامنے حاضر ہوا۔ فرمایا کہ میان! ایک ٹوکری مٹی کے ڈہیلونکی بہر کر اِنکے سامنے رکہدو کہ دل لگا کر شوق پورا کرین۔

لطیفہ۔ شاہ غلام اعظم افضل اُنکے شاگرد اکثر حاضر خدمت ہوتے تہے۔ ایکدن آپ تخت پر بیٹہے تہے۔ اسپر سیتل پاٹی کا بوریا بچہا تہا۔ افضل آئے وہ بہی اُسی پر

بیٹھ گئے اور سینتل پاٹی کا ایک تنکا توڑ کر چٹکی سے توڑنے اور مروڑنے لگے شیخصاحب
نے آدمی کو بلا کر کہا کہ بہائی وہ جو آج نئی جہاڑو تم بازار سے لائے ہو۔ ذرا لے
آؤ۔ اسنے حاضر کی۔ خود لیکر شاہ صاحب کے سامنے رکہدی اور کہا۔ صاحبزادے!
اسے شغل فرمائیے۔ فقیر کا بوریا آپکے تہوڑے سے التفات مین برباد ہو جائیگا۔ یہہ
اور سینتل پاٹی اس شہر مین کہان ڈہونڈہتا پہرلگا۔ وہ بیچارے شرمندہ ہو کر
رہ گئے۔

لطیفہ۔ آغا کلب عابد خانصاحب فرماتے تہے کہ ایک دفعہ شیخصاحب کے واسطے
کسی شخص نے دو تین چمچے بطریق تحفہ بہیجے کہ شیشہ کے تہے۔ اُن دنون مین نیا ایجاد
سمجہے جاتے تہے اور حقیقت مین بہت خوشنما تہے۔ وہ پہلو مین طاق پر رکہے تہے
ایک امیر صاحبزادے آئے۔ اُسطرف دیکہا اور پوچہا کہ حضرت یہہ چمچہ کہانسے
خریدے اور کس قیمت کو خریدے شیخصاحب نے حال بیان کیا۔ انہون نے ہاتہہ بڑہا کر
ایک چمچہ اُٹھا لیا۔ دیکہکر تعریف کی۔ پہر باتین چیتین کرتے رہے اور چمچہ سے زمین پر
کہٹکا دیکر شغل بے شغلی فرماتے رہے۔ شیشہ کی بساط کیا تہی ٹہیس زیادہ لگی۔ جہٹ سے
دو ٹکڑے۔ شیخصاحب نے دوسرا چمچہ اُٹھا کر سامنے رکہہ دیا اور کہا کہ اب اسے شغل فرمائیے

لطیفہ۔ ایکدن اپنے خانہ باغ کے بنگلہ مین بیٹھے تہے اور فکر مضمون مین غرق
تہے۔ ایک شخص آکر بیٹھے۔ انکی طبیعت پریشان ہوئی۔ اُٹھکر ٹہلنے لگے کہ یہہ اُٹھجائین
ناچار پہر آبیٹھے مگر وہ نہ اُٹھے۔ کسی ضرورت کے بہانے سے پہر گئے کہ یہہ سمجہہ جائینگے
وہ پہر بہی نہ سمجہے۔ انہون نے چلم مین سے چنگاری اُٹھا کر بنگلہ کی ٹٹی مین رکہدی
اور آپ لکہنے لگے۔ ٹٹی جلنی شروع ہوئی۔ وہ شخص گہبرا کر اُٹھے۔ اور کہا کہ شیخصاحب
آپ دیکہتے ہین؟ یہہ کیا ہو رہا ہے۔ انہون نے اُنکا ہاتہہ پکڑ لیا کہ جاتے کہان ہو

اب تو مجھے اور تمھین جلکر راکھہ کا ڈھیر ہوناہے۔ تمنے میرے مضامین کو خاک مین ملایا
تب میرے دلکو جلا کر خاک کیا ہے اب کیا نہین جانے دونگا؟

لطیفہ۔ اسیطرح ایک شخص نے بیشمار نہین تنگ کیا نوکر کو بلا کر صندوقچہ منگایا۔ اُسمین سے مکانکے قبالے نکالکر اُسکے سامنے دہر دیے اور نوکر سے کہا کہ بہائی مزدورونکو بلاؤ اور اسباب اُٹہا کر لیچلو۔ ادہر وہ شخص حیران انکا منہہ دیکہے۔ ادہر نوکر حیران آپنے کہا دیکہتے کیا ہو۔ مکان پر تو یہہ قبضہ کر چکے ایسا نہو کہ اسباب بہی ہاتہہ سے جاتا رہے۔

شیخصاحب کے مزاج مین یہہ صفتین نہین۔ مگر بنیاد انکی فقط نازک مزاجی پر تہی۔ نہ غرور یا بدنیتی۔ پر جسکا انجام بدی تک پہنچے۔ نازک مقام آپڑتا تو اسیطرح تحمل کرکے ٹال جاتے تہے کہ اوروں سے ہونا مشکل ہے۔

نقل۔ ایک نوابصاحب کے ہان مشاعرہ تہا وہ انکے معتقد تہے اُنہوں نے ارادہ کیا کہ شیخ صاحب جب غزل پڑہ چکین تو انہین سرِ مشاعرہ خلعت دین۔ یار لوگون نے خواجہ صاحب کے پاس مصرع طرح نہ بہیجا۔ انہین اُسوقت مصرع پہنچا۔ جب ایکدن مشاعرہ مین باقی تہا۔ خواجہ صاحب بہت خفا ہوئے اور کہا کہ اب لکہنؤ رہنے کا مقام نہین۔ ہم نرہینگے۔ شاگرد جمع ہوئے اور کہا کہ آپ کچہہ خیال نفرمائیں۔ نیازمند حاضر ہین۔ دو دو شعر کہینگے تو صدہا شعر ہوجائینگے۔ وہ بہت تندمزاج تہے۔ انسے بہی ویسی ہی تقریرین کرتے رہے۔ شہر کے باہر چلے گئے۔ پہرتے پہرتے ایک مسجد مین جا بیٹہے۔ وہانسے غزل کہکر لائے۔ اور مشاعرے مین گئے تو ایک قرابین بہی بہر کر لیتے گئے۔ بیٹہے ایسے موقع پر کہ عین مقابل شیخصاحب کے تہے۔ اول تو انکا انداز ہی بانکے سپاہیونکا تہا۔ اسپر قرابین بہری سامنے رکہی تہی اور معلوم ہوتا تہا کہ

خود بہی بیرے بیٹہے ہاہین - بار بار قرا بین اُٹہاتے تہے - اور رکہدیتے تہے - جب شمع سامنے آئی تو سنبہل کر ہو بیٹہے - اور شیخصاحب کی طرف اشارہ کرکے پڑہا -

سُن تو سہی جہان مین ہے تیرا فسانہ کیا	کہتی ہے تجکو خلق خدا غائبانہ کیا

اس ساری غزل مین کہین انکے لیے پالک ہونے پر کہین ذخیرہ دولت پر - کہین انکے سامانِ امارت پر - غرض کچہہ نہ کچہہ چوٹ ضرور ہے شیخصاحب بیچارے دم بخود بیٹہے رہے نوابصاحب ڈرے کہ خدا جانے یہہ اُنہیر قرابین خالی کرین - یا میرے پیٹ مین آگ بہرین اُسیوقت داروغہ کو اشارہ کیا کہ دوسرا خلعت خواجہ صاحب کے لئے تیار کرو - غرض دونو صاحبونکو برابر خلعت دیکر رخصت کیا -

رحمی سلمہ اللہ فرماتے ہین کہ مدتون لکہنو مین رہنا ہوا مینے کبہی چاند اور سورج کا طلوع ایک مطلع مین سحر نہ دیکہا ہمیشہ مشاعرہ مین پہلو بچاتے تہے - خواجہ صاحب - نواب سید محمد خان رند اور صاحب مرزا شناور کے مشاعرہ مین جایا کرتے تہے - ادہر مرزا محمد رضا برق کے ہان مشاعرہ ہوتا تہا - شیخصاحب اپنی غزل بہجدیتے تہے - جب جلسہ جمتا تو برق کے شاگرد میان طور سب سے پہلے غزل مذکور کو لیکر کہتے - صاحبو! یہہ سخن گوش باشد یہہ غزل اُستاد الاستاد شیخ ناسخ کی ہے - تمام اہل مشاعرہ چپ چاپ ہوکر متوجہ ہو جاتے انکی غزل کے بعد اور شعرا پڑہتے تہے -

برخلاف عادتِ شعرا کے انکی طبیعت مین سلامت روی کا جوہر تہا - چنانچہ ایک دفعہ سید محمد خان رند کی اپنے اُستاد خواجہ حیدر علی آتش سے شکر رنجی ہو گئی - چاہا کہ ناسخ کی شاگردی سے اُستاد سابق کے تعلق کو فسخ کرین - مرزا محمد رضا برق کے ساتہہ شیخصاحب کے پاس آئے مرزا صاحب نے اظہار مطلب کیا - شیخصاحب نے تامل کے بعد کہا کہ نوابصاحب ابرس سے خواجہ صاحب سے اصلاح لیتے ہین - آج اُنسے یہہ حال ہے تو کل مجہے اُنسے کیا امید ہے

علاوہ بران آپ خواجہ صاحب سے کچھہ سلوک بہی کرتے ہین وہ سلسلہ قطع ہو جائیگا۔ اسکا وبال کدہر پڑیگا۔ اور مجہے انسے یہہ تمنا نہین۔ میری دانست مین بہتر ہے کہ آپہی دو نو صاحبون کی صلح کروا دین۔ اور اس امر مین اسقدر تاکید کی کہ بہر آپسمین صفائی ہوگئی۔

اگرچہ انکے کلامون اور حکایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت مین شوخی و رنگینی نہتی مگر شاعری کا وہ نشہ ہے کہ اپنے رنگ بدلے ہی آتا ہے۔ چنانچہ میر گہسیٹا نام ایک شخص گذرے خوشنویس تھے صاحب نے تاریخ فرمائی۔

جب میر گہسیٹا مر گئے ہائے	ہر ایک نے اپنے منہہ کو پیٹا
ناسخ نے کہی یہہ سنکے تاریخ	افسوس کہ موت نے گہسیٹا

نقل۔ انکے مزاج مین منصفی اور حق شناسی کا اثر ضرور تہا چنانچہ الہ آباد مین ایکدن مشاعرہ تہا۔ سب موزون طبع طرحی غزلین لکہکر لائے۔ شیخ صاحب نے جو غزل پڑہی مطلع تہا۔

دل اب محو تر سا ہوا چاہتا ہے	یہہ کعبہ کلیسا ہوا چاہتا ہے

ایک لڑکے نے صف کے پیچہے سے سر نکالا۔ بہولی بہالی صورت سے معلوم ہوتا تہا کہ بہر کر مین غزل پڑہتے ہوئے ڈرتا ہے۔ لوگونکی دلدہی نے اسکی ہمت باندہی پہلا ہی مطلع تہا

دل اس بت پہ شیدا ہوا چاہتا ہے	خدا جانے اب کیا ہوا چاہتا ہے

محفل مین دہوم مچ گئی شیخ ناسخ نے بہی تعریف کر کے لڑکے کا دل بڑہایا۔ اور کہا کہ بہائی یہہ فیضان الٰہی ہے اسمین استادی کا زور نہین چلتا۔ تمہارا مطلع مطلع آفتاب ہے مین اپنا پہلا مصرع غزل مین سے نکال ڈالونگا۔

شاہ نصیر کا مطلع ہمیشہ پڑہا کرتے تہے اور کہتے تہے نصیر تخلص نہوتا تو یہہ مطلع نصیب ہوتا

خیالِ زلفِ دوتا میں نصیر پیٹا کر		گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

ایک دن کسی سوداگر کی کوٹھی میں گئے۔ سوداگر بچہ کہ دولتِ حسن کا بھی سرمایہ دار تھا، سامنے لیٹا تھا مگر کچھ سوتا کچھ جاگتا تھا۔ آپ نے دیکھکر فرمایا۔ ع ہے چشم نیم باز عجب خواب ناز ہے۔ یہہ مصرع تو ہو گیا مگر دوسرا مصرع جیسا جی چاہتا تھا ویسا نہ ہوتا تھا۔ گھر آئے۔ اسی فکر میں غرق تھے کہ خواجہ وزیر آگئے اُنہوں نے خاموشی کا سبب پوچھا۔ شیخصاحب نے بیان فرمایا۔ اتفاق ہے کہ اُنکی طبیعت لڑ گئی۔

ہے چشم نیم باز عجب خواب ناز ہے		فتنہ تو سو رہا ہے در فتنہ باز ہے

شیخصاحب بہت خوش ہوئے۔

ایک دن وزیر اپنے شاہِ سخن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مزاج پرسی فرماکر عنایت و محبت کی باتیں کرنے لگے اور کہا کہ آجکل کچھہ فکر کیا؟ عرض کی کہ وِرد و وظیفہ سے فرصت نہیں ہوئی۔ آپنے پھر ارشاد فرمایا۔ اُنہوں نے مطلع پڑھا۔

وہ زلف لیتی ہے تابِ دل و توان اپنا		اندھیری رات میں لُٹتا ہے کاروان اپنا

بہت خوش ہوئے اُسوقت ایک عمدہ تسبیح عقیق البحر کی ہاتھہ میں تھی وہ عنایت فرمائی۔ خواجہ وزیر پر بڑی عنایت تھی اور قدر و منزلت فرماتے تھے۔ سب شاگردوں میں اُنکا نمبر اول تھا۔ پھر برق، رشک وغیرہ وغیرہ۔

ناسخ کلیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آٹھہ پہر اسی فکر میں غلطان و پیچان رہتے تھے چنانچہ جن دنوں شاہ اجمل کے دایرہ میں تشریف رکھتے تھے تو وہاں تین گھرانے بابرکت اور صاحبِ سنگاہ تھے۔ تینوں جگہ سے وقت معمولی پر کھانا آتا تھا۔ ایک خوان بلکہ دسترخوان شاہ ابو المعالی کی سرکار سے آتا تھا۔ اسمیں ہر قسم کے امیرانہ اور عمدہ کھانے موجود ہوتے تھے۔ ایک خوان سید علی جعفر کے ہاں سے آتا تھا۔ کہ شاہ ابو المعالی کی بہن

اُنسے منسوب تہین - ایک خوان شاہ غلام حیدر صاحب کے ہانسے آتا تہا - اسپر بہی اپنا بورچی خانہ الگ گرم ہوتا تہا جس چیز کو جی چاہتا تہا پکواتے تہے - دسترخوان پیوندہ بہی شامل ہوجاتا تہا ایک دن بورچی سے خاگینہ کی فرمایش فرمائی تہی - اُسمین کوئی سینولیا گرا ہوگا جو کہ دو بار چیکت کی تہی آپنے تاریخ کہدی - تاریخ

جاں بلب آمد مرا از غفلتِ طباخ آہ	می پزد خاگینہ با مارِ کریہ از بہرِ من
چوں دگر بارہ خطا بنمود سالِ عیسوی	گفت دل مارِ سیہ بخت این سفینۂ از بہرِ

سنہ ۱۲۳۰ مین معتمد الدولہ آغا میر نے جو سوا لاکہہ روپیہ قصیدہ کا صلہ دیا تہا - انہون نے مرزا صاحب کے حوالہ کر دیا تہا - لوگون نے جانا انکے گہر مین ہی ہے - چور نے رات کو نقب لگائی اور ناکام گیا - آپنے فرمایا - تاریخ

دزد در خانۂ تاریخ چو زدہ نقب امشب	نہ زر و سیم نہ بد مس خجل آمد بیرون
بہر تاریخ مسیحی چو بریدم سرِ دزد	دزد از خانہ مفلس خجل آمد بیرون

بات بات پر تاریخ کہتے تہے - بیماری سے صحت پائی تاریخ کہی - رفت تب نوبہ من سنہ ۱۲۳۵ء
غسلِ صحت کیا تو کہا ع - شود صحت ہمایون و مبارک - سنہ ۱۲۳۵
ایک موقع پر قتل ہوتے ہوتے بچ گئے - کہا کنم شکرِ خدا - سنہ ۱۲۳۵
حریفونے نظر بند کروا دیا تو کہا ع - ہر ہوا افسوس خانہ زندان گردید جین رگ کی سفارش سے چہوٹے اسکا تاریخی تشکریہ کہا ع رہانیدی مرا از دست گرگے۔
کسی نے خطوط چرالئے تو کہا ع - سیاہ ہمچو قلم باد روے حاسد من - پہر یہ خط جا پڑے تو تاریخ کہی ع - صد حیف تلف چہار نامہ۔
پیارے شاگرد خواجہ وزیر کا بیاہ ہوا تو فرمایا ع - شد نوشہ وزیر من امروز - انکے ہان لڑکا پیدا ہوا تو صبح کا وقت تہا فرمایا - ع صبح طالع شد بر آمد آفتاب۔

سنہ ۱۲ ... دمین دائرہ کے بیاہ میں بیٹہے تہے - چہت مین سے سانپ گر پڑا اسکی تاریخ کہی ع

ایک مشاعرہ مین خواجہ صاحب نے مطلع پڑھا۔

سرمۂ منظورِ نظر ٹھیرا ہے چشمِ یار مین ۔۔ نیل کا گنڈا پنہایا مردمِ بیمار مین

شیخ صاحب نے کہا سبحان اللہ خواجہ صاحب کیا خوب فرمایا ہے۔

سرمۂ منظورِ ٹھیرا جو چشمِ یار مین ۔۔ نیلگون گنڈا پنہایا مردمِ بیمار مین

خواجہ صاحب نے اُٹھکر سلام کیا اور کہا۔ "جاے اُستاد خالیست"۔ آزاد کی سمجھہ مین نہین آتا کہ بیمار مین گنڈا کیونکر پنہاتے ہین۔ گنڈا بیمار کو پنہایا کرتے ہین۔ اور اس سے زیادہ تعجب شیخ صاحب کے مطلع کا ہو کہ فرماتے ہین۔

یون نزاکت سے گران ہو سرمہ چشمِ یار مین ۔۔ جسطرح ہو رات بھاری مردمِ بیمار مین

یہان بھی مین بے معنی ہے۔ پر ہو تو ٹھیک ہو۔

لطیفہ۔ ایک مشاعرہ مین ایسے وقت پہنچے کہ جلسہ ختم ہوچکا تھا۔ مگر خواجہ حیدر علی آتش وغیرہ چند شعرا ابھی موجود تھے۔ یہہ جاکر بیٹھے تعظیم رسمی اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ جناب خواجہ صاحب مشاعرہ ہوچکا۔ اُنہون نے کہا کہ سبکو آپ کا اشتیاق رہا شیخ صاحب نے یہہ مطلع پڑھا

جو خاص ہین وہ شریک گروہ عام نہین ۔۔ شمار دانۂ تسبیح مین **امام** نہین

چونکہ نام بھی **امام بخش** تھا اسلئے تمام اہلِ جلسہ نے نہایت تعریف کی۔ خواجہ صاحب نے یہہ مطلع پڑھا۔

یہہ بزم وہ ہے کہ لاخیر کا مقام نہین ۔۔ ہمارے گنجفہ مین بازیِ غلام نہین

بعض اشخاص کی روایت ہے کہ یہہ مطلع آتش کے شاگرد کا ہو۔ ناسخ کی شاگرد کی طرف سے اُسکا جواب ہے۔ اور حقیقت یہہ ہو کہ لاجواب ہے۔

جو خاص بندہ ہین وہ بندۂ عوام نہین ۔۔ ہزار بار جو یوسف بکے غلام نہین

عوام مین یہہ روایت اسطرح مشہور ہے۔ مگر دیرینہ سال لوگ جو اُس زمانہ کی صحبتون مین شریک

تھے اُنسے یہ تحقیق ہوا کہ پہلا مطلع آتش نے حقیقت میں ملا لعلیخان عیشی کے حق میں کہا تہا یار لوگون نے صفت مشترک پیدا کرکے شیخ صاحب کے ذمہ لگا دیا۔

طبعِ اول کی ترویج مین اس کتاب کو دیکھکر میرے شفیق دلی سید احمد صاحب ڈپٹی کمشنر نے کسی کی زبانی بیان کیا کہ **شیخ ناسخ** ایک دن نواب نصیر الدین حیدر کے حضور میں حاضر تھے۔ حقّہ سامنے تہا۔ فرمایا کہ شیخ صاحب! اسپر کچھ کہیئے۔ انہوں نے اُسیوقت کہا۔

حقّہ جو ہے حضورِ معلّی کے ہاتھ میں	گویا کہ کہکشاں ہے ثریا کے ہاتھ مین
ناسخ یہ سب بجا ہے لیکن تو عرض کر	بے جان بولتا ہے مسیحا کے ہاتھ مین

بعض احباب کہتے ہین کہ ظاہر الفاظ مین حقہ کہکشان ہے اور ممدوح ثریا۔ لیکن ایسے ممدوح کو باوجود ملک باعتبار قدر و منزلت کے فلک تک بہی کہدیا ہے۔ ثریا سے آجتک کسی نے تشبیہ نہین دی۔ شیخ ناسخ کلام کی گرمی اور موزونی اور چستی ترکیب سے دستبردار ہوئے مگر اصول فن کو نہین جانے دیا۔ اُنکی طرف یہ قطعہ منسوب کرنا چاند پر داغ لگانا ہے۔ لیکن چونکہ فی البدیہ کہا ہے اسلئے اسقدر سخت گیری بہی جائز نہین۔

ایک غزل شیخ صاحب کی ہے جسکا مطلع ہے۔

دل لیتی ہے وہ زلف سیہ فام ہمارا	بجھتا ہے چراغ آج سرِ شام ہمارا

وہی مرزا علی صاحب جنکے پاس شیخ صاحب کے روپئے امانت رہے تھے۔ ایک امیر شرفا سے

۲۵؎ ملا لعلیخان عیشی ولد علی بخش خان لکھنوی ایک عالم فاضل شخص تھے۔ اور کمالات علمی کے ساتھ شعر بہی خوب کہا کرتے تھے۔ مگر شاعری پیشہ نہ تھے۔ دیوان فارسی مع قصائد دیوان ریختہ مجموعہ نثر مثنوی سرو چراغان اور اکثر اقسام سخن اُنسے یادگار ہین سعادت علیخاں جیسے نکتہ شناس کے سامنے بیٹھکر اُنہوں نے فرمائش ہائے شاعرانہ کا سرانجام کیا تہا اور مورد تحسین و آفرین ہوئے تھے۔ خان موصوف خواجہ صاحب کی شاعری کو خاطر مین نہ لاتے تھے۔ اسپر اُنہوں نے بگڑکر اُنکا [illegible] دکہایا تہا۔ اور مطلع مذکور کہا تہا۔

لکہنؤ مین رہتے تہے - اور شیخصاحب کے بہت دوست تہے - اُنہون نے ایک عمدہ فیروزہ پہ آپ کا
نام نامی کہدوا کر انگوٹہی بنوا کر دیا - اکثر پہنے رہتے تہے - کبہی اوتار کر رکہہ بہی دیتے تہے
وہ کسی نے چُرالی یا کہوئی گئی - اسپر فرمایا -

ہمسا کوئی گمنام زمانہ مین نہ ہوگا	گم ہو وہ نگین جسپہ کہدے نام ہمارا

اُس عہد تک لکہنؤ بہی آجکا لکہنؤ نہتا - شیخ ابراہیم ذوق کا یہہ مطلع جب وہان پڑہا گیا -

خبر کر جنگِ نوفل کی تو مجنون اہل ہامون کو	کبادہ تا صبا کہچوائی شاخ بید مجنون کو

سبنے اسے بے معنے کہا - شیخصاحب نے جنگ نوفل کا واقعہ اور کبادہ کہینچنے کی اصطلاح بتائی
پہر سبنے تسلیم کیا - لیکن یہہ امر نہ کچہہ دلّی والون کے لئے موجب فخر ہے نہ لکہنؤ والون کے لئے
باعثِ رنجش - آخر دلّی بہی ایک ہی دن مین شاہجہان آباد نہین ہوگئی تہی - میر تقی اور
مرزا رفیع پیدا ہوتے ہی - میر اور سودا نہین ہوگئے - جب کلام کا سلسلہ یہانتک پہنچا تو اسقدر
کہنا واجب ہے کہ اُس عہد تک شعراے لکہنؤ اُن اُستادون کے شاگرد تہے جنکا دریاے کمال
دلّی کے چشمہ سے نکلا تہا - اور فصحاے لکہنؤ بہی ہر محاورہ کیلئے دلّی ہی کو فخر سمجہتے تہے کیونکہ وہ
اکثر اُنہین بزرگونکے فرزند تہے جنہین زمانہ کی گردش نے اُڑا کر وہان پہینکدیا تہا - پس شیخصاحب
اور خواجہ حیدر علی آتش کے کمال نے لکہنؤ کو دلّی کی قید پابندی سے آزاد کر کے استقلال
کی سند دی - اور وہی سند رہی - اب جو چاہین سو کہین ہم نہین روک سکتے چنانچہ
شیخصاحب فرماتے ہین -

لکہ دلی آزا

شہسواری کا جو اُس چاند کے ٹکڑے کو ہی شوق	چاندنی نام ہر شبدیز کی اندہیاری کا
اے خطِ اسکے گورے گالون پر یہہ تونے کیا کیا	چاندنی راتین یکایک ہوگئین اندہیاریان
اللہ ری روشنی مری سینہ کی داغ کی	اندہیاری رات مین نہین حاجت چراغ کی
نام سُنتا ہون جو مین گور کی اندہیاری کا	دل دہڑکتا ہے جدائی کی شب تار نہو

اگرچہ دلی میں تنبے سے دوپہر تک اندھیری رات کہتے ہیں مگر لکھنؤ والوں کو ٹوکنے کا منہہ نہیں
کیونکہ جس خاک سے ایسے صاحب کمال اٹھیں وہاں کی زبان خود سند ہے بکاولی میں نسیم
کہتے ہیں ع - گھو ما ما مینہ برد گھر گھر - دلی والونکی زبان سے گھونا ممکن نہیں - اہل لکھنؤ
ماما کو بالائی کہتے ہیں - پینے کا ہو تو تماکو - پان میں کھانیکا ہو تو تمباکو کہتے ہیں - دلی والے
پینے کا ہو تو تمباکو - کھانیکا ہو تو زردہ کہتے ہیں -

یوں تو شیخصاحب کا ایک زمانہ معتقد ہوا - اور سب نے انکی شاگردی کو فخر سمجہا - مگر چند شاگرد بڑے
بڑے دیوانوں کے مالک ہوئے -

(۱) خواجہ وزیر کہ آتش کے شاگرد تھے پھر ناسخ کے شاگرد ہوئے اور اسی پر فخر کرتے کرتے مرگئے
جیسے نازک خیال تھے ویسی ہی زبان پر قدرت رکھتے تھے - شیخصاحب بھی انکی بڑی خاطر کرتے
اور اعلی درجہ کی شفقت مبذول فرماتے تھے -

(۲) مرزا محمد رضا خاں برق بعض بعض غزلوں سے اور واجد علی شاہ بادشاہ کی مصاحبت
سے مشہور عالم ہوئے انکا دیوان چھپا ہوا بکتا ہے -

(۳) والاجاہ میر علی اوسط رشک - جنکی طبیعت کی آمد ضخیم اور جسیم دیوانوں میں نہیں سماتی
اور شاعری کی سرکار سے تاریخیں کہنے کا ٹھیکہ ملا -

(۴) شیخ امداد علی بحر - ہر چند زمانہ نے غریبی کی خاک سے سر نہیں اٹھانے دیا مگر طبیعت بڑھاپے
میں جوانی کی اکڑ تکڑ دکھاتی رہی - آخر میں آکر اقبال نے رفاقت کی - نوابصاحب رامپور کی
سرکار میں آکر چند سال آرام سے بسر ہوئے حقیقت میں وہی ایک شاگرد تھے جو اب استاد
کے لئے باعث فخر تھے - خدا مغفرت کرے -

(۵) سید اسمعیل حسین منیر شکوہ آبادی کہن سال مشاق تھے - پہلے نواب باندہ کی سرکار میں تھے
غدر ۱۸۵۷ کی مفسدہ کے بعد چند روز بہت تکلیف اٹھائی - پھر نواب صاحب رامپور نے قدردانی فرمائی

چند سال عمر کے باقی تھے اچھی طرح بسر کئے اور عالم آخرت کا سفر کیا۔

(۶) آغا کلب حسین خان نادر۔ سب سے اخیر مین ہین۔ مگر افراط شوق و آمد مضامین اور کثرت تصانیف اور پابندی اصول مین سب سے اول ہین۔ تمام عمر انہون نے ڈپٹی کلکٹری کی اور حکومت کے شغلو نمین گرفتار رہے مگر فکر شعر سے کبھی غافل نہوئے جس ضلع مین تبادیل ہو کر گئے مشاعرہ کو اپنے ساتھ لیتے گئے۔ شعرا کے ساتھ خواہ سرکاری نوکریون سے خواہ اپنے پاس سے ہمیشہ سلوک کرتے رہے اور اُسی عالم مین یہہ بھی کہا۔

لوگ کہتے ہین کہ فن شاعری منحوس ہے		شعر کہتے کہتے مین ڈپٹی کلکٹر ہو گیا

انکے کئی ضخیم دیوان۔ غزلون ۔ اور قصیدون ۔ اور سلامون ۔ اور مرثیون کے ہین۔ کئی کتابین اور رسایل ہین جنسے طالب زبان بہت کچھہ فایدے حاصل کر سکتا ہے۔ ایک کتاب فن زراعت مین لکھی۔ اسمین ہندوستان کے میوون اور ترکاریون کی مفصل تحقیقات ہے بسبب دیرینہ سالی کے سرکار سے پنشن لی تھی پھر بھی شاعری کا فن فرض اُسیطرح ادا کئے جاتے تھے۔ خوش اعتقادی اُنکی قابل رشک تھی یعنے وصیت کی تھی کہ بعد وفات کے میرے ایک ہاتھہ مین سلامون اور مرثیون کا دیوان دینا۔ اور دوسرے ہاتھہ مین قصاید کا دیوان رکھدینا جو بزرگان دین کی مدح مین کہے ہین۔

ان لوگون نے اور انکے بعض ہمعصرون نے زبان کے باب مین اکثر قیدین جب واجب سمجھین کہ دلی کے مستند لوگون نے بھی اُنمین سے بعض بعض باتون کی رعایت اختیار کی۔ اور بعض مین اختلاف کیئے اور عام لوگ خیال بھی نہ کرتے تھے۔ مگر اصل واضع ان قوانین کے میر علی اوسط رشک تھے۔ چنانچہ کچھہ الفاظ نمونہ کے طور پر لکھنے ضرور ہین۔ مثلاً فرماتے تھے کہ

یہان وہان۔ بروزن جان نہو۔ بروزن جہان ہو۔ لیکن تعجب یہہ ہے کہ شیخ صاحب و خواجہ صاحب کوئی اسکے پابند نہ تھے۔

چ .... اور پہ .... پہ کو۔ وجوباً اختیار کیا۔

رکہا ــ رکہتا ــ مین ــ رکہا ــ ایضاً

تلک ــ اور تک ــ مین ــ تک ــ ایضاً

بٹھانا ــ پنہانا ــ مین ــ بٹھانا۔ پہنانا۔ ایضاً

کبھو ــ اور کبھی ــ مین ــ کبھی ــ ایضاً

ایجاد۔ اور کلام۔ مذکر .... بعض مونث کہتے ہین۔

نمو۔ یعنے بڑھنا۔ مذکر .... "

درز ــ مونث ــ مذکر بولتے ہین

صلح ہوگئی ــ صُلح ہوگئی

اسباب مین ــ اسباره مین۔ غدرسے پہلے دلی مین یہ بولتی ہے۔ اب بولنے لگے

آتی ہو جاتی ہو ــ کی جگہہ ــ آتا ہو جاتا ہے۔ اب دلی والی بھی یہی کہنے لگے

صورت ہے جیسے چودہوین کا چاند۔ ــ جانے چودہوین کا چاند ہے۔ فسانۂ عجائب مین آ

شعلہ۔ وعدہ وغیرہ کو دریا اور صحرا کا قافیہ نہین باندہتے۔

پونچھتا اشک اگر گوشۂ داماں ہوتا ــ چاک کرتا مین جنون مین جو گریباں ہوتا

مال ملتا جو فلک سے ضرر جاں ہوتا ــ سر نہ ہوتا۔ جو میسر مجھے ساماں ہوتا

منہہ کو دامن سے چھپاکر جو وہ رقصاں ہوتا ــ شعلۂ حسن چراغ تہ داماں ہوتا

اُسترا منہہ پہ جو پہرنے نہین دیتا ہے بجا ــ محو و ہیدا رستے کیونکر خط قرآں ہوتا

اپنے ہونٹون سے جو اکبار لگا لیتا وہ ــ ہے یقین ساغر می چشمۂ حیوان ہوتا

نازکی ایسا ہے وہ کافر۔ وہین ہوتا بدمست ــ گذر اُسکا جو کبھی زیر مغیلاں ہوتا

سنگ چقماق ہی بنتا تو مرا ضبط یہ ہے ــ نہ مری قبر کا پتھر شرر افشاں ہوتا

ہون وہ وحشی کہ اگر دشت مین پہرتا شبکو
آگے مشعل پئے وہین غولِ بیابان ہوتا

نکہتِ کاکلِ پیچان سے جو دیتے تشبیہہ
عطرِ مجموعے کا ہر بند پریشان ہوتا

کی مکافاتِ شبِ وصل خدا نے ورنہ
کس لئے مجھپہ عذابِ شبِ ہجران ہوتا

اپنی صورت کا وہ دیوانہ نہوتا تو کیون
پاؤن مین سلسلۂ گیسوے پیچان ہوتا

ایکدم یار کو بوسون سے نہ ملتی فرصت
گر وہین دیدۂ عالم سے نہ پنہان ہوتا

کسکے پریان؟ شہِ جنات کو بہی آٹھہ پہر
ہے یہہ حسرت کہ سگِ کوچۂ جانان ہوتا

خون رولاتا وہین ناسور بناکر گردون
زخم بہی گر مری تن پہ کبہی خندان ہوتا

اے اجل ایکدن آخر تجھے آنا ہے ولے
آج آتی شبِ فرقت مین تو احسان ہوتا

کون ہے جو نہین مرتا ہے تری قامت پہ
کیون نہ ہر سروِ چمن قالبِ بیجان ہوتا

کیا قوی ہے یہہ دلیل اسکی پہ یزدان کی
ربط انسان سے کرتا جو وہ انسان ہوتا

اے بتو ہوتی اگر مہر و محبت تم مین
کوئی کافر بہی نہ واللہ مسلمان ہوتا

حسرتِ دل نہین دیتا ہے نکلنی ناسخ
ہاتھہ شل ہوتے میسّر جو گریبان ہوتا

دمِ بلبلِ اسیر کا تن سے نکل گیا
جھونکا نسیم کا جو چمن سمت سے نکل گیا

لایا وہ ساتھہ غیر کو میرے جنازہ پر
شعلہ سا ایک جیبِ کفن سے نکل گیا

ساقی بغیرِ شب جو پیا آبِ آتشین
شعلہ وہ بن کے میرے دہن سے نکل گیا

ابکے بہار مین یہہ ہوا جوشِ جنون
سارا لہو ہمارے بدن سے نکل گیا

اُس رشکِ گل کی جاتے ہی بس آگئی خزان
ہر گل بہی ساتھہ ہوکے چمن سے نکل گیا

اہلِ زمین نے کیا ستم تو کیا کوئی؟
نالہ جو آسمانِ کہن سے نکل گیا

سن سان مثلِ وادیِ غربت ہے لکھنؤ
شاید کہ ناسخ آج وطن سے نکل گیا

واعظا مسجد سے اب جاتے ہین میخانے کو ہم
پہینک کر ظرف وضو لیتے ہین پیمانے کو ہم

کیا مگس بیٹھی بہلا اس شعلہ رو کے جسم پر
اپنے داغون سے جلا دیتے ہین پروانے کو ہم

تیرے آگے کہتے ہین گل کہولکر بازوی برگ
گلشن عالم سے ہین تیار اڑ جانے کو ہم

کون کرتا ہے بتون کے آگے سجدہ زاہدا
سر کو دے دے مار کر توڑینگے بتخانے کو ہم

جب غزالون کے نظر آجاتے ہین چشم سیاہ
دشت مین کرتے ہین یاد اپنے سیہ خانے کو ہم

بوسۂ خال زنخدان سے شفا ہوگی ہمین
کیا کرینگے ای طبیب اس تیرے بہدانے کو ہم

باندہتے ہین اپنے دل مین زلف جانان کا خیال
اسطرح زنجیر پہناتے ہین دیوانے کو ہم

بخیۂ وحشت سے ہوتا ہے گریبان تار تار
دیکہتے ہین کاکل جانان مین جب شانے کو ہم

عقل کہو دی تہی جدا ای ناسخ جنون عشق نے
آشنا سمجہا کیے اک عمر بیگانے کو ہم

چوٹ دلکو جو لگے آہ رسا پیدا ہو
صدمہ شیشہ کو جو پہنچے تو صدا پیدا ہو

کشتۂ تیغ جدائی ہون یقین ہے مجکو
عضو سے عضو قیامت کو جدا پیدا ہو

ہم ہین بیمار محبت یہہ دعا مانگتے ہین
مثل اکسیر نہ دنیا مین دوا پیدا ہو

کہہ رہا ہے جرس قلب باآواز بلند
گم ہو رہبر تو ابہی راہ خدا پیدا ہو

کسکو پہنچا نہین ای جان ترا فیض قدم
سنگ پر کیون نہ نشان کف پا پیدا ہو

ملگیا خاک مین پس پس کے حسینون پر مین
قبر پر بوٹین کوئی جیز حنا پیدا ہو

اشک تہم جائین جو فرقت مین تو آہین نکلین
خشک ہوجاے جو پانی تو ہوا پیدا ہو

یان کچہ اسباب کی ہم بندے ہی محتاج نہین
نہ زبان ہو تو کہان نام خدا پیدا ہو

گل تجہے دیکہکے گلشن مین کہین عمر دراز
شاخ کے بدلے وہین دست دعا پیدا ہو

بوسہ مانگا جو دہن کا تو وہ کیا کہنے لگے
تو بہی مانند دہن اب کہین نا پیدا ہو

نہ سمرِ زلف بلا بل ہے درازی تیری
رشتۂ طول اَمل کا بھی سرا پیدا ہو

کس طرح صبح ہے نہ خورشید کو رجعت ہو جائے
تجھسا آفاق مین جب ماہ لقا پیدا ہو

ابھی خورشید جو چھپ جائے تو ذرات کہان
تو بھی پنہان ہو تو پھر کون بھلا پیدا ہو

کیا مبارک ہے مرا دشت جنون اے ناسخ
نہ چھپے بوم بھی ٹوٹے تو ہما پیدا ہو

جو اُس پری سے شبِ وصل مین کاوٹ ہو
مجھے بھی ایک جنازہ ہو یا چھپر کھٹ ہو

محال خواب لحد سے ہے مگر چہ بیداری
مین چونک اُٹھون اگر اُسکی قدم کی آہٹ ہو

نہ میرے پاؤن ہون زنجیر کے کبھی شاکی
جو اُسکے کاکل پیچان کی تہہ مین لٹ ہو

کبھو درنگ ہے مستی کا میرے ہونٹھ مین لال
ملین جو دو تون تو پیدا نکیون اودا ہٹ ہو

محال کیا کہ ترے گھر مین پاؤن مین کھون
یہہ آرزو ہے میرا سر ہو تیری چوکھٹ ہو

ہجوم رکھتے ہین جانباز یون ترے آگے
جو اریونکا دوالی کو جیسی جمگھٹ ہو

لپٹ کے یار سے سوتا ہون مانگتا ہون دعا
تمام عمر بسر یارب ایک کروٹ ہو

نسیم آہ کے جھوکے سے کھولدون دم مین
پھڑا ہوا ترے دروازہ کا اگر پٹ ہو

جلاؤ غیرون کو مجھسے جو گرمیان کرکے
تمہارے کوچے مین تیار ایک مرگھٹ ہو

نہ آگ چولون مین یہی اپنے دلمین ٹھانی ہے
ترے طرف سے ہزار اے پری لگاوٹ ہو

وہ منہہ چھپاتے ہین جب تک حجاب ہے شبِ وصل
غبار صبح سے شب کا نہ دور گھونگھٹ ہو

ترے بلا مین مرے طرح وہ بھی لیتا ہے
نہ کیونکر آگ مین اسپند کی یہ چٹ پٹ ہو

مین جان لب جان گلا کاٹو یا گلے سے لگو
جو اسمین آپکو منظور ہو سو جھٹ پٹ ہو

کرے وہ ذکرِ خدا اے صنم بھلا کس وقت
جسے کہ آٹھ پہر تیرے نام کی رٹ ہو

جو دل کو دیتے ہو ناسخ تو کچھ سمجھ کر دو

کہین یہ صفت مین دیکھو نہال تلیث ہو

خاک مین ملجائے ایسا اکہاڑا چاہیئے
لڑکے کشتی دیو ہستی کو پچہاڑا چاہیئے

وہ بہی قد کرکے ورزش خوب دو دو پیر چڑہے
کہہ رہا ہے سرو کو جڑ سے اکہاڑا چاہیئے

کیون نہ رو رو مین پہوٹ کر ہم قصر جانان کی تلے
دیدۂ تر اپنے دریا مین گراڑا چاہیئے

اور تحفونکی ہماری قبر مین حاجت نہین
خانۂ محبوب کا کوئی کواڑا[۲۵] چاہیئے

ہے شب مہتاب وقت مین تقاضائی جنون
چادر محبوب کو بہی آج پہاڑا چاہیئے

انتہائے لاغری سے جب نظر آیا نہ مین
ہنسکے وہ کہنے لگے بستر کو جہاڑا چاہیئے

کرچکی ہے تیری رفتار ایک عالم کو خراب
شہر خاموشون کو بہی چلکر اُجاڑا چاہیئے

مُنہہ بنائے کیون ہی قاتل پاس ہے تیغ نگاہ
باغ مین ہنستے ہین گل تو مُنہہ بگاڑا چاہیئے

کوئی سیدہی بات صاحب کی نظر آتی نہین
آپکے پوشاک کو کپڑا بہی آڑا چاہیئے

تنگ اس وحشت کدہ مین تہین ابچو تین جنون
عرش کے سقف محدب کو لتاڑا چاہیئے

آنسوؤن نے بحر مین سات رکہنی سال بہر
ہمکو گرمی چاہیئے ہرگز نہ جاڑا چاہیئے

آج اُس محبوب کے دل کو مسخر کیجیئے
عرش اعظم پر نشان نالہ کا گاڑا چاہیئے

مرگیا ہون حسرت نظارۂ ابرو مین مین
عین کعبہ مین مرے لاشہ کو گاڑا چاہیئے

محتسب کو ہوگیا آسیب جو توڑا ہے خُم
جوتیون سے سیکشو جن آج جہاڑا چاہیئے

جلد زنگ ای دیدۂ خونبار اب تار نگاہ
ہے محرم اُس پری پیکر کو ناڑا چاہیئے

لڑتے ہین پریون سے کشتی پہلوان عشق مین
ہمکو ناسخ راجہ اندر کا اکہاڑا چاہیئے

[۲۵] دتی والے کیواڑ کہتے ہین

میر مستحسن خلیق

میر حسن کے صاحبزادے حسنِ اخلاق اور اوصاف کی بزرگی مین بزرگون کے فرزند رشید تھے۔ متانت۔ سلامت روی۔ اور مسکینی اُنکی سیادت کے لئے محضرِ شہادت دیتے تھے۔ فیض آباد اور لکھنو مین تعلیم و تربیت پائی تھی۔ ١٦ برس کی عمر سے مشقِ سخن شروع کی اور خلقِ حسن کی مناسبت سے **خلیق** تخلص اختیار کیا۔ ابتدا مین غزلین بہت کہتے تھے اور والد بزرگوار سے اصلاح لیتے تھے۔ جب شیخ مصحفی لکھنو مین پہنچے تو میر حسن اُندنون بدر منیر لکھہ رہے تھے اور میر خلیق کی آمد کا یہہ عالم کہ مارے غزلون کے دم نہ لینے دیتے تھے۔ شفیق باپکو اپنے فکر فرصت نہ دیتے تھے۔ بیٹے کو ساتھہ لیگئے اپنی کم فرصتی کا حال بیان کیا اور اصلاح کے لئے شیخ موصوف کے سپرد کردیا۔ ہونہار جوان کی جوان طبیعت نے رنگ نکالا تہا کہ قدردانی نے اُسکا ہاتھہ پکڑا اور نیشاپوری[*] خاندان مین ٢٥ روپیہ مہینے کا نوکر رکھوا دیا۔ انہی دنون مین مرزا تقی ترقی نے چاہا کہ فیض آباد مین شعر و سخن کا چرچا ہو۔ مشاعرہ قایم کیا اور خواجہ حیدر علی آتش کو لکھنو سے بُلایا۔ تجویز یہہ تہی کہ اُنہین وہین رکھین۔ پہلے ہی جلسہ مین جو میر خلیق نے غزل پڑہی اُسکا مطلع تہا۔

رشک آئینہ ہے اُس رشکِ قمر کا پہلو	صاف اِدہر سے نظر آتا ہے اُدہر کا پہلو

آتش نے اپنی غزل پہاڑ ڈالی اور کہا کہ جب ایسا شخص یہان موجود ہے تو میری کیا ضرورت ہے۔

میر خلیق نازک خیالیون مین ذہن لڑا رہے تھے کہ باپ کی موت نے شیشہ پتھر پر مارا عیال کا بوجھہ پہاڑ ہوکر سر پر گِرا آمد کے چشمے خاک ریز کردیئے۔ مگر ہمت کی پیشانی

[*] مرزا تقی ترقی خاندان مذکور مین ایک عالی ہمت امیر تہے۔ اور سرکار اودھ مین جاگیردار تہے۔

پر ذرا بل نہ آیا - اکثر فیض آباد مین رہتے تہے - لکہنو آتے تہے تو میر سجّاد کے امین
ٹہیرا کرتے تہے - پر گوئی کا یہہ حال تہا کہ مثلاً ایک لڑکا آیا - اُسنے کہا میر صاحب! آٹہونکا
میلہ ہے ہم جائینگے - ایک غزل کہدیجئے - اچہا بہئی کہدینگے - میر صاحب! میلہ تو کل
ہے - ہم کل جائینگے - ابہی کہدیجئے - اُسیوقت غزل لکہدی - اُسنے کہا یاد بہی کروا
دیجئے - میر صاحب اُسے یاد کروا رہے ہین - اُنہ نون مین غزلین بکا کرتی تہین میاں
مصحفی تک اپنا کلام بیچتے تہے - یہہ بہی غزلین کہکر فروخت کرتے تہے -
ایک دن ایک خریدار آیا اور اپنا تخلص ڈلواکر شیخ ناسخ کے پاس پہنچا کہ اصلاح دیدیجئے
شیخ صاحب نے غزل کو پڑہکر اُسکی طرف دیکہا اور بگڑکر کہا - ابے تیرا منہہ ہے جو یہہ غزل
کہیگا - ہم زبان پہچانتے ہین - یہہ وہی میر سجّاد والا ہے -
میر خلیق صاحب دیوان تہے مگر اُسے رواج نہین دیا - نقد سخن اور سرمایہ مضامین
جو بزرگون سے ورثہ پہنچا تہا - اُسے زادِ آخرت مین صرف کیا اور ہمیشہ مرثئے کہتے
رہے - انہین نام اور زمانہ کا کام چلتا رہا - آپ ہی کہتے تہے اور آپ ہی مجلسونمین
پڑہتے تہے - قدردان آنکہون سے لگا لگا کر لیجاتے تہے -
سید انشا دریاے لطافت مین جہان شرفاے دہلی کے رسوم و رواج بیان کرتے ہین
وہان کہتے ہین کہ مرثیہ خوانی کے پیشہ کو لوگ کم نظر سے دیکہتے ہین اور غور سے دیکہو
تو اب بہی یہی حال ہے - مرثیہ گوئی کی یہہ صورت رہی کہ سودا اور میر کے زمانہ مین
میان سکندر میان گدا میان مسکین - افسردہ وغیرہ مرثئے ہی کہتے تہے - تصنیفات
مذکورہ کو دیکہو تو فقط تبرک ہین کیونکہ اُن بزرگون کو نظم مذکور سے فقط گریہ و بکا
اور حصولِ ثواب مقصود تہا - اور اسمین شک نہین کہ وہ نیک نیت لوگ حسنِ نیت
سے اپنے مقصد مین کامیاب تہے - شاعری اور صنایع انشا پردازی سے کچہہ غرض نہ تہی

میر خلیق اور اُس عہد کے چند اور اشخاص تھے جنہوں نے کد و رہا ہے مذکورہ کو دہو کر
بہی ایسا چمکا دیا کہ جس نظر سے اساتذۂ شعرا کے کلام دیکھے جاتے تھے - اُسی نظر سے
ک انہین بہی دیکھنے لگے - اور پہلے مرثئے سوز مین پڑہے جاتے تھے - پہر تحت لفظ
ہنے لگے -

رثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی کے میدان مین جو ہوا بدلی وہ میر خلیق کے زمانہ سے بدلی
پہلے اکثر مرثئے چو مصرع ہوتے تھے - ہر چار مصرع کے بعد قافیہ - وہ انداز موقوف ہوا
یسے سلام غزل کے انداز مین - اور مرثیہ کے لئے مسدس کا طریقہ آئین ہوگیا - وہ
وزا اور تحت لفظ دونو طرح پڑہا جاتا تہا - اور جو کچہہ غزل مستزاد کے اسلوب پر
کہتے تہے وہ نوحہ کہلاتا تہا - اُسے سوز ہی مین پڑہتے تہے - اور یہی طریقہ اب تک
جاری ہے - میر موصوف اور اُنکے بعض ہم عہد جو سلام یا مرثئے وغیرہ کہتے تہے
انہین مصایب اور ماجرائے شہادت - ساتھہ اُسکے فضایل اور معجزات کی روائتین اس
سلاست اور سادگی اور صفائی کے ساتھہ نظم کرتے تہے کہ واقعات کی صورت - سامنے
تصویر ہو جاتی تہی اور دلکا درد آنکہوں سے آنسو ہو کر ٹپک پڑتا تہا -

اس زمانہ مین **میر ضمیر** ایک مرثیہ گو اور مرثیہ خوان تہے کہ طبع شعر کے ساتھہ
عربی فارسی وغیرہ علوم رسمی مین استعداد کامل رکہتے تہے - اور نہایت متقی و پرہیزگار
شخص تہے - تعجب یہہ ہے کہ ساتہہ اسکے طبیعت مین شوخی اور ظرافت بہی اتنی کہتے تہے
گویا سودا کی روح نے حلول کیا - انہون نے بہی اپنی دنیا کو آخرت کے ہاتہہ بیچ ڈالا تہا
اور غزل وغیرہ سے دست بردار ہو گئے تہے - لوگون نے ان دونو بزرگون کو نقطۂ
مقابل کرکے تعریفین شروع کر دین - طبیعتین ایکدوسرے کی چوٹ پر زور آزمائی کرکے
نئے نئے ایجاد پیدا کرنے لگین -

اسوقت تک مرثیہ ۔ ۴۰ سے ۵۰ ۔ ۶۰ بند تک ہوتا تہا۔ میر ضمیر مرحوم نے ایک مرثیہ لکہا۔ ع ۔ کس نور کی مجلس مین مری جلوہ گری ہے ۔ اسمین شاہزادہ علی اکبر کی شہادت کا بیان ہے ۔ پہلے ایک تمہید سے مرثیہ کا چہرہ باندہا۔ پہر سراپا لکہا پہر میدان جنگ کا نقشہ دکہایا۔ اور بیان شہادت پر خاتمہ کر دیا۔ چونکہ نیا ایجاد تہا اسلیئے تعریف کی آوازین دُور دُور تک پہنچین ۔ تمام شہر مین شہرہ ہو گیا۔ اور اطراف سے طلب مین فرمائشین آئین۔ یہہ ایجاد مرثیہ گوئی کے عالم مین ایک انقلاب تہا کہ پہلی روش متروک ہو گئی۔ باوجودیکہ انہون نے مقطع مین کہدیا تہا۔

رتبہ مین کہون شعر مین کہون یہہ ورثہ ہے میرا	اس طرز مین جو کہوے سو شاگرد ہے میرا

پہر بہی سب اسکی پیروی کرنے لگے۔ یہانتک کہ پہلے امانت نے ۔ پہر اور شاعرون نے واسوخت مین سراپا کو داخل کیا۔

عہد مذکور مین چار مرثیہ گو نامی تہے۔ میر ضمیر ۔ میر خلیق ۔ میان دلگیر ۔ میان فصیح ۔

میان **دلگیر** کی زبان مین لکنت تہی اسلیئے مرثیہ خوانی نہ کرتے تہے۔ تصنیف مین بہی انہون نے مرثیت کے دایرہ سے قدم نہین بڑہایا **مرزا فصیح** ۔ حج و زیارات کو گئے اور وہین سکونت پذیر ہوئے۔ میر ضمیر اور میر خلیق کے لئے میدان خالی رہا کہ جولانیان دکہائین۔ دُنیا کے تماشائی جنہین تیز طبیعتون کے لڑانے مین مزا آتا ہے دونو استادون کو تعریفین کر کے لڑاتے تہے اور دل بہلاتے تہے۔ اور اِسسے اُنکے ذہن کو کمال کی ورزش اور اپنے دلونکو چاشنی ذوق کی لذت دیتے تہے۔

اظہارِ کمال مین دونو اُستادونکی رفتار الگ الگ تہی۔ کیونکہ میر **ضمیر** استعداد علمی اور زورِ طبع کے بازوؤن سے بہت بلند۔ پرواز کرتے تہے اور پورے اترتے تہے میر **خلیق** مرثیت کے کوچہ سے اتفاقاً ہی قدم آگے بڑہاتے تہے۔ وہ مضمون آفرینی کی ہوس

[1] میاں دلگیر شیخ ناسخ کے شاگرد تہے۔ مرزا فصیح میان دلگیر سے اور شیخ ناسخ سے اصلاح لیتے تہے۔

نظم کرتے تھے اور ہمیشہ محاورہ اور لطف زبان کو خیالات درد انگیز کے ساتھ ترکیب دیکر مطلب حاصل کرتے تھے - اور یہہ جوہر اس آئینہ کا کانی اور خاندانی وصف تہا - انکا کلام بہ نسبت سبحان اللہ - واہ واہ کے نالہ و آہ کا زیادہ طلبگار رہتا - لڑنے والے ہر وقت اپنے کام مین مصروف تھے مگر دونو صاحب - اخلاق اور سلامت روی کے قانون دان تھے - کبہی ایک جلسہ مین جمع ہوتے تھے -

آخر ایک شوقین نیک نیت نے روپیہ کے زور اور حکمت عملی کی مدد سے قانون کو توڑا وہ ہی فقط ایک دفعہ! صورت یہہ کہ نواب شرف الدولہ مرحوم نے اپنے مکان پر مجلس قرار دیکر سب خاص و عام کو اطلاع دی - اور مجلس سے ایک دن پہلے میر ضمیر مرحوم کے مکان پر گئے - گفتگوے معمولی کے بعد پانسو روپیہ کا توڑہ سامنے رکہدیا اور کہا کہ کل مجلس ہے مرثیہ آپ پڑہیئے گا" بعد اسکے میر خلیق کے ہان گئے اُنسے بہی وہی مضمون ادا کیا - اور ایک کو دوسرے کے حال سے آگاہ نہ کیا - لکہنو شہر! روز معین پر ہزار در ہزار آدمی جمع ہوئے - ایک بجے کے بعد میر ضمیر ممبر پر تشریف لیگئے اور مرثیہ پڑہنا شروع کیا - اُنکا پڑہنا سبحان اللہ - مرثیہ نظم اور اوسپر نثر کے حاشئے - کبہی رُلاتے تھے - اور کبہی تحسین و آفرین کا غل مچواتے تھے کہ میر خلیق بہی پہنچے - اور حالت موجودہ کو دیکہکر حیران رہگئے - اور دلمین کہا کہ آجکی شرم بہی خدا کے ہاتہہ ہے - میر ضمیر نے جب انہین دیکہا تو زیادہ پہیلے اور مرثیہ کو اتنا طول دیا کہ آنکہون مین آنسو اور لبون مین تحسین بلکہ وقت مین گنجایش ہی نہ چہوڑی - آفتاب یون ہی ساجہلکتا رہگیا -

وہ ابہی ممبر سے اُترے ہی تھے کہ چوبدار انکے پاس آیا اور کہا کہ نواب صاحب فرماتے ہین - آپ ہی حاضرین کو داخل حسنات فرمائین - اِسوقت اِنکے طرفدار دن کی

بالکل صلاح نہ تہی مگر یہہ توکل بخدا اُٹہہ کہڑے ہوئے اور ممبر پہ جاکر بیٹہے - چند ساعت
توقف کیا - آنکہین بند خاموش بیٹہے رہے - انکی گوری رنگت - جسم نحیف و ناتوان
نہین معلوم ہوتا تہا کہ بدن مین لہو کی بوند ہے یا نہین - جب انہون نے رباعی
پڑہی تو اہل مجلس کو پوری آواز ہی نہین سنائی دی - چند مرثیے کے بند بہی اس
حالت مین گذر گئے - دفعتہً باکمال نے رنگ بدلا - اور اُسکے ساتہہ ہی محفل کا بہی رنگ
بدلا - آہونکا دہوان ابر کیطرح چہا گیا - اور نالہ و زاری نے آنسو برسانے شروع
کئے - ۱۵ - ۲۰ بند پڑہے تہے کہ ایک کو دوسرے کا ہوش نرہا - ۲۵ یا ۳۰ بند پڑہکر
اُتر آئے - اہل مجلس اکثر ایسی حالت مین تہے کہ جب آنکہہ اُٹہا کر دیکہا تو ممبر خالی
تہا - نہ معلوم ہوا کہ میر **خلیق** صاحب کسوقت ممبر سے اُتر آئے - دونوکے کمال
پر صاد ہوا - اور طرفین کے طرفدار سُرخرو گہرونکو پہرے -

روایت مندرجہ بالا میر مہدی حسن فراغ کی زبانی سنی تہی - لیکن میر علی حسن اشک
تخلص کہ میر عماد خوشنویس کی اولاد مین ہین - خود ناسخ کے شاگرد اور صاحب دیوان
ہین - اُنکے والد صبیؔ تخلص فقط مرثیہ کہتے تہے اور میان دلگیر کے شاگرد تہے - میر
اشک اب بہی حیدر آباد مین بزمرۂ منصبداران ملازم ہین - اُنکی زبانی مولوی
شریف حسین خان صاحب نے بیان کیا کہ لکہنو مین ایک غریب خوش اعتقاد تحریر
بڑے شوق سے مجلس کیا کرتا تہا - اور اسی رعایت سے ہر ایک نامی مرثیہ خوان
اور لکہنو کے خاص و عام اُسکے ہان حاضر ہوتے تہے - یہہ معرکہ اسکے مکان پر ہوا تہا
اور میر ضمیر کے اشارے سے ہوا تہا - میر اشک فرماتے تہے کہ میر خلیق نے اپنے والد
کے بعد چند روز بہت سختی سے زندگی بسر کی - عیال فیض آباد مین تہے - آصف الدولہ
لکہنو مین رہنے لگے - اُنکے سبب سے تمام امرا یہین رہنے لگے - میر موصوف
لکہنو مین آتے تہے - سال بہر مین تین چار سو روپے حاصل کرکے لیجاتے تہے
اور پرورش عیال مین صرف کرتے تہے - صورت حال یہہ تہی کہ مرثیونکا جزدان

بغل مین لیا اور لکھنؤ چلے آئے - یہان ایک ٹوٹی ہوئی عمارت خالی پڑی رہتی تھی اُسمین آکر اُترتے تھے - ایک دفعہ وہ آئے - بستر رکھکر آگ سُلگا ہی تھی - آنا گوندھ رہے تھے کہ شخص مذکور ہاتھہ جوڑکر سامنے آکھڑا ہوا اور کہا کہ حضور! مجلس تیار ہے میری خوش نصیبی سے آپکا تشریف لانا ہوا ہے - چلکر مرثیہ پڑہ دیجئے - یہہ اُسیطرح اُٹھہ کھڑے ہوئے - اور ہاتھہ دہو جزدان لے اُسکے ساتھہ ہوئے وہان جاکر دیکھین تو میر ضمیر ممبر پر بیٹھے ہوئے ہین - وہین یہہ معرکہ واقع ہوا اور اُسی دن سے میر خلیق نے مرثیہ خوانی مین شہرت پائی -

میر خلیق کے کلام کا انداز اور خوبی محاورہ اور لطف زبان - یہی سمجھ لو جو آج میر انیس کے مرثیون مین دیکھتے ہو - فرق اتنا ہے کہ اُسکے ہان مرثیت اور صورت حال کا بیان درد انگیز تھا - انکے مرثیون مین تمہید اور ساران اور سخن پردازی بہت بڑہی ہوئی ہے -

اُنکے ادائے کلام اور پڑہنے کی خوبی دیکھنے اور سُننے کے قابل تھی - اعضا کی حرکت سے بالکل کام نہ لیتے تھے فقط نشست کا انداز - اور آنکھہ کی گردش تھی - اُسیمین سب کچھہ ختم کردیتے تھے - میر انیس مرحوم کو بھی بیٹھے پڑہتے ہوئے دیکھا - کہین اتفاقاً ہاتھہ اُٹھہ جاتا تھا - یا گردن کی ایک جنبش - یا آنکھہ کی گردش تھی کہ کام کر جاتی تھی ورنہ کلام ہی سارے مطالب کے حق پورے پورے ادا کر دیتا تھا -

میر خلیق نے اپنے بڑھاپے کے سبب سے اخیر عمر مین مرثیہ پڑہنا چھوڑ دیا تھا - شعرا شاگردان الٰہی ہین - انکی طبیعت مین غیرت اور جوش اوروں سے بہت درجہ زیادہ بلند ہوتا ہے - میر انیس کی مرثیہ خوانی مشرق ممبر سے طلوع ہونے لگی تھی - جب کوئی آکر تعریف کرتا کہ آج فلان مجلس مین کیا خوب پڑہے ہین! یا فلان نواب کے ہان تمام مجلس کو لٹا دیا - تو انہین خوش نہ آتا تھا - کئی دفعہ ایسا ہوا کہ اُسی عالم ناتوانی میں

ممبر پر جا بیٹھے اور مرثیہ پڑھا۔ اُسکے مطلب تہا کہ اس گئی گذری حالت میں بہی ہمیں درماندہ نہ سمجہنا۔

میر خلیق صاحب نے پیرانہ سالی کی تکلیف اٹہا کر دنیا سے انتقال کیا۔ میں اُن دنوں خورد سال تہا مگر اچہی طرح یاد ہے جب اُنکا کلام دلّی میں پہنچا۔ وہ سال اخیر کی تصنیف تہا۔ **مطلع**۔

مجرائی طبع کند ہے۔ لطفِ بیان گیا	دندان گئے کہ جوہرِ تیغِ زبان گیا

ایک دو شعر ضعف پیری کی شکایت میں اَور بہی تہے اور مقطع تہا۔

گذری بہارِ عمر خلیق اب ہہنکے سب	باغِ جہان سے بلبلِ ہندوستان گیا

اخیر عمر میں ضعف کے سبب سے مرثیہ نہ پڑہتے تہے لیکن قدرتی شاعر کی زبان کب رُکتی ہے۔ بی بی کے مرنے نے گہر کا دروازہ بند کر دیا تہا۔ ۳ صاحبزادے تہے۔ انیس۔ مونس۔ اُنس۔ میر خلیق ہمیشہ دورہ میں رہتے تہے۔ ۱۰۔ ۱۰۔ ۱۵۔ ۱۵ دن ہر ایک کے ہان بسر کر دیتے تہے۔ کہین جاتے آتے ہی نہ تہے۔ پلنگ پر بیٹہے رہتے تہے۔ اور لکہے جاتے تہے۔ کوئی شگفتہ زمین خیال میں آئی۔ اُسمیں سلام کہنے لگے دل لگ گیا تو پورا کیا۔ نہیں تو چند شعر کہے اور چہوڑ دیئے۔ کوئی تمہید سوجہی۔ مرثیہ کا چہرہ باندہا۔ جتنا ہوا آنا ہوا۔ جو رہگیا۔ رہگیا۔ کوئی روایت نظم کرنی شروع کر دی۔ گہوڑے کا مضمون خیال میں آیا۔ وہی کہتے چلے گئے۔ کبہی طبیعت لڑگئی تلوار کی تعریف کرنے لگے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہہ بہی قاعدہ تہا کہ جو کچہہ جسکے گہر میں کہتے تہے۔ وہ اُسی کے گہر میں چہوڑ کر چلے آتے تہے۔ یہہ سرمایہ میر اُنس کے پاس سب سے زیادہ رہا کہ اُنکے گہر میں زیادہ رہتے تہے کیونکہ اُنکی بی بی کہانوں اور آرام آسایش کے سامانوں سے اپنے ضعیف العمر بزرگ کو بہت اچہی طرح رکہتی تہیں۔

انکی بلکہ اُنکے گہرانے کی زبان محاورہ کے لحاظ سے سب کے نزدیک مسند تہی شیخ ناسخ کی منصفی اور حق پرستی پر رحمت و آفرین کے سہرے چڑہائیے - اپنے شاگردون کو کہا کرتے تہے کہ بہئی زبان سیکہنی ہے تو میر خلیق کے ہان جایا کرو - اور اسکے علاوہ بہی اُنکے کمال کو فروغ دیتے رہتے تہے - اور کہا کرتے تہے کہ تینون بیٹے ہونہار ہین - دیکہنا خوب ہونگے میر خلیق محاورے کے اسقدر پابند تہے کہ انکے محضر کمال پر بجائے مُہر کے بعض لوگون نے کم علمی کا داغ لگایا - اِنہون نے شاہزادہ علی اصغر کے حال مین ایک جگہ لکہا کہ عالم بے آبی مین پیاس کی شدت سے غش آگیا - آنکہہ کہولی تو مادر مقدسہ نے - ع - لایلاف پڑہی اور اُسے دودہ پلایا - حریف آٹہہ پہر تاک مین تہے - کسی نے یہہ مصرع ناسخ کے سامنے جاکر پڑہا - اُنہون نے کہا کہ نہین - یون کہا ہوگا - ع - پڑہ پڑہ کے لایلاف اُسے دودہ پلایا -

میر انیس مرحوم فرماتے تہے کہ والد میرے گہر مین تشریف رکہتے تہے - مین ایک مرثیہ مین وہ روایت نظم کر رہا تہا کہ جناب امام حسین ع عالم طفولیت مین سواری کے لئے ضد کر رہے تہے - جناب آنحضرت ص تشریف لائے اور فرط شفقت سے خود جہک گئے کہ آؤ سوار ہوجاؤ تاکہ پیارے نواسے کا دل آزردہ نہو - اس موقع پر یہہ کا دوسرا مصرع کہہ لیا تہا - ع - اچہا سوار ہوجئے ہم اونٹ بنتے ہین - پہلے مصرع کے لئے اُلٹ پلٹ کرتا تہا - جیسا کہ دل چاہتا تہا ویسا برجستہ نہ بیٹہتا تہا - والد نے مجہے غور مین غرق دیکہکر پوچہا - کیا سوچ رہے ہو؟ مینے مضمون بیان کیا - اور جو مصرع خیال مین آئے تہے - پڑہے - فرمایا یہہ مصرع لگا دو (ذرا زبان کی لطافت کو تو دیکہو)

اچہا سوار ہوجئے ہم اونٹ بنتے ہین		جب آپ روٹہتے ہین تو مشکل سے مَنتے ہین

افسوس کہ انکی کوئی پوری غزل ہاتہہ نہ آئی - دو شعر یاد ہین وہی لکہہ دیتا ہون -

اشک جو چشم خون فشان سے گرا	تہا ستارا کہ آسمان سے گرا
ہنس دیا یار نے جو رات **خلیق**	کہا کے ٹہوکر اُس آشنا سے گرا

خواجہ حیدر علی آتش

آتش تخلص خواجہ حیدر علی نام۔ باپ دلی کے رہنے والے تہے۔ لکھنؤ مین جا کر سکونت اختیار کی۔ خواجہ زادوںکا خاندان تہا جسمین مسند فقر بہی قایم تہی۔ اور سلسلہ پیری مریدی کا بہی تہا۔ مگر شاعری اختیار کی اور خاندانی طریقہ کو سلام کرکے اُسمین سے فقط آزادی و بے پروائی کو رفاقت مین لے لیا **مصحفی** کے شاگرد تہے۔ اور حق یہہ ہے کہ انکی آتش بیانی نے اُستاد کے نام کو روشن کیا۔ بلکہ کلام کی گرمی اور چمک کی دمک نے اُستاد شاگرد کے کلام مین اندہیرے اُجالے کا امتیاز دکہایا۔

خواجہ صاحب کی ابتدائے عمر تہی اور استعداد علمی تکمیل کو نہ پہنچی تہی کہ طبیعت مشاعرون مین کمال دکہانے لگی۔ اُسوقت دوستون کی تاکید سے درسی کتابین دیکہین با وجودیکہ عربی مین کافیہ کو کافی سمجہکر آگے پڑہنا فضول سمجہا۔ مشق سے کلام کو قوت دیتے رہے۔ یہانتک کہ اپنے زمانہ مین مسلم الثبوت اُستاد ہو گئے۔ اور سینکڑون شاگرد دامن تربیت مین پرورش پاکر اُستاد کہلائے۔

چہریرا بدن کشیدہ قامت۔ سیدہے سادے بہولے بہالے آدمی تہے۔ سپاہیانہ رندانہ۔ اور آزادانہ وضع رکہتے تہے اور اسلئے کہ خاندان کا تمغا بہی قایم رہے کچہہ رنگ فقیری کا بہی تہا۔ ساتہہ اسکے بڑہاپے تک تلوار باندہکر سپاہیانہ بانکپن کو بہی نباہے جاتے تہے۔ سر پر ایک زلف اور کبہی حیدری چُٹا کہ یہہ بہی محمد شاہی بانکون کا سکہ ہے اسی مین ایک طرہ سبزی کا بہی لگائے رہتے تہے اور بے تکلفانہ رہتے

تہے - اور ایک بانکی ٹوپی بہون پر دہرے جدہر چاہتے تہے چلے جاتے تہے - بالی خانگی
سرا مین ایک پرانا سا مکان تہا وہان سکونت تہی اس محلّے کے ایک طرف اُنکے
دل بہلانے کا جنگل تہا - بلکہ ویرانون مین اور شہر کے باہر جنگلون مین اکثر پہرتے
رہتے تہے - ۸۰ روپے مہینا بادشاہ لکہنو کے ہان سے ملتا تہا - ۱۵ روپے گہر مین
دیتے تہے - باقی غربا اور اہل ضرورت کو کہلا پلا کر مہینے سے پہلے ہی فیصلہ کر دیتے
تہے - پہر توکّل پر گزارہ تہا - مگر شاگردون یا امرائے شہر مین سے کوئی سلوک
کرتا تہا تو اُس سے انکار نہ تہا - باوجود اسکے ایک گہوڑا بہی ضرور بندہا رہتا تہا
اسی عالم مین کبہی آسودہ حال رہتے تہے کبہی ایک آدہ فاقہ بہی گذر جاتا تہا جب
شاگردون کو خبر ہوتی ہر ایک کچہہ نہ کچہہ لیکر حاضر ہوتا اور کہتا کہ آپ ہمکو اپنا نہین
سمجہتے کہ کبہی اظہار حال نہین فرماتے - جواب مین کہتے کہ تم لوگون نے کہلا کہلا کر
ہمارے نفس حریص کو فربہ کر دیا ہے - میر دوست علی خلیل کو یہہ سعادت اکثر
نصیب ہوتی تہی - فقیر محمد خان گویا خواجہ وزیر یعنے شیخصاحب کے شاگرد
تہے مگر ۲۵ روپے مہینا دیتے تہے - سید محمد خان رند کی طرف سے بہی معمولی نذرانہ
پہنچتا تہا -

فقیرانہ

زمانہ نے انکی تصاویر مضمون کی قدر ہی نہین کی بلکہ پرستش کی مگر انہون نے اُسکی جاہ و
حشمت سے ظاہر آرائی نہ چاہی - نہ امیرونکے دربارون مین جاکر غزلین سنائین نہ
اُنکی تعریفونمین قصیدے کہے - ایک ٹوٹے پہوٹے مکان مین جسپر کچہہ چہت کچہہ چہپر سایہ
کئے تہے بوریا بچہا رہتا تہا - اُسپر ایک لنگ باندہے صبر و قناعت کے ساتہہ بیٹہے
رہے - اور عمر چند روزہ کوچ ادا کر گذار دیا جیسے کوئی بے نیاز و بے پروا فقیر تکیہ مین
بیٹہا ہوتا ہے - کوئی متوسّلان کچہہ جوہر شرافت یا کوئی غریب آتا تو متوجہ ہو کر باتین بہی

کرتے تھے - امیر آتا تو دھتکار دیتے تھے - وہ سلام کرکے کھڑا رہا کہ آپ فرمائیں تو بیٹھے۔ یہہ کہتے - ہوں - کیوں صاحب! بوریے کو دیکھتے ہو کپڑے خراب ہو جائینگے یہہ تو فقیر کا تکیہ ہے یہاں مسند تکیہ کہاں! اور یہہ حالت شیخ صاحب کی شان و شکوہ کے بالکل برخلاف ہے نتیجہ اسکا یہہ ہوا کہ عالم میں مقبول خلایق ہوئے علم و انکی قناعت سے پہلو بہ پہلو رہے - امیر سے غریب تک اُسی فقیرانہ تکیہ میں آکر سلام کر گئے -

اے ہما پیش فقیری سلطنت کیا مال ہے	بادشاہ آتے ہیں یا بوس گدا کے واسطے

۱۲۶۳ ہجری میں ایک دن بھلے چنگے بیٹھے تھے - یکایک ایسا ہوا کا جھونکا آیا کہ شعلہ کیطرح بجھکر رہگئے - **آتش** کے گھر میں راکھ کے ڈھیر سوا اُور کیا ہونا تھا - میر دوست علی **خلیل** نے تجہیز و تکفین کی اور رسوم ماتم بھی بہت اچھی طرح ادا کیں - بی بی اور ایک لڑکا لڑکی خورد سال تھے اُنکی بھی سرپرستی وہی کرتے رہے - میر علی اوسط رشک نے تاریخ لکھی - ع - خواجہ حیدر علی آیے وا مردند -

تمام عمر کی کمائی جسے حیات باودانی کا محصول کہنا چاہیئے ایک دیوان غزلوں کا ہے جو کہ اُنکے سامنے رایج ہو گیا تھا - دوسرا تتمہ ہے کہ پیچھے مرتب ہوا - جو کلام اُنکا ہے حقیقت میں محاورۂ اُردو کا دستور العمل ہے اور انشا پردازی ہند کا اعلیٰ نمونہ - شرفائے لکھنؤ کی بول چال کا انداز اُس سے معلوم ہوتا ہے جسطرح لوگ باتیں کرتے ہیں اُسیطرح اُنھوں نے شعر کہدئے ہیں - اِنکے کلام نے پسند خاص اور قبول عام کی سند حاصل کی اور نہ فقط اپنے شاگردوں میں بلکہ بے غرض اہل انصاف کے نزدیک بھی مقبول اور قابل تعریف ہوئے - دلیل اسکی اس سے زیادہ نہیں ہوسکتی کہ بار بار چھپتا ہے اور بکجاتا ہے - اہل سخن کے جلسوں میں اُسطرح گل حیدری پڑھا جاتا ہے شتا نہ غزلیں جو سیفی کی تاثیر کو چھپاکر محفوظ کر ماتی ہیں - مطلع الحال بھی لگا

شیخ صاحب مقابلہ

وہ شیخ امام بخش ناسخ کے ہمعصر تھے۔ مشاعروں میں اور گھر بیٹھے روز مقابلے رہتے تھے۔ دونوں کے معتقد کہ انبوہ در انبوہ تھے۔ جلسوں کو معرکے اور معرکوں کو ہنگامے بناتے تھے مگر دونوں بزرگوں پر صد رحمت ہے کہ مرزا رفیع اور سید انشا کی طرح دست و گریبان نہوتے تھے۔ کبھی کبھی نوکا جوکی ہو جاتی تھی کہ وہ قابل اعتبار نہیں۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے جب شیخ صاحب کی غزلوں پر متواتر غزلیں لکھیں تو انہوں نے کہا۔

شیخ صاحب

یک جاہل کہہ رہا ہے میرے دیوان کا جواب
بو مسیلم نے لکھا تھا جیسے قرآن کا جواب

خواجہ صاحب

کیوں نہ دے ہر مومن اُس ملحد کے دیوان کا جواب
جسنے دیوان اپنا ٹھیرایا ہے قرآن کا جواب

حریفوں کے اعتراض

خواجہ صاحب کے کلام میں بول چال اور محاورے اور روزمرہ کا لطف بہت ہے جو کہ شیخ صاحب کے کلام میں اس درجہ پر نہیں۔ شیخ صاحب کے معتقد اس معاملہ کو ایک اور قالب میں ڈھالکر کہتے ہیں کہ انکے ہاں فقط باتیں ہی باتیں ہیں۔ کلام میں ریختہ کی پختگی اور ترکیب میں متانت اور اشعار میں عالی مضامین نہیں۔ اور اس سے نتیجہ انکی بے استعدادی کا نکالتے ہیں۔ مگر یہہ ویسا ہی ظلم ہے جیسا انکے معتقد اُن پر کرتے ہیں کہ شیخ صاحب کے شعروں کو اکثر بے معنے اور مہمل سمجھتے ہیں۔ میں نے خود دیوان آتش کو دیکھا۔ کلام مضامین بلند سے خالی نہیں۔ ہاں طرز بیان صاف ہے۔ سیدھی سی بات کو پیچ نہیں دیتے۔ ترکیبوں میں استعارے اور تشبیہیں فارسیت کی بھی موجود ہیں مگر قریب الفہم۔ اور ساتھ اُسکے اپنے محاورہ کے زیادہ پابند ہیں۔ یہہ درحقیقت ایک وصف خداداد ہے کہ رقابت آسے عیب کا لباس پہنا کر سامنے لاتی ہے۔ کلام کو رنگینی اور استعارہ و تشبیہ سے بلند کر دکھانا آسان ہے۔ مگر زبان اور روزمرہ کی محاورہ میں صاف صاف مطلب اسطرح ادا کرنا جسے سننے والے کے دل پر اثر ہو یہہ بات بہت مشکل ہے۔ شیخ سعدی کی گلستان کچھ چھپی ہوئی نہیں ہے۔ نہ اسمیں نازک خیالات

ہین - نہ کچھہ عالی مضامین ہین - نہ پیچیدہ تشبیہین ہین - نہ استعارہ در استعارہ تقریرین
ہین - چھوٹی چھوٹی کہانیان ہین صاف صاف باتین ہین - اسپر آجتک اُسکا جواب نہین
مینا بازار - اور پنج رقعہ کے انداز مین صدہا کتابین موجود ہین - اِس معاملہ مین غور
کے بعد یہہ معلوم ہوا کہ جو بزرگ خیال بندی اور نازک خیالی کے چمن مین بڑھ گئے ہین
اوّل اُنکا یہہ مطلب ہوتا ہے کہ ایسے نئے مضمون نکالین جو اِتنک کسی نے نہ باندھے ہون
لیکن جب متقدمین کے اشعار سے کوئی بات بچی ہوئی نہین دیکھتے تو ناچار انہی کے
مضامین مین باریکیان نکالکر موشگافیان کرتے ہین - اور ایسی ایسی رنگینیان اور
نزاکتین نکالتے ہین کہ غور سے خیال کرین تو نہایت لطف حاصل ہوتا ہے پہولون
کو پہینک کر فقط رنگ بے گل سے کام لیتے ہین - آئینہ سے صفائی اُتار لیتے ہین تصویر
آئینہ مین سے حیرت نکال لیتے ہین اور آئینہ پہینک دیتے ہین - نگاہ سرمگین سے سخن
بے آواز کے ساتھہ گفتگو کرتے ہین - فی الحقیقت اِن مضامین سے کلامون مین خیالی
نزاکت - اور لطافت سے تازگی پیدا ہوجاتی ہے - اور لوگ بھی تحسین و آفرین کے
لئے مستعد ہوجاتے ہین - مگر مشکل یہہ ہے کہ اُنکے ادا کرنے کو الفاظ ایسے نہین بہم
پہنچتے کہ کہنے والا کہے اور سمجھنے والا صاف سمجھہ جائے - اسلئے ایسے کلام پُراثر
اور ناخن بر جگر نہین ہوتے - بڑا افسوس یہہ ہے کہ اِس انداز مین عمومی مطالب
نہین ادا ہوسکتے - بے شک بہت مشکل کام ہے مگر اُسکی مثال ایسی ہے گویا چنے کی
دال پر مصوّر نے ایک شکارگاہ کی تصویر کہینچدی - یا چاول پر خوشنویس نے
قل ہو اللہ لکھدیا - فایدہ دیکھو تو کچھہ بھی نہین - اسی واسطے جو فہمیدہ لوگ ہین
وہ اداے مطلب اور طرز کلام مین صفائی پیدا کرنیکی کوشش کرتے ہین - اُسی
مین کوئی نئی بات نکل آئی تو نکل آئی - ایسے اونچے نہ جائینگے کہ بالکل غایب

ہو جاتے ہیں اور سننے والے منہہ دیکھتے رہجاتے ہیں۔ البتہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان ترکیبوں کی پیچیدگی اور لفظونکی باریکی و تاریکی میں جواہرات معنی کا بھرم ہوتا ہے۔ اور اندر سے دیکھتے ہیں تو سیدھی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ جیسے اُنکے حریف کو کندن اور کاہ برآوردن کہتے ہیں۔ مگر انصاف یہہ ہے کہ دونو لطف سے خالی نہیں

گلہاے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن ‖ اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

شیخ صاحب کے معتقد خواجہ صاحب کے بعض الفاظ پر بھی گفتگو کرتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ جب اُنہوں نے یہہ شعر پڑھا۔

دخترِ رز مری مونس ہے مری ہمدم ہے ‖ مین جہانگیر ہون وہ نورجہان بیگم ہے

لوگون نے کہا کہ حضور! بیگم ترکی لفظ ہے اہلِ زبان گاف پر پیش بولتے ہیں اور زبان فارسی کا قاعدہ بھی یہی چاہتا ہے۔ یہہ اُسوقت بھنگ پیالے ہوئے بیٹھے تھے۔ کہا کہ ہونہہ۔ ہم ترکی نہیں بولتے۔ ترکی بولینگے تو بیگُم کہینگے۔

اسیطرح جب اُنہوں نے یہہ مصرع کہا۔ ع

اس خوان کی نمش کفِ مارِ سیاہ ہے۔ لوگون نے کہا کہ قبلہ! یہہ لفظ فارسی ہے۔ اور اصل مین نمشک ہے۔ اِنہون نے کہا کہ جب فارس مین جائینگے تو ہم بھی نمشک کہینگے یہان سب نمش کہتے ہین تو نمش ہی شعر مین باندھنا چاہیے۔

پیشنگی دلکو جو دی لے۔ وہ اسی تخفیف سے ‖ ساری سرکار ونسے ہے عشق کی سرکار جدا

حریفون نے کہا کہ پیشنگی ترکیب فارسی سے ہے۔ مگر فارسی والونکی استعمال مین نہین

اِنہون نے کہا کہ یہہ ہمارا محاورہ ہے۔

یہانتک تو درست ہی۔ مگر بعض مواقع پر جو انکے حریف کہتے ہین تو ہمین بھی لاجواب ہونا پڑتا ہے۔ چنانچہ دیوان مین ایک غزل ہے۔ صاف ہوا۔ معاف ہوا۔ خلاف ہوا۔ اس

مین فرماتے ہین۔

زہر بہی ہمیر ہو گیا مجکو ۔ درد درمان سی المضاف ہوا

اس ٹہوکر کہانے کا سبب یہہ معلوم ہوتا ہے کہ عوام کے تلفظ مین مضاعف جو المضاف بولا جاتا ہے۔ وہ اسکی اصلیت کے دہوکے مین رہے۔

خواجہ صاحب شاید جلوا کو جلوہ سمجہے جو فرماتے ہین۔

لعل شکر بار کا بوسہ ہیں کیونکر لون ۔ کوئی نہین چہوڑتا جلوہ بی دو دو کو

کفارہ کو بہی عوام بے تشدید بولتے ہین چنانچہ خواجہ صاحب نے بہی کہدیا۔

رنگ زرد و لب خشک و مژہ خون آلود ۔ کشتۂ عشق ہین ہم ہی یہہ کفارہ اپنا

لکہے ہین سرگذشت دل کی مضمون بقلم اپیر ۔ تماشا قتل گہ کا ہے مطلع میری دیوانکا

ہمسایۂ دم کی مار آستین کا کام کرتی ہے ۔ دل بیتاب کو پہلو مین ک گرگ بغل پایا

مخالف کہتے ہین کہ بغلی گہونسا اردو کا محاورہ ہے۔ مار آستین فارسی محاورہ ہے گرگ بغل کے لئے فارسی کی سند چاہئے۔ بے سند صحیح نہین۔

چار ابرو مین تری حیران ہین سارے خوشنویس ۔ کس قلم کا قطعہ ہے یہ کاتب تقدیر کا

یہان چار ابرو بمعنی چہرہ لیا ہے۔ اور محاورہ مین چار ابرو کا لفظ بغیر صفائی کے نہین آتا۔ جس سے مراد یہہ ہے کہ ابرو اور ریش و بروت کو چٹ کر دین۔ وہ بے نواؤن اور قلندرون کے لئے خاص ہے نہ کہ معشوق کے لئے۔ سید انشا نے کیا خوب کہا ہے۔

ایک بے نوا کے لڑکے پہ مرتے ہین شیخ جی ۔ عاشق ہوئے ہین واہ عجب لنڈ منڈ پر

بہار گلستان کی ہے آمد آمد ۔ خوشی پہرتے ہین باغبان کیسے کیسے

خوش پہرتے ہین۔ چاہئے۔

لعب بازی کی بہی حسرت نہ ہوئی آتش ۔ میرے اللہ نے بازیچۂ تن مجکو دیا

خواجہ صاحب فرماتے ہین۔

بلند وپست عالم کا بیان تحریر کرتا ہو
قدم ہر شاعرونکا یا کوئی رہرو ہے ٹہر کا

ٹہر کا لفظ دلّی مین مستعمل نہیں۔ ل ہے۔ دلّی کے شعرا باندہتے تہے۔ آج کل کے لوگ اسکو بہی متروک سمجہتے ہیں۔ مگر خواجہ صاحب فرماتے ہین۔

جانخراش نالون کی جل ہے شرارتین
جبتمن مین پالی ہو ہو کے سنگین عمارتین

متاخرین لکہنو اور دہلی کے فارسی جمع کو بے اضافت یا صفت کے نہین لاتے مگر یہہ اکثر باندہتے ہین دیکہو اشعار مفصلۂ ذیل۔

رنگون کا بہی خیال ہی اہل عالم چاہیئے
عالم ارواح سے صحبت کوئی دم چاہیئے

رہگذر مین دفن کرنا ہی عزیزان تم مجہے
شاید آجائے کسیکے میرا مدفن زیر پا

بہاگو نہ مجکو دیکہہ کے بے اختیار دور
ای کبود کان ابہی تو ہی فصل بہار دور

کیا نفاق انگیز ہمجنسان ہوا ہی دہر ہی
نیند اڑجاتی ہے سننے سے نفیر خواب کے

روز وشب دیا مین آتش رنگا کی یاد میر
عمر بہر آنکہین نہ بہولین صورت احباب کے

عہد طفلی مین بہی تہا مین بسکہ سودائی مزاج
بیڑیان سنت کی بہی پہنین تو ملنے بہاریان

ای خط اسکے گورے گالو پیر یہہ تونے کیا کیا
چاندنی راتین یکایک ہوگئین اندہیاریان

صفت کو اسطرح موصوف کی مطابقت کرلئے جمع کرنا اب خلاف فصاحت سمجہتے ہین۔
ایک دفعہ میر تقی ترقی کے ہان مشاعرہ مین خواجہ صاحب نے غزل پڑہی کہ شکم کے مضمون مین۔ موج بحر کافور۔ باندہا تہا۔ طالبعلیخان عیشی نے وہین ٹوکا۔ انہون نے جواب دیا کہ۔ میان ابہی بہت مدت چاہئے دیکہو توسہی جامی کیا کہتا ہی۔

دو پستانش بہم چون قبۂ نور
حبابے خاستہ از بحر کافور

ساتہہ ہی میر مشاعرہ سے کہا کہ۔ قبلہ اگلی دفعہ یہی طرح ہو۔

یہہ بزم وہ ہے کہ لاخیر کا مقام نہین	ہمارے گنجفہ مین بازی غلام نہین

وہ بچارے بہی کسی کے ہنتے تہے۔ اسی مطلع کو یار لوگون نے شیخ ناسخ کے گلے باندہا۔ کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ شعرا جو شاگردانِ الٰہی ہین مجازی اُستادون کے ساتہہ انکی بگڑتی ہی چلی آئی ہے۔ چنانچہ انکا بہی اُستاد سے بگاڑ رہا۔ خدا جانے بنیاد کن کن جذبات پر قایم ہوئی ہوگی۔ اور انہین حق کسکی طرف تہا آج اصلِ حقیقت دُور کے بیٹہنے والون پر کہلنی مشکل ہے مگر جہان سے کہلم کہلا بگڑی اُسکی حکایت یہہ سُنی گئی کہ شیخ مصحفی ابہی زندہ تہے۔ اور خواجہ صاحب کی طبیعت بہی اپنی گرمیان دکہانے لگی تہی جو مشاعرہ مین طرح ہوئی۔ دہن بگڑا۔ یاسمن بگڑا۔ اسمین سب نے غزلین لکہین۔ خواجہ صاحب نے غزل لکہکر شیخ مصحفی اپنے اُستاد کو سنائی اور جب یہہ شعر سنائے۔

اُستا

امانت کی طرح رکہا زمین نے روز محشر تک	نہ ایک مُو کم ہوا اپنا نہ ایک تارِ کفن بگڑا
لگے منہ بہی چڑانے دیتے دیتے گالیان صاحب	زبان بگڑی تو بگڑی تہی خبر لیجے دہن بگڑا

نشہ کے سرور مین آکر کہا کہ اُستاد! اس ردیف قافیہ مین کوئی یہہ شعر نکالے تو کلیجہ نکل پڑتا ہے۔ اُنہون نے ہنسکر کہا کہ ہان میان سچ کہتے ہو اب تو کسی سے تو ایسے شعر نہین ہوسکتے بعد اسکے شاگردون مین سے[۲] ایک نومشق لڑکے کی غزل کو توجہ سے بنایا اور اُسمین اُنہین دو قافیونکو اسطرح باندہا۔

لکہا ہو ناکہ کوئی یار سے ای دیدۂ گریان	قیامت مین کرونگا گر کوئی حرفِ کفن بگڑا
نہو محسوس جو شے کسطرح نقشہ مین ٹہیک اُترے	شبیہہ یار کہنچوائی۔ کمر بگڑی دہن بگڑا

اگرچہ اُن شعرون مین اور اِن شعرون مین جو نسبت ہے وہ اِن جواہرات کے پرکہنے والے ہی جانتے ہین۔ لیکن مشاعرہ مین بہت تعریف ہوئی۔ پہر بہی چونکہ لڑکے کے منہ پر یہہ شعر کہلتے نہ تہے اسلئے تاڑنے والے تاڑ گئے کہ اُستاد کی اُستادی ہے۔ خواجہ صاحب

[۲] بعض لوگونکی زبانی سُنا گیا کہ شیخ مصحفی نے پنڈت دیاشنکر مصنف گلزار نسیم کو یہہ شعر کہکر دئیے جو اول اونہین کے شاگرد تہے مگر یہہ شہرت قابل اعتبار نہین۔

دنوں میں ایک بار شیخ مصحفی کے پاس جا بیٹھے۔ اور غزل ہاتھ میں لیکر کہا کہ یہ آپ نے
طبیعت میں چھپا رکھے ہیں ہیہات تا اس کو ندمت کا کیا شبہ تھا خواجہ تو فیض کے
منتر نکال لیتا۔ غرض اس قسم کی باتیں اُستاد کو ستاتے تھے کچھ نکی شوخیاں اور لڑکپن کے ناز
ہیں جو کہ سننے والوں کو اچھے معلوم ہوتے ہیں اور طبیعتوں میں جوش ترقی پیدا کرتے
ہیں لیکن سعادتمند شاگرد کو اُستاد کے مرتبہ اور اپنی حد کا اندازہ رکھنا واجب ہے
تاکہ حاقانی اور ابوالعلائے گنجوی کیطرح دو نو طرف سے کثیف اور عفیف ہجو ووں
تک نوبت نہ پہنچے۔ یہی تو قیامت تک دونو رسوائے عالم ہونگے رہینگے۔ چنانچہ
خواجہ صاحب کی شرافت و نجابت جسنے اُنہیں اس آئین کا پابند رکھا اس حالمیں
قابلِ تعریف ہے۔

میر مہدی حسن فراغ سے انکے نہایت گرم و پسندیدہ اشعار ایسے بھی سنے گئے جو کہ اب
مروجہ میں نہیں ہیں۔ سبب یہ معلوم ہوا کہ ایک صاحب اُس زمانہ میں نہایت خوش
مذاق اور صاحب فہم تھے۔ جو خود شاعر تھے اور اُنکے ہاں بڑی دھوم دھام سے مشاعرہ
ہوتا تھا۔ خواجہ صاحب بھی جاتے تھے اور مشاعرہ میں غزل پڑھکر وہیں دے آتے
تھے بعد انتقال کے جب شاگرد دیوان مرتب کرنے لگے تو بہت سی غزلیں اُنہی میر
مشاعرہ سے حاصل ہوئیں۔ خدا جانے عمداً یا اُنکی بے اعتنائی سے بعض اشعار دیوان
میں نہ آئے۔ لیکن چونکہ وہ شاگرد شیخ ناسخ کے تھے۔ اسلئے بدگمانی لوگوں کو گنہگار
کرتی ہے۔

جب شیخ ناسخ کا انتقال ہوا تو خواجہ صاحب نے اُنکی تاریخ کہی۔ اور اُسدن سے شعر کہنا
چھوڑ دیا۔ کہ کہنے کا لطف سننے اور سنانے کے ساتھ ہے جس شخص سے سنانے کا لطف تھا
جب وہ نہ رہا تو اب شعر کہنا نہیں۔ مکو اس سے ہے۔

حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت کی آزادی اور کلام کے کمال نے ظاہر آرائی کے ذوق شوق سے بے پروا کر دیا تہا۔ مگر مزاج مین ظرافت ایسی تہی کہ ہر قسم کا خیال لطائف وظرائف ہی مین ادا ہوتا تہا۔

لطیفہ ایک شاگرد اکثر بے روزگاری کی شکایت سے سفر کا ارادہ ظاہر کیا کرتے تہے اور خواجہ صاحب بہی آزادہ مزاجی سے کہا کرتے تہے کہ میان کہان جاوگے! دو گہڑی مل بیٹہنے کو غنیمت سمجہو۔ اور جو خدا دیتا ہے اُسپر صبر کرو۔ ایک دن وہ آئے اور کہا کہ حضرت! رخصت کو آیا ہون۔ فرمایا۔ خیر باشد۔ کہان؟۔ اُنہون نے کہا کل بنارس کو روانہ ہونگا کچہہ فرمایش ہو تو فرما دیجئے۔ آپ ہنسکر بولے اتنا کام کرنا کہ وہانکے خدا کو ذرا ہمارا بہی سلام کہدینا۔ وہ حیران ہو کر بولے کہ حضرت! یہان اور وہانکا خدا کوئی جُدا ہے؟۔ فرمایا کہ شاید یہان کا خدا بخیل ہے وہان کا کچہہ سخی ہو۔ اُنہون نے کہا معاذ اللہ آپکے فرمانے کی یہہ بات ہے؟۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ بہلا سنو تو سہی۔ جب خدا وہان یہان ایک ہے تو پہر ہمین کیون چہوڑتے ہو۔ جس طرح اُس سے وہان جا کر مانگوگے اسیطرح یہان مانگو۔ جو وہان دیگا تو یہان بہی دیگا۔ اس بات نے اُنکے دل پر ایسا اثر کیا کہ سفر کا ارادہ موقوف کیا اور خاطر جمع سے بیٹہہ گئے۔

خواجہ صاحب کی سیدہی سادی طبیعت اور بہولی بہالی باتونکے ذکر مین میر انیس مرحوم نے فرمایا کہ ایک دن آپکو نماز کا خیال آگیا۔ کسی شاگرد سے کہا کہ بہئی ہمین نماز تو سکہاؤ وہ اتفاقاً فرقہ سنت جماعت سے تہا۔ اُسنے ویسی ہی نماز سکہا دی اور یہہ کہہ دیا کہ اُستاد! عبادت الٰہی جتنی پوشیدہ ہو اُتنی ہی اچہی ہوتی ہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا یہہ حجرہ مین جاتے یا گہر کا دروازہ بند کر کے اُسیطرح نماز پڑہا کرتے۔ میر دوست علی **خلیل** اُنکے شاگرد خاص اور خلوت و جلوت کے حاضر باش تہے۔ ایکدن اُنہون نے بہی

دیکھہ لیا۔ بہت حیران ہوئے۔ یہہ نماز پڑہ چکی تو انہون نے کہاکہ استاد آپکا مذہب کیا ہے؟ فرمایا سنت جماعت مین یہ کیا پوچھتے ہو؟ انہون نے کہاکہ۔ نماز شیعونکی؟۔ فرمایا کہ بہئی مین کیا جانون۔ فلان شخص سے مینے کہا تہا۔ اُسنے جو سکہا دی سو پڑہتا ہون۔ مجھے کیا خبر کہ ایک خدا کی دو دو نمازین ہین۔ اُسدن سے شیعونکی طرح نماز پڑہنے لگے۔ جتنے شاگرد انہون نے پائے۔ کسی اُستاد کو نصیب نہین ہوئے۔ انہین سے سید محمد خان رند۔ میر وزیر علی صبا۔ میر دوست علی خلیل۔ ہدایت علی جلیل۔ صاحب مرزا شاور۔ مرزا عنایت علی بل۔ نادر مرزا فیض آبادی نامور شاگرد تہے کہ رتبہ اُستادی رکہتے تہے۔

غزل

سُن تو سہی جہان مین ہی تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجکو خلقِ خدا غائبانہ کیا

کیا کیا اُلجہتا ہے تری زلفونکے تار سے
بخیہ طلب ہے سینۂ صد چاک شانہ کیا؟

زیرِ زمین سے آتا ہے جو گُل سو زر بکف
قارون نے راستہ مین لٹایا خزانہ کیا؟

اُڑتا ہے شوقِ راحتِ منزل سی اسپ عمر
مہمیز کسکو کہتے ہین اور تازیانہ کیا؟

زینہ صبا کا ڈہونڈہتی ہی اپنی مشت خاک
بامِ بلند یار کا ہے آستانہ کیا؟

چارون طرف سے صورت جانان ہو جلوہ گر
دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا

صیاد اسیرِ دامِ رگِ گل ہے عندلیب
دکھلا رہا ہے چھپکے اسے آب و دانہ کیا

طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال
ہمسے خلاف ہوکے کریگا زمانہ کیا

آتی ہے کسطرح سے مری قبضِ روح کو
دیکہون تو موت ڈہونڈہ رہی ہی بہانہ کیا؟

ہوتا ہے زرد سُنکے جو نامرد مدعی
رستم کی داستان ہے ہمارا فسانہ کیا

بے یار ساز وار نہوگا وہ گوش کو
مطرب ہمین سناتا ہے اپنا ترانہ کیا

صیادِ گلعذار دکھاتا ہے سیرِ باغ	بلبل قفس مین یاد کرے آشیانہ کیا
ترچھی نظر سے طایرِ دل ہو چکا شکار	جب تیر کج پڑیگا اُڑے گا نشانہ کیا
بیتاب ہے کمال ہمارا دلِ حزین	مہمان ـ سرائے جسم کا ہوگا روانہ کیا

یہان مدعی حسد سے نہ ہو داد تو نہ دے
آتش غزل یہ تونے لکھی عاشقانہ کیا [25]

خانہ خراب نالون کی بل بے شرارتین	بہتی ہین پانی ہو ہو کے سنگین عمارتین
سر کو بنا ہے جبین کہ سودا نہین ترا	ہوتی ہین ترے نقشِ قدم کی زیارتین
خانہ ہے گنجفے کا ہر ایک قصرِ شہرِ عشق	گھر گھر مین بادشاہیان گھر گھر وزارتین
دیدارِ یار برقِ تجلی سے کم نہین	بند آنکھین ہونگی ـ دینگی دعائین بصارتین
آنکھون مین ہین دولتِ بیدار ہین خواب	ہوتی ہین تیرے وصل کی جنمین بشارتین
کہتے ہین مادر و پدرِ مہربان کو بد	کرتے ہین وہ جو ارض و سما کی حقارتین
گویا زبان ہو تو کرے شکر آدمی	سمجھے جو تو تو کرتے ہین یہ گنگ اشارتین
زیرِ زمین بھی یاد ہین ہفت آسمان کے ظلم	بھولا نہین ہین سنگدلون کی شرارتین
خضر و مسیح کاٹتے ہین رشک سے گلا	تو بھی تو کر شہیدون کی اپنے زیارتین
عالم کو لوٹ کھایا ہے ایک پیٹ کے لئے	اس غار مین گئی ہین ہزارون ہی غارتین
باقی رہیگا نام ہمارا نشان کے ساتھ	اپنی ہی چند بیتین ہین اپنی عمارتین
اہلِ جہان کا حال ہی کیا ہمسے؟ کیا کہین؟	بدگوئیان ہین پیچھے تو منہہ پر اشارتین
نقش و نگارِ حسنِ بتان کا نہ کھا فریب	مطلب سے خالی جان لے تو یہہ عبارتین
عاشق ہین ہمکو مدِ نظر کوئے یار ہے	کعبہ کے حاجیون کو مبارک زیارتین
ایسی خلاف ہمسے ہوئی ہے ہوائے دہر	کافور کھاتے تو ہون پیدا حرارتین

[25] غزل لاجواب ہے مگر مقطع میں جو کیا - کا پہلو رکھا ہے اسکی یہہ جگہہ نہین تھا ۔ سکا میرامین جو ہم
سے خاندان کی زبان پر ہے ۔

آتش پیستی جہت ہے گر کو چۂ یار کا
چار دن طرف سے ہوتی ہین ہمیں اشارتین

باغبان انصاف یہ لازم ہے آیا چاہئے	پیچھے اسکو نہ یہ گل کی پہنایا چاہئے
بس گل بلبل کی نیت سے بچایا چاہئے	شمع پروانون کی خاطر سے جلایا چاہئے
یان بہی کہا و حنا ئی ہے جو ہستی کی دُہری	شام تو دیکہی صبح کو بہی دکہایا چاہئے
آئینے میں خط نو رس کا نظارہ کیجئے	آہوان حسن کو ریحان چرایا چاہئے
بوسہ اس لب کا ہے قوت بخش روح ناتوان	ایسی یاقوتی مفرح ہو تو کہایا چاہئے
عشق مین خاادب آگے رہتا ہے قدم	شاخ گلبن پر سے بلبل کو اڑایا چاہئے
دیکہئے کرتا ہے کیونکر یار سے گستاخیاں	شوق کے ہی جوش کو آزمایا چاہئے
ہو گیا ہے ایک مدت سے دل نالان خموش	باغمین چلکر اسے بلبل ہنسایا چاہئے
فصل گل ہے چار دن ساقی تکلف ہے قدرے	یہ جوا ہر کے بط می کو لگایا چاہئے
خم مین جوش می سے مجکو یہ صدا ہی آرہی	طرب مستی ہو تو کہنیچا تہہ یا چاہئے
حال دل کیہ کچہہ کہا چنے لبِ لاسکے یار	بس عبارت ہو چکی مطلب یہ آیا چاہئے
شہر سے خالی نہیں رہتا ہستان رہنمار	تو ریا سے فقر بچیا چھوڑ جایا چاہئے
رنگ زرد و چشم تر سے کیجئے دعای عشق	دو گواہ جال اس قضیے کے لایا چاہئے
رام ہوتے ہی نہین وحشی مزاجی ہر سو ہو	ان سیہ چشمون کو جو پہرہ جگایا چاہئے
دیکہہ کر خلوت سرا ہی یار کہتے ہین فقیر	عود کی مانند یان دہونی لگایا چاہئے

خاطر آتش سے کہئے چند جز شعر اور بہی
بے نشان کا نام باقی چھوڑ جایا چاہئے

زمین حسرت کہیرتی سامان کا جلیس گرا	خدا کی یاد بہولا تیغ بت سی برہمن گرا

قبائے گل کو پہاڑا جب مرا گل پیرہن بگڑا — بن آئی کچھ نہ غنچے سے جو وہ غنچہ دہن بگڑا
نہیں بے وجہ ہنسنا اسقدر زخم شہید انکا — تری تلوار کا منہہ کچھ نہ کچھ اے تیغ زن بگڑا
تکلف کیا جو کہوئی جان شیرین پہوڑ کر سر کو — جو غیرت تھی تو پہر خسرو سے ہوتا کوہکن بگڑا
کسی چشم سیہ کا جب ہوا ثابت ہین دیوانہ — تو مجھسے مست ہاتھی کیطرح جنگلی ہرن بگڑا
اثر اکسیر کا ہمین قدم سے تیرے پایا ہے — جدا ہی خاک رہ ملکر بناتے ہین بدن بگڑا
تری تقلید سے کبک دری نے ٹہوکرین کہائین — چلا جب جانور انسان کی چال اسکا چلن بگڑا
زوال حسن کہلواتا ہے میوہ کی قسم مجھسے — لگا یا داغ خط نے آنکر سیب ذقن بگڑا
رخ سادہ نہیں اس شوخ کا نقش عداوت ہے — نظر آتے ہی آپسمین ہر اہل انجمن بگڑا
وہ بدخو طفل اشک اے چشم تر ہین دیکہنا ایکدن — گہروندے کیطرح سے گنبد چرخ کہن بگڑا
صف مژگان کی جنبش کا کیا اقبال نے کشتہ — شہید ونکے ہوے سالار جب ہمسے تمن بگڑا
کسیکی جب کوئی تقلید کرتا ہے مین ڈرتا ہون — ہنسا گل کیطرح غنچہ جہان اسکا دہن بگڑا
کمال دوستی اندیشۂ دشمن نہین رکہتا — کسی بہونرے سے کب دن کوئی مار یاسمن بگڑا
رہی نفرت ہمیشہ داغ عریانی کو پہاہے سے — ہوا جب قطع جامہ پر ہمارے پیرہن بگڑا
رگڑ ڈالین یہ مجھسی ایڑیان غربت مین وحشت نے — ہوا مسدود رستہ جادۂ راہ وطن بگڑا
کہا بلبل نے جب توڑا گل سوسن کو گلچین نے — الٰہی خیر کیجو نیل رخسار چمن بگڑا
ارادہ میرے کہانیکا نہ اے زاغ و زغن کیجو — وہ کشتہ ہون جسے سونگہو سے کتونکا بدن بگڑا
امانت کیطرح رکہا زمین نے روز محشر تک — نہ اک مو کم ہوا اپنا نہ ایک تار کفن بگڑا
جہان خالی نہین رہتا کبھی ایذا دہندی سے — ہوا ناسور پیدا اگر زخم کہن بگڑا
تونگر تہا بنی تہی جبتک اس محبوب عالم سے — مین مفلس ہو گیا جس روز سے وہ سیمتن بگڑا
لگے منہہ ہی چڑانے دیتے دیتے گالیان خفا ہو کے — زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دہن بگڑا

بناوٹ کیف مے سے کہل گئی اس شوخ کی آتش
لگا کر منہہ سے پیمانہ کو وہ پیمان شکن گزرا

شاہ نصیر

نصیر تخلص۔ نصیرالدین نام تہا۔ مگر چونکہ رنگت کے سیاہ فام تہے اسلئے گھرانے کے لوگ میان کلو کہتے تہے۔ وطن انکا خاص دہلی تہا۔ والد **شاہ غریب** نام ایک بزرگ تہے کہ اپنی غربت طبع اور خاکساری مزاج کی بدولت اسم با مسمی غریب تہے۔ نیک نیتی کا ثمرہ تہا کہ نام کی غریبی کو امیری مین بسر کرتے تہے۔ شہر کے رئیس اور امیر سب ادب کرتے تہے۔ مگر وہ گوشۂ عافیت مین بیٹھے اپنے معتقد مریدون کو ہدایت کرتے رہتے تہے۔ انکے بزرگونکے نام چند گانو دربار شاہی سے آل تمغا معاف تہے۔ ملا ماجرا اور دہرسانہ علاقہ سونی پت مین سلیم پور علاقہ غازی آباد مین۔ وزیرآباد شہر دہلی کے پاس جہان مخدوم شاہ عالم کی درگاہ ہے اور اب تک ۷۔ جمادی الاول کو وہان عرس ہوتا ہے۔ اب فقط مولری اکیب گانو بلب گڈہ کے علاقہ مین سید عبداللہ شاہ انکے سجادہ نشین کے نام پر واگذاشت ہے غرضکہ شاہ غریب مرحوم نے اس اکلوتے بیٹے کو بڑی ناز و نعمت سے پالا تہا۔ اور اُستاد و ادیب نوکر رکھکر تعلیم کیا تہا۔

عجیب اتفاق ہے کہ وہ کتابی علم مین کماحقہ کامیاب نہوئے۔ البتہ نتیجہ اُسکا اہل علم سے بہتر حاصل تہا۔ کیونکہ جو وہ کہتے تہے اُسے عالم کان لگا کر سُنتے تہے۔ جو لکھتے تہے اُسپر فاضل سر دُہنتے تہے۔ انکی طبیعت شعر سے ایسی مناسب واقع ہوئی تہی کہ بڑے بڑے ذی استعداد اور مشاق شاعر مشاعرون مین منہہ دیکھتے رہجاتے تہے سلسلۂ تلمذ دو واسطے سودا اور درد تک پہنچتا ہے کیونکہ یہہ شاہ محمدی مائل کے شاگرد تہے

اور وہ قیام الدین قائم کے۔ قایم نے سودا سے بہی اصلاح لی اور خواجہ میر درد سے بہی
انہون نے انگریزی عملداری مین زندگی بسر کی۔ لیکن شاہ عالم کے زمانہ مین شاعری
جوہر دکہانے لگی تہی اور خاندانی عظمت نے ذاتی کمال کی سفارش سے دربار تک پہنچا دیا
تہا۔ دربار سے اہل کمال کو عیدون اور جشنون کے علاوہ ہر فصل اور موسم پر سامان مناسب
انعام ہوتے تہے۔ شعرا کو دیر ہوتی تو تقاضے سے بہی وصول کر لیتے تہے۔ ایک قطعہ
بطور حسن طلب جاڑے کے موسم مین انہون نے کہکر دیا تہا اور صلہ حاصل کیا تہا۔ اسکے
دو شعر مجہے یاد ہین۔

بچائیگا تو ہی اے میرے اللہ ۔ کہ جاڑے سے پڑا بیڈ ہیبت پالا
پناہ آفتاب آب مجکو بس ہے ۔ کہ وہ مجکو اڑہاوے گا دوشالا

اسمین لطف یہہ ہے کہ آفتاب شاہ عالم بادشاہ کا تخلص تہا۔

سیاحی کی دولت مین سے جو سرمایہ انہین حاصل ہوا وہ بہی شاعری کی برکت سے تہا۔
جسکی مسافت جنوب مین حیدرآباد تک اور مشرق مین لکہنو تک پہنچی۔ اگرچہ دربار کے
علاوہ تمام شہر مین بہی انکی قدر اور عزت ہوتی تہی۔ مگر جن لوگونکی عادتین ایسے دربار
مین بگڑی ہوتی ہین انکے دل تعلیم یافتہ حکومتون مین نہین لگتے اسیواسطے جب عملداری
انگریزی ہوئی تو انہین دکن کا سفر کرنا پڑا۔

دکن مین دیوان چندو لال کا دور تہا۔ اگرچہ کمال کی قدردانی اور سخاوت انکی عام
تہی مگر دلّی والونپر نظر پرورش خاص رکہتے تہے اور بہت مروّت سے پیش آتے تہے بڑی
خوش نصیبی یہہ تہی کہ وہ شعر و سخن کا مذاق رکہتے تہے۔ غرض وہان شاہ صاحب کے جواہر
نے خاطرخواہ قیمت پائی۔ لیکن دلّی کا چٹخارا بہی ایسا نہین کہ انسان بہول جائے
اسلئے انعام و اکرام سے مالا مال ہوکر پہر دلّی آئے اور تین دفعہ پہر گئے۔

دکن میں انکے لئے نقطہ دولت کے دستے نے ضیافت نہ کی - بلکہ حسن شاعری کی زہرہ آسمان سے اُتری اور شمس ولی کے عہد کا پرتوہ پہر دلوں پر لا ڈالا - شعر گوئی کے شوق جو مدتوں سے بجھے چراغوں کیطرح طاقوں میں پڑے تہے - دل دل میں روشن ہوگئے - اور غزلوں کی ہنڈیں اُسپر تیل ٹپکانے لگیں - اب بہی کوئی دلی سے دکن جائے تو شاہ صاحب کے شاگردوں سے اتنے نام سنیگا کہ ولی کی کثرت تلامذہ کو بہول جائیگا۔

شاہ صاحب دو دفعہ لکہنؤ بہی گئے مگر افسوس ہے کہ آج دہلی یا لکہنؤ میں کوئی اتنی بات کا بتانے والا نہ رہا کہ کس کس سنہ میں کہاں کہاں گئے تہے - یا یہہ کہ کس کس مشاعرہ میں اور کسکے مقابلہ میں کون کون سی غزل ہوئی تہی - اسمیں شک نہیں کہ پہلی دفعہ جب گئے ہیں تو سید انشا - اور مصحفی - اور جرأت وغیرہ سب موجود تہے - اور بعض غزلیں جو ان کے نام سے منسوب مشہور ہیں وہ مصحفی کے دیوان میں بہی موجود ہیں دیکہو صفحہ ۳۰۳ وہیں گرم تیرا - چمن سرخ تیرا -

یہہ وہ زمانہ تہا کہ لکہنؤ میں بزرگوں باخلاق اور امراے رتبہ شناس موجود تہے جو جوہر کو پہچانتے تہے - اور صاحب جوہر کا حق مانتے تہے - جو جاتا تہا عزت پاتا تہا - اور شکر گذار آتا تہا لیکن دوسری دفعہ جو گئے تو رنگ الٹا ہوا تہا - شیخ ناسخ کے زمانے عہد قدیم کو منسوخ کر دیا تہا - اور خواجہ آتش کے کمال نے داغوں کو گرا یا ہوا تہا - جوانوں کی طبیعتیں زور پر تہیں - نئی نئی شوخیاں انداز دکہاتی تہیں انوکہی تراشیں ان سادہ پیاروں پر مسکراتی تہیں - چنانچہ جس حریف کا نشان منزلوں کے فاصلہ سے دکہائی دیتا تہا - جب پاس آتا تو سب گردنیں اُبہار اُبہار کر دیکہنے لگے۔

یہہ زبردست شاعر کہن سال مشتاق جسکا بڑہاپا جوانی کے زور دنگو ٹہکیونمیں اُڑاتا تہا جسدن وہاں پہنچا تو مشاعرہ میں شاید دو تین دن باقی تہے ہر اُستاد نے ایک ایک

دو دو مصرعِ طرح کے بہیجے - ادہرانہین دردِ گردہ عارض ہوا - مگر وہ درد کے ٹہیرتے ہی اُٹھہ بیٹھے اور آٹھہ غزلین تیار کرکے مشاعرہ مین پہنچے - پہر اور مشکل مشکل طرحین مشاعرہ کے شاعرون نے بہیجین - اور یہہ بہی بے تکلف غزلین لیکر پہنچے - مگر وہان کے صاحب کمال خود نہ آئے - جب دو تین جلسے اور اِسطرح گذرے تو ایک شخص نے سرِ مشاعرہ مصرعِ طرح دیا - وہ مصرع شیخ صاحب کا تہا - اُسوقت شاہ صاحب سے ضبط نہو سکا - مصرع تو لے لیا مگر اتنا کہا کہ - اُنسے کہنا کہ جلسہ پر گلدم لڑانے کی صبح نہین ہے - پالی مین آئیے کہ دیکہنے والون کو بہی مزا آئے - افسوس ہے کہ اُس موقع پر بعض جہلا نے جنسے کوئی زمانہ اور کوئی جگہ خالی نہین اپنی یا وہ گوئی سے اہل لکہنو کی عالی ہمتی اور مہمان نوازی کو داغ لگایا چنانچہ ایک معرکہ کے مشاعرہ مین شاہ صاحب نے آٹھہ غزلین فرمایش کی کہکر پڑہی تہین - ایک غزل اپنی طرح کی ہوئی بہی پڑہی تہی جسکی ردیف و قافیہ عسل کی مکہی - اور مخل کی مکہی تہا - اسپر بعض اشخاص نے طنز کی - کسی شعر پر کہا کہ سبحان اللہ کیا خوب مکہی بیٹہی ہے - کسی نے کہا کہ حضور! یہہ مکہی تو نہ بیٹہی - ایک شخص نے یہہ بہی کہا کہ قبلہ! غزل تو خوب ہے مگر ردیف سے جی متلانے لگا - شاہ صاحب نے اُسیوقت کہا کہ جنہین چاشنیِ سخن کا مذاق ہے وہ تو لطف ہی اُٹہاتے ہین - ہان جنہین صفرائے حسد کا زور ہے اُنکا جی متلائیگا -

ان جلسون مین اُس اُستادِ مسلم الثبوت نے علمِ اُستادی بے لاگ بلند کر دیا تہا - مگر بعض لغزشون نے قباحت کی - جنسے کوئی بشر خالی نہین رہ سکتا - چنانچہ ایک جگہہ تظلم کو بجائے ظلم باندہ دیا تہا - اسپر سرِ مشاعرہ گرفت ہوئی اور غضب یہہ ہوا کہ اُنہون نے سند مین یہہ شعر محتشم کاشی کا پڑہا -

ارکانِ عرش را بہ تزلزل در آورند	آلِ نبی چو دستِ تظلم بر آورند

ایسی بہول چوک سے کوئی اُستاد خالی نہیں۔ اور اتنی بات اُنکے کمال مین کچہہ رخنہ بہی نہین ڈال سکتی۔ چنانچہ زورِ کلام نے دہین بیسون اشخاص اُنکے شاگرد کر لیئے۔ منشی کرامت علی اظہر کہ اول اول لکہنؤ کی تمام کتب مطبوعہ پر اُنہی کی تاریخین ہوتی تہین ہمیشہ شاہ صاحب کی شاگردی کا دم بہرتے تہے۔

شاہ صاحب چوتہی دفعہ پہر دکن گئے مگر اس دفعہ ایسے گئے کہ پہر نہ آئے۔ اُستاد مرحوم کو شاہ صاحب کی اُستادی کو ہمیشہ زبان ادب سے یاد کرتے تہے۔ اکثر افسوس سے کہا کرتے تہے کہ چوتہی دفعہ اُدہر کا قصد تہا جو سرِ راہ مجہہ سے ملاقات ہوگئی مینے کہا کہ اب آپکا سن ایسے دور دراز سفر کے قابل نہین۔ فرمایا کہ میان ابراہیم وہ بہشت ہے بہشت! مین بہشت مین جاتا ہون چلو تم بہی چلو۔ اُستاد مرحوم عالم تاسف مین اکثر یہہ بہی کہا کرتے تہے کہ اُنہی کا مطلع اُنکے حسب حال ہوا۔

بیابان مرگ ہے مجنون خاک آلودہ تن کسکا	سیئے ہے سوزنِ خارِ مغیلان تو کفن کسکا

آخر حیدرآباد مین جہان فانی سے رحلت کی۔ اور قاضی مخدوم موسیٰ کی خانقاہ مین دفن ہوئے شاگرد نے چراغ گل کے الفاظ سے سنہ تاریخ نکالی۔ دیوان اپنا مرتب نہین کیا۔ جو غزلین کہتے تہے۔ ایک جگہہ رکہتے جاتے تہے جب بہت سی جمع ہو جاتین تو تکیہ کیطرح ایک لمبے سے تہیلے مین بہرتے تہے۔ گہر مین دیتے تہے اور کہتے تہے احتیاط سے رکہہ چہوڑو متفرق غزلیں ایکدو مختصر جلدون مین بہی تہین کہ وہ اور بہت سا سرمایہ دکن ہی مین رہا۔ یہان اُنکی اولاد مین زمانہ کی گردش نے کسی کو سر نہ اُٹہانے دیا جو گل کلام کو تہذیب اور ترتیب کرتا شاگردون کے پاس بہت سی متفرق غزلین ہین مگر کسی نے سب کو جمع نہیں کیا۔ اُنکے دیوان کی ہر شخص کو تلاش ہے۔ چنانچہ دہلی مین میر حسین تسکین[۴۵] ایک طباع اور نازک خیال شاعر تہے اُنکے بیٹے سید عبدالرحمن بہی صاحب مذاق اور سخن فہم شخص ہیں۔ اُنہون نے بڑی

[۴۵] وہی تسکین شاگرد رشید مومن کے۔

محنت سے ایک مجموعہ ایسا جمع کیا کہ غالباً اُس سے زیادہ ایک جگہہ شاہ صاحب کا کلام
جمع ہوگا - نواب صاحب رامپور نے کہ نہایت قدر دان سخن ہین - ایک قسم معقول دیکر
وہ نسخہ منگا لیا - غزلین اکثر جگہہ بکثرت پائی جاتی ہین مگر قصیدے نہین ملتے کہ وہ
بھی بہت تھی - حق یہہ ہے کہ غزل کا انداز بھی قصیدہ کا زور دکہاتا ہے -
کلام کو اچھی طرح دیکہا گیا - زبان شکوہِ الفاظ اور چستیِ ترکیب مین سودا کی زبان تھی
اور گرمی ولذت اُسمین خداداد تھی - اُنہین اپنی نئی تشبیہون اور استعارونکا دعوی
تہا اور یہہ دعوی بجا تہا - نئی نئی زمینین نہایت برجستہ اور پسندیدہ نکالتے تھے - مگر
ایسی سنگلاخ ہوتی تہین جنمین بڑے بڑے شہسوار قدم نہ مار سکتے تھے تشبیہہ اور استعارہ
کو لیا ہے اور نہایت آسانی سے برتا ہے - جیسے اکثر زبردست انشا پرداز ناپسند کرکے کم
استعدادی کا نتیجہ نکالتے ہین اور کہتے ہین کہ یہہ تشبیہ و استعارہ شاعرانہ نہین پیہیتی ہے
لیکن یہہ اُنکی غلطی ہے اگر وہ ایسا نہ کہتے تو کلام سریع الفہم کیونکر ہوتا اور ہم ایسی سنگلاخ
زمینون مین گرم گرم شعر کیونکر سُنتے - پہر وہ ہزارون شاعرون مین خاص و عام کے مُنہہ
سے واہ وا کیونکر لیتے بعض الفاظ مثلاً ٹک - واچہڑے - تسپر - وغیرہ جو کہ سید انشاؔ اور
جراتؔ تک باقی تھے وہ اُنہون نے ترک کئے مگر - آئے ہے - اور جائے ہے - وغیرہ افعال
اُنہون نے بھی استعمال کئے - علم کے دعویدار شاعر اُنکے کلام کی دہوم دہام کو ہمیشہ کن
انکہیون سے دیکہتے تھے اور اُسمین کا ناہموسیان بھی کرتے تھے - پہر بھی اُنکے زورِ کلام
کو دبا نہ سکتے تھے - وجہ اسکی یہہ ہے کہ زورِ طبع اُنکا کسی کے بس کا نہ تہا - جن سنگلاخ زمینون
مین گرمیِ کلام سے وہ مشاعرہ کو تڑپہا دیتے تھے - اور دن کو غزل پوری کرنی مشکل
ہوتی تہی - اکثر بزرگ پرانے پرانے مشاق کہ علومِ تحصیلی مین ماہر کامل تھے مثل حکیم
ثناء اللہ خان فراقؔ - حکیم قدرت اللہ خان قاسم شاگرد خواجہ میر درد - میان شکیبا

شاگرد میر مرزا عظیم بیگ اور شیخ ولی اللہ محب شاگرد سودا حافظ عبدالرحمن خان احسان وغیرہ موجود تھے سب اُنکے دعوے سنتے تھے۔ اور بعض موقع پر اپنی بزرگی سے اُنکی طنز کی برداشت کرتے تھے۔ مگر خاموش نہ کر سکتے تھے۔

حکیم قدرت اللہ خان قاسم سے ایک خاص معاملہ یہہ درمیان آیا کہ ایک دفعہ مشاعرہ مین طرح ہوئی۔ یار شتاب۔ اور تلوار شتاب۔ شاہ نصیر نے جو غزل کہہ کر پڑہی تو اُسمین قطعہ تہا کہ۔

رخِ انور کا ترے وصف لکہا جب ہمنے	انوری نے دیا دیوان اُلٹا یار شتاب
پہر پڑہا ہمنے جو مضمونِ بیاضِ گردن	سُن اُسے ہوگیا جب قاسمِ انوار شتاب

حکیم صاحب مرحوم خاص و عام مین واجب التعظیم تھے۔ اسکے علاوہ فضیلت علمی کے ساتہہ فن شعر کے مشتاق تھے۔ اور فقط موزونیٔ طبع اور زورِ کلام کو خاطر مین لاتے تھے۔ چونکہ خود قاسم تخلص کرتے تھے اسلئے قاسم انوار کا لفظ ناگوار ہوا چنانچہ دوسرے مشاعرہ کی غزل مین قطعہ لکہا۔

واسطے انسان کے انسانیت اوّل شرط ہے	میر ہو یا میرزا ہو۔ خان ہو یا نواب ہو
آدمی تو کیا خدا کو بہی نہ ہم سجدہ کرین	گر نہ خم تعظیم کو پہلے سرِ محراب ہو

شاہ صاحب کی بدیہہ گوئی اور طبعِ حاضر نے خاص و عام سے تصدیق اور تسلیم کی سند لی تہی۔ اور وہ ایک اصلی جوش تہا کہ کسیطرح فرو ہوتا معلوم نہوتا تہا۔ شعر کہنے سے کبہی تہکتے نہ تہے۔ اور کلام کی چستی مین سستی نہ آتی تہی۔ اکثر مشاعرون مین اوروں کی غزل پڑہتے پڑہتے۔ اشعار برجستہ موزون کرکے غزل مین داخل کرلیتے تہے۔ طبع موزون گویا ایک درخت تہا کہ جب اُسکی ٹہنی ہلاؤ فوراً پہل جہڑ پڑینگے۔ وہ نہایت جلد اصلاح دیتے تہے اور برجستہ اصلاح دیتے تہے۔ طبیعت مین تیزی بہی غضب تہی۔ عین مشاعرہ مین

کسیکا شعر سُنتے اور وہین بول اُٹہتے کہ یون کہو! - کہنے والا شکر مُنہہ دیکہتا رہجاتا - یہی سبب ہے کہ پُرانے پُرانے مشّاق جہپکتے رہتے تہے۔

پڑہنے کا انداز بہی سب سے الگ تہا۔ اور نہایت مطبوع طبع تہا۔ اُنکے پڑہنے سے زورِ کلام دوچند بلکہ دہ چند ہوجاتا تہا - کیونکہ زبان نے بہی زورِ طبعی سے زور۔ اور دلکے جوش سے اثر حاصل کیاتہا۔ اُنکی آواز مین بڑہاپے تک بہی جوانی کی کڑک دمک تہی - جب مشاعرہ مین غزل پڑہتے تو ساری محفل پر چہا جاتے تہے - اور اپنا کلام اُنہین خود بے اختیار کردیتا تہا - ایک مشاعرہ مین غزل پڑہی - اُسمین جب قطعہ مذکورہ ذیل پر پہنچے تو شعر پڑہتے تہے اور مارے خوشی کے کہڑے ہوئے جاتے تہے۔

یہہ مجنون ہے نہین اہو ہے لیلےٰ ‖ نہین کر پوستین نکلا ہے گہر سے
جسے تو سینگ سمجہے ہے یہہ ہین خار ‖ لگے ہین پانو مین نکلے ہین سر سے

اُنکا مذہب سنت و جماعت تہا مگر اُسمین کچہہ تشدد نہ تہا - کئی ترجیع بند اور مناقب جناب امیرؑ کی شان مین موجود ہین - اُنسے یہہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ جو کچہہ اُنہون نے کہا ہے وہ زورِ طبع دکہانے کو یا تحسین و آفرین کے طرے زیبِ دستار کرنے کو نہین کہا - بلکہ دِلی محبت اور اصلی اعتقاد سے کہا ہے - اُنکی خوش اعتقادی کا یہہ حال تہا کہ گلی کوچہ مین راہ چلتے ہوتے اگر کسی طاق پر تین لڑی کا سہرا یا کوئی موتیا لپٹا ہوا اُسمین پانچ پہول پڑے دیکہتے تو جوتیونکے اوپر پا برہنہ کہڑے ہوجاتے اور دونو ہاتہہ باندہ کر فاتحہ پڑہتے - بعض شاگرد کہ ہمیشہ چار پانچ ساتہہ ہی رہتے تہے) پوچہتے کہ اُستاد! کیسکی درگاہ ہے؟ فرماتے کہ خدا جانے کس بزرگ کا گذر ہے! وہ کہتا کہ حضرت آپنے بے تحقیق کیون فاتحہ پڑہ دی؟ فرماتے کہ بہائی! آخر کسی نے پہول چڑہائے - سہرا باندہا تو یون ہین باندہ دیا؟ کچہہ سمجہہ ہی کر باندہا ہوگا - نوبت یہان تک پہنچی کہ بعض

دفعہ کسی شاگرد کو معلوم تھا۔ اُسنے کہا کہ اُستاد! مین جانتا ہون یہہ سامنے جلال الدین حیدر
کا گھر ہے۔ اور اُسنے اپنے لال بیگ کا طاق بنا رکھا ہے۔ اُسوقت خود بھی ہنس دیتے
تھے۔ اور کہتے کہ خیر مینے کلام خدا پڑھا ہے اِسکی برکت ہوا ئی تو نہین جاسکتی۔ جہان اُسکا مالک
ہے وہان پہنچے گی۔ میرا ثواب کہین گیا نہیں۔

شاہ صاحب نہایت نفیس طبع اور لطیف مزاج تھے۔ خوش پوشاک خوش لباس رہتے
تھے۔ اور اُسمین ہمیشہ ایک وضع کے پابند تھے جو کہ دہلی کے قدیمی خاندانیونکا قانون
ہے۔ آنکی وضع ایسی تھی کہ ہر شخص کی نظرون مین عظمت اور ادب پیدا کرتی تھی وہ
اگرچہ رنگت کے گورے نہ تھے۔ مگر نور معنے سرسے پاؤن تک چھایا ہوا تھا۔ بدن چھریرا
اور کشیدہ قامت تھے۔ جسقدر ریش مبارک مختصر اور وجاہت ظاہری کم تھی۔ اُس سے
ہزار درجہ زیادہ خلعت کمال نے شان و شوکت بڑھائی تھی۔ بعض معرکون یا بعض شعرون
میں وہ اِسبات پر اشارہ کرتے تھے تو ہزار حسن قربان ہوتے تھے بعض لطایف مین اسکا
لطف حاصل ہوگا۔

شاہ صاحب باوجودیکہ اِسقدر صاحب کمال تھے اور محفلونمین اعزاز و اکرام کی صدر نشین
تھے۔ اسپر نہایت خوش مزاج اور یار باش تھے۔ بوڑھے ہونے مین بوڑھے بچونمین بچے بن
جاتے تھے۔ ہر ایک میلے مین جاکر تلاش مضامین کرتے تھے۔ اور فکر سخن سے جو دل کملاجاتا
ہے اُسے تر و تازہ اور شاداب کرتے تھے۔

لطیفہ استاد مرحوم فرماتے تھے کہ ایک دفعہ بھولو شاہ کی بسنت مین شاہ صاحب کے
چند شاگرد ساتھ تھے اُنہین لیکر تیس ہزاری باغ کی دیوار پر بیٹھے اور تماشا دیکھنے لگے
کسی رنڈی نے بہت سا روپیہ لگاکر نہایت زرق برق کے ساتھ ایک کارچوبی رتھ
بنوائی تھی۔ شہر مین جا بجا اُسکا چرچا ہو رہا تھا۔ رنڈی رتھ مین بیٹھی جھم جھم کرتی سامنے

سے نکلی۔ ایک شاگرد نے کہا کہ اُستاد اسپر کوئی شعر ہو۔ اُسیوقت فرمایا۔

اُسکی رتھ کا کلس سنہری دیکھ	شب کہا ماہ سے یہہ پروین نے
پھر یہ راز یہہ نکالی ہے	چونچ بیضہ سے مرغ زرین نے

لطیفہ ایک ایسے ہی موقع پر کوئی رنڈی سامنے سے نکلی اُسکے سر پر اُودی رضائی تھی اور وسمہ کی چمک عجیب لطف دکھاتی تھی۔ ایک شاگرد نے پھر فرمایش کی۔ اُنھوں نے فرمایا۔

اودی وسمہ کی نہیں تیری رضائی سر پر	مہ جبین رات ہے تاروں بھری چھائی سر پر

حسن طلب

اگرچہ شاہ صاحب کے لئے اقبال نے فارغ البالی کا میدان وسیع رکھا تھا۔ مگر اُنکی عادت تھی کہ ہر ایک شاگرد سے کچھ نہ کچھ فرمایش بھی ضرور کر دیتے تھے۔ مثلاً غزل کو اصلاح دینے لگے۔ قلمدان سے قلم اُٹھاتے اور کہتے۔ میاں کشمیر کے قلمدان کیا خوب آیا کرتے تھے! خدا جانے کیا ہو گیا۔ اب تو آتے ہی نہیں۔ بھلا کوئی نظر چڑھ جائے تو لانا۔ اسیطرح کسی سے ایک چاکو کی فرمایش۔ کبھی کوئی آسودہ حال شاگرد ہوتا۔ اور آپ کپڑے پہننے لگتے تو کہتے کہ ڈھاکے کے ململ جو پہلے آتے تھے وہ اب دکھائی بھی نہیں دیتے۔ صاحب! ہمیں تو یہہ انگریزی ململ نہیں بھاتے۔ میاں کوئی تھان نظر چڑھے تو دیکھنا!

بعض دوستوں نے تعجباً پوچھا کہ یہہ کیا بات ہے؟ فرمایا کہ روز واہیات گھسیٹ کاغذ پہ لکھتے ہیں اور آکر میری چھاتی پہ سوار ہو جاتے ہیں۔ اس فرمایش کا اتنا فایدہ ہوتا ہے کہ روز کے آنے والے چوتھے دن غزل لاتے ہیں۔ اسکے علاوہ جسکام کو انسان کچھ خرچ کرکے سیکھتا ہے اُسیکی قدر بھی ہوتی ہے۔ اور شوق بھی پکّا ہوتا ہے۔ اور جو کچھ لکھتا ہے جان کاہی سے لکھتا ہے۔ اُسکا تو اُدھر وہ فایدہ ہوا۔ میرا یہہ فایدہ

۲۵ شاہ نظام الدین کی سترھویں میں گئے۔ میر باقر علی صاحب ایک سید خاندانی دلّی کے تھے۔ شہر سے درگاہ کو چلے راہ میں کسی نے مار ڈالا۔ درگاہ میں خبر پہنچی تو اُنکی جوانی اور مرگ ناگہانی پر سب نے افسوس کیا۔ شاہ صاحب نے اُسیوقت تاریخ کہی۔ کیا بے عدل تعزیہ ہے ۔۔۔ بصفحہ دیگر

ہوا۔ لے آیا تو چین آ گئی۔ نہ لایا تو تمہارا بچھا چھوٹا۔ جب کوئی واقعہ قابل یادگار پیش

ال پاتا تو اسپر بھی شاہ صاحب کچھ نہ کچھ ضرور کہا کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی اسمعیل صاحب نے

جب جہاد مین شکست کھائی اور دلی مین خبر آئی تو انہون نے اسموقع پر ایک طولانی قصیدہ کہا

تین شعر اسمین سے اسوقت یاد ہین۔

کلام اللہ کی صورت ہوا دل اُنکا سیپارہ	نہ یاد آئی حدیث اُنکو نہ کوئی نصِ قرآنی
ہرن کی طرح میدان غا مین چوکڑی بہولے	اگرچہ تھے دُم شملہ سے وہ شیر نیستانی

مولوی صاحب کے طرفدار مجاہدون کا دلی مین لشکر تھا بہت سے بہادرون نے آکر شاہ صاحب

کا گھر گھیر لیا۔ مرزا خانی کوتوال شہر تھے۔ وہ سنتے ہی دوڑے اور آکر بچایا شاہ صاحب نے

اشعار مذکور کو قصیدہ کر دیا اور کوتوال صاحب کا بہت شکریہ ادا کیا۔ ایک شعر اسمین

کا بھی خیال مین ہے۔ ـــــــ

نصیرالدین بیچارہ تو رستہ طوس کا لیتا	نہ ہوتے شحنۂ دلی اگر یہان میرزا خانی

لطیفہ۔ ایک دفعہ کئی بادشاہی گانو سرکش ہو گئے۔ شاہ نظام الدین کہ شاہ جی

مشہور تھے اور دربار مین مختار تھے فوج لیکر گئے۔ اور ناکام پھرے۔ انکی مختاری پر

بادشاہی نوکرون نے تنخواہ کی تکلیف پائی تھی۔ اسپر بھی شاہ نصیر نے ایک نظم لکھی جسکا

مطلع یہہ تھا۔

کیا پوچھتے ہو یارو بیٹھے تھے زہر کھائے	شکرِ خدا کہ بارے پھر شاہ صاحب آئے

لطیفہ۔ دلی مین ایک منشی ہندو تھے بچھیا نام رنڈی پر مسلمان ہو گئے۔ شاہ صاحب

نے فرمایا۔

جس طرف تونے کیا ایک اشارا نہ جیا	بچھیا آہ تری چشم کا مارا نہ جیا

لطیفہ۔ عیسیٰ خان او موسیٰ خان دو بھائی دلی مین تھے۔ مال و دولت کی بابت دو

قطعہ تاریخ

بہ شب عرس حضرت محبوب ۔ میر باقر علی چو گشت شہید

بہ شنیدہ گفتم این تاریخ ۔ [illegible]

مین کچھہ جھگڑا ہوا - عیسے خان ناکام ہوئے - موسے خان نے کچھہ عدالت کے زور سے
کچھہ حکمت عملی سے سارا مال مار لیا - شاہ صاحب نے بطور ظرافت چند شعر کا قطعہ کہا ایک
مصرع یاد ہے اور وہی قطعہ کی جان ہے ع ہوئی آفاق مین شہرت کہ عیسی خان کا
گہر موسا - لطف یہہ کہ دونو بہائی شاعر تہے - ایک کا تخلص آفاق دوسرے کا شہرت
تہا - انہین سے بہی کسی بے مغزے نے کچھہ واہیات بکا تہا - شاہ صاحب کے بزرگونکی
خوبیان بیان کرکے خود انکی شکایت کی تہی - اور چونکہ روشن پورہ مین رہتے تہے اسکا
اشارہ کرکے کہا تہا -

بعد ان سب کے شاہ صاحب نے	خوب روشن پورہ کیا روشن

مرزا مغل بیگ[۲۵] نے خدمت مین وزارت مین نوکران شاہی کو ناخوش کیا - اس موقع پر
ہر ایک شخص نے اپنے اپنے حوصلہ کے بموجب دلکا بخار نکالا ایک صاحب نے تاریخ کہی -

ہنس کے ہاتف نے کہا اسکو کہ واہ	کیا ہی انٹی مین وزارت آگئی

شاہ صاحب نے بہی ایک قطعہ کہا اسکے دو شعر یاد ہین -

تانے بانے پر نہ کر دنیا کے ہرگز اعتبار	غور کر چشم حقیقت سے کہ سر پر کوچ ہے
توڑ کر تو اسطرف سے اسطرف کو جوڑ لے	تو تو مومن ہے ورنہ مومنونکی پوچ ہے

شاہ نصیر مرحوم - اور شیخ ابراہیم ذوق سے بہی معرکے ہوئے ہین - دیکہو انکے حالین۔
لطیفہ - دکن کی سرکار مین دستور تہا کہ دن رات برابر کاروبار جاری رہتے تہے مختلف
کامون کے وقت مقرر تہے - جس صیغہ کا دربار ہوچکا اسکے متعلق لوگ رخصت ہوکر
دوسرے صیغہ کے آن حاضر ہوئے - اسی مین صاحب دربار نے اٹہکر ذرا آرام لے لیا - ضروریات
سے فارغ ہوئے اور پہر آن بیٹہے - چنانچہ مشاعرہ اور مناظرہ کا دربار رات کے
پچہلے پہر ہوتا تہا - ایک موقع پر کہ نہایت دہوم دہام کا جلسہ تہا - تمام باکمال

[۲۵] ذات کے جلاہے تہے -

دکن اور اکثر اہل ایران موجود تھے۔ سب کی طبیعتوں نے اپنے اپنے جوہر دکھائے چنانچہ
چند شعرائے ایران نے ایسے ایسے قصیدے سنائے کہ لب دہن پر حرف آفرین چھوڑا
شاہ نصیر کی خوش رسائی اور اخلاق نے دربار کے چھوٹے بڑے سب تسخیر کئے ہوئے
تھے۔ چنانچہ جب شمع قریب پہنچی تو ایک خواص نے کہ سونے کا عصا ہاتھ میں ہزار
بارہ سو روپیہ کا دوشالہ کندھے پر ڈالے کھڑا تھا۔ کان میں جھک کر کہا کہ آج
آپ غزل نہ پڑھیں تو بہتر ہے۔ آپ وہیں بگڑ کر بولے کہ کیوں؟ اُسنے کہا کہ ہوا تیز
ہو گئی (یعنی کلام کا سرسبز ہونا مشکل ہے) یہ خفگی سے ٹھوڑی پر ہاتھ پھیر کر بولے
کہ ایسا تو ہوں خوبصورت سی نہیں کہ کوئی صورت دیکھنے کو نوکر رکھیگا۔ یہہ نہیں تو
پھر میں ہوں کس کام کا۔ اس قیل و قال میں شمع بھی سامنے آ گئی۔ پھر جو غزل پڑھی تو
سبکو لٹا دیا۔

لطیفہ قطع نظر اس سے کہ شعر کے باب میں طبع حاضر رکھتے تھے۔ حاضر جوابی میں برق
تھے۔ چنانچہ ایک دن سلطانجی کی سترہویں میں گئے۔ اور باؤلی میں جا کر ایک طاق
میں بیٹھ گئے۔ حقہ پی رہے تھے کہ اتفاقاً ایک نواب صاحب آ نکلے شاہ صاحب سے
صاحب سلامت ہوئی۔ وہیں بہت سی ارباب نشاط بھی حاضر تھیں اور ناچ ہو رہا تھا
اُس عالم زرق برق پر اشارہ کر کے نواب صاحب نے فرمایا کہ اُستاد آج آپ بھی
بالائے طاق ہیں۔ بولے۔ جی ہاں جفت ہونے کو بیٹھا ہوں آیئے تشریف لایئے۔

لطیفہ۔ ایک دفعہ دکن کو چلے۔ نواب جیجیہ مدت سے بلاتے تھے۔ اب چونکہ مقام
مذکور سر راہ تھا اور گرمی شدت سے پڑتی تھی۔ برابر سفر بھی مشکل تھا۔ اسلیئے
وہاں گئے اور کئی دن مقام کیا۔ جب چلنے لگے تو رخصت کی ملاقات کو گئے۔ نواب
نے کہا کہ گرمی کے دن ہیں۔ دکن کا سفر دور دراز کا سفر ہے۔ تو ابھی چند روز قیام

سے لائے۔ مگر وعدہ فرمائیے کہ اب جھجر میں کب آئیگا ہنسکر بولے کہ۔ جھجر کی چاہ تو وہی گرمی میں!

شاہ صاحب کا ایک مشہور شعر ہے۔

چرائی چادرِ مہتاب شب میکش نے جیحون پر	کٹورا صبح دوڑانے لگا خورشید گردون پر

نواب سعادت یار خان رنگین مجالس رنگین میں فرماتے ہیں کہ ایک جلسہ میں اس شعر کی بڑی تعریف ہو رہی تھی میں نے اسمیں اصلاح دی کہ ع۔ چرائی چادرِ مہتاب شب بادل نے جیحون پر ہو تو اچھا ہو۔ سبب یہہ کہ جب بادل چاند پر آتا ہے تو چادرِ مہتاب نہیں رہتی۔ گویا چوری جاتی ہے۔ یہان چور تو زمین پر ہے۔ اور مضمون عالمِ بالا پر۔ قصۂ زمین برسر زمین ہو۔ عالم بالا کے لئے چور بھی آسمانی ہی چاہئے۔ کسی شخص نے شاہ صاحب سے بھی جاکر کہا۔ وہ بہت خفا ہوئے اور کہا کہ نواب زادہ ہونا اور بات ہے اور شاعری اور بات ہے۔ خان صاحب یہہ خبر سنکر شاہ صاحب کے پاس گئے اور بہت معذرت کی۔

مگر میرے نزدیک شاہ صاحب نے کچھہ نامناسب نہیں کہا۔ چاند آسمان پر ہوتا ہے چاندنی زمین پر ہوتی ہے۔ اور چاندنی کا لطف میکش اڑاتا ہے بادل کیا اڑائے گا۔ اور میکش نہ ہو گا تو شعر غزلیت کے رتبہ سے گر جائیگا۔

لطیفہ۔ دیہاتِ جاگیر کے تعلق سے ایک دفعہ تحصیلدار سونی پتہ کے پاس ملاقات کو گئے۔ اور کچھہ رنگترے دلی سے بطور سوغات ساتھہ لیگئے تحصیلدار نے کہا کہ جناب شاہ صاحب! رنگترونکی تکلیف کیا ضرور تھی۔ آپکی طرف سے بڑا تحفہ آپکا کلام ہے مگر ان رنگترون کی حسنِ تشبیہہ میں کوئی شعر ارشاد فرمائیے۔ اسی وقت رباعی کہی اور سنائی۔

اے نیّرِ سپہرِ آسمانِ اقبال
ان نکتہ و نثر غور سے کیجیگا خیال
یہہ نذرِ حقیر ہو قبولِ خاطر
پردہ میں سخن کی ہیں دو بند کمال

غزلین

زیب تن گرچہ ہی گل پیرہن سرخ ترا
کیا نہ انجام یہہ ہوگا کفنِ سرخ ترا
مجھکو کہتا ہی وہ نکلا ہی شفق مین ہلال
یا نمودار ہی زخمِ کہنِ سرخ ترا
دسترس تا بہ نہک اُس شوخ کی مجھکو ہی یہان
کیونکہ رتبہ نہو اے گلبدنِ سرخ ترا
ہی میری آہ یہان نخلِ گلستانِ خلیل
رخِ گلنار دہان ہی چمنِ سرخ ترا
شیشۂ بادۂ گلرنگ نہ کب دی ساقی
جامۂ سبز مین دیکھی جو تنِ سرخ ترا
آستین سے یہ لگا کہنے وہ تلوار کو پونچھ
بن گیا موجِ یمِ خون شکنِ سرخ ترا
رشکِ نیلم ہی نہین رنگ مسی کی نمود
لب بہی ہی غیرتِ لعلِ یمنِ سرخ ترا
سچ بتا تو مجھے سوفارِ خدنگِ قاتل
لہو کس کا پئیگا دہنِ سرخ ترا
خاک باہم ہو شرارت سے ہم آغوش نصیر
صاف ہے شعلۂ آتش بدنِ سرخ ترا

خالِ پشتِ لبِ شیرین ہی عسل کی مکہی
روحِ فرہاد لپٹ بن کے جبل کی مکہی
سنگ و خشتِ در و دیوارِ فتادہ کو دیکھ
ہاتہہ ملتی ہے پتھر کے محل کی مکہی
بن گیا ہون مین خیالِ کمرِ یار مین مور
نہ ترے زور کی طاقت ہے نہ بل کی مکہی
تیرہ بختانِ ازل کا کبہی دیکہا نہ فروغ
شب کو جگنون کیطرح اُڑکے جہلکی مکہی
میٹہے سے ترے ہم سمجھے لبِ یار کو قند
بات مشکل تہی مگر تونے یہہ حل کی مکہی
انکو کیا کام توکل سے جو بن جاتے ہین
قابِ بریانی پہ ہر اہلِ دول کی مکہی
ہوگیا ہے یہہ تری چشم کا بیمار نحیف
نہ اُڑا سکتا ہے منہہ کی نہ بغل کی مکہی

رہیں پروانۂ جانسوز کی کرتے تو ہیں پر
نگہہ شمع میں ہو جائے گی ہلکی لکھی

صنعتِ لعبتِ چین دیکھ دلا جا کر تو
دیکھنی گر تجھے منظور ہے کل کی لکھی

دلربا تھے فسونساز ہیں ہنگامہ کے
آدمی کو وہ بناتے ہیں عمل کی لکھی

سخن اپنا جو شکر ریز معانی ہے نصیر
ہے ردیف اسلئے اس شعر و غزل کی لکھی

سدا ہے اس آہ و چشم تر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران
نکلکے دیکھو ٹک اپنے گھر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

وہ شعلہ رو ہے سواریٔ توسن اور اسکا توسن ہے برق افشان
عجب ہے اک سیر دوپہر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

ہنسے ہے کوٹھے پہ یوسفا بنا ہیں یہ دیوار رو رہا ہوں
عزیزو دیکھو مری نظر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

پتنگ کیونکر نہووے حیران کہ شمع سب کو دکھا رہی ہے
بچشم گریان و تاج زر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

نہا کے افشان چنو جبین پر نچوڑو زلفوں کو بعد اسکے
دکھاؤ عاشق کو اس ہنر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

کہاں ہے جوں شعلہ شاخ پر گل کدہر ہے فصل بہار شبنم
نیا ہے اعجاز طرفہ تر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

کرو نہ دریا پہ پھکنی تم ادہر کو آؤ تو میں دکھاؤں
شرر سے و ہے نالۂ جگر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

کدہر کو جاؤں نکلکے یارب کہ گرم و سرد زمانہ مجھکو
دکھائی ہے شام تک سحر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

وہ تیغ کھینچے ہوئی ہے سر پہ ہیں جھکائے ہوں اشک ریزان
دکھاؤں اے دل تجھے کدہر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

غضب ہے چین جبین وہ کیا ہے بدن سے ٹپکی ہے پسینا
عیاں ہے یارو نئے ہنر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

نصیر لکھی ہے کیا غزل یہہ کہ دل تڑپتا ہے سنکے جسکو
بندھے ہے کب یوں کسی بشر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

نہاں ہے کب چشم ہر بشر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران
ہے اس نگہہ سے اس اشک تر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

دکھا کے تم شہ نشین پہ جلوہ جھڑو دیکھو فوارہ کا تماشا
تو یہہ صدا آئی بام و در سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

وہ مہوش پشت فیل پہ ہے اور اسکی خرطوم آب افشان
عجب ہے تشبیہہ جلوہ گر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

وہ طفلِ ترسا جبین تھی شفق جو کھینچ سورج کو دیکھ پانی
تو کیونکر دل کھینچ کر ترے سے فلک تجلی مین یاران

وہ بیٹھ سر پہ ہی بادلے کا کلاہ تاش اسکی اتھ مین ہے
لکیونکہ جھکے نہ کیونکہ ترے سے فلک تجلی مین یاران

تو اپنی پگڑی پہ اسکی طرہ جو کھلی بکا ریتو ہولی
عماں جو تیر نگاہ و دگر سے فلک تجلی مین یاران

وہان وہ غرفہ مین تابِ رخ ہے سیاہ ابر تر پہ یم ہے
یہہ جس لعنت کی ہی تمر سے فلک تجلی مین یاران

عجب ہے کچھ ماجرا یہہ ساقی کہ غل مچا یاہے سیکشوں نے
مدام یہان یکھہ بر ترے سے فلک تجلی مین یاران

وہ شوخ جہرنے کی سیر کر کو پہسلنے پتھر پہ جا کی بیٹھا
کیا دیکھ خلقت اور دہر اُدھر فلک تجلی مین یاران

نصیر سدا آفرین ہی تجکو کہ اہل معنی پکارتے ہین
عجب ہے مضمون تازہ ترے سے فلک تجلی مین یاران

لو لگ رہی ہے جس سے وہ شمع رو نہ آیا
بلبل ہے تری زیارت یہانتک کبھو نہ آیا

ہوا اُس دہن سے رکش سیلی صبا کی کہانی
غنچہ کے آہ موںہہ سے کسدن لہو نہ آیا

دندان دکھا کے ہنس ہنس اُسی بخیہ گریبان
چاکِ جگر کو ہمکو تجھ سے رفو نہ آیا

کیا جانیے یہہ گیا تھا کس موںہہ سے رو کشی کو
آئینہ وہان سے لیکر تا کِ آبرو نہ آیا

برگشتہ بخت ہم وہ اس دور مین ہین ساقی
لب تک کبھو ہمارے جام و سبو نہ آیا

موج سرشک ہے رونق قبائے تن کی
کیونکر کہون کہ اسکو کار رفو نہ آیا

آخر کو کہکشان ہی کسر وہ مانگ نکلی
اسبات مین ہمارے فرق ایک مو نہ آیا

کشتی دل تو دائم موج خطر مین ڈوبی
چین جبین ہو کس دن وہ روبرو نہ آیا

کیونکر یہہ ہاتھ اپنا پہونچیگا تا گریبان
دستِ خیال جسکے دامن کو چھو نہ آیا

اپنے بھی بعد مجنون یا رو ہوا بندہی ہے
لے گرد باد خیمہ کب تک بکو نہ آیا

ناصح ہوئے تم نے کہلوائے بند محرم
مین تو ہی آہ لیکے کچھ آرزو نہ آیا

ہر دم **نصیر** رہ تو امید وار رحمت
تیری زبان پہ کسدن لا تقنطوا نہ آیا

[۲۵] اے اشک وان ساتھہ لیے آہِ جگری کو
عاشق کہین بے فوج و علم اٹھہ نہین سکتا

سقفِ فلکِ کہنہ مین کیا خاک لگاؤن
اے ضعفِ دل اس آہ کا تھم اٹھہ نہین سکتا

سرمعرکۂ عشق مین آسان نہین دینا
گاڑی ہے جہان شمع قدم۔ اٹھہ نہین سکتا

ہے جنبشِ مژگان کا کسی کی جو تصور
دل سے خلشِ خارِ الم اٹھہ نہین سکتا

دلپر ہے مری خیمۂ ہر آبلہ استاد
کیا کیجے کہ یہہ لشکرِ غم اٹھہ نہین سکتا

ہر جا متجلّی ہے وُہی۔ پردۂ غفلت
اے مشغلۂ دیر و حرم اٹھہ نہین سکتا

یون اشک زمین پر ہین کہ منزل کو پہنچ کر
جون قافلۂ ملکِ عدم اٹھہ نہین سکتا

شب کو کیونکر تجکو ہے پہنا سر پر طرّہ ہا گلچین
جون پروین ہالہ پہنا سر پر طرّہ ہا رنگین

رونق سرپہ ہان داغِ جنون ہے، اشکِ مسلسل زیبِ گلو ہے
چاہئے تجکو غیرتِ لیلا سر پر طرّہ ہا رنگین

شعلہ کہان آنسو ہین کہ ہر شب شمع رکہی ہے محفل مین
تاج زر اور موتیون کا سا سر پر طرّہ ہا رنگین

بال پریشان ہین کاکل کے پیچ گلچین ہین مگر ٹکی
یون رکہتا ہے وہ متوالا سر پر طرّہ ہا رنگین

حق مین ہے میرے طایرِ دل کی بازکا چنگل دام کا حلقا
اے بتِ کافر مجکو نہ دکہلا سر پر طرّہ ہا رنگین

شملے اور تسبیح کے بدلے شیخ جی صاحب رکہنے لگے ہین
کیونکہ نہ دیکہین ہم تماشا سر پر طرّہ ہا رنگین

رشکِ چمن تو سیر کریگا جبکہ کنارِ حوض و لبِ جو
فوّارہ اور پہول کہیگا سر پر طرّہ ہا رنگین

عکسِ شعاعِ مہر نہین یہہ بیل چنبیلی لپٹی ہے
سرو چمن نے کیا ہے پیدا سر پر طرّہ ہا رنگین

کیفیت کیا ہو ساقی سوے چمن طاؤس و قمری
ابر و ہوا مین کہین ہین تنہا سر پر طرّہ ہا رنگین

ہے یہہ تمنا سیرِ چمن یون تجہکو دیکہون بادہ کشی مین
ہاتہہ مین ساغر بر مین مینا سر پر طرّہ ہا رنگین

اور ردیف و قوافی لکہی غزل اس بحر مین جادی
ہمنے نصیر آپ خوب پہنایا سر پر طرّہ ہا رنگین

[۲۶] اس غزل کے جہان شعر دیکہے ویتنے ہی شعر دیکہے۔ اسیر شیخ ابراہیم ذوق کی غزل بہی دیکہو

وقت نماز ہی انکا قامت گاہ خدنگ گاہ کمان
بتخانے میں اہل عبادت گاہ خدنگ گاہ کمان

مرد جوانی میں تو ہی سیدھا پیری میں جھکتا ہی
قوت و ضعف کی ہی یہہ علامت گاہ خدنگ گاہ کمان

بادہ کشی کی سکھلاتے ہیں کیا ہی قرینے ساون بہادون
کیفیت کے ہمنے جو دیکھا دونون مہینے ساون بہادون

چھوٹتی ہیں فوارہ مژگان روز و شبان آنکھوں سی
یون تو برستے دیکھے ہونگے ملکو کسی نے ساون بہادون

ماتمکو پہرتی ہی بجلی اُسمیں گوٹ تمامی کی
دامن ابر کی ٹکڑونکو جب لگتی ہیں سینے ساون بہادون

بھولے دم کی آمد و شد یاد کر اُس جھولے کی پینگیں
سوجہی ہی بے یار زندگی آہ یہہ جینے ساون بہادون

کیونکہ نہ یہہ ڈرائی گرگ آئی بادہ پرستو بیا تیز
کان گہر جیب زر کی رکہتے ہیں گنجینے ساون بہادون

کان جواہر کیونکہ نہ سمجھی کہیت کو دہقان لوٹ کے
برساتی ہیں کہیتو میں ہیرے کی نگینے ساون بہادون

ابر سیہ میں دیکھی تہی بگلونکی قطار اس شکل سے جنمنے
یاد دلا ہے پہر کی تری دندان مسی نے ساون بہادون

مومن خانصاحب مومن

تمہید

پہلی دفعہ اس نسخہ میں مومن خانصاحب کا حال نہ لکہا گیا۔ وجہ یہہ تہی کہ دور پنجم جسسے انکا تعلق ہی بلکہ سوم و چہارم کو بہی اہل نظر دیکہیں کہ جو اہل کمال اسمیں بیٹھے ہیں۔ کس لباس و سامان کے ساتہہ ہیں۔ کسی مجلس میں بیٹہا ہوا انسان جبہی زیبا دیتا ہے کہ اسی سامان و سامان اور وضع و لباس کے ساتہہ ہو جو اہل محفل کے لئے حاصل ہے۔ نہو تو ناموزون معلوم ہوتا ہے۔ خانصاحب موصوف کے کمال سے مجھے انکار نہیں۔ اپنے وطن کے اہل کمال کا شمار بڑہا کر۔ اور انکے کمالات دکہا کر ضرور چہرہ فخر کا رنگ چمکاتا۔ لیکن میں نے ترتیب کتاب کے دنوں میں اکثر اہل وطن کو خطوط لکہے اور لکہوائے۔ وہان سے جواب صاف آیا۔ وہ خط بہی موجود ہیں۔ مجبور انکا حال قلم انداز کیا۔ دنیا کے لوگوں نے جو اپنے حوصلہ کے بموجب جو چاہا سو کہا۔ آزاد نے سبکی عنایتونکو شکریہ کا دامن پہیلا کر لے لیا۔ ذوق۔

دوگالیان کہ بوسہ فروشی پہ آ گئی
رکہتے فقیر کام نہیں رد و کد سے ہیں

البتہ افسوس اس بات کا ہے کہ بعض اشخاص جنہوں نے سیرت حال پر عنایت کر کے حالات مذکورہ کی [illegible]

مین غلط لکھے۔ اور سعی انکی ناکام رہی۔ انہون نے بھی کتاب مذکور پر ردیہ لکھا۔ مگر اصل حال نہ
لکھا کچھ کا کچھ اَور ہی لکھدیا۔ مینے اُسیوقت سے دلّی اور اطراف دہلی مین اُن اشخاص کو خطوط لکھنے شروع
کردئے تہے جو خان موصوف کے خیالات سے دل گلزار رکھتے ہین۔ اب طبع ثانی سے چند مہینے پہلے تاکید
والتجا کی نیازنامونکو جولانی دی۔ اُنہی مین سے ایک صاحب کے الطاف وکرم کا شکرگذار ہون
جنہون نے باتفاق احباب اور صلاح ہمدگر جزئیاتِ سوال فراہم کر کے چند ورق مرتب کئے اور عین حالت
طبع مین کہ کتاب مذکور قریب الاختتام ہے معاً یہ اسکے عنایت فرمائے بلکہ اسمین کم وبیش کی بھی اجازت
دی۔ مینے فقط بعض فقرے کم کئے۔ جنسے طول کلام کے سوا کچھ فائدہ نہ تہا۔ اور بعض عبارتین اور
بہت سی رواىتین مختصر کردین یا چھوڑ دین جنسے انکی نفسِ شاعری کو تعلق نہ تہا۔ باقی اصل حال کو بجنسہ لکھدیا
آپ ہرگز دخل وتصرف نہین کیا۔ ہان کچھ کہنا ہوا تو حاشیہ پر یا خط وحدانی مین لکھدیا۔ جو احباب
مینے شائع کی تہے۔ امید ہے کہ اب اُس فروگذاشت کو معاف فرماوینگے۔۔

مومن خانصاحب کا حال۔ انکے والد حکیم غلام نبی خان ولد حکیم نامدار خان شہر کے
شرفا مین سے تہے (جنکی اصل نجبائے کشمیر سے تہی) اول حکیم نامدار خان اور حکیم کامدار خان دو بہائی
سلطنت مغلیہ کے آخری دور مین آکر بادشاہی طبیبون مین داخل ہوئے۔ شاہ عالم کے زمانہ مین
موضع بلاہہ وغیرہ پرگنۂ نارنول مین جاگیر پائی۔ جب سرکار انگریزی نے جھجر کی ریاست نواب
فیض طلب خان کو عطا فرمائی تو پرگنہ نارنول بھی اسمین شامل تہا۔ رئیس مذکور نے انکی جاگیر ضبط
کر کے ہزار روپیہ سالانہ پنشن ورثۂ حکیم نامدار خان کے نام مقرر کردی۔ پنشن مذکور مین سے حکیم غلام نبی خان
صاحب نے اپنا حصّہ لیا۔ اور اُسمین سے حکیم مومن خانصاحب نے اپنا حق پایا۔ اسکے علاوہ
انکے خاندان کے چار طبیبون کے نام پر سو روپیہ ماہوار پنشن سرکار انگریزی سے بھی ملتی تہی۔
اسمین سے ایک چوتہائی انکے والد کو۔ اور اُنکے بعد اسمین سے انکا حصہ انکو ملتا رہا۔
انکی ولادت سنہ ۱۲۱۵ھ مین واقع ہوئی۔ بزرگ جب دلّی مین آئے تو چیلون کے کوچہ مین رہے
تہے۔ وہین خاندان کی سکونت رہی۔ شاہ عبد العزیز صاحب کا مدرسہ وہانسے بہت قریب تہا۔
انکے والد کو شاہ صاحب سے کمال عقیدت تہی۔ جب یہ پیدا ہوئے تو حضرت ہی نے آکر کان

مین اذان دی - اور مومن خان نام رکہا - گہر والون نے اس نام کو ناپسند کیا اور حبیب اللہ نام رکہنا چاہا - لیکن شاہ صاحب ہی کے نام سے نام پایا -

بچپن کی معمولی تعلیم کے بعد جب ذرا ہوش سنبہالا تو والد نے شاہ عبد القادر صاحب کی خدمت مین پہنچایا - اُنسے عربی کی ابتدائی کتابین پڑہتے رہے - حافظہ کا یہ حال تہا کہ جو بات شاہ صاحب سے سنتے تہے فوراً یاد کر لیتے تہے - اکثر شاہ عبد العزیز صاحب کا وعظ ایک دفعہ سنکر بعینہ اسیطرح ادا کر دیتے تہے جب عربی مین کسیقدر استعداد ہو گئی تو والد اور چچا حکیم غلام حیدر خان اور غلام حسن خان سے طب کی کتابین پڑہین اور انہی کے مطب مین نسخہ نویسی کرتے رہے -

تیز طبیعت کا خاصہ ہے کہ ایک فن پر دل نہین جمتا - اپنے بزرگون کے علم یعنے طبابت تہمنی نہ دیا دلمین طرح طرح کو شوق پیدا کئے - شاعری کے علاوہ نجوم کا خیال آیا - اسکو اہل کمال سے حاصل کیا اور مہارت بہم پہنچائی - اُنکو نجوم سے قدرتی مناسبت تہی - ایسا ملکہ بہم پہنچایا تہا کہ احکام سُنکر بڑے بڑے منجم حیران رہجاتے تہے - سال بہر مین ایکبار تقویم دیکہتے تہے پہر برس دن تک تمام ستارون کو مقام اور اُنکی حرکات کی کیفیت ذہن مین رہتی تہی جب کوئی سوال پیش کرتا - نہ زائچہ کہنچتے نہ تقویم دیکہتے - پوچہنے والے سے کہتے کہ تم خاموش رہو - جو مین کہتا جاؤن - اُسکا جواب دیتے جاؤ - پہر مختلف باتین پوچہتے تہے اور مسائل اکثر کو تسلیم کرنا جاتا تہا -

ایک دن ایک غریب ہندو نہایت بیقرار اور پریشان آیا - انکے بتیس برس کے رفیق قدیم شیخ عبد الکریم اُسوقت موجود تہے - خانصاحب نے اُسے دیکہکر کہا کہ تمہارا کچہہ مال جاتا رہا ہے؟ اُسنے کہا - صاحب مین لٹ گیا - کہا خاموش رہو - جو مین کہون تم سنتے جاؤ - جو غلط بات ہو اُسکا انکار کر دیا - پہر پوچہا کیا زیور کی قسم سے تہا؟ صاحب یہ وہی عمر بہر کی کمائی تہی کہا تمنے لیا ہے یا تمہاری بیوی نے - کوئی غیر چرانے نہین آیا - اُسنے کہا میرا مال تہا اور بیوی کے

پیسے کا زیور تہا ۔ ہم کیون چراتے ۔ ہنسکر فرمایا ۔ کہین رکہکر بہول گئے ہوگے ۔ مال کہین باہر نہین گیا ۔ اسنے کہا صاحب سارا گہر ڈہونڈ مارا ۔ کوئی جگہہ باقی نہین رہی ۔ فرمایا پہر دیکہو ۔ گیا اور سارے گہر مین اچہی طرح دیکہا ۔ پہر آکر کہا ۔ صاحب میرا چہوٹا سا گہر ہے ۔ ایک ایک کونا دیکہہ لیا ۔ کہین پتا نہین لگتا ۔ خانصاحب نے کہا ۔ اسی گہر مین ہے ۔ تم غلط کہتے ہو ۔ کہا ۔ آپ چلکر تلاش لے لیجیے مین تو ڈہونڈ چکا ۔ فرمایا ۔ مین یہین سے بتاتا ہون ۔ یہہ کہکر اسکو سارے گہر کا نقشہ بیان کرنا شروع کیا ۔ وہ سب باتونکو تسلیم کرتا جاتا تہا ۔ پہر کہا ۔ اس گہر مین جنوب کے رخ ایک کوٹہری ہے ۔ اور اسمین شمال کیجانب ایک لکڑی کا مچان ہے ۔ اسکے اوپر مال موجود ہے ۔ جا کر لے لو ۔ اوسنے کہا ۔ مچان کو تو تین دفعہ چہان مارا ۔ وہان نہین ملا ۔ فرمایا اسیکے ایک کونے مین پڑا ہے ۔ غرض وہ گیا اور جب روشنی کرکے دیکہا تو ڈبا اور اسمین سارا زیور جون کا تون وہین مل گیا ۔

ایک صاحب کا مراسلہ اسی تحریر کے ساتہہ مسلسل پہنچا ہے جسمین یہہ اور اس قسم کے کئی اسرار نجومی ستارونکی شرح چمک رہے ہین ۔ اور انکے شاگردونکی تفصیل بہی لکہی ہے ۔ آزاد انکے درج کرنے مین قاصر ہے ۔ معاف فرمائین زمانہ ایک طرح کا ہے لوگ کہینگے کہ تذکرہ شعرا لکہنے بیٹہا اور نجومیونکا تذکرہ لکہنے لگا ۔

خانصاحب نے اپنی نجوم دانی کو ایک غزل کے شعر مین نہایت خوبی سے ظاہر کیا ہے ۔

ان نصیبون پر کیا اختر شناس
آسمان بہی ہے ستم ایجاد کیا

شطرنج سے بہی انکو کمال مناسبت تہی ۔ جب کہیلنے بیٹہتے تہے تو دنیا و ما فیہا کی خبر نہ رہتی تہی ۔ اور گہر کے نہایت ضروری کام بہی بہول جاتے تہے ۔ دلی کے مشہور شاطر کرامت علیخان سے قرابت قریبہ رکہتے تہے ۔ اور شہر کے ایک دو مشہور شاطرون کے سوا کسی سے کم نہ تہے

شعر و سخن سے انہین طبعی مناسبت تہی ۔ اور عاشق مزاجی نے اسے اور بہی چمکا دیا تہا ۔ انہون نے ابتدا مین شاہ نصیر مرحوم کو اپنا کلام دکہایا ۔ مگر چند روز کے بعد انسے اصلاح لینی چہوڑ دی اور پہر کسیکو استاد نہین بنایا ۔

انکے نامی شاگرد نواب مصطفیٰ خان شیفتہ صاحب تذکرۂ گلشن بیخار خلف نواب اعظم الدولہ سرفراز الملک مرتضیٰ خان مظفر جنگ بہادر رئیس پلول اور انکے چھوٹے بھائی نواب اکبر خان کہ ۴ برس ہوئے راولپنڈی میں دنیا سے انتقال کیا - میر حسین تسکین کہ نہایت ذکی الطبع شاعر تھے - سید غلام علیخان وحشت - غلام ضامن کرم - نواب اصغر علیخان کہ پہلے اصغر تخلص کرتے تھے - پھر نسیم تخلص اختیار کیا - اور مرزا خدا بخش قیصر شہزادے وغیرہ اشخاص تھے -

رنگین طبع - رنگین مزاج - خوش وضع - خوش لباس کشیدہ قامت سبز رنگ - سر پر لمبے لمبے گھونگروالے بال - اور ہر وقت انگلیوں سے انہیں کنگھی کرتے رہتے تھے - ململ کا انگرکھا - ڈھیلے ڈھیلے پائچے تنزیب لال نیفہ بھی ہوتا تھا - میں نے انہیں نواب اصغر علیخان اور مرزا خدا بخش قیصر کے مشاعرہ میں غزل پڑھتے ہوئے سنا تھا - ایسی درد ناک آواز سے دلپذیر ترنم کے ساتھ پڑھتے تھے - کہ مشاعرہ وجد کرتا تھا - اللہ اللہ ابتک وہ عالم آنکھوں کے سامنے ہے - باتیں کیا نیاں ہوگئیں - باوجود اسکے نیک خیالوں سے بھی انکا دل خالی نہ تھا - نوجوانی ہی میں مولانا سید احمد صاحب بریلوی کے مرید ہوئے - کہ مولوی اسمعیل صاحب کے پیر تھے - خانصاحب انہی کے عقاید کے بھی قایل رہے -

انہوں نے کسی کی تعریف میں قصیدہ نہیں کہا - ہاں راجہ اجیت سنگہ برادر راجہ کرم سنگہ رئیس پٹیالہ جو دہلی میں رہتے تھے - اور انکی سخاوتیں شہر میں مشہور تھیں - وہ ایک دن مصاحبوں کے ساتھ سیر راہ اپنے کوٹھے پر بیٹھے تھے - خانصاحب کا اُدھر سے گذر ہوا - لوگوں نے کہا مومن خان شاعر بھی ہیں - راجہ صاحب نے آدمی بھیجکر بلوایا عزت و تعظیم سے بٹھایا - (کچھ نجوم کچھ شعر و سخن کی باتیں کیں) اور حکم دیا کہ ہتھنی کسکر لاؤ - ہتھنی حاضر ہوئی - وہ خانصاحب کو عنایت کی - انہوں نے کہا کہ مہاراج میں غریب آدمی ہوں اسے کہاں سے کھلاؤنگا - اور کیونکر رکھونگا - کہا کہ سو روپیہ اور دو - خانصاحب اُسی پر سوار ہوکر گھر آئے - اور پہلے اسکے کہ ہتھنی بدلے کھانے اسے بیچکر نقد کیا (ایسی وقت بیدار دل نے کیا تھا دیکھو صفحہ ۵۲۸) پھر خانصاحب نے ایک قصیدہ مدحیہ شکریہ میں کہکر راجہ صاحب کو دیا - جسکا مطلع ہے -

صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری　　کثرت دود سے سیاہ شعلۂ شمع خاوری

سوا اس قصیدہ کے اور کوئی مدح کسی دنیا دار کے صلہ و انعام کی توقع پر نہیں لکھی ۔ وہ اسقدر غیور تھے کہ کسی عزیز یا دوست کا احسان بھی گوارا نکرتے تھے ۔

راجہ کپور تھلہ نے انہیں ساڑھے تین سو روپیہ مہینا کر کے بلایا اور ہزار روپیہ خرچ سفر بھیجا وہ بھی تیار ہو گئے مگر معلوم ہوا کہ وہاں ایک گویّے کی بھی یہی تنخواہ ہے ۔ کہا کہ جہاں میری اور ایک گویّے کی برابر تنخواہ ہو میں نہیں جاتا ۔

جسطرح شاعری کے ذریعہ سے انہوں نے روپیہ نہیں پیدا کیا اسیطرح نجوم رمل اور طبابت کو بھی معاش کا ذریعہ نہیں کیا ۔ جسطرح شطرنج انکی ایک دل لگی کی چیز تھی اسیطرح نجوم رمل اور شاعری کو بھی ایک بہلاوا دلکا سمجھتے تھے ۔

خانصاحب پانچ چار دفعہ دلی سے باہر گئے ۔ اول رامپور ۔ اور وہاں جا کر کہا ۔

دلی سے رامپور میں بھی لایا جنون کا شوق	ویرانہ چھوڑ آئے ہیں ویرانہ تر میں ہم

دوسری دفعہ سہسوان گئے ۔ وہاں فرماتے ہیں ۔

چھوڑ دلی کو سہسوان آیا	ہرزہ گردی میں مبتلا ہوں میں

۳ ۔ جہانگیر آباد میں نواب مصطفیٰ خان کے ساتھ کئی دفعہ گئے ۔ ۴ ۔ ایک دفعہ نواب شائستہ خان کے ساتھ سہارنپور گئے ۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دلی میں جو میسر تھا اسی پر قانع تھے ۔ درست ہے ۔ تصدیق اسکی دیکھو غالب مرحوم کے حال میں صفحہ ۵۲۲

انکی تیزی ذہن اور ذکاوت طبع کی تعریف نہیں ہو سکتی ۔ وہ خود بھی ذہانت میں دو شخصوں کے سوا کسی کو اپنے سے بہتر تسلیم نکرتے تھے ۔ ایک مولوی اسمٰعیل صاحب ۔ دوسرے خواجہ محمد نصیر صاحب کہ انکو مسلم اور خواجہ میر درد صاحب کے نواسے تھے ۔

اسی معاملہ میں نواب مصطفیٰ خان کی ایک وسیع تقریر ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا ذکی الطبع آج تک نہیں دیکھا انکے ذہن میں بجلی کی سی سرعت تھی وغیرہ وغیرہ ۔ ساتھ ہی کے مراسلت میں بعض اور معاملے منقول ہیں ۔ مگر انہیں بھی واردات کی بنیاد نہیں لکھی ۔ مثلاً یہ کہ مولوی امام بخش صاحب صہبائی کے شاگرد رشید مولوی قطب الدین قطبی ایکدن خانصاحب کے پاس آئے اور ایک شعر کے معنے پوچھے تو انہوں نے السیٰ مارک

معنے اور نادر مطلب بیان فرمائیے کہ قائل معتقد ہوگئے۔ اور کہا کہ مولوی صاحب نے جو معنے بنائے ہیں وہ اسکے کچھ بھی نسبت نہیں رکھتے۔ لیکن نہ وہ شعر لکھا ہے نہ کسی صاحب کے معنے لکھے ہیں۔ ایسی باتوں کو آزاد نے افسوس کے ساتھ ترک کر دیا ہے۔ شفیق کرم معاف فرما دیں۔

منطقیہ - انکی عالی دماغی اور بلند خیالی شعرائے متقدمین و متاخرین میں سے کسیکی فصاحت یا بلاغت کو خاطر میں نہ لاتی تھی۔ یہہ قول انکا مشہور تھا کہ گلستان سعدی کی تعریف میں لوگوں نے کر دم ترشے ہی ٹائے ہیں اسمین ہے کیا؟ - گفت گفت - گفتہ اند گفتہ اند - کہتا چلا جاتا ہے۔ اگر ان لفظوں کو کاٹ دو تو کچھ بھی نہیں رہتا۔ ایک دن مفتی صدرالدین خان مرحوم کے مکان پر یہی تقریر کی۔ مولوی احمد الدین کرسا والے مولوی فضل حق صاحب کے شاگرد بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ قرآن شریف میں کیا دھرا ہے جابجا۔ قال قال۔ قالوا قالوا ہے۔

انکے کسی شاگرد نے غزل میں یہ شعر لکھا تھا۔

ہجر میں کیونکر بیرون ہر سو نہ گھبرایا ہوا ۔۔۔ وصل کی شب کا سما آنکھوں میں ہے چھایا ہوا

خانصاحب نے پہلے مصرع کو یون بدلدیا ع اسطرف کو دیکھتا ہی ہو تو شرمایا ہوا

اہل مذاق جانتے ہیں کہ اب شعر کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے۔

ایک اور شخص نے آلہی بخش کا سجع لکھا تھا ع مجھ گنہگار کو آلہی بخش۔ خانصاحب نے فرمایا۔ ع میں گنہگار ہوں آلہی بخش۔

تاریخیں - تاریخ میں ہمیشہ تعمیہ اور تخرجہ معیوب سمجھا جاتا ہے۔ مگر انکی طبع رسا نے اسے محسنات تاریخ میں داخل کر دیا چنانچہ اپنے والد کی تاریخ وفات کہی۔

بہ من الہام گشت سال وفات ۔۔۔ کہ غلام نبی بہ حق پیوست

غلام نبی کے اعداد کے ساتھ حق ملائیں تو پورے سنہ فوت نکل آتے ہیں

اپنی صغیر سن بیٹی کی تاریخ فوت کہی

خاک بر فرق دولت دنیا ۔۔۔ من فشاندم خزانہ بر سر خاک

خزانہ کے اعداد سر خاک - یعنے خ کے ساتھ ملانے سے ۱۲۶۳ھ ہوتے ہیں۔

تاریخ جاہ ع آب لذت فزا بہ جام بگیر۔ آب لذت فزا کے اعداد۔ جام کے ہمدم میں ڈالو تو ۱۲۶۲ حاصل ہوتے ہیں۔

ان تاریخوں کی لطف و نزاکت میں کلام نہیں لیکن اصول فن کے موجب ۹ سے زیادہ کی و بیشی جائز نہیں۔

ایک شخص تزین خان نام حج کو گیا۔ رستہ مین سے پھر آیا خان صاحب نے کہا ع

چون بیا مد بتو ز خر باشد سنہ ۱۲۵۰ھ

شاہ محمد اسحاق صاحب نے دلی سے ہجرت کی خانصاحب نے کہا۔

گفتیم وحید عصر اسحاق ۔ بہ حکم شہنشہ دو عالم

یکدم ز شہ دار حرب امسال ۔ جا کردہ بمکۂ معظم

وحید عصر اسحاق کے اعداد مکۂ معظم کے اعداد کے ساتھ ملاؤ۔ اور دار حرب کے اعداد انہین سے تفریق کرو تو ۱۲۵۶ھ تاریخ ہجرت نکلتی ہے۔

ایک شخص قلعۂ دلی سے نکالا گیا انہون نے تاریخ کہی ع از باغ خلد بیرون شیطان بیحیا شد۔

باغ قلعہ کے اعداد مین سے شیطان بیحیا کے عدد نکال ڈالین تو ۱۲۳۶ رہتے ہین۔

سادی تاریخین بھی عمدہ ہین۔ چنانچہ خلیل خان کے ختنہ کی تاریخ کہی سنت خلیل اللہ

اپنی عمہ کے مرنیکی تاریخ کہی۔ لہا اجر عظیم

اپنے والد کی وفات کی تاریخ کہی۔ قد فاز فوزاً عظیماً۔

اپنی بیٹی کی ولادت کی تاریخ کہی۔

نال کٹنے کے ساتھ ہاتف نے ۔ کہی تاریخ دختر مومن

دختر مومن کے اعداد مین سے نال کے اعداد کو اخراج کیا ہے۔

شاہ عبد العزیز صاحب کی وفات کی تاریخ۔

دست بیداد اجل سے بے سر و پا ہو گئے ۔ فقر و دین۔ فضل و ہنر۔ لطف و کرم علم و عمل

الفاظ مصرع آخر کے اول و آخر کے حرفون کو گرا دو۔ بیچ کے حرفون کے عدد لیلو تو سنہ ۱۲۳۹ رہتے ہین۔

انکے اسمے بھی متعدد ہین۔ مگر ایک لاجواب ہے۔ ایسا نہین سنا گیا۔

جیتے کیونکر کہ ہے سب کاردار الٹا ۔ ہم الٹے۔ بات الٹی۔ یار الٹا بیضوی عجائب ہما

پہیلیاں بھی کہیں۔ ایک یہاں لکھی جاتی ہے کہ گھڑیال پر ہے۔

نہ بولے وہ جب تک کہ کوئی بلائے	نہ لفظ اور معنے سمجھ میں کہیں آئے
نہیں چوبہ وہ لٹکتا رہے	زمانہ کا احوال بکتا رہے
شب و روز غوغا مچایا کرے	اسی طرح سے مار کھایا کرے

کوٹھے پر سے گرنے کے بعد انہوں نے حکم لگایا تھا کہ ۵ دن یا ۵ مہینے یا ۵ برس میں مر جاؤں گا۔ چنانچہ ۵ مہینے کے بعد مر گئے۔ گرنے کی تاریخ خود ہی کہی تھی۔ دست و بازو بشکست۔ مرنے کی تاریخ ایک شاگرد نے کہی ماتم مومن۔ دلی دروازہ کے باہر میدان میں ان کو جانب غرب زیر دیوار احاطہ مدفون ہوئے۔ شاہ عبد العزیز صاحب کا خاندان بھی یہیں مدفون ہے۔

روایت مرنے کے بعد لوگوں نے عجیب عجیب طرح سے خواب میں دیکھا۔ ایک خواب بہت سچا اور حیرت انگیز ہے۔ نواب مصطفیٰ خان نے دو برس بعد خواب میں دیکھا کہ ایک قاصد نے آکر خط دیا کہ مومن مرحوم کا خط ہے۔ انہوں نے لفافہ کھولا تو اس کے خاتمہ پر ایک مہر ثبت تھی جس میں مومن جنتی لکھا تھا اور خط کا مضمون یہ تھا۔ کہ آجکل میرے عیال پر مکان کی طرف سے بہت تکلیف ہے۔ تم ان کی خبر لو۔ صبح کو نواب صاحب نے دو سو روپئے ان کے گھر بھیجے اور خواب کا مضمون بھی کہلا بھیجا۔ ان کے صاحبزادے احمد نصیر خان سلمہ اللہ کا بیان ہے کہ فی الواقع ان دنوں میں ہم پر مکان کی نہایت تکلیف تھی۔ برسات کا موسم تھا اور سارا مکان ٹپکتا تھا۔

اپنے شفیق مکرم کے الطاف و کرم کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے یہ حالات مرتب کر کے عنایت فرمائے لیکن کلام پر رائے نہ لکھی اور باوجود التجا کے انکار کیا۔ اس واسطے آزاد اپنے فہم قاصر کے موجب لکھتا ہے۔ غزلوں میں ان کے خیالات نہایت نازک اور مضامین عالی ہیں۔ اور استعارہ اور تشبیہ کے زور نے اور بھی اعلیٰ درجہ پر پہنچایا ہے۔ ساتھ اس کے معاملات عاشقانہ عجیب مزے سے ادا کرتے ہیں۔ اسی واسطے جو شعر صاف ہوتا ہے اس کا انداز بھی نیا ہوتا ہے۔ اور اس پر وہ خود بھی نازاں تھے۔ اشعار مذکورہ میں فارسی کی عمدہ ترکیبیں اور دلکش تراکیب ہیں کہ اردو کی سلاست میں ٹھیک کھپا کر پیدا کی ہیں۔ ان کی زبانیں مخصوص ہیں جن کا جواب لطف سے خالی نہیں۔ وہ اکثر اشعار میں ایک شے کی صفت خاص کو ذات شے کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ اور اس پیرایہ سے شعر میں عجب لطف بلکہ معانی پیدا کرتے ہیں مثلاً۔

مومن نہ عشق میں جبتک وہ مہرباں ہوا / بلائے جان ہے وہ دل جو بلائے جان نہوا

محو مجہکو دم نظارۂ جاناں ہوگا / آئینہ آئینہ دیکہے گا تو حیراں ہوگا

کیا رم نکروگے اگر ابرام نہوگا / الزام سے حاصل بجز الزام نہوگا

روز جزا جو قاتل دلجو خطاب تہا / میرا سوال ہے میرے خونکا جواب تہا

پس شکستن خم زجر محتسب معقول / گناہگار نے سمجہا گناہگار مجہے

نقد جان تہا نہ سزائے دیت عاشق جینے / خون فرہاد سر گردن فرہاد رہا

اکثر عمدہ ترکیبیں اور نادر تراشیں فارسی کی۔ اور استعارے و اضافتیں اردو میں استعمال کرکے کلام کو نمکین کرتے ہیں۔ مثلاً

گردن میں ہے یہ خموشی اثر افغان ہوگا / حشر میں کون مرے حال کا پرسان ہوگا
یعنی فغانے کہ اثرش خموشی ست۔

بیمار اجل چارہ کو گر حضرت عیسیٰ / اچہا نکر سکیں تو کچہہ اچہا نکرینگے
یعنی بیمار یکہ چارہ اش اجل است۔

وفائے غیرت رشک جفا نے کام کیا / کہ آپ ہوس سے بہی اعدائے بوالہوس گذرے

ستم ہے شور بختی مری ہٹی کیونکہ کہا / سگ لیلیٰ ادا کو گر نہ ظالم بدمزہ لگتی

اکثر اہل اردو یہہ طرز پسند نہیں کرتے لیکن اپنا اپنا مذاق ہے۔ ناسخ اور آتش کے حال میں اس تقریر کو بہت طول دے چکا ہوں دوبارہ لکہنا فضول ہے۔

قصائد۔ اپنے درجہ میں عالی رتبہ رکہتے ہیں اور زبان کا انداز وہی ہے۔

مثنویاں۔ نہایت دردانگیز ہیں کیونکہ درد خیز دل سے نکلی ہیں۔ زبان کے لحاظ سے جو غزلوں کا انداز ہے وہی انکا ہے۔

غزلیں

غیروں پہ کہل نجائے کہیں راز دیکہنا / میری طرف بہی غمزۂ غماز دیکہنا

دیتی ہی رنگ رخ مرا نظر ولی تہا نہاں / اس مرغ پر شکستہ کی پرواز دیکہنا

دشنام یار طبع حزیں پر گراں نہیں / اے ہمنفس نزاکت آواز دیکہنا

بعض اشعار پر لوگوں کو اعتراض ہیں انکی تفصیل دو تحریر ... معمولی بات ہے مثلاً شعر جو بالتسکین اس شعر کی تضمین انداز سے ہے دل ایسے شوخ کو مومن نے دیدیا کہ جو ہے ... کا او دل بہی شمر کا سا۔ یا تو خود ان کو نہی ترکیب ہے۔ دیکہو صفحہ ۴۴۴ ۔ اور ایسے استاذ ان کے کلام میں اکثر ہیں۔

دیکہ اپنا حال زار منجم ہوا رقیب
تہا سازگار طالع ناساز دیکہنا

بد کام کا مآل برا ہے جزا کے دن
حال سپہ تفرقہ انداز دیکہنا

مت رکہیو گرد تارک عشاق پر قدم
پامال ہو نجائے سرافراز دیکہنا

کشتہ ہون اوسکی چشم فسونگر کا اے مسیح
کرنا سمجہ کے دعوی اعجاز دیکہنا

میری نگاہ خیرہ دکہاتے ہین غیر کو
بیطاقتی پہ سرزنش ناز دیکہنا

ترک صنم بہی کم نہین سوز جحیم سے
مومن غم مآل کا آغاز دیکہنا

اشک واژونہ اثر باعث صد جوش ہوا
ہچکیون سے مین یہ سمجہا کہ فراموش ہوا

جلوہ افزائی رخ کے لئے مے نوش ہوا
مین کبہی آپ مین آیا تو وہ بیہوش ہوا

کیا یہ بیتابی مرغ سحر ہے اے مرغ چمن
خندہ زن باد بہاری سے وہ گلگوش ہوا

ہر یہ غم گو رہین رنج تب دل سے فزون
کہ وہ مہرو مرے ماتم مین سیہ پوش ہوا

مجہپہ شمشیر نگہ خود بخود آ پڑتی ہے
عاجز احوال زبون سے وہ ستم کوش ہوا

آفرین دل مین رہی خنجر دشمن کے سبب
اپنے قاتل سے خفا تہا کہ مین خاموش ہوا

درد شانہ سے تیرا محو نزاکت خوش ہے
کہ مین ہمدوش ہون گو غیر بہی ہمدوش ہوا

وہی حالی تو یہ خالی یہ بہری تو وہ بہری
کاسہ عمر عدو حلقہ آغوش ہوا

تو نے جو قہر خدا یاد دلایا مومن
شکوہ جور بتان دل سے فراموش ہوا

کٹی وہ خواب سے اوٹھ غیر کے گہر آخر شب
اپنے نالے نے جگایا یہ اثر آخر شب

صبحدم وصل کا وعدہ تہا یہ حسرت دیکہو
مرگئے ہم دم آغاز سحر آخر شب

شعلہ آہ فلک رتبہ کا اعجاز تو دیکہ
اعلی ماہ مین چاند آئی نظر آخر شب

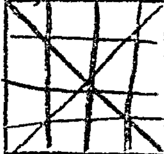
سوز دل سے یہی بیان بحث جلنے کو قریب
مرتے ہیں موسم گرما میں سفر آخر شب

مٹے ہی غیر سے بے پردہ تم انکار کی بعد
جلوہ خورشید کا سا تھا کچھ ادھر آخر شب

صبح دم آئینہ وہ تھا کہ گواہی دی ہے
رجعت قہقری چرخ و قمر آخر شب

غیر نکلا تیرے گھر سے گئی اس وہم میں جان
غل ہوئے چور کی اوس کو جہیں گر آخر شب

دی تسلی تو وہ ایسی کہ تسلی نہ ہوئی
خواب میں تو میری آئے وہ مگر آخر شب



مو سفیدی کے قریب اور یہی غفلت مومن
نیند آتی ہے بہ آرام دگر آخر شب

آنکھ ہے نیم حیا ٹھیک ہے انداز تو دیکھو
ہے بوالہوسوں پر بھی ستم ناز تو دیکھو

اوس بت کے لئے میں ہوس حور سے گذرا
اس عشق خوش انجام کا آغاز تو دیکھو

چشمک مری وحشت پہ ہے کیا حضرت ناصح
طرز نگہ چشم فسوں ساز تو دیکھو

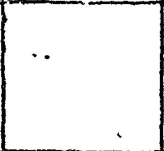
ارباب ہوس ہار کے بھی جان پہ کھیلے
کم طالعی عاشق جانباز تو دیکھو

مجلس میں مرے ذکر کے آتے ہی اٹھے وہ
بدنامی عشاق کا اعزاز تو دیکھو

محفل میں تم اغیار کو دزدیدہ نظر سے
منظور ہے پنہاں نہ رہے راز تو دیکھو

اوس غیرت ناہید کی ہر تان ہے دیپک
شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو

دیں پاکیٔ دامن کی گواہی مرے آنسو
اوس یوسف بیدرد کا اعجاز تو دیکھو



جنت میں بھی مومن نہ ملا ہائے بتوں سے
جور اجل تفرقہ پرداز تو دیکھو

دفن جب خاک میں ہم سوختہ ساماں ہونگے
فلس ماہی کے گل شمع شبستاں ہونگے

ناوک انداز جدہر دیدۂ جاناں ہونگے
نیم بسمل کئی ہونگے کئی بیجان ہونگے

تاب نظارہ نہیں آئینہ کیا دیکھنے دوں
اور بنجائینگے تصویر جو حیراں ہونگے

تو کہان جائیگی کچھہ اپنا ٹھکانا کرلے
ہم تو کل خواب عدم مین شب ہجران ہونگے

ناصحا دل مین تو اتنا تو سمجھہ اپنے کہ ہم
لاکھہ نادان ہوئے کیا تجھسے بھی نادان ہونگے

کرکے زخمی مجھے نادم ہون یہ ممکن ہی نہین
گر وہ ہونگے بھی تو بے وقت پشیمان ہونگے

ایک ہم ہین کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس
ایک وہ ہین کہ جنہین چاہ کے ارمان ہونگے

ہم نکالینگے سن اے موج ہوا بل تیرا
اوسکی زلفون کے اگر بال پریشان ہونگے

صبر یارب میری وحشت کا پڑیگا کہ نہین
چارہ فرما بھی کبھی قیدی زندان ہونگے

منت حضرت عیسیٰ نہ اوٹھائینگے کبھی
زندگی کے لئے شرمندۂ احسان ہونگے

تیری دل تفتہ کی تربت پہ عدو جھوٹا ہے
گل نہ ہونگے شرر آتش سوزان ہونگے

غور سے دیکھتے ہین طوف کو آہوئے حرم
کیا کہین اوسکے سگ کوچہ کے قربان ہونگے

داغ دل نکلینگے تربت سے مری جون لالہ
یہہ وہ اخگر نہین جو خاک مین پنہان ہونگے

چاک پردہ سے یہ غمزے ہین تو اے پردہ نشین
ایک مین کیا کہ سبھی چاک گریبان ہونگے

پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہوگی
پھر وہی پانون وہی خار مغیلان ہونگے

سنگ اور ہاتھ وہی وہ ہی سر و داغ جنون
وہی ہم ہونگے وہی دشت و بیابان ہونگے

عمر ساری تو کٹی عشق بتان مین **مومن**
آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے

خوشی نہ ہو مجھے کیونکر قضا کے آنیکی
خبر ہے لاش پہ اوس بیوفا کے آنے کی

ہر ایک خاک کا خون سر پہ رشک خنگ مرے
سکھائی طرز اوسی دامن اوٹھا کے آنے کی

تجھے کہے اور ہی کچھ مرحلا مین ہے ناصح
کہا جو تو نے نہین جان جا کے آنے کی

امید سرمہ سے تکتی ہین راہ دیدۂ زخم
شمیم سلسلۂ مشک کے آنے کی

جلی ہے جان نہین تو کوئی نکالو راہ
تم اپنے پاس تک اس مبتلا کے آنے کی

سکھا نہ کیون دل مرغ چمن کو سیکھ گئی — بہار روضۂ تیرے سکر لگے آنے کی

مشام غیر مین بو پہنچی ہے نکہت گل داغ — یہ ہے سبب نہین بندی ہوا کے آنے کی

جو بے حجاب نہوگی تو جان جائیگی — کہ راہ دیکھی ہے اسنے حیا کے آنے کی

پھر ایکی لا تری قربان جاؤن جذبۂ دل — گئے ہین یہان سے وہ سوگند کہا کے آنیکی

خیال زلف مین خود رفتگی نے قہر کیا — امید تہی مجہے کیا کیا بلا کے آنے کی

کرون مین وعدہ خلافی کا شکوہ کس سے — اجل بہی رہ گئی ظالم سنا کے آنے کی

کہان ہے ناقۂ تیرے کان بجتے ہین مجنون — قسم ہے مجکو صدا ہے درا کے آنیکی

مرے غبار سے بہ آنیکا ہے ارادہ تو آ — کہ دیر اوڑانے مین کیا ہے صبا کے آنیکی

مجہے یہ ڈر ہے کہ مومن کہین نہ کہتا ہو
مری تسلی کو روز جزا کے آنے کی

از بس جنون جدائی گل پیرہن سے ہے — دل چاک چاک نغمۂ مرغ چمن سے ہے

سرگرم بیچ غیر دم شعلہ زن سی ہے — دوزخ کو کیا جلن مرے دلکی جلن سے ہے

روز جزا ندے جو مرے قتل کا جواب — وہ ہم سخن رقیب کو اس کم سخن سے ہے

یاد آ گیا ز بس کوئی مہر دئی مہروش — امید داغ تازہ سپہر کہن سی ہے

کچھ بہی کیا نہ پاس سنگین دلی کا پاس — سب کاوش رقیب دل کوہکن سے ہے

انکو گمان ہے گاہ جبین زلف کا — خوشبو دہان زخم جو مشک ختن سے ہے

مین کیا کہ مرگ غیر پہ دامان تر نہو — وہ شکر ریز خندۂ چاک کفن سے ہے

کیونکر نجات آتش ہجر لیسے ہو کہ مرگ — آئی تو دور ہی تب و تاب بدن سے ہے

خود رفتگی مین چین وہ پایا کہ کیا کہون — غربت جو مجہسے پوچہو تو بہتر وطن سی ہے

رشک پری کہی سی عدو کی یہ جستجو مین — نفرت بلا تمہین مرے دیوانہ پن سے ہے

داغِ جنون کو دیتی ہین گلگشتِ زیرِ شال — ہین کیا کہ عندلیب کو وحشت چمن سے ہے

کیون یار نوحہ زن ہین کہا مرگِ مجکو تو — لب تشنگی تصورِ بوسِ دہن سے ہے

کیا کیا دیا ہے شکوہ مین باتین بنا گیا — تو اب بھی دل درست آدو دشکن سے ہے

اپنا نہ ترک بھی نہ گوارا کرے بتو
مومن کو ضد یہ کیش برہمن سے ہے

دعا بلا تھی شبِ غم سکون جانکے لئے — سخن بہانہ ہوا مرگِ ناگہان کے لئے

نہ پای یار کے بوسے نہ آستانکے لئے — عبث مین خاک ہوا سیلِ آسمان کے لئے

خلافِ وعدۂ فردا کی ہمکو تاب کہان — امید یک شبہ ہے پاسِ جاودانکے لئے

سُنین نہ آپ تو ہم بوالہوس سے حال کہین — کہ سخت چاہیے دل اپنے رازدانکے لئے

حجابِ چرخ بلا ہے ہوا کرے بیتاب — فغان اثر کے لئے اور اثر فغان کے لئے

ہے اعتماد مرے بختِ خفتہ پر کیا کیا — وگرنہ خواب کہان چشمِ پاسبان کے لئے

مزا یہ شکوہ مین آیا کہ ہمزہ ہو گئی وہ — مین تلخ کام رہا لذتِ زبانکے لئے

لیا ہے دلکو عوض جان دی خریدی دون — مین اور آپکی سوداگری زیانکے لئے

وہ لعلِ روح فزا دی کہا نتک بوسے — کہ جوہر کم ہے یہانا شوقِ جانفشانکے لئے

ملی رقیب سے وہ جب سُنا وصال ہوا — دریغ جان گئی ایسے بدگمان کے لئے

کہان وہ عیش اسیری کہان وہ کنجِ قفس — ہے بیم برقِ بلا روز آشیان کے لئے

جنونِ عشقِ ازلی کیون نہ خاک اڑائینگے ہم — جہانمین آئے ہین ویرانیِ جہان کے لئے

بھلا ہوا کہ وفا آزما ستم سی ہوگئے — ہمین بھی دینی تھی جان اُسکی امتحانکے لئے

روان فزائی سحرِ حلال **مومن** سے
رہا نہ معجزہ باقی لبِ بتان کے لئے

ملک الشعرا خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق

جب وہ صاحب کمال عالمِ ارواح سے کشورِ اجسام کی طرف چلا تو فصاحت کے فرشتون
نے باغِ قدس کے پہولونکا تاج سجایا - جنکی خوشبو شہرتِ عام بنکر جہان مین پہیلی - اور رنگ
نے بقاے دوام سے آنکہونکو طراوت بخشی - وہ تاج سر پر رکہا گیا تو آبِ حیات اُسپر شبنم ہوکر
برسا کہ شادابی کو کمہلاہٹ کا اثر نہ پہنچے - ملک الشعرائی کا سکہ اُسکے نام سے موزون ہوا - اور
اُسکے طغرای شاہی مین یہہ نقش ہوا کہ - اِسپر نظم اُردو کا خاتمہ کیا گیا - چنانچہ اب ہرگز امید
نہین کہ ایسا قادر الکلام پہر ہندستان مین پیدا ہو - سبب اِسکا یہہ ہے کہ جس باغ کا بلبل تہا - وہ
باغ برباد ہوگیا - نہ ہم صفیر رہے نہ ہمداستان رہے - نہ اوس بولی کے سمجہنے والے رہے - جو خراب آباد
اُس زبان کے لئے ٹکسال تہا وہان بہانت بہانت کا جانور بولتا ہے - شہر چہاونی سے بدتر ہوگیا - اُمرا
کے گہرانے تباہ ہوگئے - گہرانون کے وارث علم و کمال کے ساتہہ روٹی سے محروم ہوکر حواس کہو بیٹہے -
وہ جادو کار طبیعتین کہانسے آئین جو بات بات مین دل پسند انداز اور عمدہ تراشین نکالتی تہین -
آج جن لوگون کو زمانہ کی فارغ البالی نے اِس قسم کے ایجاد و اختراع کی فرصتین دی ہین وہ
اَور اَور اصل کی شاخین ہین - اُنہون نے اَور پانی سے نشو و نما پائی ہے - وہ اَور ہی ہوا مین
اُڑ رہے ہین - پہر اُس زبان کی ترقّی کا کیا بہروسا - کیسا مبارک زمانہ ہوگا جبکہ شیخ مرحوم
اور میرے والدِ مغفور ہم عمر ہونگے تحصیل علمی اُنکی عمرونکی طرح حالت طفولیت مین ہوگی صرف
و نحو کی کتابین ہاتہون مین ہونگی اور ایک اُستاد کے دامنِ شفقت مین تعلیم پاتے ہونگے - اون
نیک نیت لوگون کی ہر ایک بات استقلال کی بنیاد پر قایم ہوتی تھی - وہ رابطہ اُنکا عمرون
کے ساتہہ ساتہہ بڑہتا گیا - اور اخیر وقت تک ایسا نبہہ گیا کہ قرابت سے بہی زیادہ تہا -
اِنکے تحریرِ حالات مین بعض باتونکے لکہنے کو لوگ فضول سمجہین گے - مگر کیا کرون جی یہی چاہتا ہے

راقم سواد
کیا تعد

کہ کوئی حرف اِس گرانبہا داستان کا نہ چھوڑوں۔ یہہ شاید اس سبب سے ہو کہ اپنے پیارے اور پیار کرنے والے بزرگ کی ہر بات پیاری ہوتی ہے۔ لیکن نہیں! اُس شعر کے پتلے کا ایک رونگٹا بھی بیکار نہ تھا۔ ایک صنعتکاری کی کل میں کون سے پُرزے کو کہہ سکتے ہیں کہ نکال ڈالو بیکام ہے۔ اور کونسی حرکت اوسکی ہے جس سے کچھ حکمت انگیز فائدہ نہیں پہنچتا ہے۔ اسیواسطے میں لکھونگا اور سب کچھ لکھونگا۔ جو بات اُنکے سلسلۂ حالات میں مسلسل ہو سکیگی ایک حرف نہ چھوڑونگا۔

شیخ مرحوم کے والد شیخ محمد رمضان ایک غریب سپاہی تھے۔ مگر زمانہ کے تجربہ اور بزرگوں کی صحبت نے اُنہیں حالاتِ زمانہ سے ایسا باخبر کیا تھا کہ اُنکی زبانی باتیں کتب تاریخ کے قیمتی سرمایے تھے۔ وہ دلّی میں کابلی دروازہ کے پاس رہتے تھے۔ اور نواب لطف علی خان نے اُنہیں معتبر اور بالیاقت شخص سمجھکر اپنی حرم سرا کے کاروبار سپرد کر رکھے تھے۔ شیخ علیہ الرحمہ اُنکے اکلوتے بیٹے تھے کہ ۱۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اُسوقت کسے خبر ہوگی کہ اِس رمضان سے وہ چاند نکلیگا جو آسمانِ سخن پر عید کا چاند ہوکر چمکیگا۔ جب پڑھنے کے قابل ہوئے تو حافظ غلام رسول نام ایک شخص بادشاہی حافظ اُنکے گھر کے پاس رہتے تھے۔ محلہ کے اکثر لڑکے اُنہی کے پاس پڑھتے تھے انہیں بھی وہیں بٹھا دیا۔

حافظ غلام رسول شاعر بھی تھے۔ شوق[۲۵] تخلص کرتے تھے۔ اگلے وقتوں کے لوگ جیسے شعر کہتے ہیں ویسے شعر کہتے تھے۔ محلہ کے شوقین نوجوان دلوں کی اُمنگ میں اُنسے کچھ کچھ کہلوا لیا کرتے تھے اکثر اصلاح بھی لیا کرتے تھے۔ غرض ہر وقت اُنکے ہاں یہی چرچا رہتا تھا۔ شیخ مرحوم خود فرماتے تھے کہ وہاں سُنتے سُنتے مجھے بہت شعر یاد ہو گئے۔ نظم کے پڑھنے اور سُننے میں دلکو ایک روحانی لذت حاصل ہوتی تھی۔ اور ہمیشہ اشعار پڑھتا پھرا کرتا تھا۔ دلمیں شوق تھا اور خدا سے دُعائیں مانگتا تھا کہ الٰہی مجھے شعر کہنا آجائے ایک دن خوشی میں آکر خود بخود میری زبان سے دو شعر نکلے۔ اور یہہ فقط حسنِ اتفاق تھا کہ ایک حمد میں تھا ایک نعت میں اسی عالم

ہیں مسیحا   مزا انگور کا ہے رنگترے میں۔   عسل زنبور کا رنگترے میں۔

مین مجھے اتنا ہوش تو کہان تہا کہ اِس مبارک مُہم کو خود اسطرح سمجھکر شروع کرتا کہ پہلا
خط مین ہے دوسرا نعت مین ہو جب یہہ بہی خیال نہ تہا کہ اِس قُدرتی اتفاق کو مبارک فال
سمجھون۔ مگر اُن دو شعرونکے موزون ہو جانیسے جو خوشی دلکو ہوئی اُسکا مزہ آج تک
نہین بہولتا۔ اُنہین کہین اپنی کتاب مین کہین جا بجا کاغذون پر رنگ برنگ کی
روشنائیون سے لکہتا تہا۔ ایک ایک کو سُناتا تہا اور خوشی کے مارے پہولون نہ سماتا تہا
غرضکہ اِسی عالم مین کچھ کچھ کہتے رہے اور حافظ جی سے اصلاح لیتے رہے۔

اسی محلہ مین میر کاظم حسین نام ایک لڑکے ہم سن ہم سبق تھے کہ نواب سید رضی خان مرحوم کے
بہانجے تھے۔ بیقرار تخلص کرتے تہے۔ اور حافظ غلام رسول ہی سے اصلاح لیتے تہے۔ مگر ذہن
کی جودت اور طبیعت کی براقی کا یہہ عالم تہا کہ کبہی برق تہی اور کبہی باد و باران۔ انہین
اپنے بزرگون کی صحبت مین تحصیلِ کمال کے لئے اچھے اچھے موقع ملتے تہے۔ شیخ مرحوم اور
وہ اتحادِ طبعی کے سبب سے اکثر ساتہہ رہتے تہے۔ اور مشق کے میدان مین ساتھ ہی گہوڑے
دوڑاتے تھے۔ انہین دنون کا شیخ مرحوم کا ایک مطلع ہے کہ نمونہ تیزیِ طبع کا دکہاتا ہے

ماتھے پہ تری جھمکے ہے جہومر کا پڑا چاند	لا بوسہ چڑہے چاند کا وعدہ تہا چڑہا چاند

ایک دن میر کاظم حسین نے غزل لا کر سنائی شیخ مرحوم نے پوچھا۔ یہہ غزل کب کہی؟
خوب گرم شعر نکالے ہین۔ انہون نے کہا ہم تو شاہ نصیر کے شاگرد ہو گئے اُنہین سے
اصلاح لی ہے شیخ مرحوم کو بہی شوق پیدا ہوا اور اُنکے ساتھ جا کر شاگرد ہو گئے۔
سلسلۂ اصلاح جاری ہے مشاعرونمین غزلین پڑہی جاتی ہین۔ لوگون کی واہ وا
طبیعتونکو بلند پروازیون کے پر لگاتی ہے کہ رشک جو تلامیذ الرحمٰن کی طبیعتون کا جوہر
ہے اُستاد شاگردون کو چمکانے لگا۔ بعض موقع پر ایسا ہوا کہ شاہ صاحب نے انکی
غزل کو دیکھکر بے اصلاح پہیر دیا۔ اور کہا کہ طبیعت پر زور ڈالکے کہو۔ کبہی کہدیا کہ

نہین ہے اسکی پہانکو عینین پہ زیبا ۔ ہے کنگاون مجسم یا بہرا خون
ہے لیشتکے سورکا ہے رنگتر مین ۔ کسی نے چہرہ کا ہے رنگتر مین

کچھ نہیں۔ پھر سوچ کر کہو۔ بعض غزلوں کو جو اصلاح دی تو اُس پر بے آدائی پائی گئی
اُدھر انہیں کچھ تو یاروں نے چمکا دیا کچھ اپنی غریب حالت نے یہ آزردگی پیدا کی کہ
شاہ صاحب اصلاح میں بے توجہی یا پہلو تہی کرتے ہیں۔ چنانچہ اسطرح کئی دفعہ
غزلیں پھیریں بہت سے شعر کٹ گئے۔ زیادہ تر قباحت یہہ ہوئی کہ شاہ صاحب کے
صاحبزادے شاہ وجیہ الدین مُنیر تھے جو بڑا تیز طبع میں اپنے والد کے خلف الرشید
تھے انکی غزلوں میں تو اُردو سے یا خدا جانے کس اتفاق سے وہی مضمون پائے گئے۔
اسلئے اِنہیں زیادہ رنج ہوا۔

منیر مرحوم کو جسقدر دعوے تھے اُس سے زیادہ طبیعت میں نوجوانی کے زور بھرے ہوئے
تھے۔ وہ کسی شاعر کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جس زمین پر ہم قلم اُٹھائیں
اُس میں کون قدم رکھ سکتا ہے۔ مشکل طرحیں کہتے تھے اور کہتے تھے کون پہلوان ہے
جو اس نال کو اُٹھا سکے۔ غرض کہ اُنسے اور شیخ مرحوم سے بمقتضائے سِن اکثر تکرار
ہو جاتی تھی۔ اور مباحثے ہوتے تھے۔ ایک دفعہ یہانتک نوبت پہونچی۔ کہ شیخ علیہ الرحمۃ
نے فرمایا کہ کہہ کے کیسے ہوئے شعر صحیح نہیں۔ شاید آپ اُستاد سے کہوا لاتے ہونگے۔
ہاں ایک جلسہ میں بیٹھکر میں اور آپ غزل کہیں۔ چنانچہ اُس معرکہ کی منیر مرحوم کی
غزل نہیں ملی۔ شیخ علیہ الرحمۃ کی غزل کا مطلع مجھے یاد ہے

یہاں کے آنیکا مقرر قاصدا وہ دن کرے   جو تو مانگے گا وہی دونگا خدا وہ دن کرے

اگرچہ انکی طبیعت حاضر و فکر رسا۔ بندش چست اُسپر کلام میں زور سب کچھ تھا
مگر چونکہ یہہ ایک غریب سپاہی کے بیٹے تھے نہ دنیا کے معاملات کا تجربہ تھا نہ کوئی انکا
دوست ہمدرد تھا۔ اسلئے رنج اور دل شکستگی حد سے زیادہ ہوتی تھی۔ اسی قیل و قال
میں ایکدن۔ سودا کی غزل پر غزل کہی۔ دوشِ نقش پا۔ آغوشِ نقش پا۔ شاہ صاحب

[illegible]

[illegible]

سے پاس لیگئے اُنہون نے خفا ہوکر غزل پہینکدی کہ اُستاد کی غزل پر غزل کہتا ہے؟
اَب تو مرزا رفیع سے بھی اونچا اُڑنے لگا - اُن دنون مین ایک جگہ مشاعرہ ہوتا تھا -
اشتیاق نے بیقرار کرکے گہر سے نکالا مگر غزل بے اِصلاح تھی - دل کے ہراس نے روک
لیا کہ ابتدائی کار ہے - احتیاط شرط ہے - قریبِ شام افسردگی اور مایوسی کے عالم مین
جامع مسجد تک آنکلے - آثارِ شریف مین فاتحہ پڑہی حوض پر آئے - وہان میر کلو حقیر
بیٹہے تہے - چونکہ مشاعرہ کی گرم غزلون نے روشناس کر دیا تہا - اور سن رسیدہ اشخاص
شفقت کرنے لگے تھے - میر صاحب نے انہین پاس بٹہایا اور کہا کہ کیون میان
ابراہیم؟ آج کچہہ مکدر معلوم ہوتے ہو - خیر ہے؟ جو کچہہ ملال دلپر تہا انہون نے بیان
کیا میر صاحب نے کہا کہ بہلا وہ غزلین ہمین تو سناؤ! انہون نے غزل سنائی -
میر صاحب کو انکے معاملہ پر درد آیا - کہا کہ جاؤ بے تامل غزل پڑہ دو - کوئی اعتراض
کریگا تو جواب ہمارا ذمہ ہے - اور ہاتھہ اُٹھا کر دیر تک انکے لئے دُعا کرتے رہے -
اگرچہ میر صاحب کا قدیمانہ انداز تہا مگر وہ ایک کہن سال شخص تہے - بڑے بڑے
باکمال شاعرونکو دیکہا ہوا تہا اور مکتب پڑہایا کرتے تہے اسلئے شیخ مرحوم کی خاطر
جمع ہوئی اور مشاعرہ مین جا کر غزل پڑہی - وہان بہت تعریف ہوئی - چنانچہ
غزل مذکور یہہ ہے -

رکہتا ہے ہر قدم پہ وہ یہہ ہوش نقشِ پا — ہو خاکِ عاشقان نہ ہم آغوشِ نقشِ پا
افتادگان کو بے سروسامان نہ جانیو — دامانِ خاک ہوتا ہے روپوشِ نقشِ پا
اعجاز پا سے تیرے عجب کیا کہ راہ مین — بول اُٹہے مُنہہ سے ہر لبِ خاموشِ نقشِ پا
اِس رہگذر مین کسکو ہوئی فرصتِ مقام — بیٹہے ہے نقشِ پا بہ سرِ دوشِ نقشِ پا
جسمِ نزارِ خاک نشینان کو ہے عشق — یون ہے زمین پہ جیسے تن و توشِ نقشِ پا

ہر آبلہ بنے ہے دُرِ گوشِ نقشِ پا		قیس برہنہ پائی مجنون سے دشت میں
	پابوس دِرِ کلبار کہ اپنی تو خاک بھی پہنچی نہ ذوق اُسکے بہ آغوشِ نقشِ پا	

اُس دن سے جرأت زیادہ ہوئی اور بے اصلاح مشاعرہ مین غزل پڑھنے لگے۔ اب کلام کا چرچا زیادہ تر ہوا۔ طبیعت کی شوخی اور شعر کی گرمی سُننے والون کے دلونمین اثر برق کے طرح دوڑنے لگی۔ اُس زمانہ کے لوگ منصف ہوتے تھے۔ بزرگانِ پاک طینت جو اساتذۂ سلف کے یادگار باقی تھے۔ مشاعرہ مین دیکھتے تو شفقت سے تعریفین کرکے دل بڑھاتے۔ بلکہ غزل پڑھنے کے بعد آتے تو دوبارہ پڑھوا کر سُنتے۔ غزلین اربابِ نشاط کی زبانون سے نکلکر کوچہ و بازار مین رنگ اُڑانے لگین۔

اکبر شاہ بادشاہ تھے۔ اُنہین تو شعر سے کچھ رغبت نہ تھی مگر مرزا ابو ظفر ولیعہد کہ بادشاہ ہوکر بہادر شاہ ہوئے شعر کے عاشق شیدا تھے اور ظفر تخلص سے ملکِ شہرت کو تسخیر کیا تھا۔ اسلئے دربارِ شاہی مین جو جو کُہنہ مشق شاعر تھے مثلاً۔ حکیم ثناء اللہ خانِ فراق۔ میر غالب علیخانِ سید۔ عبد الرحمٰن خانِ احسان۔ برہان الدین خانِ زار۔ حکیم قدرت اللہ خانِ قاسم۔ اُنکے صاحبزادے حکیم عزت اللہ خان عشق۔ میان شکیبا شاگردِ میر تقی مرحوم۔ مرزا عظیم بیگ عظیم شاگردِ سودا۔ میر قمر الدین منت اُنکے صاحبزادے میر نظام الدین ممنون وغیرہ سب شاعر وہان آکر جمع ہوتے تھے۔ اپنے اپنے کلام سُناتے تھے۔ مطلع اور مصرع جلسہ مین ڈالتے تھے۔ ہر شخص مطلع پر مطلع کہتا تھا۔ مصرع پر مصرع لگاکر طبع آزمائی کرتا تھا۔ میر کاظم حسین بیقرار کہ ولیعہد موصوف کے ملازم خاص تھے اکثر ان صحبتون مین شامل ہوتے تھے۔ شیخ مرحوم کو خیال ہوا کہ اس جلسہ مین طبع آزمائی ہوا کرے تو قوتِ فکر کو خوب بلند پروازی ہو۔

ع قے مست عدو کو بہ ایسا ہی جبینی کا رہا ہے   مالی جسکی آئی جبینی مین دھوم ہم سے لیکر کہی کہی

لیکن اُس عہد مین کسی امیر کی ضمانت کے بعد بادشاہی اجازت ہوا کرتی تھی جب کوئی قلعہ مین جانے پاتا تھا چنانچہ میر کاظم حسین کی وساطت سے یہ قلعہ مین پہنچے۔ اور اکثر دربارِ ولیعہدی مین جانے لگے۔

شاہ نصیر مرحوم کہ ولیعہد کی غزل کو اصلاح دیا کرتے تھے دکن چلے گئے۔ میر کاظم حسین قدر انکی غزل بنانے لگے۔ اُنہین دنونمین جان الفنسٹن صاحب شکارپور سندہ وغیرہ سرحدات سے لیکے کابل تک عہدہ نامے کرنے کو چلے۔ اُنہین ایک میر منشی کی ضرورت ہوئی کہ قابلیت و علمیت کے ساتھ امارتِ خاندانی کا جوہر بھی رکھتا ہو۔ میر کاظم حسین نے اُس عہدہ پر سفارش کے لئے ولیعہد سے شُقّہ چاہا۔ مرزا مغل بیگ اُن دنونمین اُنکے مختارِ کُل تھے۔ اور وہ ہمیشہ اِس تاک مین رہتے تھے کہ جسپر ولیعہد کی زیادہ نظرِ عنایت ہو اُسے کسیطرح سامنے سے سرکاتے رہین۔ اِس قدرتی پیچ سے میر کاظم حسین کو شُقّۂ سفارش آسان حاصل ہو گیا۔ اور وہ چلے گئے۔

چند روز کے بعد ایک دن شیخ مرحوم جو ولیعہد کے ہان گئے تو دیکھا کہ تیراندازی کی مشق کر رہے ہین انہین دیکھتے ہی شکایت کرنے لگے کہ میان ابراہیم! ۔ اُستاد تو دکن گئے۔ میر کاظم حسین اُدہر چلے گئے تُمنے بھی ہمین چھوڑ دیا؟ غرض اُسیوقت ایک غزل جیب سے نکالکر دی کہ ذرا اسے تو بنا دو! یہ وہین بیٹھہ گئے اور غزل بناکر سنائی۔ ولیعہد بہادر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ کبھی کبھی تم آکر ہماری غزل بنا جایا کرو۔ یہہ زمانہ وہ تھا کہ ممتاز محل کی خاطر سے اکبر شاہ کبھی مرزا سلیم۔ کبھی مرزا جہانگیر وغیرہ شاہزادون کی ولیعہدی کے لئے کوشش کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ مرزا ابوظفر میرے بیٹے ہی نہین۔ مقدمہ اسکا گورنمنٹ مین دائر تھا۔ اور ولیعہد کو بجائے ۵ ہزار روپیہ کے فقط ۵ سو روپے مہینا ملتا تھا۔ غرض چند روز اصلاح جاری رہی اور

آخر کو سرکارِ ولیعہدی سے للعہ ر مہینا ہی ہو گیا۔ اُسوقت لوگون کے دلونمین بادشاہ کا رعب و داب کچھ اَور تہا۔ چنانچہ کچھ ولیعہدی کے مقدمہ پر خیال کرکے کچھ تنخواہ کی کمی پر نظر کرکے باپ نے اکلوتے بیٹے کو اِس نوکری سے روکا۔ لیکن ادہر تو شاعرون کے جمگھٹ کی دل لگی نے اُدہر کہینچا۔ اُدہر قسمت نے آواز دی کہ للعہ رہ نہ سمجھنا یہہ ایوانِ ملک الشعرائی کے چار ستون قایم ہوتے ہین۔ موقع کو ہاتھہ سے نہ جانے دینا چنانچہ شیخ مرحوم ولیعہد کے اُستاد ہو گئے۔

دلّی مین نواب الٰہی بخش خانِ معروف ایک عالی خاندان امیر تہے۔ علوم ضروری سے باخبر تہے اور شاعری کے کہنہ مشّاق۔ مگر اِس فن سے اَیسا عشق رکہتے تہے کہ فنا فی الشعر کا مرتبہ اسی کو کہتے ہین۔ چونکہ لطفِ کلام کے عاشق تہے اسلئے جہان متاعِ نیک دیکہتے تہے۔ نہ چہوڑتے تہے۔ زمانہ کی درازی نے سات شاعرونکی نظر سے اُنکا کلام گذرانا تہا۔

نہ بخارا مین خواجہ عبد الرحمن یسوی ایک رئیس عالی خاندان۔ خواجہ احمد یسوی کی اولاد مین تہے۔ اتفاق زمانہ سے وطن چہوڑ کر بلخ مین آئے اور یہین خانہ دار ہوگئے۔ خدا نے تین فرزند رشید عطا کئے۔ قاسم جان۔ عالم جان۔ عارف جان۔ جوانون کی ہمت مردانہ نے گہر مین بیٹہنا گوارا نکیا۔ ایک جمعیت سوار و پیادہ ترکانِ اذبک وغیرہ کی لیکر ہندستان مین آئے۔ پنجاب مین معین الملک عرف میر منو خلف نواب قمر الدین خان وزیر محمد شاہی۔ حاکم تہے۔ اِن رئیس زادونکو اپنی رفاقت مین لیا۔ خاک پنجاب مین سکہون کی قوم سبزۂ خود رو کی طرح جوش مار رہی تہی۔ انہی زمانو مین انکی ترک تازنے ہمت کے گہوڑے دوڑا کر نام پیدا کیا۔ چند روز مین میر منو مر گئے۔ بادشاہی زور کو سکہون نے دبانا شروع کیا۔ اِنہون نے اُمرائے بادشاہی کی نا اہلی اور بے لیاقتی سے دل شکستہ ہوکر دربار کا رُخ کیا۔ وقت وہ تہا کہ شاہ عالم بادشاہ تہے۔ اور میرن کے مقابلہ پر بنگالہ مین فوج لئے پڑے تہے۔ یہہ بہی وہین پہنچے۔ اور دلاوری کے ساتہہ ایسی جانفشانی دکہائی کہ نواب قاسم جان کو ہفت ہزاری منصب اور شرف الدولہ سہراب جنگ خطاب عطا ہوا۔ جب بادشاہ وہانسے پہرے تو تینون بہائی دلّی مین آئے اور یہین سکونت اختیار کی۔ لڑائیون مین ہمیشہ اپنی ہمت کے ساتہہ ذو الفقار الدولہ نواب نجف خان سپہ سالار کے لئے قوت بازو رہتے۔ بعض دیگر

چنانچہ ابتدا مین شاہ نصیر مرحوم سے اصلاح لیتے رہے اور سید علیخان غمگین۔ وغیرہ وغیرہ اُستادون
سے بھی مشورہ ہوتا رہا۔ جب شیخ مرحوم کا شہرہ ہوا تو اُنہین بھی اشتیاق ہوا۔ یہہ موقع
وہ تہا کہ نواب موصوف نے اہلِ فقر کی برکتِ صحبت سے ترکِ دنیا کرکے گہر سے نکلنا بھی
چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ اُستادِ مرحوم فرماتے تہے کہ میری ۱۹-۲۰ برس کی عمر تھی۔
گھر کے قریب ایک قدیمی مسجد تھی ظُہر کے بعد وہان بیٹھکر مین وظیفہ پڑہ رہا تہا۔
ایک چوبدار آیا اُسنے سلام کیا اور کچھہ چیز رومال مین لپیٹی ہوئی میرے سامہنے رکھکر
الگ بیٹھہ گیا۔ وظیفہ سے فارغ ہوکر اُسے دیکہا تو اُسمین ایک خوشہ انگور کا تہا۔
ساتہہ ہی چوبدار نے کہا کہ نواب صاحب نے دعا فرمائی ہے۔ یہہ تبرک بہیجا ہے اور
فرمایا ہے کہ آپکا کلام تو پہنچا ہے مگر آپ کی زبان سے سُننے کو جی چاہتا ہے۔ شیخ
مرحوم نے وعدہ کیا اور تیسرے دن تشریف لیگئے وہ بہت اخلاق سے ملے اور بعد

نواب عارف جان دیہات جاگیر وغیرہ کا انتظام کرتے تھے۔ اُنہون نے مرفات مین بھی اپنے برادر احمد
نواب قاسم جان کا ساتہہ دیا۔ اور چار بیٹے چھوڑے۔ نبی بخش خان احمد بخش خان۔ محمد علیخان
الٰہی بخش خان ۔ نواب احمد بخش خان۔ راو راجہ بختاور سنگہ والی الور کی طرف سے معتمد اور وکیل
ہوکر لارڈ لیک صاحب بہادر کے ساتہہ ہندستان کی مہمات مین شامل رہے۔ اور اپنی ذات سے بھی
رسالہ رکھکر خدمات گورنمنٹ بجا لاتے رہے۔ اِسکے صلہ مین فیروز پور جہرکہ وغیرہ جاگیر سرکار
سے عنایت ہوئی۔ اور دربار شاہی سے خطاب فخر الدولہ دلاور الملک رستم جنگ بوسیلۂ رزیڈنٹ
دہلی عطا ہوا۔ اِنکے بڑے بیٹے نواب شمس الدین خان جانشین ہوئے۔ مگر زمانہ نے اُسکا ورق اِسطرح
اُلٹا کہ نام و نشان تک نرہا۔ فخر الدولہ مرحوم نواب امین الدین خان و نواب ضیاء الدین خان
کو جُدا جاگیر دیگئے تھے کہ لوہارو مشہور ہے۔ نواب امین الدین خان مسند نشین ریاست رہے انکے بعد
انکے بیٹے نواب علاء الدین خان مسند نشین ہوئے کہ علوم مشرقی کے ساتہہ زبان انگریزی مین مہارت
کامل رکھتے ہین۔ علائی تخلص کرتے ہین اور غالبِ مرحوم کے شاگرد ہین نواب ضیاء الدین خان بہادر
کو علوم ضروری سے فارغ ہوکر فنِ شعر اور مطالعہ کتاب کا ایسا شوق ہوا کہ دنیا کی کوئی دولت
اور لذت نظر مین نہ آئی۔ ابتک اِسی مین محو ہین۔ غالب مرحوم کے شاگرد ہین۔ تصنیف دیگر

گفتگوے معمولی کے شعر کی فرمایش کی انہوں نے ایک غزل کہنی شروع کی تھی اسکا مطلع پڑہا۔

نگہ کا وار تہا دل پر پھڑکنے جان لگی	چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

سنکر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ خیر حال تو پہلے ہی معلوم ہوگیا تہا مگر تمہاری زبان سے سنکر اور لطف حاصل ہوا۔ ادہر اُدہر کی باتین ہونے لگین عجیب اتفاق یہہ کہ حافظ غلام رسول شوق یعنی اُستادِ مرحوم کے قدیمی اُستاد اُسیوقت آنکلے۔ نواب اُنہین دیکہکر مسکرائے۔ اور شیخ مرحوم نے اُسیطرح سلام کیا کہ جو سعادتمند شاگردون کا فرض ہے۔ وہ اِنسے خفا رہتے تھے کہ شاگرد میرا۔ اور مجھے غزل نہین دکہاتا۔ اور مشاعرونمین میرے ساتھ نہین چلتا غرض اُنہون نے اپنے شعر پڑہنے شروع کردیے۔ شیخ مرحوم نے وہان ٹھیرنا مناسب نہ سمجہا اور رخصت چاہی۔ چونکہ نواب مرحوم کے برابر بیٹہے ہوئے تہے۔ نواب نے چپکے سے کہا۔ کان بدمزہ ہوگئے کوئی شعر اپنا سُناتے جاؤ۔ اُستادِ مرحوم نے اُنھی دنونمین ایک غزل کہی تہی وہ مطلع اُسکے پڑہے۔

فارسی مین تیر تخلص کرتے ہین احباب کی فرمایش سے کبہی اُردو میں بہی کہہ دیتے ہین اور اُسمین رخشان تخلص کرتے ہین۔ فقیر آزاد کے حال پر شفقت بزرگانہ فرماتے ہین خدا دو بزرگون کے دامن کمال کا سایہ اہل دہلی کے سر پر رکہے۔ انہی لوگونسے دلی دلی ہے۔ ورنہ اینٹ پتہر مین کیا دہرا ہے

ہم تبرک ہین بس اب کرلو زیارت مجنون ‎ ‎ سر پہ بیٹہا ہے لئے آبلہ پا ہمسکو

(۱) حافظ غلام رسول کے سامنے ہی شیخ مرحوم کا انتقال ہوگیا۔ چنانچہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ وہ گلی مین ٹہل رہے تہے مین بہی ساتہہ تہا حافظ غلام رسول صاحب سامنے سے آگئے۔ شیخ مرحوم اُسی آداب سے جسطرح بچپن مین سلام کرتے ہو نگے اُنہین سلام کیا۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ مگر اس ترش روئی سے کہ گویا سو سو کوس سے کہہ رہا ہے۔ جب وہ بازار مین نکلتے تو لوگ آپسمین اشارے کرکے دیکہا کرتے

	گر آج بھی وہ رشکِ مسیحا نہیں آتا		جیتا نظر اپنا ہمیں اصلا نہیں آتا
	پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا		مذکور تری بزم میں کسکا نہیں آتا

اُسدن سے معمول ہو گیا کہ ہفتہ مین دو دن جایا کرتے اور غزل بنا آیا کرتے تھے۔ چنانچہ جو دیوانِ معروف اب رائج ہے وہ تمام و کمال انھی کا اصلاح کیا ہوا ہے۔ نواب مرحوم اگرچہ ضعفِ پیری کے سبب سے خود کاوش کر کے مضمون کو لفظون مین بٹھا نہین سکتے تھے۔ مگر اوسکے حقایق و دقایق کو ایسا پہنچتے تھے کہ جو حق ہے۔ اُس عالم مین اُستادِ مرحوم کی جوان طبیعت اور ذہن کی کاوش انکی فرمایش کے سخن سنجی کا حق ادا کرتی تھی۔ شیخ مرحوم کہا کرتے تھے کہ اگرچہ بڑی بڑی کاہشین اُٹھانی پڑین مگر انکی غزل بنانے مین ہم آپ بنگئے۔

فرماتے تھے کہ اپنی مدتِ شوق مین وہ بھی کبھی جرات کبھی سودا کبھی میر کے انداز مین غزلین لکھتے رہے مگر اخیر مین کچھ بمقتضاے سِن۔ کچھ اِس سبب سے کہ صاحبِ دل اور صاحبِ نسبت تھے۔ خواجہ میر درد کی طرز مین آگئے تھے۔ یہہ بھی آپ ہی کہتے تھے کہ اُن دنون مین ہمارا عالم ہی اَور تھا۔ جوانی دِوانی۔ ہم کبھی جرات کے رنگ مین کبھی سودا کے انداز مین۔ اور وہ روکتے تھے۔ آج الٰہی بخش خان مرحوم ہوتے تو ہم کہکر دِکھاتے۔ اب اُنکا دیوان ویسا ہی بنا دیتے جیسا اُنکا جی چاہتا تھا۔ اُنکی باتین کرتے اور بار بار افسوس کرتے اور کہتے۔ ہائے الٰہی بخش خان۔ اُنکا نام ادب سے لیتے تھے اور اسطرح ذکر کرتے تھے جیسے کوئی با اعتقاد اپنے مرشد کا ذکر کرتا ہے۔ اُنکی سینکڑون باتین بیان کیا کرتے تھے جو دین و دنیا کے مضمون کا دستور العمل ہین۔

یہہ بھی فرماتے تھے کہ ایسا سخی مینے آج تک نہین دیکھا۔ جو آتا تھا۔ امیر۔ فقیر۔ بچہ۔

ہوتا اُسی بغیر دئے نہ رہتے تھے ۔ اور دینا بھی وہی کہ جو اُسکے مناسب حال ہو ۔ کوئی سوداگر نہ تھا کہ آئے اور خالی پھر جائے اُنہیں اسبات کی بڑی حرص تھی کہ ہماری غزل ہمارے پاس بیٹھکر بناتے جاؤ سناتے جاؤ ۔ مینے اس بات میں پہلو بچایا تھا مگر اُنکی خوشی اسی میں دیکھی تو مجبور ہوا اور یہی خوب ہوا ۔ ایک دن میں اُنکی غزل بنا رہا تھا ۔ اُسکا مقطع تھا ۔

اک غزل پر درد سی معروف لکھہ اسطرح میں ۔ دوڑ ہے دلکو نہایت درد کے اشعار سے
کون روتا ہے یہ لگ کر باغ کی دیوار سے ۔ جانور گرنے لگے جائے ثمر اشجار سے

سوداگر آیا اور اپنی چیزیں دکھانے لگا ۔ اُنمیں ایک اصفہانی تلوار بھی تھی ۔ وہ پسند آئی ۔ خم دم ۔ آبداری اور جوہر دیکھکر تعریف کی اور میری طرف دیکھکر کہا

ع اس ضعیفی میں یہانتک شوق ہے تلوار سے ۔ مینے اُسیوقت دوسرا مصرع لگا کر داخل غزل کیا ۔ بہت خوش ہوئے ۔

سر لگا دیں ابروئے خمدار کی قیمت میں آج ۔ اس ضعیفی میں یہانتک شوق ہے تلوار سے

خیر اور چیزوں کے ساتھہ وہ تلوار بھی لے لی ۔ میں حیران ہوا کہ یہہ تو اُنکے معاملات و حالات سے کچھہ بھی تعلق نہیں رکھتی ۔ اسے کیا کرینگے ۔ خدا کی قدرت ۲ ۳ ہی دنکے بعد بڑے صاحب (فریزر صاحب رزیڈنٹ دہلی) ایک اور صاحب کو اپنے ساتھ لیکر نواب احمد بخش خان مرحوم کی ملاقات کو آئے ۔ وہاں سے اِنکے پاس آئے بیٹھے ۔ باتیں چیتیں ہوئیں ۔ جو صاحب ساتھہ تھے اُنسے ملاقات کروائی ۔ جب چلنے لگے تو انہوں نے وہی تلوار منگا کر صاحب ہمراہی کی کمر سے بندھوائی اور کہا

برگ سبز است تحفہ درویش ۔ چہ کند بے نوا ہمیں دارد

اُنکے ساتھہ میم صاحب بھی تھیں ۔ ایک ارگن باجا نہایت عمدہ کسی روز سوداگر سے لیا تھا

وہ اُنہین دیا —

اُنکے اشعار کا ایک سلسلہ ہی جسمین ردیف وار ادا مطلع ہی اور کوئی سبزی کے مضمون سے خالی نہین۔ اسی رعایت سے اُسکا نام تسبیح زمرد رکہا تہا — یہہ تسبیح بہی اُستاد مرحوم نے پرو دی تہی۔ اور آخر مین ایک تاریخ فارسی زبان مین اپنے نام سے کہکر لگائی تھی — جن دنون اُسکے دانے پروتے تہے تو نواب صاحب مرحوم کی سب فرمائش تہی کہ کوئی مثل — کوئی محاورہ سبزی کا نہ باؤ — اُنکے بذل و کرم اور حسن اخلاق اور علو رتبہ کے سبب سے اکثر شرفا خصوصًا شعرا اکثر جمع ہوتے تہے۔ اور اشعار شُستہ سُناتے تہے — اُن دنونمین اُنکے شوق سے اوروں پر بہی سبز رنگ چہایا ہوا تھا۔ بہورخان آشفتہ ایک پُرانے شاعر شاہ محمدی مائل کے شاگرد اور اُنکے مرید تہے حمد و وظیفہ بہی پاتے تہے۔ اُنکے شعر مین ہری چُگ کا لفظ آیا کہ اُنکے ہان ابہی تک نہ بندھا تہا اُنسے وہ شعر لے لیا اور اپنے انداز سے سجا یا —

کہتے ہین سب سبزہ رنگ — اُس سے ہری چُگ ہین[25]	آج یہان کل وہان — گذری یونہی چُگ ہین

اُنہین سو روپے ایک رومال مین باندہ کر دیدیئے کہ تمہارے کا وش کیون خالی جائے — افسوس کہ اخیر مین کم بخت بہورخان نے روسیاہی کمائی اور سب تعلقات پر خاک ڈالکر اُنکی ہجو کہی — لطف یہہ کہ دریادل نواب طبیعت پر اصلا میل نہ لائے لیکن اُس نااہل کو اُنکا آزردہ ہی کرنا منظور تہا — جب دیکہا کہ انہین کچہہ رنج نہین تو نواب حسام الدین حیدر خان نامی کی ہجو کہی — نامی مرحوم سے اُنہین ایسی محبت تہی کہ وہ خود بہی کہتے تہے اور لوگ بہی کہتے تہے کہ اِن دونون بزرگونمین محبت نہین عشق ہے (اگلے زمانہ کے لوگون کی دوستیان ایسی ہی ہوتی تہین) اُنکی تعریف مین غزلین کہکر داخل دیوان کی تہین — ایک مطلع یاد ہے —

[25] ہری چُگ بے وفا ہرجائی کو کہتے ہین — گویا وہ ایک جانور ہے کہ جہان ہری گہاس یا ہوئی دیکہتا ہے وہان جا موجود ہوتا ہے —

جو آؤ تم میری مہمان حسام الدین حیدر خان	کروں دل نذر وجان قربان حسام الدین حیدر خان

جب اُنکی ہجو کہی تو انہیں سخت رنج ہوا۔ اسیر بہی اتنا کہا کہ کہاں ہمارے سامنے نہ آیا کرو وہ بہی سمجھ گیا۔ عُذر میں کہا کہ لوگ ناحق بدنام کرتے ہیں۔ میں نے تو نہیں کہی۔ کہا کہ بس اب آگے نہ بولو۔ اتنی مدت ہمنے زمین سخن کی خاک اُڑائی۔ کیا تمہاری زبان بہی نہیں پہچانتے؟۔ میں تو اُس سے بدتر ہوں جو کچھ کہ تمنے کہا مگر میرے لئے تم میرے دوستونکو خراب کرنے لگے۔ پہر مجھے نہیں دیکھا جاتا۔ پہر جیتے جی بہوری خان کی صورت نہ دیکھی۔

اُستاد مرحوم فرماتے تہے کہ دالان میں ایک طرف جانماز بچھی رہتی تھی۔ جب میں رخصت ہوتا تو آٹھویں دسویں دن فرماتے۔ بہئی میاں ابراہیم ذرا ہماری جانماز کے نیچے دیکھنا۔ پہلے دن تو میں دیکھکر حیران ہوا کہ ایک پُڑیا میں کچھ روپے دہرے تہے آپ نے سامنے سے مُسکرا کر فرمایا ع خدا دیوے تو بندہ کیوں نہ لیوے۔ اِسمیں لطیفہ یہہ تہا کہ ہم کس قابل ہیں جو کچھ دیں۔ جس سے ہم مانگتے ہیں۔ وہی تمہیں دیتا ہے۔

ایک دفعہ اُستاد بیمار ہوئے اور کچھ عرصہ کے بعد گئے۔ ضعف تہا اور کچھ کچھ شکایتیں باقی تہیں۔ فرمایا کہ حقہ پیا کرو۔ عرض کی کہ بہت خوب۔ اَب وہ حقہ بلوائیں تو خالی حقہ کیا بلوائیں۔ ایک چاندی کی گڑگڑی۔ چلم اور چنبل۔ مغرق نیچہ۔ مرصع مہنال تیار کروا کر سامنے رکہوا دیا۔

خلیفہ صاحب (میاں محمد اسمٰعیل) چہوٹے سے تہے۔ ایک دن اُستاد کے ساتھ چلے گئے۔ رخصت ہوئے تو ایک چہوٹا سا ٹانگن اصطبل سے منگایا زین زرین کسا ہوا۔ اُسپر سوار کر کے رخصت کیا کہ یہہ بچہ ہے۔ کیا جانے گا کہ میں کسکے پاس گیا تہا۔

لسی کہانے کو جی چاہتا تو آپ نہ کہاتے۔ بہت سا پکواتے۔ لوگوں کو بُلاتے۔ آپ کہڑے رہتے۔ اُنہیں کہلواتے۔ خوش ہوتے اور کہتے کہ دل سیر ہو گیا۔ یہہ ساری سخاوتیں

اُنہی سعادتمند بہائی کی بدولت تہین جو دن بہر سرانجام مہام مین جان کہپاتا تہا راتون
سوچ مین گُہلتا تہا - اور خاندان کے نام کو زندہ کرتا تھا - اور اپنے فقط دُعا کی التجا
رکہتا تھا -

اُستاد مرحوم فرماتے تہے کہ ایک دن مین بیٹہا غزل بنا رہا ہون کہ نواب احمد بخش خان آئے
آداب معمولی کے بعد باتون باتون مین کہنے لگے کہ فلان انگریز کی ضیافت کی اتنا روپیہ
اُسمین صرف ہوا - فلانی گہُڑ دَوڑ مین ایک جائے بانی دیا تہا - یہہ خرچ ہوگیا - وہ صاحب
آئے تہے - اصطبل کی سیر دکہائی - کاٹہیاواڑ کے گہوڑونکی جوڑ ہی کہڑی تہی - اُنہون نے
تعریف کی بنیج بگّی مین جُتوائے اور اُسی پر سوار کرکے اُنہین رخصت کیا - وغیرہ وغیرہ -
کیا کرون خالی ملنا - خالی رخصت کرنا مجہسے نہین ہوسکتا - یہان کے امیرون کو
امارت کے بڑے بڑے دعوے ہین (جسطرح پچہلے بزرگون سے بگڑ بگڑ کر باتین کرتے ہین چین
بہ جبین ہوتے ہتے اور کہتے تہے) فیل خانہ مین گیا تہا وہان یہہ بندوبست کر آیا ہون -
گہوڑیان آج سب علاقہ بہجوا دین حضرت کیا کرون شہر مین اس گلّہ کا گذارہ نہین -
یہہ لوگ اِس خرچ کا بوجہہ اُٹہائین تو چہاتی تڑق جائے - آلہی بخش خان مرحوم بہی
اداشناسی مین کمال ہی کہتے تہے - تاڑ گئے - چُپکے بیٹہے سُنتے تہے اور مسکراتے تہے -
جب اُنکی زبان سے نکلا کہ - چہاتی ترق جائے - آپ مسکرا کر بولے - بال تو اُنکی چہاتی
مین بہی آیا ہوگا - شرما کر آنکہین نیچی کرلین - پہر اُنہون نے فرمایا - آخر امیر زادے
ہو - خاندان انکا نام ہے - بہی کرتے ہین مگر اسطرح نہین کہا کرتے - نواب احمد بخش خان
نے کہا - حضرت پہر آپ سے بہی نہ کہون؟ - فرمایا خدا سے کہو - وہ بولے کہ مجہے آپ کہائی
دیتے ہین - آپ ہی سے کہتا ہون - آپ خدا سے کہیے - فرمایا کہ اچہا ہم تم ملکر کہین -
تمہین بہی کہنا چاہیے - نواب احمد بخش خان بہی جانتے تہے کہ جو سخاوت ادہر ہوتی ہے

کہا؛ لطیفہ

عین بجا ہے - اور اُسی کی ساری برکت ہے -
ایک دن نواب احمد بخش خان آئے - لیکن افسردہ اور برآشفتہ - الٰہی بخش خان مرحوم
سمجھہ جاتے تھے کہ کچھہ نہ کچھہ آج ہے جو اسطرح آگئے ہین - پوچھا - آج کچھہ خفا ہو؟ کہا کہ
نہین حضرت - فیروزپور جہرکے جاتا ہون - پوچھا کیون؟ - کہا کہ بڑے صاحب (مسٹر [illegible]
نے حکم دیا ہے کہ جسکو ملنا ہو بندہ کو ملاقات کرے - حضرت آپ جانتے ہین - مجھے ہفتہ مین
۱۰ دفعہ کام پڑتے ہین - جب جی چاہا گیا - جو ضرورت ہوئی - کہہ سُن آیا - مجھسے یہہ
پابندیان نہین اُٹھتین - مین یہان رہتا ہی نہین - فرمایا کہ تمسے کہا ہے؟ - کہا کہ مجھے
تو نہین کہا - سُنا ہے - بعض رؤسا گئے بھی تھے - اُنسے ملاقات نہ کی - یہی کہلا بھیجا کہ
بندہ کو ملیئے - فرمایا کہ تمہارے واسطے نہین - اور وہ کچھ لئے ہوگا - احمد بخش خان نے
کہا کہ نہین حضرت یہہ اہل فرنگ ہین انکا قانون عام ہوتا ہے - جو سب کیلئے ہے -
وہی میرے لئے ہوگا - فرمایا کہ بھلا تو جاؤ - تم ابھی جاؤ - دیکھو تو کیا ہوتا ہے -
اُنہون نے کہا - بہت خوب جاؤنگا - فرمایا کہ جاؤ گے نہین - اُٹھئے بس ابھی جائیے -
نواب نے کہا کہ نہین مینے عرض کیا - ضرور جاؤنگا - بگڑ کر بولے کہ عرض فرض نہین -
بس شرط یہہ ہے کہ اسیوقت جائیے - اور سیدھے وہین جائیے گا - احمد بخش خان بہی
انداز دیکھکر خاموش ہوئے اور اُٹھکر چلے - اُنہون نے پہر فرمایا کہ وہین جانا - اور مجھے
پریشان تو کیا ہے ذرا پہرتے ہوئے ادہر ہی کو آنا - اُستاد کہتے تھے کہ وہ تو گئے مگر
اِنکو دیکھتا ہون کہ چپ اور چہرہ پر اضطراب - کوئی دو ہی گہڑی ہوئی تہی - ابہی
مین بیٹھا غزل بنا رہا ہون کہ دیکھتا ہون - نواب سامنے سے چلے آتے ہین -
خوش خوش - لبون پر تبسم - آکر سلام کیا اور بیٹھہ گئے - اِنہون نے دیکھتے ہی کہا -
کیون صاحب؟ - نواب بولے - گیا تھا - وہ اطلاع ہوتے ہی نکل آئے - اور پوچھا -

ہین نواب اسوقت خلاف عادت؟ - مینے کہا - نہی مینے سُنا تمنے حکم دیا ہی کہ جو بیسے
ملے - بن کو ملے - ابھی مینے تقریر تمام بھی نہ کی تھی کہ وہ بولے - نہین نہین نواب صاحب
آپکے واسطے یہہ حکم نہین - آپ اُن لوگون مین نہین ہین - آپ جسوقت چاہین
چلے آئین - مینے کہا - بہائی تم جانتے ہو - ریاست کی جھگڑے - مین خفقانی دیوانہ
کونسی بات کہنی ہے - کوئی سُنتی ہے بس میرے کام تو بند ہوئے - بہائی مین تو رخصت
کو آیا تہا کہ فیروز پور چلا جاؤنگا - اب یہان رہکر کیا کرون - اُنہون نے پھر وہی
کلمات ادا کیے اور کہا - دن رات - دن رات جب جی چاہے - مینے کہا - خیر تو
خاطر جمع ہوگئی - اب مین جاتا ہون - الٰہی بخش خان مرحوم بھی شگفتہ ہوگئے
اور کہا بس اب جائیے آرام کیجیے - آزاد جو خدا کے لیے دنیا کو چھوڑ بیٹھتے ہین
خدا بھی اُنہین نہین چھوڑتا -

ساتھہ ہی اُستاد مرحوم یہہ بھی کہتے تھے اور یہہ بات لکھنے کے قابل ہے کہ زبان سے
الٰہی بخش خان مرحوم نے کبھی نہین کہا مگر مین جانتا ہون - اُنہین آرزو تھی کہ
علی بخش خان (ایک ہی بیٹا تھا) بذات خود صاحب منصب اور صاحب امارت ہو -
چچا کا اور اُسکی اولاد کا دست نگر نہو - ساز و سامان کرکے ریاستون مین بھی بھیجا
صاحب لوگون کے ہان بھی بندوبست کیے - ظاہری و باطنی ساری کوششین کین
بھی بات نصیب نہوئی - مشیت اللہ مشیت اللہ - اور وہ خود بھی اخیر مین سمجھہ گئے تھے
ایک دن اِنہین باتون مین اُستاد نے فرمایا کہ علی بخش خان بھی خوبصورت
اور شاندار امیرزادہ تھا - مینے عرض کی کہ حضرت کئی دفعہ بعض مجلسون مین
بعض دربارون مین مینے دیکھا - ایسے تو نہین - افسردہ ہوکر کہا - کیا کہتے ہو
ذکرِ جوانی در پیری اور ذکرِ امیری در فقیری - کسکو یقین آتا ہے؟ -

لطیفہ - اُستاد مرحوم نے فرمایا کہ اُن دنوں مرزا خاں کوتوال تھے۔ مرزا قتیل کے
شاگرد۔ فارسی نگاری اور انشا پردازی کے ساتھہ سخن فہمی کے دعوے رکھتے تھے۔
منشی محمد حسن خاں میر منشی تھے۔ اور فی الحقیقتہ نہایت خوش صحبت خوش اخلاق
بامروت لوگ تھے۔ ایک دن دونو صاحب آلہی بخش خان مرحوم کی ملاقات کو آئے
اور تعارف رسمی کے بعد شعر کی فرمایش کی۔ اُنہیں اور لوگوں کی طرح یہہ عادت
نہ تھی کہ خواہ مخواہ جو آئے اُسے اپنے شعر سنانے لگیں۔ اگر کوئی فرمایش کرتا تھا
تو بات کو ٹالکر پہلے اُسکا کلام سُن لیتے تھے۔ شاعر نہوتا تو کہتے کہ کسی اور اُستاد
کے دو چار شعر پڑھیئے جو آپکو پسند ہوں۔ جب اُسکی طبیعت معلوم کرلیتے تو اُسی رنگ
کا شعر اپنے اشعار میں سے سُناتے۔ اِسی بنیا پر اُنسے کہا کہ آپ دونوں صاحب کچھہ کچھہ
اشعار سنائیے۔ اُنہوں نے کچھہ شعر پڑھے بعد اُسکے آلہی بخش خان مرحوم نے دو تین شعر
وہ بھی اُنکے اصرار سے پڑھے اور اِدھر اُدھر کی باتوں میں ٹال گئے۔ جب وہ چلے گئے
تو مجھسے کہنے لگے۔ میاں ابراہیم۔ تمنے دیکھا؟۔ اور اُنکے شعر بھی سُنے؟ عجب مجہول کیفیت
ہیں۔ کچھہ حال ہی نہیں کھلتا کہ ہیں کیا؟ ۔ یہی مرزا خاں اور منشی صاحب ہیں جنکی
سخن پردازی اور نکتہ یابی کی اتنی دھوم ھے۔ اور اُسپر تماشبینی کے بھی دعوے ہیں۔
رنڈی تو اُنکے منہہ پر دو جوتیاں بھی نہ مارتی ہوگی۔ بہلا یہہ کیا کہیں گے اور کیا سمجھینگے
آزاد - ملکِ سخن اور شاعری کا عالم۔ عالمِ گوناگون ہے۔ ہمہ گیر ذہن۔ اور ہر کیفیت
سے لطف اُٹھانے والی طبیعت اسکے لئے لازم ہے۔ آلہی بخش خان مرحوم صاحبدل۔
پاکیزہ نفس روشن ضمیر تھے مگر ہر بات کو جانتے تھے۔ اور جاننے والے جانتے ہیں کہ بات
کا جاننا اور چیز ہے اور کرنا اور چیز ہے۔ طبیعتیں ہیں کہ نہیں کرتیں اور سب کچھہ جانتی
ہیں۔ اور اُیسی بھی ہیں کہ سب کچھہ کرتی ہیں اور کچھہ بھی نہیں جانتیں۔ خوشا نصیب

ان لوگون کے جنہین خدا اثر پذیر دل - اور کیفیت کو پانے والی طبیعت عنایت کرے
کہ عجیب دولت ہے -

اِدہر ولیعہد بہادر کی فرمائشین اُدہر نواب مرحوم کی غزلون پر طبیعت کی آزمائشین تہین کہ کئی برس کے بعد شاہ نصیر مرحوم دکن سے پہرے اور اپنا معمولی مشاعرہ جاری کیا - شیخ علیہ الرحمہ کی مشقین خوب زورون پر چڑہ گئی تہین - انہون نے بہی مشاعرہ مین جاکر غزل پڑہی - شاہ صاحب نے دکن مین کسی کی فرمایش سے ۹ شعر کی ایک غزل کہی تہی جسکی ردیف تہی - آتش و آب و خاک و باد - وہ غزل مشاعرہ مین سنائی - اور کہا کہ اِسطرح مین جو غزل لکہے اُسے مین اُستاد مانتا ہون - دوسرے مشاعرہ مین انہون نے اُسپر غزل پڑہی - شاہ صاحب کی طرف سے بجائے خود اُسپر کچہہ اعتراض ہوئے - جشن قریب تہا شیخ علیہ الرحمہ نے بادشاہ کی تعریف مین ایک قصیدہ اسی طرح مین لکہا - مگر پہلے مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کے پاس لے گئے کہ اُسکی صحت و سقم سے آگاہ فرمائین - اُنہون نے سنکر پڑہنے کی اجازت دی - مگر ولیعہد بہادر نے اپنے منشی کے ساتہ اُسے پہر شاہ صاحب کے پاس بہیجا - اُنہون نے جو کچہہ کہا تہا وہی جواب مین لکہدیا اور یہ شعر بہی لکہا -

بود نگفتہ من حرفِ اعتراض چنان	کسی بدیدۂ بینا فرو بروانگشت

شیخ مرحوم کا دل اَور بہی قوی ہو گیا - اور دربارِ شاہی مین جاکر قصیدہ سنایا اِسکے بڑے بڑے چرچے ہوئے - اور کئی دن کے بعد سُنا کہ اُسپر اعتراض لکہے گئے ہین -
شیخ مرحوم قصیدہ مذکور کو مشاعرہ مین لے گئے کہ وہان پڑہین اور رُوبرو - بمحضرِ سخن کہ فیصلہ ہو جائے چنانچہ قصیدہ پڑہا گیا - شاہ نصیر مرحوم نے ایک مستعد طالب علم کو کہ کتب تحصیلی اُسے خوب روان تہین جلسہ مین پیش کر کے فرمایا کہ انہون نے اُسپر کچہہ

[۲۵] یہ طنز ہے شیخ مرحوم پر کہ ولیعہد بہادر اور نواب الٰہی بخش خان کی غزل بناتے تہے - اور اُستاد کہلاتے تہے -

اعتراض لکھے ہیں۔ شیخ علیہ الرحمہ نے عرض کی کہ مین آپکا شاگرد ہون اور اپنے تئین
اِس قابل نہین سمجھتا کہ آپ کے اعتراضونکے لئے قابلِ خطاب ہون۔ اُنہون نے کہا
کہ مجھے کچھہ تعلق نہین۔ اِنہون نے کچھہ لکھا ہے۔ شیخ مرحوم نے کہا کہ خیر تحریر تو اُسوقت
تک ہے کہ فاصلۂ دوری درمیان ہو۔ جب آپکے سامنے موجود ہین تو تقریر فرمائیے قصیدہ
کا مطلع تھا۔

کوہ اور آندھی مین ہون گر آتش و آب و خاک و باد	آج نہ مل سکین گے پر آتش و آب و خاک و باد

معترض نے اعتراض کیا کہ سنگ مین آتش کے چلنے کا ثبوت چاہیئے۔ انہون نے کہا کہ جب
پہاڑ کو بڑھنے کے سبب سے حرکت ہے تو اُسمین آگ کو بھی حرکت ہوگی۔ معترض نے کہا کہ
سنگ مین آتش کا ثبوت چاہیے۔ اِنہون نے کہا کہ مشاہدہ! اُسنے کہا کہ کتابی سند دو
اِنہون نے کہا تاریخ سے ثابت ہے کہ ہوشنگ کے وقت مین آگ نکلی۔ اُسنے کہا کہ شاعری
مین شعر کی سند درکار ہے۔ تاریخ شعر مین نہین چلتی۔ حاضرین مشاعرہ اِن جواب
سوال کی اُلٹ پلٹ کے تماشے دیکھہ رہے تھے۔ اور اعتراض پر حیران تھے کہ دفعۃً شیخ
علیہ الرحمۃ نے یہہ شعر محسن تاثیر کا پڑھا۔

پیش از ظہور جلوۂ جانانہ سوختیم	آتش بہ سنگ بود کہ ما خانہ سوختیم

سُنتے ہی مشاعرہ مین غُل سے ایک ولولہ پیدا ہوا اور ساتھہ ہی سودا کا مصرع گذرانا۔
ع ہر سنگ مین شرار ہے تیرے ظہور کا۔ اِسیطرح اَور اکثر اشعار پر سوال جواب ہوئے
شاہ صاحب بھی بیچ مین کچھہ دخل دیتے جاتے تھے۔ اخیر مین ایک شعر پر اُنہون نے یہہ اعتراض
کیا کہ اِسمین ثبوت روانی کا نہین ہے۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے کہا کہ یہان تغلیب ہے۔ اُسوقت
خود شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہہ تغلیب کہین آئی نہین۔ انہون نے کہا کہ تغلیب کا قاعدہ عام ہے
اُنہون نے کہا کہ جب تک کسی اُستاد کے کلام مین نہو۔ جایز نہین ہو سکتی۔ شیخ علیہ الرحمۃ

نے کہا کہ آپ نے ۹ شعر کی غزل پڑھکر فرمایا تھا کہ اِسطرح مین کوئی غزل کہی تو ہم اُسے اُستاد مانین چنانچہ تو ایک غزل اور تین قصیدے لکھے اب بھی اُستاد ہوا؟ - معترض نے کہا کہ اِسوقت مجھسے اعتراض نکالا پورا سر انجام نہین ہو سکتا کل پر منحصر رکھنا چاہئے اور جلسہ برخواست ہوا -

تحصیل علم سامان

اُسی دن سے انہین تحصیل علوم اور سیر کتب کا شغل واجب ہوا - قدرتی سامان اِسکا یہ ہوا کہ راجہ صاحب رام - جو املاکِ شاہ اودہ کے مختار تھے انہین یہہ شوق ہوا کہ اپنے بیٹے کو کتبِ علمی کی تحصیل تمام کروائین - مولوی عبد الرزاق کہ شیخ مرحوم کے قدیمی اوستاد تھے وہی انکے پڑہانے پر مقرر ہوئے اتفاقاً ایک دن یہہ بھی مولوی صاحب کے ساتھ گئے - چونکہ اِنکی تیزیِ طبع کا شہرہ ہو گیا تھا - راجہ صاحب رام نے اِنسے کہا کہ میان ابراہیم تم ہمیشہ درس مین شریک رہو - چنانچہ نوبت یہہ ہو گئی کہ اگر یہہ کبھی شغل یا ضرورت کے سبب وہان نہ جاتے تو راجہ صاحب کا آدمی انہین ڈہونڈہ کر لاتا - ورنہین تو انکا سبق بھی ملتوی رہتا -

کہا کرتے تھے کہ جب بادشاہ عالم ولی عہدی مین تھے تو مرزا سلیم کے بیاہ کی تہنیت مین ایک مثنوی مینے لکھی - اُسکی بحر مثنوی کی معمولی بحرون سے الگ تھی - لوگون نے چرچا کیا کہ یہہ جایز نہین - سیر سخات کی گلِ کشتی مینے دیکھی ہوئی تھی مگر حکیم مرزا محمد[۲۵] صاحب رحمہم اللہ زندہ تھے - اور میرے والد مرحوم اُنہی کا علاج کرتے تھے

[۲۵] حکیم مرزا محمد صاحب علم و فضل کے خاندان سے ایک فاضل کامل اور جامع الکمالات تھے - طب مین حکیم شریف خان مرحوم کے شاگرد تھے - جو حکیم محمود خان کے دادا تھے - حکیم مرزا محمد صاحب خود بھی شاعر تھے اور اُنکے والد بھی صاحب علم و فضل شاعر تھے - کامل تخلص کرتے تھے - اور میر شمس الدین فقیر مصنف حدائق البلاغت کے شاگرد تھے انکا ایک مبسوط رسالہ علم قوافی مینے دیکھا ہوا ہے - انہون نے تحفہ اثنا عشریہ کا جواب لکھا تھا - اخیر کے ۲ باب باقی تھے جو دنیا سے انتقال کیا - اکثر علما نے کتاب مذکورہ کے جواب لکھے ہین مگر جس متانت اور

وسعت معلومات اور حصول تحقیقات کی نظر سے میں نے انسے جاکر پوچھا۔ انہون نے فرمایا کہ رواج اتفاقی ہے جو مثنوی انہی آٹھ بحرون میں منحصر ہو گئی ہے۔ ورنہ طبع سلیم پر کون حاکم ہے جو روکے۔ جس بحر میں چاہو لکھو۔ انکے مسودون میں ایک پرچہ چند شعر کا لکھا تھا۔ انمین ساقی کا مضمون تھا۔ دو شعر ابتک یاد ہین۔

	ٹھلیان تو نہین وہ مے عشرت کی سبو سے		یا قلزم مستی کے حباب لب جو تہے
	لازم تہا کہ لکھ باندھے ہیں آنکی گلو مین		ہے بند کیا عیش کے دریا کو سبو مین

چند سال کے بعد انہون نے ایک قصیدہ اکبر شاہ کے دربار مین کہکر سنایا کہ جسکو مختلف شعر مین انواع و اقسام کے صنایع و بدایع صرف کئے تھے۔ اسکے علاوہ ایک ایک زبان مین جو ایک ایک شعر تھا انکی تعداد ۱۸ تھی مطلع اسکا یہ ہے۔

جبکہ سرطان و اسد مہر کا ٹھہرا مسکن	آب و ایلولہ ہوئی نشو و نمائے گلشن

اسپر بادشاہ نے خاقانی ہند کا خطاب عطا کیا۔ اسوقت شیخ مرحوم کی عمر ۱۹ برس کی تھی۔

حافظ احمد یار نے چند روز پہلے خواب مین دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہے۔ بہت سے لوگ گرد جمع مین۔ وہان حافظ عبد الرحیم کہ حافظ احمد یار کے والد تھے ایک کبیر کا پیالہ لئے کہڑے ہین۔ اور شیخ علیہ الرحمۃ کو اسمین سے چمچے بھر بھر کر دیتے جاتے ہین۔ حافظ موصوف نے انسے پوچھا کہ یہ کیا معرکہ ہے۔ اور جنازہ کسکا ہے۔ انہون نے کہا

ف۲ دیکھو صفحہ ۱۳ کہ حافظ احمد یار۔ سید انشا کے یار ہین۔ یہ عجب شگفتہ مزاج خوش طبع۔ سخن فہم شخص تھے۔ باوجودیکہ استاد جوان تھے وہ بڈہے تھے مگر یارون کی طرح ملتے تھے۔ حافظ مرحوم انہی مولوی صاحب کے دلاور۔ جنہون نے جنت نزاع کا فتوی دیا تھا۔ اور سودا نے انکی ہجو کہی تھی۔ ترجیع بند مخمس مین ع ایک مسخرا یہ کہتا ہے کو اجلال کا

کہ یہہ مرزا رفیع کا جنازہ ہے اور میاں ابراہیم انکے قائم مقام مقرر ہوئے ہیں۔

خاقانی ہند کے خطاب پر لوگوں نے بڑے چرچے کئے کہ بادشاہ نے یہہ کیا کیا۔
کہن سال اور نامی شاعر ویسے ہوتے ایک نوجوان کو ملک الشعرا بنایا اور ایسا عالی
درجہ کا خطاب دیا۔ ایک جلسہ مین یہی گفتگو رہی تھی۔ کسی نے کہا کہ جس قصیدے پر یہہ
خطاب ہوا ہے اُسے بھی تو دیکھنا چاہئے۔ چنانچہ قصیدہ مذکور لا کر پڑھا گیا
میر کلّو حقیر۔ کہ شاعر سن رسیدہ اور شعرائے قدیم کے صحبت یافتہ تھے سنکر بولے
کہ بھئی انصاف شرط ہے۔ کلام کو بھی تو دیکھو۔ ایسے شخص کو بادشاہ خاقانی ہند کے خطاب
سے ملک الشعرا بنایا تو کیا برا کیا۔ مجھے یاد ہے جب اُستاد مرحوم نے یہہ حال بیان
کیا تھا اسوقت بھی کہا تھا اور جب مین ارباب زمانہ کی بے انصافی یا انکی بیخبری
اور بے بصری سے دق ہو کر کچھ کہتا تو فرماتے تھے کہ بے انصافون ہی مین سے کوئی
باانصاف بھی بول اُٹھتا ہے۔ بے خبرون مین باخبر بھی نکل آتا ہے۔ اپنا کام کئے جاؤ
۲۶۔ برس کی عمر تھی جبکہ جملہ منہیات سے توبہ کی۔ اور اُسکی تاریخ کہی ع۔
اے ذوق بگو سہ بار توبہ۔

مرزا **ابوظفر** بادشاہ ہوکر **بہادر شاہ** ہوئے تو انہوں نے پہلے یہہ قصیدہ گذرانا

روکش تری رخ سے ہو کیا نور سحر رنگ شفق	ہے ذرہ تیرا پرتوہ نور سحر رنگ شفق

اگرچہ مرزا ابوظفر ہمیشہ انہین دل سے عزیز رکھتے تھے۔ اور دلی رازون کے لئے
مخزن اعتبار سمجھتے تھے۔ مگر ولیعہدی مین مرزا مغل بیگ مختار تھے۔ جب کبھی کوئی
سے بڑی ترقی یا انعام کے موقع آئے تو استاد کے لئے یہہ ہوا کہ [illegible] مہینے کے
[illegible] ہو گئے [illegible] سے [illegible] روپئے ہو گئے۔ جب بادشاہ ہوئے اور مرزا مغل بیگ
وزیر ہوئے تو دربار شاہی کا سارا کنبہ قلعہ مین بھر گیا مگر استاد شاہی [illegible] مہینا۔

پہر بھی اِنہون نے حضور مین اپنی زبان سے ترقی کے لئے عرض نہین کی - اِنکی عادت تھی کہ فکرِ سخن مین ٹہلا کرتے تھے - اور شعر موزون کیا کرتے تھے - چنانچہ اُن دنون مین جب کوئی عالی مضمون چُستی اور درستی کے ساتھ موزون ہوتا تو اُسکے سرور مین آسمان کی طرف دیکھتے اور کہتے پہرتے -

یون پہرین اہلِ کمال آشفتہ حال افسوس ہے	اے کمال افسوس ہے تجہپر کمال افسوس ہے

میان عبد العزیز خان صاحب ایک مردِ بزرگ صاحبِ نسبت فقیر تھے - شیخ مرحوم بھی اُنسے بہت اعتقاد رکہتے تھے - اِس عالم مین ایک دن اُنکے پاس گئے - اور کہا کہ تخت نشینی سے پہلے حضور کے بڑے بڑے وعدے تھے - لیکن اب یہ عالم ہے کہ الف کے نام ب نہین جانتے - زبان تک درست نہین - مگر جو کچہ ہین مرزا مغل بیگ ہین - اُنہون نے کہا کہ خدائی کے کارخانے مین اگرچہ عقل ظاہر بین کام نہین کرتی مگر یہ دیکہو کہ جو دولت تمکو دی ہے وہ اُسکو بھی تو نہین دی ہے - جس دعوے سے تم دربار مین کہڑے ہوکر اپنا کلام پڑہتے ہو اِس دعوے سے وہ اپنی وزارت کے مقام پر کب کہڑا ہو سکتا ہوگا - ادنےٰ ادنےٰ منشی متصدی اُسکے لکہتے پڑہتے ہونگے - وہ کیا ترستا ہوگا کہ نہ اُنکے لکہے کو سمجہ سکتا ہے نہ اُنکا جہوٹ سچ معلوم کر سکتا ہے شیخ مرحوم نے اُنکی ہدایت کو تسلیم کیا اور پہر کبھی شکایت نہ کی -

چند روز کے بعد مرزا مغل بیگ کی ترقی تمام ہو گئی - تمام کُنبا قلعہ سے نکالا گیا نواب حامد علیخان مرحوم مختار ہو گئے - جب اُستادِ شاہی کا سو روپیہ مہینا ہوا ہمیشہ عیدون اور نوروزون کے جشنون مین قصیدے مبارکباد کے پڑہتے تھے اور خلعت سے اعزاز پاتے تھے -

[illegible] دوا شنجانہ کی ، [illegible] تھے +

آواخر ایام مین ایک دفعہ بادشاہ بیمار ہوئے جب شفا پائی اور انہون نے ایک قصیدۂ غرا کہکر نذر گذرانا تو خلعت کے علاوہ خطاب خان بہادر اور ایک ہاتھی مع حوضۂ نقرئی انعام ہوا ۔

پہر ایک بڑے زور شور کا قصیدہ کہکر گذرانا جسکا مطلع ہے ۔ ع ۔ شبکو مین اپنے سر بستر خواب راحت

اُسپر ایک گانو جاگیر مین عطا ہوا ۔

جس رات کی صبح ہوتے انتقال ہوا ۔ قریب شام مین بہی موجود تہا کہ اُنہین پیشاب کی حاجت معلوم ہوئی ۔ خلیفہ صاحب نے اُٹہایا ۔ چوکی پائتنی لگی ہوئی تھی ۔ ہاتھ کا سہارا دیا اور اُنہون نے کہسک کر آگے بڑہنا چاہا ۔ طاقت نے یاری ندی تو کہا ۔ آہ ناتوانی ۔ خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ ۔ شاعرون ہی کا ضعف ہو گیا ۔ حافظ ویران بہی بیٹہے تہے ۔ وہ بولے کہ آپ نے بہی ضعف کے بڑے بڑے مضمون باندہے ہین ۔ مسکرا کر فرمایا کہ اب تو کچہ اُس سے بہی زیادہ ہے ۔ مینے کہا ۔ سبحان اللہ ۔ اس عالم مین بھی مبالغہ قایم ہے ۔ خدا اِسی مبالغہ کے ساتھ توانائی دے ۔ مین رخصت ہوا ۔ رات اسی حالت سے گذری ۔ صبح ہوتے کہ ۲۴ ۔ صفر ۱۲۷۱ھ جمعرات کا دن تہا ۔ ۱۷ دن بیمار رہکر وفات پائی ۔ مرنے سے ۳ گہنٹے پہلے یہ شعر کہا تھا ۔

کہتے ہین آج ذوق جہان سے گذر گیا	کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

شعرائے ہند نے جسقدر تاریخین انکی کہین آجتک کسی بادشاہ یا صاحب کمال کو نصیب نہین ہوئین ۔

اُردو اخبار اندنون دہلی مین جاری تھا ۔ برس دن تک کوئی اخبار اُسکا ایسا نتہا جسمین ہر ہفتہ کئی کئی تاریخین نہ چہپی ہون ۔

خاص حالات اور طبعی عادات

شیخ مرحوم قد و قامت مین متوسط اندام تھے - چنانچہ خود فرماتے ہین -

اونچا سو ہے بالا آدمی کا مرتبہ	-	پست ہمت کیوں ہو کر پست قامت ہو رہو

رنگ سانولا - چیچک کے داغ بہت تھے - کہتے تھے کہ ۹ دفعہ چیچک نکلی تھی - مگر رنگت اور وہ داغ کچھ ایسے مناسب و موزون واقع ہوئے تھے کہ چمکتے تھے اور بھلے معلوم ہوتے تھے - آنکھین روشن اور نگاہین تیز تھین - چہرہ کا نقشہ کھڑا کھڑا تھا - اور بدن مین پھرتی پائی جاتی تھی - بہت جلد چلتے تھے - اکثر سفید کپڑے پہنتے تھے - اور وہ انکو نہایت زیب دیتے تھے - آواز بلند اور خوش آیندہ - جب مشاعرہ مین پڑھتے تھے تو محفل گونج اُٹھتی تھی - انکے پڑھنے کی طرز انکے کلام کی تاثیر کو زیادہ زور دیتی تھی اپنی غزل آپ ہی پڑھتے تھے - کسی اور سے ہرگز نہ پڑھواتے تھے -

صانعِ قدرت جنہین صاحبِ کمال کرتا ہے اُنہین اکثر صفتین دیتا ہے جنہین وہ ابنائے جنس سے صاف الگ نظر آتے ہین - چنانچہ انکی تیزیِ ذہن اور براقیِ طبع کا حال تو آپ بھی انکے کلام سے ثابت ہے - مگر قوتِ حافظہ کے باب مین ایک ماجرا عالمِ شیرخوارگی کا انھون نے بیان کیا جسے سنکر سب تعجب کرینگے - کہتے تھے مجھے ابتک یاد ہے کہ اُس عالم مین ایک دن مجھے بخار تھا - والدہ نے پلنگ پر لٹا کر لحاف اوڑھا دیا اور آپ کسی کام کو چلی گئین - ایک بلی لحاف مین گھس آئی - مجھے اُس سے اور اُسکی خرخر کی آواز سے نہایت تکلیف معلوم ہونے لگی - لیکن نہ ہاتھ سے ہٹا سکتا تھا نہ زبان سے پکار سکتا تھا - گھبراتا تھا اور رہ جاتا تھا - تھوڑی دیر مین والدہ آگئین - اُنھون نے اُسے ہٹایا تو مجھے غنیمت معلوم ہوا - اور وہ دونو کیفیتین اب تک یاد ہین - چنانچہ جب بڑا ہوا

توینے والدہ سے پوچھا اُنہوں نے یاد کر کر اس واقعہ کی تصدیق کی - اور کہا کہ فی الحقیقت اُسوقت تیری عمر برس دن سے کچھ کم تھی -

صلاحیت لبس کے باب میں خدا کا شکر کیا کرتے تھے - اور کہتے تھے کہ ایک دن املی کے درخت میں کنکوا اٹک گیا - مین اُتارنے کو اوپر چڑھ گیا - ایک ٹہنی کو سہارے کے قابل سمجھکر پاؤں رکھا - وہ ٹوٹ گئی مین نیچے آپڑا - بہت چوٹ لگی مگر خدا نے ایسی توفیق دی کہ پھر نہ کنکوا اُڑایا - نہ درخت پر چڑھا -

عمر بھر اپنے ہاتھ سے جانور ذبح نہین کیا - عالم جوانی کا ذکر کرتے تھے کہ یاروں مین ایک مجرب نسخہ قوت باہ کا بڑی کوشش سے ہاتھ آیا شریک ہو کر اُسکے بنانے کی صلاح ٹھہری ایک ایک جزو کا بہم پہونچانا ایک ایک شخص کے ذمہ ہوا - چنانچہ ۴۰ چڑے دن کا ملنا ہمارے سپرد ہوا - ہمنے گھر آکر انکے پکڑنے کو سامان پھیلا دئے - اور دو تین چڑے پکڑ کر ایک پنجرے مین ڈالے - انکا پھڑکنا دیکھکر خیال آیا کہ ابراہیم ایک پل کے پل مزے کے لئے ۴۰ بیگناہوں کا مارنا کیا انسانیت ہے - یہہ بھی تو آخر جان رکھتے ہیں اور اپنی پیاری زندگی کے لئے ہر قسم کی لذتین رکھتے ہین اوسیوقت اُٹھا - انہین چھوڑ دیا - اور سب سامان توڑ پھوڑ کر یاروں مین جا کر کہدیا کہ بھئی ہم اس نسخہ مین شریک نہین ہوتے -

انکی عادت تھی کہ ٹہلتے بہت تھے - دروازہ کے آگے لمبی گلی تھی اکثر اُسمین پھرا کرتے تھے رات کے وقت ٹہلتے ٹہلتے آئے اور کہنے لگے کہ میاں ابھی ایک سانپ گلی مین چلا جاتا تھا -

حافظ غلام رسول ویران شاگرد رشید بھی بیٹھے تھے اُنہوں نے کہا کہ حضرت پھر آپ نے اُسے مارا نہین؟ کسی کو آواز دی ہوتی - فرمایا کہ خیال تو مجھے بھی آیا تھا مگر پھر مینے کہا کہ ابراہیم آخر یہہ بھی تو جان رکھتا ہے - تجھے کے رکعت کا ثواب ہوگا - پھر یہہ قطعہ پڑھا -

چہ خوش گفت فردوسی پاک زاد	✤	کہ رحمت بران تربت پاک باد

صلاحیت

خوف

خوف خدا

بیازار موری که دانه کش است	که جان دارد و جان شیرین خوش است

ایکدفعہ برسات کا موسم تہا۔ بادشاہ قطب مین تہے۔ یہ ہمیشہ ساتہہ ہوتے تہے۔
اُسوقت قصیدہ لکہہ رہے تہے ع شبکو مین اپنے سرِ بستر خوابِ راحت۔ چڑیان
سایہ بان مین تنکے رکہکر گہونسلا بنا رہی تہین۔ اور اُنکے تنکے جو گرتے تہے اُنہین لینے کو
بار بار اِنکے آس پاس آ بیٹہتی تہین یہ عالم محویت مین بیٹہے تہے۔ ایک چڑیا
سر پر آن بیٹہی۔ اِنہون نے ہاتہہ سے اوڑا دیا۔ تہوڑی دیر مین پہر آن بیٹہی۔
اِنہون نے پہر اُڑا دیا۔ جب کئی دفعہ ایسا ہوا تو ہنسکر کہا کہ اِس ضیابانی نے میرے
سر کو کبوترون کی چہتری بنایا ہے۔ ایک طرف مین بیٹہا تہا ایک طرف حافظ ویران
بیٹہے تہے وہ نابینا ہین۔ اُنہون نے پوچہا کہ حضرت کیا؟۔ مینے حال بیان کیا۔
ویران بولے کہ ہمارے سر پر تو نہین بیٹہتی۔ اُستاد نے کہا بیٹہے کیونکر؟۔ جانتی
ہے کہ یہہ ملا ہے۔ عالم ہے۔ حافظ ہے۔ آبہی اُحِلَّ لَکُمُ الصَّیدُ۔ کی آیت پڑہکر گلکوا
تو اشروا۔ بسم اللہِ اللہُ اکبر کریگا۔ دیوالی ہے؟۔ جو تمہارے سر پر آئے۔
فرماتے تہے کہ مینے ساڑہے تین سو دیوان اساتذہ ساف کر دیکہے اور اُنکا خلاصہ
کیا۔ خان آرزو کی تصنیفات۔ ٹیک چند بہار کی تحقیقات اور اسی قسم کی اور کتابین
گویا اُنکی زبان پر تہین مگر مجہے اسکا تعجب نہین۔ اگر شعراے عجم کے ہزارون شعر
اُنہین ازبر تہے تو مجہے حیرت نہین۔ گفتگو کے وقت جس ترا فق سے وہ شعر سند
مین دیتے تہے مجہے اسکا بہی خیال نہین۔ کیونکہ جس فن کو وہ لیے بیٹہے تہے یہ سب
اُسکے لوازمات مین۔ ہان تعجب یہہ ہے کہ تاریخ کا ذکر آئے تو وہ ایک صاحب نظر مورخ
تہے۔ تفسیر کا ذکر آئے تو ایسا معلوم ہوتا تہا گویا تفسیر کبیر دیکہکر اُٹہے ہین خصوصاً
تصوف مین ایک عالم خاص تہا کہ وحدتِ وجود اور وحدتِ شہود مین علم اشراق کا

پر تو وہ ویکر کبھی ابو سعید ابو الخیر تھے - کبھی محی الدین عربی پیر جو کہتے تھے ایسی کانٹے کی تول کہتے تھے کہ دل پر نقش ہوجاتا تھا - اور جو کچھہ اُنسے سُن لیا ہے آجتک دل پر نقش ہے - رمل و نجوم کا ذکر آئے تو وہ نجومی تھے - خواب کی تعبیر مین اُنہین خدا نے ایک ملکۂ راسخہ دیا تھا - اور لطف یہہ کہ احکام اکثر مطابق واقع ہوتے تھے - اگرچہ مجھے اِسقدر وسعتِ نظر بہم پہنچانے کا تعجب ہے مگر اِس سے زیادہ تعجب یہہ ہے کہ انکے حافظے مین اِسقدر مضامین محفوظ کیونکر رہے -

وہ کہتے تھے کہ اگرچہ شعر کا مجھے بچپن سے عشق ہے - مگر ابتدا مین دنیا کی شہرت اور ناموری اور تفریحِ طبع نے مجھے مختلف کمالون کے رستے دکھائے - چند روز موسیقی کا شوق ہوا اور کچھہ حاصل بھی کیا مگر خاندیس سے ایک بڑا صاحب کمال گوّیا آیا - اُس سے ملاقات کی - باتون باتون مین اُسنے کہا کہ جو گانے کا شوق کرے اُسکے لئے ۳۰۰ برس کی عمر چاہیئے - ۱۰۰ برس سیکھے - ۱۰۰ برس سُنتا پھرے اور جو سیکھا ہے اُسے مطابق کرے - پھر ۱۰۰ برس بیٹھکر اَوروں کو سنائے اور اُسکا لطف اُٹھائے - یہہ سُنکر دل برداشتہ ہوگیا - اور یہہ بھی خیال آیا کہ ابراہیم اگر بڑا کمال پیدا کیا تو ایک ڈوم ہوگئے - اسپر بھی جو کلاونت ہوگا وہ ناک چڑھاکر یہی کہے گا کہ اتائی ہین - سپاہی زادے سے ڈوم بنا - کیا ضرور -

نجوم و رمل کا بھی شوق کیا اُسمین دستگاہ پیدا کی - نجوم کا ایک صاحب کمال مغلپورے رہتا تھا اُس سے نجوم کے مسائل حاصل کیا کرتے تھے - ایک دن کسی سوال کا نہایت درست جواب اُسنے دیا اور گفتگو ہوتے ہوتے یہہ بھی کہا کہ ایک ایک ستارہ کا حال اور اُسکے خواص معلوم کرنے کے لئے ۲ برس چاہئے ہین - سُنکر اُس سے بھی دل برداشتہ ہوگیا -

چند
کا بھی
نجوم و

طب کو چند روز کیا - اِسمین خون ناحق نظر آنے لگے آخر جو طبیعت خدا نے دی تھی
وہی خوبیِ قسمت کا سامان تھی -

لکھن لعل کے کنج مین ایک جوتشی پنڈت تلسی رام نابینا تھے - ایک مردِ دیرینہ سال
منشی درگا پرشاد کہ شیخ مرحوم کے قدیمی دوست تھے اور جوتشی صاحب کے پاس بھی
جایا کرتے تھے - اُنہون نے جوتشی صاحب کی بہت تعریف کی اور ایک دن قرار پا کر
یہہ بھی اُنکے پاس گئے - کئی دلچسپ سلسلے گفتگوؤن کے ہوئے - بعد ازآن اِنہون
نے بے اظہارِ نام آپنے زایچہ کی صورتحال بیان کی - جوتشی صاحب نے کہا کہ وہ
شخص صاحب کمال ہو - اور غالباً کمال اُسکا کسی ایسے فن مین ہو کہ باعث تفریح
ہو - اُسکا کمال رواج خوب پاوے - اُسکے حریف بھی بہت ہون مگر کوئی سامنے
نہو سکے - وہ اِسی قسم کی باتین کہے جاتے تھے جو شیخ مرحوم نے پوچھا کہ اُسکی عمر کیا ہو؟
اُنہون نے کہا کہ ۶۷ - ۶۸ - حد ۶۹ یہہ سنکر شیخ مرحوم کے چہرہ پر آثارِ ملال ظاہر
ہوئے اور خدا کی قدرت کہ ۶۸ برس کی عمر مین انتقال ہوا - اگرچہ عقلاً اور نقلاً
احکامِ نجوم پر اعتقاد کرنا چاہیے لیکن واقعہ پیش نظر گذرا تھا اِسلیے واقعہ نگاری
کا حق ادا کیا مین بھی دیکھتا تھا کہ اُنہین آخر عمر مین مرنے کا خیال اکثر رہتا تھا -
ایکدفعہ بادشاہ بیمار ہو کر اچھے ہوئے - غسل صحت کا جشن قریب تھا اُنہون نے
مبارکباد کا قصیدہ کہا - مین حسب معمول خدمتمین حاضر ہوا - وہ اُسوقت قصیدہ
ہی لکھ رہے تھے - چنانچہ کچھ اشعار اُسکے سُنانے لگے مطلع تھا

زہے نشاط کہ گر کیجیے اُسے تحریر	عیان ہو خامہ سے تحریر نغمہ جائے صریر

اِسکے آگے شعر سناتے جاتے تھے مین تعریف کرتا جاتا تھا - وہ مسکراتے جاتے تھے
اور پڑھتے جاتے تھے - جب یہہ شعر پڑھا -

ہوا یہ دوڑتا ہے اِس طرح سے ابر سیاہ	کہ جیسے جاتا ہے کوئی فیل مست بے زنجیر

بے اختیار میری زبان سے نکلا کہ سبحان اللہ۔ رنگینی اور یہہ زور! ظہوری کا ساقی نامہ ہوگیا۔ چپ ہوگئے۔ اور کہا کہ ایسمین زور آتا جاتا ہے مین کھلا جاتا ہون۔ اسکی جوانی ہے اور میرا بڑھاپا ہے حافظ ویران سلمہ اللہ نے بیان کیا۔ اشعار بہاریہ کے لکھنے مین دو تین دفعہ فرمایا کہ خواجہ حافظ کا شعر بھی اسمین موقع سے تضمین کرینگے۔

ہے دو سالہ و محبوب چاردہ سالہ	ہمین بس است مرا صحبت صغیر و کبیر

ایک دن جو مین گیا تو جو شعر پرچون پر پریشان تھے اُنہین ترتیب دیا تھا۔ چنانچہ سُناتے سُناتے یہہ شعر مذکور پڑھا۔ بعد اسکے قطعہ پڑھا کہ خود کہا تھا۔

ہوا ہے مدرسہ بھی درسگاہِ عشق مزاج	سرِ شمس بازغہ کی جا پڑین ہین بدر منیر
اگر پیالہ ہے صغرا تو ہے سبو کبرا	نتیجہ یہہ ہے کہ سرمست ہین صغیر و کبیر

میری طرف دیکھکر فرمایا۔ اب بھی! ۔ مینے عرض کی سُبحان اللہ اب اُسکی کیا ضرورت رہی۔ آنکھین بند کر کے فرمایا۔ اُدھر ہی کا فیضان ہے۔

دلّی مین نواب زینت محل کا مکان لال کوئین کے پاس اب بھی موجود ہے۔ بادشاہ نے وہین دربار کر کے یہہ قصیدہ سُنا تھا۔ اِس برس ایک شادی کی تقریب مین مجھے دلّی جانا ہوا۔ اِسی مکان مین برات بیٹھی تھی۔ فتح دہلی کے بعد گورنمنٹ نے وہ مکان سرکار پٹیالہ کو دیدیا ہے۔ بند پڑا رہتا ہے۔ اب اتنے ہی کام کا ہے کہ اُدھر کے ضلع مین کوئی بڑی برات یا شادی کا جلسہ ہوتا ہے تو داروغہ سے اجازت لیکر وہان آن بیٹھتے ہین۔ واہ

گھٹتو نکا تیرے چشم سیہ مست کے قرار ہو گا خراب بھی تو خرابات ہوئے گا

وہ زمانہ اُسکی آج کی حالت دیکھکر خدا یاد آتا ہے۔

اُنکی طبیعت کو خدا تعالے نے شعر سے ایسی مناسبت دی تھی کہ رات دن اسکے سوا کچھہ خیال نتھا اور اسی مین خوش تھے۔ ایک تنگ و تاریک مکان تہا جسکی انگنائی اسقدر تھی کہ ایک چھوٹی سی چارپائی ایک طرف بچھتی تھی۔ دو طرف اتنا رستہ رہتا تھا کہ ایک آدمی چل سکے۔ حقہ منہہ سے لگا رہتا تھا۔ گھڑی چارپائی پر بیٹھے رہتے تھے لکھے جاتے تھے یا کتاب دیکھے جاتے تھے۔ گرمی جاڑا برسات تینون موسمون کی بہارین وہین بیٹھے گذر جاتی تہین۔ انہین کچھہ خبر نہوتی تہی۔ کوئی میلہ کوئی عید اور کوئی موسم بلکہ دنیا کے شادی و غم سے انہین سروکار نتہا جہان اول روز بیٹھے وہین بیٹھے۔ اور جبھی اُٹھے کہ دنیا سے اُٹھے۔

نماز عصر کے وقت مین ہمیشہ حاضر خدمت ہوتا تھا۔ کہا کر وضو کرتے تھے اور ایک لوٹے سے برابر کلیان کئے جاتے تھے۔ ایک دن مینے سبب پوچھا۔ متاسفانہ طور سے بولے کہ خدا جانے کیا کیا ہزلیات زبان سے نکلتے ہین۔ خیر یہہ بھی ایک بات ہے۔ پھر ذرا تامل کر کے۔ ایک ٹھنڈی سانس بہری اور یہہ مطلع اسیوقت کہکر پڑہا

پاک رکھہ اپنا دہان ذکرِ خدائی پاک سے	کم نہین ہرگز زبان منہہ مین تیری مسواک سے

اُنکا معمول تہا کہ رات کو کہانے سے فارغ ہو کر بادشاہ کی غزل کہتے تھے آدہی رات کے اوس سے فراغت ہوتے تھے۔ پہر وضو کرتے اور وہی ایک لوٹے پانی سے کلیان کر کے نماز پڑہتے۔ پہر وظیفہ شروع ہوتا۔ زیر آسمان کبہی ٹہلتے جاتے۔ کبہی قبلہ رو ٹہر جاتے۔ اگرچہ آہستہ آہستہ پڑہتے تھے مگر اکثر اوقات اس جوش دل سے پڑہتے تہے کہ معلوم ہوتا گویا سینہ پہٹ جائیگا۔

وظیفہ پڑہکر دعائین شروع ہوتی تہین۔ یہہ گویا ایک نمونہ تہا انکی طبیعت کی نیکی اور عام نیک خواہی کا۔ اسمین سب سے پہلے یہہ دعا تہی کہ۔ الہی ایمان کی سلامتی

بدن کی صحت - دنیا کی عزت و حرمت - پہر - الٰہی میری بادشاہ کو بادولت باقبال صحیح وسالم رکہہ - اُسکے دشمن نہ رہون وغیرہ وغیرہ - پہر میان اسمعیل یعنی اپنے بیٹے کے لئے - پہر اپنے عیال اور خاص خاص دوستونکے لئے - یا جو کسی دوست کے لئے خاص مشکل درپیش ہو - وغیرہ وغیرہ - ایک شب اس موقع پر میری والد مرحوم اُنھی کے ہان تھے - ساری دُعائین سُنا کئے - چنانچہ انکے دروازہ کے سامہنے محلہ کا حلال خور رہتا تہا - اُن دنونمین اُسکا بیل بیمار تھا - دُعائین مانگتے مانگتے وہ بھی یاد آگیا - کہا کہ الٰہی جمّا حلال خور کا بیل بیمار ہی اُسے بہی شفا دیجیو - بیچارا بڑا غریب ہی بیل مرجائیگا تو یہہ بہی مرجائیگا - والد نے جب یہہ سُنا تو بے اختیار ہنس پڑے فُقَرا اور بزرگانِ دین کی ساتھہ اُنہین ایسا دلی اعتقاد تہا کہ اُسکی کیفیت بیان نہین ہوسکتی عُلَما اور اساتذۂ سلف کو ہمیشہ باادب یاد کرتے تہے اور کبھی اُنپر طعن و تشنیع نکرتے تھے - اسواسطے اُنکے مذہب کا حال کسیکو نہ کُہلا -

اسمین کسیکو کلام نہین کہ اُنہون نے فکرِ سخن اور کثرتِ مشق مین فَنَا فِی الشّعر کا مرتبہ حاصل کیا اور انشاپردازیِ ہند کی روح کو شگفتہ کیا - مگر فصاحت کا دل کُہلا جاتا ہوگا جب اُنکے دیوانِ مختصر پر نگاہ کرتی ہوگی اسکے سبب کا بیان کرنا ایک سخت مصیبت کا افسانہ ہی - اور اِسکے مرثیہ خوانی کرنی میرا فرض ہی - اُنکی وفات کی چند روز بعد حَیْنِ اور خلیفہ اسمعیل مرحوم نے کہ وہ بھی باپ کی طرح اِکلوتے بیٹے تھے - چاہا کہ کلام کو ترتیب دیتے متفرق غزلون کے بستی اور بڑی بڑی پوٹین تہین - بہت سی تہیلیان اور مٹکی تہی کہ جو کچھہ کہتے تہی گویا بڑی احتیاط سے اُنمین بہرتے جاتے تہی - ترتیب اُسکی پسینی کی جگہہ خون بہاتی تہی کیونکہ بچپن سی لیکر دم واپسین کا کلام انہی مین تھا بہت سی متفرق غزلین بادشاہ کی - بہتری غزلین شاگردون کی بھی ملی ہوئی تہین -

چنانچہ اوّل انکی اپنی غزلیں اور قصاید انتخاب کر لیئے - یہہ کام لُٹی ہینچ میں ختم ہوا - غرض پہلے غزلیں صاف کرنی شروع کیں - اِس خطا کا مجھے اقرار ہے کہ کام کو تیز جاری کیا مگر باطمینان کیا - مجھے کیا معلوم تھا کہ اِسطرح یکایک زمانہ کا ورق اُلٹ جائیگا - عالم تہ و بالا ہو جائیگا - حسرتوں کے خون بہ جائینگے - دل کے ارمان دل ہی میں رہ جائینگے دفعتہً ۱۸۵۷ء کا غدر ہو گیا - کسی کا کسیکو ہوش نہ رہا - چنانچہ افسوس ہے کہ خلیفہ محمد اسمٰعیل انکے فرزند جسمانی کے ساتھ ہی انکے فرزندانِ روحانی بھی دنیا سے رحلت کر گئے - میرا یہہ حال ہوا کہ فتحیاب لشکر کے بہادر دفعتہً گھر میں گھس آئے - اور بندوقیں دکھائیں کہ جلد یہاں سے نکلو - دنیا آنکھوں میں اندھیر تھی - بھرا ہوا گھر سامنے تھا اور میں حیران کھڑا تھا کہ کیا کیا کچھ اُٹھا کر لے چلوں - اِنکی غزلوں کی جنگ پر نظر پڑی - یہی خیال آیا کہ محمد حسین! اگر خدا نے کرم کیا اور زندگی باقی ہے تو سب کچھ ہو جائیگا - مگر اُستاد کہاں سے پیدا ہونگے جو یہہ غزلیں پھر آکر کہیں گے - اب اِنکے نام کی زندگی ہے - اور ہے تو اِن پر منحصر ہے - یہہ ہیں تو وہ مر کر بھی زندہ ہیں - یہہ گئیں تو نام بھی نہ رہیگا - وہی جنگ اُٹھا بغل میں مارا - سجے سجائے گھر کو چھوڑ ۲۲ نیم جانوں کے ساتھ گھر سے بلکہ شہر سے نکلا - ساتھ ہی زبان سے نکلا کہ حضرت آدم بہشت سے نکلے تھے - دلّی بھی ایک بہشت ہے - اُنھی کا پوتا ہوں دہلی سے کیوں نہ نکلوں - غرض میں تو آوارہ ہو کر خدا جانے کہاں کا کہاں نکل آیا - مگر حافظ غلام رسول ویران کہ محبت کے لحاظ سے میرے شفیق دوست - اور حضرت مرحوم کی شاگردی کے رشتہ سے روحانی بھائی ہیں - اُنہوں نے شیخ مرحوم کے بعض اور درد خواہ دوستوں سے ذکر کیا کہ مسوّدوں کا سرمایہ تو سب دلّی کے ساتھ برباد ہوا - اِسوقت یہہ زخم تازہ ہے اگر اب دیوان مرتب نہ ہوا تو کبھی نہ ہوگا - حافظ موصوف کو خود بھی حضرت مرحوم کا کلام بہت کچھ یاد ہے - اور خدا نے انکی بصیرت کی آنکھیں ایسی

روشن کی ہین کہ بصارت کی آنکھون کی محتاج نہین - اِسلیے لکھنے کی سخت مشکل ہوتی
غرضکہ ایک مشکل مین کئی کئی مشکلین تھین اُنھون نے اِس مہم کا سرانجام کیا - اور اپنی
یاد کے علاوہ نزدیک بلکہ دُور دُور سے بہت کچھہ بہم پہنچایا - سکو ستمبر سنہ ۱۲۷۹ھ مین
ایک مجموعہ جسمین اکثر غزلین تمام اکثر ناتمام - بہت سے متفرق اشعار - اور چند قصیدے
ہین چھاپکر نکالا مگر دردمندی کا دل پانی پانی ہوگیا - اور عبرت کی آنکھون سے
لہو ٹپکا - کیونکہ جس شخص نے دنیا کی لذتین - عمر کے مختلف موسم اور موسمون کی بہارین
دن کی عیدین رات کی شب براتین بدن کے آرام - دل کی خوشیان طبیعت کی اُمنگین
سب چھوڑین اور ایک شعر کو لیا جسکی انتہاء تمنا یہی ہوگی کہ اُسکی بدولت نام نیک
باقی رہیگا - تبہ کار زمانہ کے ہاتھون آج اُسکی عمر بھر کی محنت نے یہہ سرمایہ دیا -
اور جس نے اورون نے شاگردون کو صاحب دیوان کر دیا - اُسکو یہہ دیوان نصیب ہوا -
خیر - ع - یون ہی خدا جو چاہے تو بندہ کا کیا چلے - میرے پاس بعض قصیدے
ہین - اکثر غزلین ہین داخل ہوجائینگی - یا ناتمام غزلین پوری ہوجائینگی - مگر تصنیف
کے دریا مین سے پیاس بھر پانی بھی نہین - چنانچہ یہہ تذکرہ چھپ لے تو اُسپر توجہ کرون
مسبب الاسباب سرانجام کے اسباب عنایت فرمائے -

جو غزلین اپنے تخلص سے کہین ہین اگر جمع کیجاتین تو بادشاہ کے چارون دیوانون
کے برابر ہوتین غزلون کے دیوان کو دیکھکر معلوم ہوتا ہے - کہ عام جوہر انکی کلام کا - غزل
تازگی مضمون - صفائی کلام - چستی ترکیب - خوبی محاورہ - اور عام فہمی ہے -
مگر حقیقت مین رنگ مختلف وقتون مین مختلف رہا - ابتدا مین مرزا رفیع کا انداز تھا
شاہ نصیر سے اُنکے لون معرکے ہورہے تھے - اُنکا ڈھنگ وہی تھا اِسلیے انھون نے بھی وہی
اختیار کیا - اِسکے علاوہ مرزا کی طرز کو جلسہ کے گرمانے مین اور لوگون کے لب و دہن سے

واہ واہ کے نکال لینے مین ایک عجیب جادو کا اثر ہے - چنانچہ وہی شکل طرحین چُست
بندشین - برجستہ ترکیبین - معانی کی بلندی - الفاظ کی شکوہ مین انکے ہان بھی پائی جاتی
ہیں - چند روز کے بعد الٰہی بخش خانِ معروف کی خدمت مین - اور ولیعہد کے دربار
مین پہنچے - معروف ایک دیرینہ سال مشّاق اور فقیر مزاج شخص تھے - انکی پسند طبع
کے موجب انہین بھی تصوف اور عرفان اور دردِ دلی کی طرف خیالات کو مائل کرنا پڑا -
نوجوان ولیعہد طبیعت کے بادشاہ تھے - اور عمر بھی جوان اور انکی طبیعت بھی جوان
تھی - وہ جرأت کے انداز کو پسند کرتے تھے - اور جرأت اور سید انشا و مصحفی کے
مطلع اور اشعار بھی لکھوا کے اکثر آتے رہتے تھے - انکی غزلین انھی کی انداز مین بناتے
تھے - نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ انکی غزل آخر کو ایک گلدستہ گلہائے رنگا رنگ کا ہوتی تھی -
دو تین شعر بلند خیالی کے - ایک دو تصوّف کے - دو تین معاملہ کے - اور پیچ اسمین یہ
ہوتا تھا کہ ہر قافیہ بھی ایک خاص انداز کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے کہ اُسیمین بندھے
تو لطف دے - نہین تو بیکار ہے - پس وہ مشّاقِ باکمال اس بات کو پورا پورا سمجھا
ہوا تھا - اور جس قافیہ کو جس پہلو کے مناسب دیکھتا تھا اُسی مین باندھ دیتا تھا -
اور اس طرح باندھتا تھا کہ اور پہلو نظر نہ آتا تھا - ساتھ اسکے صفائی اور محاورہ کو
ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے اور انھی اصول کے لحاظ سے - میر - مرزا - درد -
مصحفی - سید انشا - جُرأت - بلکہ تمام شُعرائے متقدمین کو اس ادب
سے یاد کرتے تھے گویا انھی کے شاگرد ہین - ایک ایک کے چیدہ اشعار اس محبت سے پڑھتے
تھے گویا اسی دستور العمل سے انہون نے تہذیب پائی ہے - اور فی الحقیقت سب کے انداز
کو اپنے اپنے موقع پر پورا پورا کلام مین لاتے تھے پھر بھی جاننے والے جانتے ہین کہ
اصلی میلان انکی طبیعت کا سودا کے انداز پر زیادہ تھا - نظم اُردو کی نقاشی مین

مرزائے موصوف نے قصیدہ پر دستکاری کا حق ادا کر دیا ہے۔ اُنکے بعد شیخ مرحوم
کے سوا کسی نے اُسپر قلم نہیں اُٹھایا اور اِنہوں نے مرقع کو ایسی اونچی محراب پر سجایا
کہ جہاں کسی کا ہاتھ نہیں پہنچا۔ انوری۔ ظہیر۔ ظہوری۔ نظیری۔ عرفی۔ فارسی کے
آسمان پر بجلی ہوکر چمکتے ہیں۔ لیکن انکے قصیدوں نے اپنے کڑک دمک سے ہند کی زمین
کو آسمان کر دکھایا۔ ہر جشن میں ایک قصیدہ کہتے تھے۔ اور خاص خاص تقریبیں جو
پیش آتی تھیں وہ الگ تھیں۔ اسلئے اگر جمع ہوتے تو خاقانی ہند کے قصاید خاقانی
شروانی سے دوچند ہوتے۔ جب تک اکبر شاہ زندہ تھے تب تک انکا دستور رہا کہ قصیدہ
کہکر لیجاتے۔ اور اپنے آقا یعنے ولیعہد بہادر کو سُناتے۔ دوسرے دن ولیعہد ممدوح
اُسمیں اپنی جگہہ بادشاہ کا نام ڈلوا کر لیجاتے۔ اور دربار شاہی میں سُنواتے۔
افسوس یہہ ہے کہ عالم جوانی کی طبع آزمائی سب برباد ہوگئی۔ جو کچھہ ہیں وہ چند
قصیدے ہیں کہ بُڑھاپے کی ہمّت کی برکت ہے۔

نواب حامد علیخان مرحوم نے نہایت شوق سے ایک عاشقانہ خط لکھنے کی اِنہیں فرمایش
کی تھی۔ بادشاہ کی متواتر فرمایشیں یہاں ایسے کاموں کے لئے کب فرصت دیتی تھیں
مگر اتفاق کہ اِنہی دنوں میں رمضان آگیا۔ اور اتفاق پر اتفاق یہہ کہ بادشاہ نے
روزے رکھنے شروع کئے۔ اِس سبب سے غزل کہنی موقوف کر دی۔ خیر اِنکی زبان کب رہ
سکتی تھی۔ اسکے علاوہ اِس نسخہ چمن کی ہوا کہانے کو اپنا بھی جی چاہتا تھا۔ اِنہوں نے
وہ نامہ لکھنا شروع کیا۔ اُسنے ایسا طول کھینچا کہ تخمیناً ۳۰۰ شعر اسکے ہو گئے۔ اِس
عرصہ میں تین تختیاں اوس سے سیاہ ہوئیں تھیں مگر اودھر رمضان ہو چکا۔ بادشاہ
کی غزلیں پھر شروع ہوئیں۔ مثنوی وہیں رہ گئی۔ بیچ میں کبھی کبھی پھر بھی طبیعت
میں اُمنگ اٹھی۔ مگر کبھی ایک دن کبھی دو دن۔ ۲۰۔ ۲۵ شعر ہوئے پھر رہ گئی۔

مینے جب ہوش سنبھالا۔ اور ہر وقت پاس منہ لگا تو کئی دفعہ اسکی مختلف ذکر کرتے
اور حاجیا کے شعر پڑھا کرتے تھے۔ ایکدن وہ تختیاں اور کاغذی مسودے نکلوائے
بہت کم تہا جو کچھہ کہ پڑہا جاتا تھا آخر فرصت کے وقت نکال نکال کر انسے پڑہوایا گیا اور
آپ لکہتا گیا۔ کل ۵۰۰ شعر سے زیادہ ہونگے۔ اگرچہ نامہ ناتمام تھا مگر ایک ایک مصرع
سونے کے پانی سے لکہنے کے لایق تھا۔ میرے صاف کئے ہوئے مسودے بھی انھی متفرق
غزلوں میں تھے جو مین خلیفہ صاحب کے پاس جاکر صاف کیا کرتا تھا۔ چنانچہ انکے
ساتھہ وہ بھی گئے۔ اسکا نام نامۂ جانسوز تھا۔ اول حمد و نعت تھی۔ پھر ساقی
نامہ۔ پھر القابِ معشوق اسمین اسکا سراپا۔ اسکے بعد یادِ ایام۔ اسمین چارون
موسمون کی بھار۔ مگر اسکے معنون کی نزاکت۔ لفظون کی لطافت۔ ترکیبونکی خوبیان
اندازون کی شوخیان۔ کیا کہون! ۔ سامری کے جادو۔ اور جادوگر طلسم اسکے
آگے دہوان ہوکر اڑے جاتے تھے۔

کئی مخمس تھے۔ کئی رباعیان تہین۔ صدہا تاریخین تہین۔ مگر تاریخون کی کمائی
بادشاہ کے حصہ مین آئی۔ کیونکہ بہت بلکہ کل تاریخین انھی کی فرمایش سے ہوئین۔
اور انھی کے نام سے ہوئین۔ مرثیہ سلام کہنے کا انہین موقع نہین ملا۔ بادشاہ کا
قاعدہ تہا کہ شاہ عالم اور اکبر شاہ کی طرح محرم مین کم سے کم ایک سلام ضرور
کہتے تہے۔ شیخ مرحوم بھی اسی کو اپنی سعادت اور عبادت سمجہتے تہے۔ ہزارون گیت
ٹپے۔ ٹھمریان۔ ہولیان کہین۔ وہ بادشاہ کے نام سے عالم مین مشہور رہین۔
اور ان باتون مین وہ اپنی شہرت چاہتے بہی نہ تہے۔ میرے نزدیک انکے اور انکے چاہنے
والون کے لیئے بڑے فخر کی بات یہہ ہے کہ خدا نے کمال شاعری اور ایسا اعلےٰ درجہ
قادر الکلامی کا انہین دیا اور ہزارون آدمیون سے انہین ناراضی یا رنج پہنچا ہوگا

مگر انہون نے تمام عمر مین ایک شعر بھی ہجو مین نہ کہا - خدا ہر شخص کو اُسکی نیت کا پھل دیتا ہے - اُسکی شان دیکھو کہ ۶۵ برس کی عمر پائی مگر خدا نے اُنکی ہجو بھی کسی کے مُنہ سے نہ نکلوائی -

اکثر نئے ایجاد و اختراع انکے ارادہ مین تھے اور بعض بعض ارادے شروع ہوئے مگر ناتمام رہے - کیونکہ بادشاہ کی فرمائشین دم لینے کی مُہلت نہ دیتی تہین - اور تماشا یہہ کہ بادشاہ بھی ایجاد کا بادشاہ تہا - اِتنا تھا کہ بات نکالتا مگر اُسے سمیٹ نہ سکتا تھا اوسکا کیا ہوا اِنہین سنبھالنا پڑتا تہا -

وہ اپنی غزل بادشاہ کو سناتے نہ تھے - اگر کسی طرح اُس تک پہنچ جاتی تو وہ اُسی غزل پر خود غزل کہتا تہا - اب اگر نئی غزل کہکر دین اور وہ اپنی غزل سے پست ہو تو بادشاہ بھی بچہ نہتا ۷۰ برس کا سخن فہم تہا - اگر اُس سے چُست کہین تو اپنے کہے کو آپ مٹانا بھی کچھہ آسان کام نہین - ناچار اپنی غزل مین اُنکا تخلص ڈالکر دیدیتے تھے - بادشاہ کو بڑا خیال رہتا تھا کہ وہ اپنی کسی چیز پر زورِ طبع نہ خرچ کرین - جب اُنکی شوقِ طبع کو کسی طرف متوجہ دیکھتا تو برابر غزلونکا تار باندہ دیتا - کہ جو کچھہ جوشِ طبع ہو اِدہر ہی آجائے -

عموماً اندازِ کلام

کلام کو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ مضامین کے ستارے آسمان سے اُتارے ہین - مگر اپنے لفظون کی ترکیب سے اُنہین ایسی شان و شکوہ کی کرسیون پر بٹھایا ہے کہ پہلے سے بھی اونچے نظر آتے ہین - اُنہین قادر الکلامی کے دربار سے مُلکِ سخن پر حکومت ملگئی ہے کہ ہر قسم کے خیال کو جس رنگ سے چاہتے ہین کہہ جاتے ہین - کبھی تشبیہ کے رنگ سے سجا کر استعارہ کی بُو سے بساتے ہین - کبھی بالکل سادے لباس مین جلوہ دکہاتے ہین

مگر ایسا کچھ کہہ جاتے ہین کہ دل مین نشتر سا کھٹک جاتا ہی - اور منہہ سے کبھی واہ نکلتی ہے اور کبھی آہ نکلتی ہے - معلوم ہوتا ہی کہ اُنکے ہونٹوںمین شستہ اور برجستہ لفظون کے خزانے بھرے ہین - اور ترکیب الفاظ کے ہزارون رنگ ہین - مگر جسے جہان سجتا دیکھتے ہین وہ گویا وہین کے لیئے ہوتا ہی - وُہ طبیبِ کامل کی طرح ہر مضمون کی طبیعت کو پہچانتے ہین کہ کونسا ہے کہ سادگی مین رنگ دیگا اور کونسا رنگینی مین - کامل مصور کی تیزیِ قلم کو اُسکے رنگون کی شوخی روشن کرتی ہی - اسیطرح اُنکے مضمون کی باریکی کو اُنکے الفاظ کی لطافت جلوہ دیتی ہی اُنہین اِس بات کا کمال تھا کہ باریک سے باریک مطلب اور پیچیدہ سے پیچیدہ مضمون کو اِس صفائی سے ادا کر جاتے ہین گویا ایک شربت کا گھونٹ تھا کہ کانون کے رستہ سے پلا دیا - اِسی وصف نے نادانون کو غلطی مین ڈالا ہے - جو کہتے ہین کہ انکے ہان عالی مضامین نہین بلکہ سیدھی باتین اور صاف صاف خیالات ہوتے ہین - وہ نہین جانتے کہ اُن ہونٹونمین خدا نے عجب تاثیر دی تھی کہ جو لفظ اُنسے ترکیب پا کر نکلو ہین خود بخود دِلون پر ڈھلکتے آتے ہین - جیسے ریشم پر موتی - خدا جانے زبان نے کسی آئینہ کی صفائی اُڑائی ہی - یا اُنہون نے الفاظ کے نگینون پر کیونکر جلا کی ہے - جس سے کلام مین یہہ بات پیدا ہو گئی ہی - حقیقت مین اِسکا سبب یہہ ہی کہ قدرتی کلام اُنکا ہر ایک نازک اور باریک خیال کو محاورہ اور ضرب المثل مین اِسطرح ترکیب دیتی ہی جیسے آئینہ گر شیشہ کو قلعی سے ترکیب دیکر آئینہ بناتا ہے - اسیواسطے صاف ہر ایک شخص کی سمجھ مین آتا ہی اور دلپر اثر بھی کرتا ہی - اُنکے کلام مین یہہ بھی خصوصیت ہی کہ شعر کا کوئی لفظ بھول جاے تو جبتک وہی لفظ اُسکی جگہہ نہ رکھا جاے شعر مزا نہین دیتا - چنانچہ لکھنؤ مین میر انیس مرحوم کے

سامنے سلسلہ تقریر مین اکدن مینے انکا مطلع پڑہا

کوئی آوارہ تیرے نیچے اے گردون نہ ٹہیریگا	ولیکن تو بھی گر جاہے مین ٹہیرون تو ٹہیریگا

اُنہون نے پوچہا کہ یہہ شعر کیکا ہے؟ مینے کہا شیخ مرحوم کا ہے دو چار باتین کرکے اُنہون نے پہر فرمایا کہ ذرا وہ شعر پڑہیئے گا۔ مینے پہر پڑہا۔ اُنہون نے دوبارہ خود اپنی زبان سے پڑہا۔ پہر باتین ہونے لگین۔ چلتے ہوئے پہر کہا کہ ذرا وہ شعر پڑہتے جائیگا۔ اور ساتھ اسکے یہ بھی کہا۔ کہ صاحب کمال کی یہ بات ہے کہ جو لفظ جس مقام پر اُسنے بٹہا دیا ہے اُسیطرح پڑہا جاوے تو ٹہیک ہوتا ہے۔ نہین تو شعر رتبہ سے گر جاتا ہے۔

اُنکا مضمون جسطرح دل کو بہلا معلوم ہوتا ہے اُسیطرح پڑہنے مین زبان کو مزا آتا ہے۔ انکے لفظونکی ترکیب مین ایک خداداد چُستی ہے جو کلام مین زور پیدا کرتی ہے۔ وہ زور فقط اُنکے دل کا جوش ہی نہین ظاہر کرتا۔ بلکہ سُننے والے کے دلمین ایک خروش پیدا کرتا ہے اور یہی قدرتی رنگ ہے جو انکے کلام پر سودا کی تقلید کا پرتوہ ڈالتا ہے۔

انکے دیوان کو جب بنظر غور سے دیکہا جاتا ہے تو اُس سے رنگا رنگ کے زمزمے اور بوقلمون آوازین آتی ہین۔ ہر رنگ کے انداز موجود ہین یہی سبب ہے کہ انکے دیکہنے سے دل اُکتا نہین جاتا۔ وہ لفظ لفظ کی نبض پہچانتے تھے۔ اور مضامین کے طبیب تھے جسطرح برجستہ بٹہتا دیکہتے تہے اُسیطرح باندہ دیتے تہے۔ خیال بندی ہو یا عاشقانہ یا تصوف۔ انکے سینہ مین جو دل تہا گویا ایک آدمی کا دل نتھا۔ ہزارون آدمیون کے دل تہے۔ اسواسطے کلام انکا مقناطیس کیطرح قبول عام کو کہینچتا ہے۔ دل دل کے خیال باندہتے۔ اور اسطرح باندہتے تہے گویا اپنے ہی دل پر گذری ہے۔

اعتراض

انکے کلام پر لوگ اعتراض بہی کرتے ہین۔ چنانچہ ایک پرانی غزل کا شعر ہے۔

سر بوقت ذبح اپنا اُسکے زیر پای ہے | یہہ نصیبا اللہ اکبر لوٹنے کی جای ہے

لوگون نے کہا کہ بے اضافی یا صفتی ترکیب کی اسمین ی زیادہ کرنی جایز نہین - مگر یہہ اعتراض انکی کم نظری کے سبب سے تہے -

درختے کہ اکنون گرفت است پاے | بہ نیروے مردے بر آید زجاے
اگر زدہ برتر از تحسان دامن کبریای را | دست بتو کجا رسد عقل شکستہ پای را

ایک پرانی غزل شاہ نصیر کے مشاعرہ مین طرح ہوئی تہی -

دانہ خرمن ہے ہمین قطرہ ہے دریا ہمکو | آرشے ہے جز مین نظر کل کا تماشا ہمکو

اسپر اعتراض ہوا کہ اصل لفظ جزو مع واو کے ہے - فقط جز صحیح نہین - ایکا بہی یہی حال تہا - امیر خسرو فرماتے ہین -

ہرچہ کند در جزو در کل اثر | کلی و جزئیش بود زان خبر

اور میر تقی فرماتے ہین -

جز مرتبہ کل کو حاصل کرے ہے آخر | ایک قطرہ نہ دیکہا جو - دریا نہوا ہوگا

ایک دن مین اوج[1] سے ملا اور اُستاد مرحوم کے مطلع کا ذکر آیا -

مقابل اُس رُخِ روشن کی شمع گر ہو جای | صبا وہ دہول لگای کہ نسیا سحر ہو جای

کئی دن کے بعد جو رستہ مین ملے تو دیکہتے ہی کہڑے ہو گئے اور کہا -

یہان جو برگِ گل خورشید کا کہڑ کا ہو جاے | دہول و ستارِ فلک پر لگے تڑ کا ہو جاے

اور کہا کہ دیکہا محاورہ یون باندہا کرتے ہین - مین سمجہہ گیا کہ یہہ طنز کرتے ہین کہ سحر ہو جای کو جو اُستاد باندہا ہے - یہہ جایز نہین مگر تجاہل کر کے مینے کہا کہ ہان حقیقت مین - بات کے کہڑکے کا آپ نے خوب ترجمہ کیا - اور استعارہ مین لاکر! - میری طرف دیکہکر ہنسے اور کہا کہ بہئی واہ آخر شاگرد تہو - ہماری بات ہی بگاڑدی -

[1] اوج کا حال دیکہو صفحہ ۲۲ د

دوسرے دن میں استادِ مرحوم کی خدمت میں گیا اور یہ ماجرا بیان کیا - فرمایا کہ شمع
کو صبح ہوتے ہاتھ مار کر بجھا دیتے ہیں - میرا مطلب یہ ہے کہ شمع اگر مقابلہ کرے تو ایسی
گستاخی کی سزا میں صبا اُسے ایسی دھول مارے کہ وہ بجھ جائے اور ایسی بجھے کہ وہی
اسکے حق میں سحر ہو جائے یعنے روشنی نصیب نہو - کبھی دوسری تیسری رات ہوتی
ہوتی - نہوتی نہوتی - وہ اَور بات ہے - اب یہ ایک حسن اتفاق سمجھیے کہ ہماری زبان میں
اسکے مقابل ایک محاورہ بھی موجود ہے کہ - ایسی دھول لگی کہ تڑکا ہو گیا - خیر
اگر ہوا تو کچھ لطف ہی پیدا ہوا - بلکہ طرز بیان میں ایک وحشت کا قدم آگے بڑھا -
قباحت کیا ہوئی - اور یہ بھی دیکھو وہ محاورہ تھا تو کیا تھا - مبتذل عامیانہ - اہل
ثقہ متین اور شریفانہ ہے -

آزاد - ایک شعر ناسخ کا بھی اسی ترکیب کا ہے -

جو ستمگر میں کبھی وہ پھولتی پھلتی نہیں　　سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کہیں شمشیر کا

محاورہ میں تلوار کا کھیت کہتے ہیں - شمشیر کا کھیت نہیں ہے -

انکی ایک غزل کا شعر ہے -

مُنہ اُٹھائے ہوئے جاتا ہے کہاں تو کہ تجھے　　ہے تیرا نقشِ قدم چشم نمائی کرتا -

نواب کلب حسین خان نادر تلخیصِ معلیٰ میں فرماتے ہیں (دیکھیے) دوسرے مصرع کا حق
ہے - پہلے مصرع میں نہیں لانا چاہیے - اسکا جواب مجھے نہیں آتا -

طبیعت کلاں

ایک دفعہ طبع موزون نے نیا گل کھلایا - یہ وقت وہ تھا کہ اصلاح بند ہو گئی تھی مگر آمد و رفت
جاری تھی - شاہ صاحب کو جا کر غزل سنائی - انھوں نے تعریف کی اور کہا کہ مشاعرہ
میں ضرور پڑھنا - اتفاقاً مطلع کے مصرع ہی پر سبب خفیف کی کمی تھی - جب وہاں غزل
پڑھی تو شاہ صاحب نے آواز دی کہ بھئی میاں ابراہیم واہ مطلع تو خوب کہا شیخ مرحوم

فرماتے تہے کہ اُسیوقت مجہکو کہٹکا ہوا اور ساتہہ ہی لفظ بہی سوجہا - دوبارہ تنہیر پڑہا ہے (جیس) ہاتہہ میں خاتم لعل کی ہے گر اُسمین زلف گرہ گیر ہو پہر زلف ہو وہ دست ہو سلیمان جگر آتش ہو اِسپر اسقدر حیرت ہوئی اُنہون نے جانا شاید پہلے عمدا یہہ لفظ چہوڑ دیا تہا مگر یہہ اعتراض ہوا کہ یہ بحر ناجا بر ہے کسی اُستاد نے اسپر غزل نہین کہی - شیخ مرحوم نے جواب دیا کہ وا ہجر آسمان سے نہین نازل ہوئین طبائع موزون نے وقت بوقت نکال لی ہین - یہ تقریر مقبول ہوئی مگر پہر منیر مرحوم نے اسپر غزل کہی - ایکدفعہ شیخ مرحوم نے مشاعرہ مین غزل پڑہی جسکا مطلع تہا

نرگس کے پہول بہیجے ہین بٹوے مین ڈالکر ایما یہ ہے کہ بہیجدے آنکہین نکال کر

شاہ صاحب نے کہا کہ میان ابراہیم پہول بٹوے مین نہین ہوتے یہ کہو ع نرگس کے پہول بہیجے ہین دونے مین ڈالکر - اِنہون نے کہا کہ دونے مین رکہنا ہوتا ہے ڈالنا نہین ہوتا - یون کہئے کہ -

بادام دو جو بہیجے ہین بٹوے مین ڈالکر ایما یہ ہے کہ بہیجدے آنکہین نکال کر

نقل شاہ نصیر مرحوم کے ہان سال بسال ایک عرس ہوا کرتا تہا - اُسمین بعد فاتحہ کے کہچڑی کہلایا کرتے تہے حسب معمول اُستاد بہی گئے - فاتحہ کے بعد سب کہانا کہانے بیٹہے شاہ صاحب ایک ہاتہہ مین چمچہ دوسرے مین ایک بادیہ لئے ہوئے آئے - اُسمین رائتہ تہا کہ خاص خاص اشخاص کے سامنے ڈالتے آتے تہے - انکے سامنے آکر کہڑے ہوئے اور چمچہ بہرا انہین ریزش ہورہی تہی - پرہیز کے خیال سے پوچہا کہ یہ کیا ہے! شاہ صاحب نے کہا سنکہیا ہے سنکہیا - دیکہو کہاؤگے تو مرجاؤگے - اُستاد نے ہنس دیا - اور کہا کہ ع بہلا تم زہر دے دیکہو اثر ہووے تو مین جانوں - اگرچہ یہ مصرع قدیمی میان مجذوب[ف] کا ہے مگر چونکہ کہانے کا موقع تہا اسلئے سکو بہت مزا دیا -

جن دنون شاہ صاحب سے معرکے ہورہے تہے - منشی فیض پارسا دہلی کالج مین مدرس فارسی کے تہے

[ف] دیکہو صفحہ ۴۰۱

اور اُن دنون جوانی کے عالم مین شاعری کے جوش و خروش مین تھے اُنہون نے مدرسہ مین بڑی دہوم دہام سے مشاعرہ قایم کیا اور اِسی انشائے اُردو کی ترقی کا جزو اعظم ٹھہرا کر صاحب پرنسپل سے مدد لی۔ اُندنون مدرسہ اجمیری دروازہ کے باہر تہا۔ شہر کے دروازے ۹ بجے بند ہو جاتے تہے۔ گڈہ کپتان سے اجازت لی کہ مشاعرہ کے دن ۲ بجے تک اجمیری دروازہ کہلا رہا کرے غرض مشاعرہ مذکور اس شان و شکوہ سے جاری ہوا کہ پہر کوئی ایسا مشاعرہ دلی مین نہین ہوا۔ شہر کے رؤسا اور تمام نامی شاعر موجود ہوتے تہے مگر سب کی نگاہین شاہ صاحب اور شیخصاحب کیطرف ہوتی تہین۔ چنانچہ ایک مشاعرہ مین شاہ صاحب نے غزل۔ قفس کی تیلیان۔ خس کی تیلیان پڑہی دوسرے مشاعرہ مین یہی طرح ہو گئی۔ سب غزلین کہکر لائے۔ شیخ مرحوم نے دو غزلہ لکہا اور اُسپر کچہہ تکرار ہوئی۔ اِسپر جوش مین آکر فرمایا کہ برس دن تک جو مشاعرہ ہو اُسمین علاوہ غزل طرحی کے ایک غزل اِسی زمین مین ہوا کرے چنانچہ دو مشاعرون مین ایسا ہوا۔ ایسے معرکون مین عوام الناس بہی شامل ہوتے ہین۔ تیسرے جلسہ مین جب انہون نے غزل پڑہی تو بعض شخصون نے کچہہ کچہہ چوٹین کین۔ جنہین شیخصاحب کی طرفدار سمجہے کہ شاہ صاحب کی اشارے سے ہوئین۔ زیادہ تر یہہ کہ شاہ وجیہہ الدین منیر[۲۵] یعنے شاہ صاحب کی صاحبزادے نے یہہ شعر بہی پڑہ دیا۔

ڈھانچ مین تو ہین وہی اگلے برس کی تیلیان	گرچہ قندیل سخن کو منڈہ لیا تو کیا ہوا

اِسپر تکرار زیادہ ہوئی اور مشاعرہ بند کر دیا گیا کہ مبادا زیادہ بے لطفی ہو جاوے۔ اُنہی دنون مین ایکدفعہ میر محمد خان اعظم الدولہ نے کہ سرور تخلص کرتے تھے اور پُرانے شاعر

[۲۵] بعض بزرگون سے سُنا کہ لالہ گھنشام داس عاصی نے پڑہا تہا۔ وہ بہی شاہ نصیر کے شاگرد تہے اور اُن دنون نوجوان لڑکے تہے۔ جنہین انہین دلی مین حکیم سکہانند مرحوم کے مکان پر دیکہا تہا۔ بڈہے ہو گئے تہے مگر طبیعت مین جوانون سے زیادہ شوخی تہی۔ اُسوقت کی باتین اِسطرح سُناتے تہے جیسے کوئی کہانیان کہتا ہے۔

تھے ایک تذکرہ شعرائے اُردو کا لکھا۔ اُستاد مرحوم اتفاقاً اُنکے بالاخانہ کے سامنے سے گذرے اُنھون نے بُلایا۔ اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ۔ ہمارا تذکرہ تمام ہوگیا۔ اِسکی تاریخ تو کہدو۔ اِنھون نے کہا کہ اچھا فکر کرونگا۔ اُنھون نے کہا کہ فکر کی کچھ نہین۔ ابھی کہدو۔ فرمایا تھے کہ خدا کی قدرت اُنکے خطاب اور تخلص کے لحاظ سے خیال گذرا کہ دریای اعظم دلیذ حساب کیا تو عدد برابر تھے مینے جھٹ کہدیا۔ حاضرین جلسہ حیران رہگئے۔

۔ شہیدی مرحوم دلّی مین آئے۔ امرائے شہر سے ملاقاتین ہوئین۔ نواب عبد اللہ خان صدر الصدور[۲۵] شعر کے عاشق تھے اُنسے ایک جلسہ مین میان شہیدی نے کہا کہ آج ہندستان مین تین شیخ ہین۔ لکھنؤ مین ناسخ۔ دلّی مین ذوق۔ دکن مین حفیظ۔ اُنھون نے کہا کہ ناسخ کی اولیّت کا سبب؟ میان شہیدی نے۔ چمن کی شاخ۔ یاسمن کی شاخ کی غزل پڑھی خان موصوف نے اُستاد مرحوم سے کہا۔ اِنھون نے اس غزل پر ایک بڑی سیر قوافی غزل کھی۔ اور یہ بھی کہا کہ اب جو کوئی اِس طرح مین غزل کہیگا ہر ایک قافیہ کو جس جس پہلو سے مینے باندھ دیا ہے اُس سے الگ کرکے نہ باندھ سکیگا۔ نواب عبد اللہ خان کی فرمایش سے غزل ہوئی اُنہی کی وساطت سے یہ گفتگوئین ہوئین تھین۔ اُنھون نے تجویز کی کہ مشاعرہ میں برسرِ معرکہ غزلین پڑھی جائین۔ مگر شہیدی مرحوم بے اطلاع چلے گئے نواب نے بھیجے آدمی دوڑایا۔ اُسنے بریلی مین جا پکڑا مگر وہ تشریف نہ لائے۔ غزل مذکور انشاء اللہ شایقان سخن کے ملاحظہ سے گذریگی۔ خدا دیوان پورا کرے۔

ایک دن حسبِ معمول بادشاہ کے پاس گئے۔ اُندنون مین مرزا شاہرخ ایک بیٹے بادشاہ کے تھے کہ اُنھون نے بہت سی خدمتین کاروبار کی قبضہ مین کر رکھی تھین۔ اور اکثر حاضر رہا کرتے تھے۔ وہ اِسوقت موجود تھے۔ اِنھین دیکھتے ہی بولے کہ۔ لیجئے وہ بھی آہی پہنچے معلوم ہوا کہ بادشاہ کی ایک غزل ہے اِسکے ہر شعر مین ایک ایک مصرع پیوند کرکے شلث

[۲۵] نواب اصغر علیخان اصغر۔ شاگرد مومن جنہون نے نسیم تخلص کیا۔ یہ اُنکے والد تھے۔

کرنا چاہتے ہین - مگر ایجاد یہہ ہی کہ مصرع جو لگی بموجب رواج قدیم کے اوپر نہ لگے - بلکہ ہر شعر کے نیچی ایک ایک مصرع لگی کہ جس سے گویا ہر بند مین ایک ایک مطلع پیدا ہوتا جاے غرض بادشاہ نے غزل انہین دی کہ استاد اسپر مصرع لگا دو - انہون نے قلم اٹھا کر ایک شعر پر نظر کی - اور فوراً مصرع لگا دیا - اسیطرح دوسری مین - تیسری مین مسلسل غزل تمام کر کے جتنی دیر مین نظر ڈالی بے تامل ساتہہ ہی مصرع لکہتے گئی اور اسیوقت پڑہکر سنائی - سب حیران ہو گئے - بلکہ مرزا شاہرخ نے کہا کہ استاد آپ گہر سی کہکر لائی تہے بادشاہ بولے - بہلا انہین کیا خبر تہی کہ یہان کیا ہو رہا ہی - خصوصاً جس حال مین ایجاد بہی ایسا نیا ہو - دیکہو صفحہ - ۵۰۱

نقل - برسات کا موسم تہا - بادشاہ بموجب معمول کے قطب صاحب گئی ہوئی تہے مرزا فخرو بادشاہ کی صاحبزادی (کہ اخیر کو ولیعہد بہی ہو گئی تہے) ایک دن وہان چاندنی رات مین تلاؤ کے کنارے چاندنی کی بہار دیکہہ رہی تہے - استاد مرحوم پاس کہڑی تہے - انہین بہی شعر کا شوق تہا اور استاد کی شاگرد تہی - انکی زبان سے یہہ مصرع نکلا ع - چاندنی دیکہی اگر وہ مہ جبین تالاب پر - انہی کہا کہ استاد اسپر مصرع لگائیے گا - انہون نے فوراً کہا ع تاب عکس رخ سے پانی پہیر دے مہتاب پر

اصلاح

نواب حامد علیخان کی خسر نواب فضل علیخان سی اور شیخ مرحوم سے سابقہ محبت بہی تہا - اسلئی نواب حامد علیخان مرحوم بہی محبت و اخلاق سی ملا کرتے تہے - ایک دن دیوان خاص مین کہڑی ہوئی شعر سنتے سناتی تہی - نواب موصوف نے خواجہ وزیر کا مطلع پڑہا -

چاند جو تیری صدقہ مین رہا ہوتا ہے — اے شہ حسن وہ چہٹتے ہی ہما ہوتا ہے

استاد مرحوم نے کہا کہ صدقہ مین اکثر کوا چہڑواتے ہین اسلئی زیادہ تر مناسب ہی -

زاغ بہی گر تیری صدقہ مین رہا ہوتا ہے — اے شہ حسن وہ چہٹتے ہی ہما ہوتا ہے

ف ۱ ایسی بہت اصلاحین روز ہو جاتی تہین - لکہی جائین تو ایک کتاب بن جائے -

ایکدفعہ قلعہ مین مشاعرہ تھا۔ حکیم آغاجان عیش کہ کہن سال مشاق اور نہایت زندہ دل شاعر تھے۔ اُستاد کے قریب ہی بیٹھے تھے۔ زمین غزل تھی۔ یار دے۔ بہار دے۔ روزگار دے۔ حکیم آغاجان عیش نے ایک شعر اپنی غزل مین پڑھا۔ ح۲۵

رہے شمع صبح ہوتی ہے روتی ہے کس لئے   تھوڑی سی رہگئی ہے اسے بھی گذار دے

اِنکے ہان بھی اِسی مضمون کا ایک شعر تھا۔ باوجود اُس رتبہ کے لحاظ اور پاس مُروّت حد سے زیادہ تھا۔ میرے والد مرحوم پہلو مین بیٹھے تھے اُنسے کہنے لگے کہ مضمون لڑ گیا۔ اب مین وہ شعر نہ پڑھون؟۔ انہون نے کہا کیون نہ پڑھو۔ نہ پہلے سے اُنہون نے آپ کا مضمون سُنا تھا نہ آپ نے اُنکا۔ ضرور پڑھنا چاہیئے!۔ اِس سے بھی طبیعتونکا اندازہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک منزل پر دونو فکر پہنچے مگر کس کس انداز سے پہنچے۔ چنانچہ حکیم صاحب مرحوم کے بعد ہی انکے آگے شمع آئی انہون نے پڑھا۔

ح۲۵ حکیم آغاجان صاحب عیش۔ بادشاہی اور خاندانی طبیب تھے۔ زیورِ علم اور لباسِ کمال سے آراستہ۔ صاحب اخلاق۔ خوش مزاج۔ شیرین کلام۔ شگفتہ صورت جب دیکھو یہی معلوم ہوتا تھا کہ مسکرا رہے ہین۔ ساتھ اِسکے شعر کا عشق تھا۔ طبیعت ایسی ظریف و لطیف۔ اور لطیفہ سنج پائی تھی کہ جسے شاعری کی جان کہتے ہین۔ غزل۔ صفائی کلام۔ شوخی مضامین اور حُسنِ محاورہ سے پہلو نکی چہرہ سی ہوتی تھی۔ اور زبان گویا لطائف و ظرائف کی پھلجھڑی۔ مینے دو دفعہ اُستاد کے ساتھ مشاعرہ مین دیکھا تھا۔ نام افسوس اِسوقت تصویر آنکھون مین پھر گئی۔ میانہ قد۔ خوش اندام۔ سر پر ایک ایک اُنگل بال سفید۔ ایسی ہی ڈاڑھی اُس گوری سرخ و سفید رنگت پر کیا بھلی معلوم ہوتی تھی۔ گلے مین ململ کا کرتہ۔ جیسے چنبیلی کا ڈھیر پڑا ہنس رہا ہے۔ مین اُن دنون دہلی کالج مین پڑھتا تھا۔ اُستاد مرحوم کے بعد ذوقِ سخن اور انکے کمال کی کشش نے کھینچکر انکی خدمت مین بھی پہنچایا۔ اب اُن صورتونکو آنکھین ترستی ہین اور نہین باتین۔ ۱۲۷۴ھ کے غدر کے چند روز بعد دنیا سے انتقال کیا۔ خدا مغفرت کرے۔ ٭ بقیہ بصفحہ دیگر

بصفحہ دیگر

اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات	رو کر گذار یا اسے ہنسکر گذار دے

ایک دن معمولی دربار تھا۔ اُستاد بھی حاضر تھے۔ ایک مرشد زادی تشریف لائے۔ وہ شاید کسی اَور مرشد زادی کی یا بیگمات میں سے کسی بیگم صاحب کی طرف سے کچھ عرض لیکر آئے تھے اُنہوں نے آہستہ آہستہ بادشاہ سے کچھ کہا اور رخصت ہوئے۔ حکیم احسن اللہ خان بھی موجود تھے۔ اُنہوں نے عرض کی کہ صاحب عالم اِسقدر جلدی؟ یہہ آنا کیا تھا اور تشریف لیجانا کیا تہا صاحب عالم کی زبان سے اُسوقت نکلا کہ اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے۔ بادشاہ نے اُستاد کیطرف دیکہکر فرمایا کہ اُستاد! دیکھنا کیا صاف مصرع ہوا ہے اُستاد نے بے توقف عرض کی کہ حضور

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے ... اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

یہہ اواخرِ عمر کی غزل ہے۔ اِسکے دو تین ہی برس بعد انتقال ہو گیا۔

بُلبُلِ الشعرا۔ ایک شخص عبد الرحمٰن نام پورب کی طرف سے دلّی میں آئے۔ اور حکیم صاحب کے پاس ایک مکان میں مکتب تہا۔ اسمیں لڑکے پڑہانے لگے۔ حکیم صاحب کے خویش و اقارب میں سے بھی بعض لڑکے وہان پڑہتے تھے اِنمیں ایک لڑکا سکندر نامہ پڑہا کرتا تہا۔ حکیم صاحب کا معمول تہا کہ آٹھویں ساتوین دن لڑکوں سے ایک لڑکے کا سبق سُنا کرتے تھے۔ سکندر نامہ کا سبق جو سُنا تو عجایب غرایب معنامین سننے میں آئے۔ فرمایا کہ اپنے مولوی صاحب کو کسی وقت ہمارے پاس بہیجنا۔ وہ دوسرے ہی دن تشریف لائے۔ حکیم صاحب آخر حکیم تھے۔ ملاقات ہوئی تو اوّل قیافہ سے پھر گفتگو سے نبض دیکھی۔ معلوم ہوا کہ منشئ بُدّسے زیادہ مادہ نہین مگر یہہ طرفہ معجون انسان تھوڑی سی ترکیب میں رونق محفل ہو سکتا ہے۔ پوچھا کہ آپ کچھ شعر کا بھی شوق رکھتے ہین؟ مولوی صاحب نے کہا کہ کیا مشکل بات ہے۔ ہو سکتا ہے۔ حکیم صاحب نے کہا کہ ایک جگہہ مشاعرہ ہوتا ہے ۸۔ ۱۰ دن باقی ہین۔ یہہ طرح کا مصرع ہے۔ آپ بھی غزل کہئے تو مشاعرہ میں لیچلیں۔ وہ مشاعرہ کو بھی نہ جانتے تھے۔ اُسکی صورت بیان کی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اس عرصہ میں بہت کچھ ہو سکتا ہے غزل کہکر لائے تو سبحان اللہ۔ اور مولوی صاحب نے تخلص کہا۔ حکیم صاحب کی طبع ظریف کو مشغلہ تو ایسا الله دے۔ المختصر یہہ

ایک دن دربار سے آکر بیٹھے تھے جو مین پہنچا - افسردہ ہوکر کہنے لگے کہ آج عجیب ماجرا گذرا
مین جو حضور مین گیا تو محل مین تھے وہین بلا لیا - اور مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے - اُستاد
آج مجھے دیر تک ایک بات کا افسوس رہا - مینے حال پوچھا - کہا کہ وہ اچھا قصیدہ تمنے
ہمارے لئے کہا تھا اُسکے وہ اشعار آج مجھے یاد آگئے - انکے خیالات سے طبیعت کو عجب لطف
حاصل ہوا مگر ساتھ ہی خیال آیا کہ اب تم یہہ قصیدے ہمارے لئے کہتے ہو - ہم مرجائینگے
تو جو تخت پر بیٹھے گا اسکے لئے کہوگے - مینے عرض کی کہ حضور کچھہ تردد نفرمائین - خیمہ
پیچھے گرتا ہے میخین اور طنابین پہلے ہی اکھڑ جاتے ہین - ہم حضور سے پہلے ہی اُٹھ جائینگے
اور حضور خیال فرمائین کہ عرش آرامگاہ کے دربار کے لوگ حضور کے دربار مین کہان تھے؟
فردوس منزل کے امرا انکے عہد مین کہان تھے - عرش منزل کے فردوس منزل کے دربار
مین کہان تھے - فردوس منزل کے امیر عرش آرامگاہ کے دربار مین کہان تھے -

---

بہت تعریف کی - غزل کو جابجا اصلاحین دیکر خوب لون مرچ چھڑکا - مولوی صاحب بہت خوش ہوگئے
یہہ دیکھکر حکیم صاحب کو اطمینان ہوا - مولوی صاحب کی چھٹی داڑھی - آپ لمبی اور نکیلی - سر منڈا
ہوا - اُسپر انکو عمامہ - فقط کُنٹ بڑہی نظر آتے تھے - حکیم صاحب نے کہا کہ شعرا کو تخلص بھی ایسا چاہیے
کہ ظریفانہ و لطیفانہ ہو - اور خوشنما ہو - اور شان و شکوہ کی عظمت سے نامدار ہو - بہتر ہے
کہ آپ ہُدہُد تخلص کرین - حضرت سلیمان کا راز دار تھا - اور قاصد خجستہ کام تھا - وغیرہ وغیرہ
چنین و چنان - مولوی صاحب نے بہت خوشی سے منظور فرمایا -
مشاعرہ کے دن جلسہ مین گئے - جب انکے سامنے شمع آئی تو حکیم صاحب نے انکی تعریف مین چند فقرے
مناسب وقت فرمائے سب متوجہ ہوگئے - جب اُنہوں نے غزل پڑھی تو مسخرون نے تالیان بجائین
ظرافت نے ٹوپیان اُچھالین - اور قہقہون نے اتنا شور و غل مچایا کہ کسی کی غزل پر اتنی تعریف
کا جوش نہوا تھا - مولوی صاحب بہت خوش ہوئے - چند روز اسطرح مشاعرہ کو اور بعض امرا کے
جلسونکو رونق دیتے رہے مگر کُتب کے کام سے جاتے رہے - حکیم صاحب نے سوچا کہ انکے گذارہ کے
لئے کوئی انتظام ضرور تجویز کرنا چاہیئے - انسے کہا کہ بادشاہ کی تعریف مین ایک قصیدہ لکھو مطبوع دلکش

عرش آرامگاہ کے امرا آج حضور کے دربار مین کہان ہین! - بس یہی خیال فرما لیجئے
- جو جسکے ہوتی ہین وہ اُسیکے ساتھ جاتے ہین - نیا سیر مجلس نئی ہی مجلس جماتا ہی اور اپنا
سامانِ مجلس بھی اپنے ساتھ ہی لاتا ھی یہہ سنکر حضور بھی آبدیدہ ہوئے مین بھی آبدیدہ
ہوا مگر خیال مجھے یہہ آیا کہ دیکھو ہم ہمیشہ نماز کے بعد حضور کی سلامتی کی دُعائین مانگتے ہین
خدا شاہد ھی اپنا خیال اسطرح آجتک کبھی نہین آیا - حضور کو ہمارا خیال بھی نہین -
میان! دنیا مین کوئی کسیکا نہین ہی -

شیخ مرحوم ضعف جسمانی کے سبب سے روزہ نرکھتے تھے مگر اسپر بھی کسی کے سامنے کہاتے
پیتے نہ تھے - کبھی دوا یا شربت یا پانی بھی پینا ہوتا تو یا کوٹھے پر جاکر یا گھر مین جاکر پی آتے
ایکدفعہ مینے پوچھا - کہا کہ - میان خدا کے گنہگار ہین وہ عالم نہان و آشکار کا ھی -
اُسکی تو شرم نہین ہو سکتی - بہلا بندے کی تو شرم رہے -

تو تمھین ایک دن دربار مین لیچلین - دیکھو رزاق مطلق کیا سامان کرتا ھی - قصیدہ تیار
ہوا اور حکیم صاحب نے مدد کو آڑا کر دربار مین پہنچا دیا - افسوس کہ اب نہین مل سکتا
ہی شعر یاد ہین - مشتے نمونہ از خروارے - تحفۂ احباب کرتا ہون -

جو تیری مدح مین مَین جرخ اپنی ادا کردون
جو آکے ریز کرے میرے آگے موسیقار
جو سرکشی کرے آگے میرے ہما آکر
مین کہانے والا ہون نعمت کا اور میرے لئے

تو رشک باغ ارم اپنا گہونسلا کردون
تو اُسکے کان مروڑون کہ بے سُرا کردون
تو اُسکو نوچکے بے شکل بنولا کردون
فلک کہے ہے مقدر مین باجرا کردون

بادشاہون اور امیرونکو مسخرا پن بلکہ زمانہ کی طبیعت کو یہہ غذا موافق ہی - ظفر نے خود شاعر
تہے خطاب عطا فرمایا - طایر الاراکین - شہیر الملک - ہُدہُد الشعرا - منقار جنگ بہادر اور
اسپر مہینا بھی کر دیا - کہ انکی شاعری کی بُنیاد قایم ہو گئی - پہر تو سر پر لمبے لمبے بال ہو گئے
اُنمین چنبیلی کا تیل پڑنے لگا - اور ڈاڑہی دو شاخہ ہو کر کانون سے باتین کرنے لگی -
ایک برس برسات نے انکا مکان گرا دیا - گہونسلے کی تلاش مین بہٹکتے پہرے - مکان ہاتھ نہ آیا لعنبو پر

رمضان کا مہینا تھا - گرمی کی شدت - عصر کا وقت - نوکر نے شربت نیلوفر کٹوری میں گھولکر کوٹھے پر تیار کیا - اور کہا کہ ذرا اوپر تشریف لیجلیے - چونکہ وہ اسوقت کچھہ لکھوا رہے تھے - مصروفیت کے سبب سے نہ سمجھے اور سبب پوچھا - اُسنے اشارہ کیا - فرمایا کہ لے آ یہیں - یہہ ہمارے یار ہیں اِنسے کیا چھپانا - جب اُسنے کٹورا لا کر دیا تو یہہ مطلع کہا کہ فی البدیہہ واقع ہوا تھا -

ملا جی آنکا دا ہمکو کسکی منا قبیا چوری ۔ خدا کی جب نہیں چوری تھی پھر بندے کی کیا چوری

محبوب علیخان خواجہ سرا سرکار بادشاہی میں مختار تھے - اور کیا محل کیا دربار دونو جگہ اختیار کلی رکھتے تھے - مگر بشدت چڑ چڑا پن رکھتے تھے - کسی بات پر ناخوشی ہوئی - میاں صاحب نے حج کا ارادہ کیا - ایک دن میں اُستادِ مرحوم کے پاس بیٹھا تھا کہ کسی شخص نے آ کر کہا میاں صاحب کعبہ اللہ جاتے ہیں - آپ ذرا تامل کر کر مُسکرائے اور یہہ مطلع پڑھا -

حکیم صاحب سے شکایت کی - فرمایا کہ بادشاہی مکانات شہر میں بہتیرے پڑے ہیں - کیا ایک جگہ سے اُنکے فیصلے کو بھی انہیں جگہ نہ ملے گی - دیکھو بندوبست کرتے ہیں - جھٹ عرضی موزون ہوئی - چند متفرق شعر اُسکے بھی یاد ہیں -

جز تیرے شاہنشاہا کہ کسکے آگے رو دیجیے
تجکو تو حق نے کیا ملکِ سخن کا شہسوار
حیف آتا ہو کہ تختِ شعر میں کیوں کوئی ہم
سنگلاخ ایسی زمیں ہو سیج اے دل تا کجا
رشتہٴ عمرِ شہنشاہِ جہاں ہووے دراز
دیجیے تو اسکو بھی زمینِ شعر کی ہرگز گھسا

کس سے کہیے جا کے یہہ غم کہ ہمارا گھر نہیں
میں بٹھا کر سندِ طبع کو میدان پیٹھی
کہ شکر ہم سکیتے اس سر شانے بوجھیے
قدر کیجیے سرق اسمیں اور چھپر ڈھو جیے
یا تنہ اگلتے رہیں دنیا میں جبتک جیجیے
مارتا پھرتا تیرا ... تاکہ ...

ایکسال سرکار شاہی میں تنخواہ کو دیر لگی - سبد نے حکیم صاحب سے شکایت کی - میاں مسیح الملک امراض فکر کے لئے علاج تھے اسیطرح بھوک کے تدارک کا بھی نسخہ تیار رہتا - ایک قطعہ اسی شکل کی صحیح میں موزون ہوا کہ اُنہی دنوں خانساماں کی تنخواہ اُنہیں سپرد ہوئی تھی د

وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے	دل قمار خانہ مین بت سے لگا چکے

والد مرحوم نے بہ نیتِ وقف امام باڑہ تعمیر کیا۔ ایکدن تشریف لائے۔ اُنسے تاریخ کے لیئے کہا۔ اُسیوقت تامّل کرکے کہا تعزیت گاہِ امامِ دارین ۔ پوری تاریخ ہے۔

حکیم میر فیض علی مرحوم اِنکے اُستاد بہی تھے اور اُنھی کا آپ علاج بھی کیا کرتے تھے۔ ایک دن مین بھی موجود تہا نوکر نے آکر کہا کہ آج میر فیض علی کا انتقال ہوا بار بار پوچھا اور ایسا اضطراب ہوا کہ اُٹھکر ٹہلنے لگے۔ کچھہ سوچکر دفعۃً بولے کہ ہائے میر فیض علی ۔ مجھسے کہا کہ دیکھو تو یہی تاریخ ہے؟ ۔ حساب کیا تو عدد برابر تہے۔

ایک شخص نے آکر کہا کہ میرے دوست کا نام غلام علی ہے اور باپ کا نام غلام محمد ہے ۔ اُسنے نہایت تاکید سے فرمایش لکھی ہے کہ حضرت سے ایسا سجع کہوا دو کہ جسمین دونو نام آجائین آپ نے سنکر وعدہ کیا اور کہا کہ دو تین دنمین آپ آئیگا ۔ انشا اللہ ہو جائیگا

دو شعر اسوقت یاد ہین وہی لکھتا ہون ۔

خدا کا فضل ہے جو قلعہ مین تو آ براجا ہے	جہان مین آج وہی سنگھ تو راجو نکا راجہ ہے
تو سرداروں کا سردار اور مہاراجو نکا راجا ہے	سلیمان نے ہے تیرے ہاتھہ مین دی رزق کی کنجی
دمامہ تیرا جاکر گنبد گردون پہ باجا ہے	شکم اہل جہان کرسب ہین شکر انکے بجا لاتے
مگر ہد ہد کو دیتے کیون؟ ۔ یہی ہد ہد کا کہنا ہے	کسیکو دے نہ دے تنخواہ تو منجانب ہے اسکا

حکیم صاحب ہمیشہ فکر سخن مین رہتے تھے اُسمین جو ظرافت کے مضامین خیال مین آتے انہین موزون کرکے ہد ہد کی جو تیج مین دیدیتے تہے ۔ وہ انکو بلکہ دو چار اور جا بموزون کر لیتے بہی بہت ہے ۔ چند شعر یاد ہین۔ تفریح طبع کے لیئے لکھتا ہون۔

اندر ہی ایک بہا نکا لا سب سے	رباعی ہد ہد کا مذاق ہے نرالا سب سے
اُڑتا ہی ہے دیکھو بالا بالا سب سے	سرو فتر لشکر سلیمان ہے یہ
تیر نکلا جو کمانسے تو گریزان نکلا	راست آشنو نکو نفرت ہے کج آشنون سے
غل پڑا بیٹہ رہو ملک سلیمان آیا	آشیانسے جو غزل پڑھتے کو ہد ہد آیا

وہ رخصت ہوکر چلے۔ ڈیوڑھی سے باہر نکلے ہونگے۔ جو نوکر سے کہا کہ دوڑیں بلانا ابھی

لینا لینا۔ خوب ہوا انکی تقاضے سے جلد ہی تخلص ہوگئی۔ مجھے مناسب ہو کر کہا۔

ح۔ حیدر غلام محمد پسر غلام علی۔

دیوان چندو لال نے انکا کلام سنکر مصرع طرح بھیجا اور بلا بھیجا۔ آپ نے غزل کہکر بھیجی

اور مقطع میں لکھا۔

آج کل گرچہ دکن میں ہے بڑی قدر سخن ۔۔۔ کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

انہوں نے خلعت اور پانسو روپے بھیجے مگر یہ نہ گئے۔ ایک دن تمیز نہ جانیکا سبب پوچھا فرمایا

نقل۔ کوئی مسافر دلی میں مہینہ بیس دن رہکر چلا۔ یہاں ایک کتا مل گیا تھا۔

وہ وفا کا مارا ساتھ ہولیا۔ شاہدرہ پہنچکر دلی یاد آئی اور رہگیا۔ وہاں کے کتوں نے

دیکھا گردنیں فربہ۔ بدن تیار۔ چکنی چکنی پشم۔ ایک کتا انہیں دیکھکر خوش ہوا

حکیم صاحب کے اشارہ پر ہدہد بلبلان سخن کو ٹھونگیں بھی مارتا تھا۔ چنانچہ بعض غزلیں

سر مشاعرہ پڑھتا تھا۔ جسکے الفاظ نہایت شستہ اور رنگین۔ لیکن شعر بالکل بے معنی۔ اور

کہدیتا تھا کہ یہ غالب کے انداز میں غزل لکھی ہے۔ ایک مطلع یاد ہے۔

مرکز محور گردوں بہ لب آب نہیں ۔۔۔ ناخن قوس قزح شب مہ مضراب نہیں

غالب مرحوم تو بہتے دریا تھے۔ سنتے تھے اور ہنستے تھے۔ مومن خان وغیرہ نے ہدہد کے شکار

کو ایک باز تیار کیا۔ انہوں نے اسکو بھی پر تولے۔ مشاعرے میں خوب جھپٹ ہوئی مگر

اسکے شعر مشہور نہیں ہوئے۔ ہدہد کا کوئی شعر یاد ہے۔ پہلا مطلع بھول گیا۔

جسکو کہتے ہیں ہدہد۔ وہ تو نر شیر و نگار ادا ہے ۔۔۔ مقابل تیرے کیا ہو۔ تو تو ایک چڑے کی مادہ ہے

گر ابکے بازڑی میدان میں آئی سامنے میرے ۔۔۔ تو دم میں پر نہ چھوڑونگا۔ یہی میرا ارادہ ہے

مقرر باز جو اپنا تخلص ہے کیا تو نے ۔۔۔ ہوا معلوم یہ اپنے کہ کہہ تیرا کشادہ ہے

ادب امر بے ادب۔ اب تک نہیں تجکو خبر اسکی ۔۔۔ کہ ہدہد سب جہانکو طائر و نگا میرزادہ ہے

چند روز کے بعد باز اُڑ گیا۔ یاروں نے ایک کوا تیار کیا زاغ تخلص کہا۔ بعضے دیگر

اور دِلّی کا سمجہکر بہت خاطر کی - دلہائیون کے بازار مین لیگیا - حلوائی کی دُکان سے
ایک بالوشاہی اوڑ اکر سامہنے رکہا - بہٹیارہ کی دُکان سے ایک کلّہ چہٹیا - یہہ ضیافتین
کہاتے اور دِلّی کی باتین سناتے رہے - تیسرے دِن رُخصت مانگی - اوس نے روکا -
اِنہون نے دِلّی کے سیر تماشے اور خوبیون کے ذکر کیئے - آخر چلے اور دوست کو بہی دِلّی
آنے کی تاکید کر آئے - اُسے بہی خیال رہا اور ایک دن دلّی کا رُخ کیا - پہلے ہی مرگہٹ کے
کُتّے مُردار خوار - خونی آنکہین - کالے کالے مُنہہ نظر آئے - یہہ لڑتے بہڑتے نکلے -
دریا ملا - دیر تک کنارہ پر پہرے - آخر کو دیڑہے - مرکہپ کر پار پہنچے - شام ہو گئی تہی
شہر مین گلی کوچون کے کُتّون سے بچ بچا کر ڈیرہ پہر رات گئی تہی جو دوست سے ملاقات
ہوئی - یہہ بیچارے اپنی حالت پر شرمائے - بظاہر خوش ہوئے اور کہا آہو اِسوقت تم
کہان؟ - دِلمین کہتے تہے کہ رات نے پردہ رکہا - ورنہ دن کو یہان کیا دہرا تہا - اُسے لیکر
اِدہر اُدہر پہرنے لگے - یہہ چاندنی چوک ہے - یہہ دریبہ ہے - جامع مسجد ہے مہمان نے
کہا - یار بہوک کے مارے جان نکلی جاتی ہے - سیر ہو جائیگی - کچہہ کہلواؤ تو سہی - اِنہون
نے کہا عجب وقت تم آئے ہو اب کیا کرون - بارے جامع مسجد کی سیڑہیون پر جا کر کبابی

اِنہون نے اُسکی بہی خوب خبر لی - وہ بہی چند روز مین آندہی کا کوّا ہو کر غایب غلّا ہو گیا -

جون آیا ہے بدل اپنے عدو کوے کی — اِسکی سطو پانو سے تا سر وہی خو کوے کی
وہی گان کان - وہی کین کین وہی ٹان ٹان اُسکی — بات چہوڑی نہین ہان ایک سر مو کوے کی
پہلے جانا تہا یہی سب کہ کوا ہو گا — پہر جو معلوم کیا - ہے یہہ بہو کوے کی
بنگلے کوّا جو یہہ آیا ہے تو اہو ہُد ہُد شاہ — دُم کتر دینے کو کچہہ کم نہین تو کوے کی

جو جانور ہُد ہُد کے مقابل ہوتے تہے اُنہین استقلال نہ تہا چند روز مین ہَوا ہو جاتے تہے - کیونکہ بالطبع والدکی طبیعت مین استقلال اور مادّہ تہا - ہمیشہ اُنکے ڈہب کی غزل کہکر مشغلہ جاری رکہتا - اور مشاعرہ کی غزل کا حسب حال تیار کرنا کچہہ آسان کام نہین ہے - سب سے بڑی بات یہہ تہی کہ اُنکے آذوقہ کو استقلال نہ تہا - بعض دیگر

مرچون کی ہانڈی بہول گئے تہے - اِنہون نے کہا - لو یار بڑی قسمت والی ہو - وہ دن بہرکا
بہوکا تھا مُنہہ پہاڑکر گرا - اور ساتہہ ہی مُنہہ سے مغز تک گویا بارود اُڑ گئی - چہینک
کر پیچہے ہٹا - اور چلّاکر کہا واہ بہی دلّی! اِنہون نے کہا - اِس چٹخارے ہی کے مارے
تو پڑے ہین -

عادت تہی کہ سات آٹہہ بجے مکان ضرور جاتے تہے اور تین چار چلمین حقّہ کی وہان
پیتے تہے - مین چہٹی کے دن اُسوقت جایا کرتا تہا - اور دن بہر وہین رہتا تہا - مکان کے اندر
ڈیوڑہی مین تہا - پانو کی آہٹ پہچانتے تہے - پوچہتے کہ تم ہو؟ - مین تسلیم عرض کرتا -
چہوٹی سی انگنائی تہی - پاس ہی چارپائی - وہین بیٹہہ جاتا - فرماتے - اجی ہاں وہ شعر آزاد
تمنے کیا پڑہا تہا؟ - ایک دو لفظ اُسکے پڑہتے - مین سارا شعر عرض کرتا - فرماتے ہان
اب اِسے یون بنالو - ایک دن ہنستے ہوئے پاٹخانے سے نکلے - فرمایا کہ لوجی ۳۲ برس کے
بعد آج اصلاح دینی آئی ہے - حافظ ویران نے کہا - حضرت کیونکر؟ - فرمایا - ایکدن شاہ نصیر
مرحوم کسی شاگرد کو اصلاح دے رہے تہے - اُسمین مصرع تہا - ع کہاتی کمر ہے تین بل
ایک گدگدی کے ساتہہ - ابتدائی مشق تہی - اتنا خیال مین آیا کہ یہان کچہہ اَور ہونا چاہئے
اور جب سے اکثر یہہ مصرع کہٹکتا رہتا تہا - آج وہ نکتہ حل ہوا - عرض کی حضرت پہر کیا؟ -
فرمایا - ع کہاتی ہے تین تین بل ایک گدگدی کے ساتہہ کر کر اوپر تلے دو - عرض کی -
پہر وہ کیونکر - تب یہہ مصرع اُلٹ پلٹ کئے تہے ایک اِسوقت خیال مین ہے - ع

بل پے کرکر زلفِ مسلسل کے بیچ مین +
کہاتی ہے تین تین بل ایک گدگدی کے ساتہ +

کابلی دروازہ پاس ہی تہا - شام کو باہر نکلکر گہنٹون ٹہلتے تہے - مین اکثر ساتہہ ہوتا تہا -

---

اِنکا آذوقہ سرکار بادشاہی سے مقرر ہی تھا اور اِدہر اُدہر سے جو چُنگ کرچہ ہدیہ نذرانہ آتے
تہے وہ اِنکی چاٹ تہی -

مضامین کتابی۔ خیالات علمی افادہ فرماتے۔ شعر کہتے۔ ایک دن بادشاہ کی غزل کہہ رہے تھے۔ تیر ہمیشہ۔ تصویر ہمیشہ۔ سوچتے سوچتے کہنے لگے۔ تم بھی تو کچھ کہو۔ مین نے کہا کیا عرض کرون۔ فرمایا۔ میان! اسیطرح آتا ہے۔ ہون ہان۔ غون غان کچھ تو کہو۔ کوئی مصرع ہی سہی۔ مین نے کہا۔ ع سینہ سے لگائیے تیری تصویر ہمیشہ۔ ذرا تامل کر کے کہا۔ ہان درست ہے۔ ؎

آجاتے اگر ہاتھ تو کیا جین سے رہتے	سینہ سے لگائیے تیری تصویر ہمیشہ

اب جو کبھی دلی جانا ہوتا ہے اور اُس مقام پر گذر ہوتا ہے تو آنسو نکل پڑتے ہین۔

اِس مطلع پر حضور نے کئی دفعہ جال ماری مگر یہہ ٹال گئے۔ مضمون آنہ سکا۔ مطلع انھون نے دیا

کیا کہون اُس ابروے پیوستہ کو دل بس مین ہے	ایک طمنچہ جھلیان دو کشش کش آستین ہے

بادشاہ کے چار دیوان ہین۔ پہلے مین کچھ غزلین شاہ نصیر کی اصلاحی ہین۔ کچھ میر کاظم حسین بیقرار کی ہین غرض پہلا دیوان نصف سے زیادہ اور باقی تین دیوان سرتاپا حضرت مرحوم کے ہین۔ جن سنگلاخ زمینون مین قلم کو چلنا مشکل ہے اُنکا نظام و سرانجام اِس خوبصورتی سے کیا ہے کہ دل شگفتہ ہوتے ہین۔ والد مرحوم کہا کرتے تھے کہ بادشاہ تمہارا زمین کا بادشاہ ہے۔ طرحین خوب نکالتا ہے مگر تم سرسبز کرتے ہو۔ ورنہ شورزار ہو جائے۔ مُسوّدۂ خاص مین کوئی شعر پورا۔ کوئی ڈیڑھ مصرع۔ کوئی ایک۔ کوئی آدھا مصرع۔ فقط بحر اور ردیف قافیہ معلوم ہو جاتا تھا باقی بخیر۔ یہہ اُن ہڈیون پر گوشت پوست چڑھا کر حسن و عشق کی پتلیان بنا دیتے تھے۔ ایجادی قوتِ قانستون کی حد نہ تھی۔ چند شعر اُس غزل کے لکھتا ہون جسکے ہر شعر کے نیچے مصرع لگایا ہے۔

یا تو افسر مرا شاہانہ بنایا ہوتا	یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا
ورنہ ایسا جو بنایا۔ نہ بنایا ہوتا	

نشۂ عشق کا گر ذوق دیا تھا مجکو — عمر کا تنگ نہ پیمانہ بنایا ہوتا
دل کو میرے خم و خمخانہ بنایا ہوتا

اس خرد نے مجھے سرگشتہ و حیران کیا — کیوں خردمند بنایا نہ بنایا ہوتا
تو نے اپنا مجھے دیوانہ بنایا ہوتا

روز معمورۂ دنیا میں خرابی ہے ظفر — ایسی بستی سے تو ویرانہ بنایا ہوتا
بلکہ بہتر تو یہی تھا نہ بنایا ہوتا

ایک بڈھا چورن مرچن کی پڑیاں بیچا پھرتا تھا اور آواز دیتا تھا۔ تر ہے من چلیگا سودا کھٹا اور میٹھا۔ حضور نے سُنا۔ ایک دو مصرع اسپر لگا کر اُستاد کو بھیجدیے۔ اُنہوں نے دس دوہرے لگا دیے۔ حضور نے رکھ کی کنچنیاں ملازم تھیں۔ اُنہیں یاد کروا دیے۔ دوسرے دن بچہ بچہ کی زبان پر تھی۔ دو بند یاد رہ گئے۔

لے ترے من چلیگا سودا ہے کھٹا اور میٹھا

کنجڑے کی ہٹی ٹہرو دنیا جنس ہے ساری کھٹی — میٹھی چاہے میٹھی لے لے کھٹی چاہے کھٹی
لے ترے من چلیگا سودا ہے کھٹا اور میٹھا

روپ رنگ پر بھول نہ دلمیں دیکھ یہ عشق کے بیری — اوپر میٹھی نیچے کھٹی۔ امبوا کی سی کیری
لے ترے من چلیگا سودا ہے کھٹا اور میٹھا

ایک فقیر صدا کہتا تھا۔ کچھ راہ خدا دیجا۔ جا تیرا بھلا ہوگا۔ حضور کو پسند آئی۔ اُستاد کو کہا۔ اُنہوں نے بارہ دوہرے اسپر لگا دیے۔ مدتوں تک گھر گھر سے اسی کے گانے کی آواز آتی تھی اور گلی گلی لوگ گاتے پھرتے تھے۔ (حافظہ یاوری کرے خدا سلامت رکھے اُنھی نے یہ شعر بھی لکھوائے)

کچھ راہ خدا دیجا۔ جا تیرا بھلا ہوگا۔

دنیا ہے سرا اِسمین تو بیٹھا مسافر ہے	اور جانا تجھے یہان سے - جانا تجھے آخر ہے
کچھ راہِ خدا دے جا - جا تیرا بھلا ہوگا	
جو رب نے دیا تجھکو - تو نام پہ رب کے دے	گر یہان نہ دیا تو نے - وہان لیویگا کیا بندے
کچھ راہِ خدا دے جا - جا تیرا بھلا ہوگا	
دلویگا اوسی کو تو - وہ جسکو ہے دلواتا	بر ہے یہ ظفر تجھکو - آواز سنا جاتا
کچھ راہِ خدا دے جا - جا تیرا بھلا ہوگا	

اس طرح کی ہزارون چیزین تھین - چیتر - ٹھمریان - پہیلیان - سیٹھنیان - کہانتک لکھون۔ ایک دن ٹہل رہے تھے - حافظ ویران ساتھ تھے - بہ تقاضای استنجا بیٹھ گئے - اور وقت معین سے زیادہ دیر ہوئی - انہون نے قریب جاکر خیال کیا تو کچھ گنگنا رہے ہین - اور چٹکی سے جوتی پر کھٹ کھٹ کرتے جاتے ہین - پوچھا کہ - ابھی آپ فارغ نہین ہوئے؟ فرمایا کہ حضور نے چلتے ہوئے ایک ٹھمری کے دو تین انترے سنائے تھے کہ اسے پورا کر دینا - اسوقت اسکا خیال آگیا - پوچھا کہ یہ جوتی پر آپ چٹکی کیون مارتے تھے؟ فرمایا کہ دیکھتا تھا اسکے لفظ تال پر ٹھیک بیٹھتے ہین یا نہین -

حافظ ویران کہتے ہین ایک دن عجب تماشا ہوا - آپ بادشاہ کی غزل کہہ رہے تھے مطلع ہوا کہ

ابرو کی اُسکے بات ذرا چل کے تھم گئی	تلوار آج ماہِ لقا چل کے تھم گئی

دو تین شعر ہوئے تھے کہ خلیفہ اسمعیل دربار سے پھر کر آئے اور کہا کہ اسوقت عجب معرکہ دیکھا - استاد مرحوم متوجہ ہوئے انہون نے کہا کہ جب مین بھوانی شنکر کے چھتے کے پاس پہنچا تو کھاری باولی کے رخ پر دیکھا کہ دو تین آدمی کھڑے ہین اور آپسمین تکرار کر رہے ہین - باتون باتون مین ایسی بگڑی کہ تلوار کھنچ گئی - اور دو تین آدمی زخمی بھی ہوئے - یہان چونکہ غزل کے شعر حافظ ویران سن رہے تھے - ہنسکر بولے کہ حضرت آپ کیا وہان

دنیا کے کیا کرتا ہے سنکر اوپن تو بندے — پر کام خدا را بھی کرلے کوئی یہان بندے

کچھ راہِ خدا دے جا - جا تیرا بھلا ہوگا

موجود تھے - آہستہ سے فرمایا کہ یہین بیٹھے بیٹھے سب کچھہ ہو جاتا ہے - اس سے میرا مطلب یہہ نہین کہ اُنہین کرامات تھی یا وہ غیب دان تھے - ایک حسنِ اتفاق تھا - اہل ذوق کے لطفِ طبع کے لئے لکھدیا - اس سے بڑھکر یہہ ہے کہ ایک دن حضور مین غزل ہو لی جسکا مطلع تھا -

آج ابرو کی تری تصویر کھچکر رہ گئی		سُنتے ہین ہمو پال مین شمشیر کھچکر رہ گئی

پھر معلوم ہوا کہ اسی دن بھوپال مین تلوار چلی تھی - ایسے معاملے کتب تاریخ اور تذکرون مین اکثر منقول ہین - طول کلام کے خیال سے قلم انداز کرتا ہون

ایک دفعہ دوپہر کا وقت تھا - باتین کرتے کرتے سو گئے - آنکھہ کھلی تو فرمایا کہ ابھی خواب مین دیکھا کہین آگ لگی ہے - اتنے مین خلیفہ صاحب آئے اور کہا کہ پیر بخش سوداگر کی کوٹھی مین آگ لگ گئی تھی - بڑی خیر ہوئی کچھہ نقصان نہین ہوا -

ایک شب والد مرحوم کے پاس آکر بیٹھے - کہا کہ بادشاہ کی غزل کہنی ہے لاؤ یہین کہہ لین یہہ کہکر فرمایشین نہین - انھین سے یہہ طرح کہنی شروع کی - محبت کیا ہے - صورت کیا ہے - مصیبت کیا ہے - مینے کہا کہ حضرت - زمین شگفتہ نہین - سکوت کرکے فرمایا - کہنے والے شگفتہ کر ہی لیا کرتے ہین - پھر یہہ دو مطلع پڑھے -

(سودا) نہ بھول اے آرسی گر یار کو تجھسے محبت ہے		نہین ہے اعتبار اسکا یہہ منہہ دیکھے کی اُلفت ہے
(میر) بگولے سے جسے آسیب اور صرصر سے زحمت ہے		ہماری خاک یون برباد ہو اے ابر رحمت ہے

اتفاق - فرماتے ہین کہ ایک دن بادشاہ نے غزل کا مسودہ دیا اور فرمایا کہ ابھی درست کرکے دے جانا - موسم برسات کا تھا - ابر آرہا تھا - دریا چڑھاؤ پر تھا - مین دیوان خاص مین جاکر اُسی رُخ پر ایک طرف بیٹھہ گیا - اور غزل لکھنے لگا - تھوڑی دیر کے بعد پاؤن کی آہٹ معلوم ہوئی - دیکھا تو پشت پر ایک صاحب والا ہے فرنگ کھڑے ہین مجھسے کہا -

آپ کیا لکھتا ھی؟ مینے کہا غزل ہے۔ پوچھا آپ کون ہے؟ مینے کہا کہ نظم مین حضور کی دعا گوئی کیا کرتا ہون۔ فرمایا۔ کس زبان مین؟ مینے کہا اُردو مین۔ پوچھا۔ آپ کیا کیا زبان جانتا ہے؟ مینے کہا فارسی عربی بھی جانتا ہون۔ فرمایا۔ اُن زبانون مین بھی کہتا ھے؟ مینے کہا کوئی خاص موقع ہو تو اسمین بھی کہنا پڑتا ہے ورنہ اُردو ہی مین کہتا ہون کہ یہہ میری اپنی زبان ھی۔ جو کچھہ انسان اپنی زبان مین کرسکتا ہے غیر کی زبان مین نہین کرسکتا۔ پوچھا۔ آپ انگریزی جانتا ہے؟ مینے کہا۔ نہین۔ فرمایا کیون نہین پڑھا؟ مینے کہا کہ ہمارا لب ولہجہ اُسسے موافق نہین۔ وہ ہمین آتی نہین ھی۔ صاحب نے کہا۔ وِل یہہ کیا بات ہے۔ دیکھیے ہم آپکا زبان بولتے ہین۔ مینے کہا پختہ سالی مین غیر زبان نہین آسکتی۔ بہت مشکل معاملہ ہے۔ اُنہون نے پھر کہا کہ وِل ہم آپکی تین زبان ہندوستان مین آکر سیکھا۔ آپ ہمارا ایک زبان نہین سیکھہ سکتے۔ یہہ کیا بات ہے؟ اور تقریر کو طول دیا۔ مینے کہا۔ صاحب ہم زبان کا سیکھنا اسے کہتے ہین کہ اُسمین بات چیت ہر قسم کی تحریر تقریر اسطرح کرین جسطرح خود اہلِ زبان کرتے ہین۔ آپ فرماتے ہین۔ ہم آپکا تین زبان سیکھہ لیا۔ بھلا یہہ کیا زبان ہے اور کیا سیکھنا ہے۔ اِسے زبان کا سیکھنا اور بولنا نہین کہتے اِسے تو زبان کا خراب کرنا کہتے ہین۔

غزلین

میرے سینہ سے تیرا تیر جب اے جنگجو نکلا
دہانِ زخم سے خون ہو کر حرفِ آرزو نکلا

میرا گھر تیرا منزل گاہ ہو ایسے کہان طالع
خدا جانے کدھر کا چاند آج اے ماہرو نکلا

پھرا اگر آسمان تو شوق مین تیرے ہے سرگردان
اگر خورشید نکلا تیرا گرمِ جستجو نکلا

مئے عشرت طلب کرتے تھے ناحق آسمان سے ہم
کہ آخر جب اسے دیکھا فقط خالی سبو نکلا

ترے آنے ہی آتے کام آخر ہو گیا میرا
رہی حسرت کہ دم میرا نہ تیرے روبرو نکلا

کہیں تجھکو نہ پایا گرچہ ہمنے اک جہاں ڈھونڈا
پھر آخر دل ہی میں دیکھا بغل ہی میں سے تو نکلا

خجل اپنے گناہوں سے ہوں میں یہاں تک کہ جب رویا
تو جو آنسو مری آنکھوں سے نکلا سرنگوں نکلا

گھسے سب ناخنِ تدبیر - اور ٹوٹی سرِ سوزن
مگر تھا دل میں جو کانٹا - نہ وہ ہرگز کبھو نکلا

اُسے عیار پایا یار سمجھے - ذوق ہم جسکو
جسے یہاں دوست اپنا ہمنے جانا - وہ عدو نکلا

لکھیے اُسے خط میں کہ ستم اُٹھ نہیں سکتا
پر ضعف سے ہاتھوں میں قلم اُٹھ نہیں سکتا

بیمار ترا صورتِ تصویرِ نہالی
کیا اُٹھے سرِ بسترِ غم - اُٹھ نہیں سکتا

آتی ہے صدائے جرسِ ناقۂ لیلا
پر حیف کہ مجنوں کا قدم - اُٹھ نہیں سکتا

جوں دانۂ روئیدہ تہِ خاک ہمارا
سر زیرِ گرانبارِ الم - اُٹھ نہیں سکتا

ہر داغِ معاصی مرا - اس دامنِ تر سے
جوں حرفِ سرِ کاغذِ نم - اُٹھ نہیں سکتا

اتنا ہوں ترے تیغ کا شرمندۂ احسان
سر میرا ترے سر کی قسم - اُٹھ نہیں سکتا

پردہ درِ کعبہ سے اُٹھانا تو ہے آسان
پر پردۂ رخسارِ صنم - اُٹھ نہیں سکتا

کیوں اِتنا گرانبار ہے - جو رختِ سفر ہے
اے راہروِ ملکِ عدم - اُٹھ نہیں سکتا

دنیا کا زر و مال کیا جمع تو کیا ذوق
کچھ فائدہ بے دستِ کرم - اُٹھ نہیں سکتا

[illegible] کی غزل بھی دیکھو

الٰہی کس لئے گنہگار سمجھے قاتل تو گشتنی ہے
کہ آج کوچہ میں اُسکے شور بای ذنب قتلت ہے

زمیں پہ نورِ قمر کے گرنے میں صفات اظہار روشنی کی ہے
کہ جو ہے کشتۂ شمشیر اُسکو عز و عروج اسی فروتنی کی ہے

غمِ جدائی میں تیری ظالم - کہوں میں کیا مجھپہ کیا بنی ہے
جگر گدازی ہے سینہ کاوی ہے دلخراشی ہے جانکنی ہے

بشر جو اس تیرہ خاکداں میں پڑا - یہ اُسکی فروتنی ہے
وگرنہ قندیلِ عرش میں بھی اسی کے جلوہ کی روشنی ہے

ہوئے ہیں اس ابتدا سادگی سے - ہم آشنا جنگ و آشتی سے
اگر نہ ہوئے تو پھر کسی سے نہ دوستی ہے نہ دشمنی ہے

ہو کوئی ہو کافر کوئی مسلمان خدا ہر ایک کی راہِ ایمان
اسکے نزدیک ہر ایک ہے وہ اسکے نزدیک ہر ایک

ہو مجھ ہین تر گر یہ ندامت سے اسقدر آستین دامن
کہ میری تر دامنی کو آگے عرق عرق پاک دامنی ہے

نہین ہے قلب کو خواہشِ زر وہ مفلسی مین بھی تو
جہا مین ہے نندِ کیمیا اگر ہمیشہ محتاج وہ دل غنی ہے

لگا نہ اس بتکدہ مین تو دل یہ ہے طلسمِ شکستِ غافل
کہ کوئی کیسا ہی خوش شمائل صنم ہی آخر شکستنی ہے

تکلفِ منزلِ محبت نکر چلا چل تو بے تکلف
کہ جا بجا خار زار وحشت سے زیر پا فرش سوزنی ہے

خدنگِ مژگان سے ذوق اُسکے دل اپنا سینہ سپر ہے جب سے
مثالِ آئینہ سخت جانی سے سینہ دیوارِ آہنی ہے

دریائے اشک چشم سے جس آن بہ گیا
سن لیجیو کہ عرش کا ایوان بہ گیا

بل بے گدازِ عشق کہ خون ہو کے دل کے ساتھ
سینہ سے تیرے تیر کا پیکان بہ گیا

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا مین کیون؟
کیا ڈیڑھ چلو پانی سے ایمان بہ گیا

ہے موجِ بحرِ عشق وہ طوفان کہ الحفیظ
بیچارہ مشتِ خاک تھا انسان بہ گیا

دریائے اشک مین دمِ تحریر حالِ دل
کشتی کی طرح میرا قلمدان بہ گیا

یہ رو کے مجھ پھوٹ پھوٹ کے پاؤن کے آبلے
نالہ سا ایک سوئے بیابان بہ گیا

تھا تو بہا مین بیش پر اُس لب کے سامنے
سب مول تیرا لعلِ بدخشان بہ گیا

کشتی سوارِ عمر ہے بحرِ فنا مین جسم
جسدم بہا کے لے گیا طوفان بہ گیا

پنجاب مین بھی وہ نہ رہی آب و تابِ حسن
اے ذوق پانی اب تو وہ ملتان بہ گیا

پاک رکھ اپنا دہان ذکرِ خدائے پاک سے
کم نہین ہرگز زبان منہ مین تیرے مسواک سے

جب نہ تھی تیرِ حوادث کی کمان افلاک سے
خاک کا تودہ بنا انسان کی مشتِ خاک سے

جسطرح دیکھے قفس سے باغ کو مرغِ اسیر
جھانکتا ہے یون تجھے دل سینۂ صد چاک سے

تیر سے صید نیم جان کی جان نکلتی ہی نہین
باندھ رکھا ہی اُسے بھی تو نے کیا فتراک سی

مجکو دوزخ - رشکِ جنت ہو اگر تیرے لیے
واں بھی آتش ہو کسی کو روئی آتشناک سی

آفتابِ حشر ہے یارب کہ نکلا گرم گرم
کوئی آنسو دل جلون کے دیدۂ نمناک سی

چشم کو بے پردہ ہو کسطرح نظارہ نصیب
جبکہ وہ پردہ نشین - پردہ کرے ادراک سی

بیت ساقی نامہ کی لکھو کوئی جائے دُعا
می پرستون کے کفن پہ چوبِ کلکِ تاک سی

عیب ذاتی کو کوئی کہو تا ہے حسنِ عارضی!
زیبِ بداندام کو ہو ذوق کیا پوشاک سی

جینا ہمیں اصلا نظر اپنا نہیں آتا
گر آج بھی وہ رشکِ مسیحا نہیں آتا

مذکور تری بزم مین کسکا نہین آتا
پر ذکر ہمارا نہین آتا نہین آتا

دیتا دل مضطر کو تری کچھ تو نشانی
پر خط بھی ترے ہاتھ کا لکھا نہین آتا

کیا جانے اُسے وہم ہے کیا میری طرف سے
جو خواب مین بھی رات کو تنہا نہین آتا

آیا ہے دم آنکھون مین دمِ حسرتِ دیدار
پر لب پہ کبھی حرفِ تمنا نہین آتا

کس دم نہین ہوتا قلقِ ہجر سے مجکو
کس وقت میرا مونہہ کو کلیجہ نہین آتا

مین جاتا جہان سے ہون - تو آتا نہین یہانتک
کافر تجھے کچھ خوف خدا کا نہین آتا؟

ہم رونے پہ آ جائین تو دریا ہی بہا دین
شبنم کی طرح سے ہمین رونا نہین آتا

ہستی سے زیادہ ہے کچھ آرام عدم مین
جو جاتا ہے یہان سے وہ دوبارا نہین آتا

آتا ہے تو آ جا کہ کوئی دم کی ہے فرصت
پھر دیکھئے آتا بھی ہے دم یا نہین آتا

غافل ہے بہارِ چمنِ عمر - جوانی !
کر سیر کہ موسم یہ دوبارا نہین آتا

ساتھ اُنکے ہین ہم سایہ کی مانند ولیکن
اُس پر بھی جدا ہین کہ لپٹنا نہین آتا

دنیا ہے وہ صیاد کہ سب دام مین اُسکے
آ جاتے ہین لیکن کوئی دانا نہین آتا

دل مانگنا مفت اور یہہ پہر اُس پہ تقاضا
کچھ قرض تو بندہ پہ تمہارا نہین آتا

بیجا ہی دلا اُسکے نہ آنے کی شکایت
کیا ہیجو گا فرمائیے اچہا نہین آتا

جاتی رہی زلفون کی لٹک دل سے ہمارے
افسوس کچھ ایسا ہمین لٹکا نہین آتا

جو کوچۂ قاتل مین گیا پہر وہ نہ آیا
کیا جانے مزا کیا ہے کہ جیتا نہین آتا

آئی تو کہان جائے نہ تا جی سے کوئی جائے
جبتک اُسے غصہ نہین آتا نہین آتا

قسمت ہی سے لاچار ہون اے ذوق وگرنہ
سب فن مین ہون مین طاق مجھے کیا نہین آتا

مزے یہہ دلکے لئے تہے نہ تہے زبان کے لئے
سو ہمنے دلمین مزے سوزش نہانکے لئے

نہین نہایت بلندی عز و شان کے لئے
کہ ساتھہ اوج کی پستی ہے آسمان کے لئے

ہزار لطف ہین جو ہر ستم مین جانکے لئے
ستم شریک ہوا کون آسمان کے لئے

فروغ عشق سے ہے روشنی جہانکے لئے
یہی چراغ ہے اس تیرہ خاکدان کے لئے

صبا جو آئے خس و خار گلستان کے لئے
قفس مین کیونکہ نہ پہڑکی دل آشیان کے لئے

دم عروج ہے کیا فکر نردبان کے لئے
کمند آہ تو ہے بام آسمان کے لئے

سدا تپش پہ تپش ہے دل تپان کے لئے
ہمیشہ غم پہ ہے غم جان ناتوان کے لئے

حجر کی چومنے ہی پر ہے حج کعبہ اگر
تو بوسہ ہمنے بہی اُس سنگ آستان کے لئے

نہ چہوڑ تو کسی عالم مین راستی کہ یہہ شے
عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جوان کے لئے

جو پاس مہر و محبت کہین یہان بکتا
تو ہم بہی لیتے کسی اپنے مہربان کے لئے

خلش سے عشق کے ہے خار پیرہن تن زار
ہمیشہ اس طرح مجنون ناتوان کے لئے

تپش سے عشق کی یہہ حال ہے میرا گویا
بجائے مغز ہے سیماب استخوان کے لئے

مرے مزار پہ کیونکر نہ ہو ہے سے نور
کہ جان دی ترے روئے عرق فشانکے لئے

آہی کان مین کیا اُس صنم نے پہونکدیا
کہ ہاتھ رکھتے ہین کانون پہ سب اذان کے لئے

نہین ہے خانہ بدوشون کو حاجت سامان
اُٹھانہ چاہئے کیا خانہ کمان کے لئے

نہ دل رہا نہ جگر دونون جلکے خاک ہوئے
رہا ہے سینہ مین کیا چشم خونفشان کے لئے

نہ لوح گور پہ مستون کے ہو نہ ہو تعویذ
جو ہو تو خشت خم ہو کوئی نشان کے لئے

اگر امید نہ ہمسایہ ہو تو خانہ یاس
بہشت ہے ہمین آرام جاودان کے لئے

وہ مول لیتے ہین جسدم کوئی نئی تلوار
لگاتی پہلے ہمہین پر ہین امتحان کے لئے

صریح چشم سخنگو تری کہے نہ کہے
جواب صاف ہے بے طاقت و توان کے لئے

رہی ہے ہول کہ برہم ہو مزاج کہین
سجا ہے ہول دل انکے مزاجدان کے لئے

مثال نے ہے میرا جبتک کہ دم مین دم
فغان ہے میرے لئے اور مین فغان کے لئے

بلند ہووے اگر کوئی میرا شعلۂ آہ
تو ایک آور ہو خورشید آسمان کے لئے

چلین ہین دیر کو مدت مین خانقاہ سے ہم
شکست توبہ لئے ارمغان مغان کے لئے

وبال دوش ہے اس ناتوان کو سر لیکن
لگا رکھا ہے سر خنجر و سنان کے لئے

بیان درد محبت جو ہو تو کیونکر ہو
زبان نہ دل کے لئے ہے نہ دل زبان کے لئے

اشارہ چشم کا تیرے یکایک اے قاتل
ہوا بہانہ مری مرگ ناگہان کے لئے

بنایا آدمی کو **ذوق** ایک جزو ضعیف
اور اس ضعیف سے کل کام دوجہان کے لئے

نواب اصغر علی خان نسیم کے مشاعرہ مین غزل مذکورہ بالا طرح ہوئی تھی۔ وہ اور مومن خانصاحب کہ انکے اُستاد تھے۔ اُستاد مرحوم کی خدمت مین آئے اور بڑے اصرار سے لیگئے۔ یہہ پہلا مشاعرہ تہا جو بندہ آزاد نے دیدۂ شوق سے دیکہا۔ غالب مرحوم تشریف نہین لائے مگر غزل لکہی تھی۔ اُن دونون اُستادونکی غزلین بہی لکہدی ہین۔ اہل نظر لطف حاصل کرین

نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خان غالب

مرزا صاحب کو اصلی شوق فارسی کی نظم و نثر کا تہا۔ اور اُسی کمال کو اپنا فخر سمجہتے تہے۔ لیکن چونکہ تصانیف اُنکی اُردو مین بہی چہپی ہین اور جس طرح امرا ہند و رؤسا اکبرآباد مین علو خاندان سے نامی اور میرزائے فارسی ہین اسیطرح اُردوئے معلے کے مالک ہین اسلیے واجب ہوا کہ اُنکا ذکر اس تذکرہ مین ضرور کیا جاوے۔ نام اسد اللہ تہا۔ پہلے اسد تخلص کرتے تہے جو جہجر مین کوئی فرومایہ سا شخص اسد تخلص کرتا تہا۔ ایک دن اُسکا مقطع کسی نے پڑہا۔

اسد تم نے بنائی یہ غزل خوب ارے او شیر رحمت ہے خدا کی

سنتے ہی اس تخلص ہی سے بیزار ہوگیا۔ کیونکہ انکا ایک یہہ بہی قاعدہ تہا کہ عوام الناس کے ساتہہ مشترک حال ہونے کو نہایت مکروہ سمجہتے تہے۔ چنانچہ ۱۲۴۵ھ و ۱۲۴۶ھ مین اسد اللہ الغالب کی رعایت سے غالب تخلص اختیار کیا۔ لیکن جن غزلون مین اسد تخلص تہا اُنہین اُسیطرح رہنے دیا۔

خاندان کا سلسلہ افراسیاب بادشاہ توران سے ملتا ہے۔ جب تورانیون کا چراغ کیانیون کی ہوائے اقبال سے گل ہوا تو یہہ خانہ برباد جنگلون پہاڑون مین چلے گئے۔ مگر جوہر کی کشش نے تلوار ہاتہہ سے نہ چہوڑی۔ سپاہ گری ہمت کی بدولت رنگ پیدا کرنے لگی۔ سینکڑون برس کے بعد پہر اقبال ادہر جہکا۔ اور تلوار سے تاج نصیب ہوا۔ چنانچہ سلجوقی خاندان کی بنیاد دنیا مین قایم ہوگئی مگر اقبال کا جہکنا جہوکا ہوا کا ہے۔ کئی پشتون کے بعد اُسنے پہر رخ پلٹا۔ اور سمرقند مین جسطرح اور شہزادے تہے۔ اُسیطرح سلجوقی شہزادون کو بہی گہرون مین بٹہادیا۔

مرزا صاحب کے دادا گہر چہوڑ کر نکلے تو شاہ عالم کا زمانہ تہا کہ دہلی مین آئے۔ یہان

۱ دیوان فارسی میرزا ... بہی ہے ... ایک قطعہ کا ... بعض اشخاص کا قول ہے کہ ذوق کے ... جسکا یہ ... غرض اسمین کا [illegible]

بھی سلطنت میں کچھ نہ رہا تھا۔ صرف پچاس گھوڑے اور نقارہ نشان سے شاہی دربار میں عزت پائی۔ اور اپنی لیاقت اور خاندان کے نام سے سہاسو کا ایک پرگنہ سیر حاصل ذات اور رسالہ کی تنخواہ میں لیا۔ **شاہ عالم** کے بعد طوائف الملوکی کا ہنگامہ سرگرم ہوا۔ وہ علاقہ بھی نہ رہا۔ انکے والد **عبد اللہ بیگ خان**۔ لکھنؤ جاکر نواب **آصف الدولہ** مرحوم کے دربار میں پہنچے۔ چند روز بعد **حیدرآباد** میں جاکر نواب **نظام علیخان بہادر** کے سرکار میں ۳۰۰ سو سوار کی جمعیت سے ملازم رہے۔ کئی برس کے بعد ایک خانہ جنگی کے بکھیڑے میں یہ صورت بھی بگڑی۔ وہاں سے گھبرائے اور **الور** میں راجہ **بختاور سنگھ** کی ملازمت اختیار کی۔ یہاں کسی لڑائی میں مارے گئے۔ اُسوقت مرزا کی ۵ برس کی عمر تھی۔ **نصر اللہ بیگ خان** حقیقی چچا **مرہٹوں** کی طرف سے **اکبرآباد** کے صوبہ دار تھے۔ اُنہوں نے دُرِّ یتیم کو دامن میں لیلیا ۱۸۰۳ء میں **جرنیل لیک صاحب** کا عمل ہوا تو صوبہ داری کمشنری ہوگئی انکے چچا کو سواروں کی بھرتی کا حکم ہوا۔ اور ۴۰۰ سو سوار کے افسر مقرر ہوئے۔ ۱۷ سو روپیہ مہینا ذات کا۔ اور لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال کی جاگیر **سونک سون** کے پرگنہ پر حین حیات مقرر ہوگئی۔

مرزا چچا کے سایہ میں پرورش پاتے تھے۔ مگر اتفاق یہ کہ مرگ ناگہانی میں وہ مر گئے۔ رسالہ برطرف ہوگیا۔ جاگیر ضبط ہوگئی۔ بزرگوں نے لاکھوں روپیہ کی جائداد چھوڑی تھی قسمت سے کسکا زور چل سکتا ہے۔ وہ امیرزادہ جو شاہانہ دل و دماغ لیکر آیا تھا۔ اُسے ملک سخن کی حکومت اور مضامین کی دولت پر قناعت کرکے غریبانہ حال سے زندگی بسر کرنی پڑی۔ بہت تدبیریں اور وسیلے درمیان آئے۔ مگر سب کھیل بن بن کر بگڑ گئے۔ چنانچہ اخیر میں کسی دوست نے انہیں لکھا تھا کہ نظام دکن کے لئے تعریف لکھکر فلاں ذریعہ سے بھیجو۔ اُسکے جواب میں آپ فرماتے ہیں۔ وہ مرگیا تھا کہ میرا باپ مرا۔ وہ مرگیا تھا کہ چچا مرا۔ اسکی جاگیر کے عوض میں میرے اور میرے شرکائے حقیقی کیواسطے عامل

اصل حال یہ ہے کہ جب مرزا نے اپنا دعویٰ کلکتہ میں پیش کیا تو سکرٹری نے اسکا فیصلہ [illegible] ہاں مالکم صاحب گورنر [illegible]

جاگیر نواب احمد بخش خان ۱۰ ہزار روپیہ سال مقرر ہوئی - اُنہون نے نہ دیئے مگر تین ہزار روپیہ
سال - انمین سے خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے سات سو روپیہ سال فقط - میں نے سرکار انگریز میں
غبن ظاہر کیا - کولبرک صاحب بہادر رزیڈنٹ دہلی - اور استرلنگ صاحب بہادر سکرتر گورنمنٹ
کلکتہ متفق ہوئے میرا حق دلانے پر - رزیڈنٹ معزول ہو گئے - سکرتر گورنمنٹ بمرگ ناگاہ مر گئے
بعد ایک زمانہ کے بادشاہ دہلی نے پچاس روپیہ مہینا مقرر کیا - اُنکے ولیعہد اس تقرر کے دو برس
بعد مر گئے - واجد علی شاہ بادشاہ اودہ کی سرکار سے بصلۂ مدح گستری ۵ سو روپیہ سال مقرر ہوئے
وہ بہی دو برس سے زیادہ نہ چلے - یعنی اگرچہ ابتک جیتے ہین - مگر سلطنت جاتی رہی اور تباہی
سلطنت دو ہی برس مین ہوئی دلی کی سلطنت کچھہ سخت جان تہی - ۷ برس مجھکو روٹی دیکر بگڑی
ایسے طالع مربی کش - اور محسن سوز کہان پیدا ہوتے ہین - اب جو مین والی دکن کی طرف رجوع
کرون - یاد رہے کہ متوسط - یا مر جائے گا - یا معزول ہو جائیگا - اور اگر یہ دونو امر واقع نہ ہوئے
تو کوشش اُسکی ضائع جائیگی - والی شہر مجھکو کچھہ نہ دیگا - اور احیاناً اگر اُسنے سلوک کیا تو ریاست
خاک مین مل جائیگی - مُلک مین گدہے کے ہل پہر جائین گے -

غرضکہ نواب احمد بخش خان بہادر کی تقسیم سے مرزا مرحوم نالان ہو کر ۱۲۴۳ھ مین کلکتہ گئے
اور گورنر جنرل سے ملنا چاہا - وہان دفتر دیکہا گیا - اُسمین سے ایسا کچھہ معلوم ہوا کہ اعزاز خاندانی
کے ساتہہ ملازمت ہو جائے - اور ۷ پارچہ خلعت - تین رقم - جیغہ مرصع - مالائے مروارید - [illegible]
دودمانی کی رعایت سے مقرر ہوا -

غرض مرزا کلکتہ سے ناکام پہرے اور ایام جوانی ابہی یہ رہے تہے کہ بزرگون کا سرمایہ تمام
کرکے دلی مین آ گئے - یہان اگرچہ گزران کا طریقہ امیرانہ شان سے تہا - اور امیرون سے امیرانہ ملاقات
تہی - مگر اپنے علوِ حوصلہ اور بلند نظری کے ہاتہون سے تنگ ہوتے تہے - پہر بہی طبیعت ایسی شگفتہ پائی
تہی کہ ان دقتون کو بہی خاطر مین نہ لاتے تہے اور ہمیشہ ہنس کہیلکر غم غلط کر دیتے تہے - کیا خوب فرمایا ہے

اور انہین کے دستخط سے وہ اشعار لکہی ہوئی تہے - جب اُنکے پاس یہ رقعہ مع اور اسکے کاغذات پہونچے تو انہون نے لکہا کہ

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو   یک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

جب دلی تباہ ہوئی تو زیادہ تر مصیبت پڑی۔ ادہر قلعہ کی تنخواہ جاتی رہی۔ اُدہر پنشن بند ہوگئی اور انہین رامپور جانا پڑا۔ نواب صاحب سے ۳۰ ۳۲ برس کا تعارف تہا۔ پہلے ۱۸۵۷ء مین انکے شاگرد ہوئے تہے۔ اور ناظم تخلص قرار پایا تہا۔ وہ بہی گاہ گاہ غزل بہیجدیتے تہے یہ اصلاح بہیجدیتے تہے۔ کبہی کبہی روپیہ بہی آتا تہا۔ اسوقت قلعہ کی تنخواہ جاری۔ سرکاری پنشن جاری تہی۔ اُنکی عنایت فتوح غیبی گنی جاتی تہی۔ جب دلی کی صورت بگڑی تو زندگی کا مدار اسیپر ہوگیا۔ نواب صاحب نے ۱۸۵۹ء سے سو روپیہ مہینا کردیا۔ اور انہین بہت تاکید سے بلایا۔ یہ گئے تو تعظیم خاندانی کے ساتہہ دوستانہ و شاگردانہ بغلگیر ہوکر ملاقات کی۔ اور جبتک رکہا کمال عزت کے ساتہہ رکہا۔ بلکہ سو روپیہ مہینا ضیافت کا زیادہ کردیا۔ مرزا کو دلی کے بغیر چین کہان؟ چند روز کے بعد رخصت ہوکر پہر وہین چلے آئے۔ چونکہ پنشن سرکاری بہی جاری ہوگئی تہی۔ اسلئے چند سال زندگی بسر کی۔

آخر عمر مین بڑہاپے نے بہت عاجز کردیا۔ کانون سے سنائی نہ دیتا تہا۔ نقش تصویر کیطرح لیٹے رہتے تہے۔ کسی کو کچہہ کہنا ہوتا تہا تو لکہکر رکہدیتا تہا۔ وہ دیکہکر جواب دیدیتے تہے۔ جوراک دو تین برس پہلے یہ رہگئی تہی کہ صبحکو پانچ سات بادام کا شیرہ۔ ۱۲ بجے آبگوشت۔ شام کو چار کباب تلے ہوئے۔ آخر ۷۳ برس کی عمر ۱۸۶۹ء ۱۲۸۵ھ مین جہانِ فانی سے انتقال کیا۔ اور ہم نے تاریخ لکہی آہ غالب بمرد۔ مرنے سے چند روز پہلے یہ شعر کہا تہا اور اکثر یہی پڑہتے رہتے تہے

دم واپسین برسرِ راہ ہے   عزیزو اب اللہ ہی اللہ ہے

مرزا صاحب کے حالات اور طبعی عادات

اسمین کچہہ شک نہین کہ مرزا اہل ہند مین فارسی کے باکمال شاعر تہے۔ مگر علوم درسی کی طالب علمانہ طور سے نہین کی۔ اور حق پوچہو تو یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ ایک امیر زادہ کہ سرکچہہ

مین بزرگون کی تربیت کا ہاتہ اُٹہہ جائے - اور وہ فقط طبعی ذوق سے اپنے تئین اس درجہ
کمال تک پہنچائے - وہ کیسی طبع خداداد لایا ہوگا - جسنے اسکو فکر مین یہ بلند پروازی دماغ مین
یہ معنے آفرینی خیالات مین ایسا انداز - لفظون مین نئی تراش - اور ترکیب مین انوکہی روش
پیدا کی - جابجا خود اُن کا قول ہے اور حقیقت مین لطف سے خالی نہین کہ - زبان فارسی
سے مجھے مناسبتِ ازلی ہے - ایک اَور جگہہ فرماتے ہین کہ میری طبیعت کو اس زبان سے ایک قدرتی
لگاؤ ہے - مفتی میر عباس صاحب کو قاطع برہان بہیجکر خط لکہا ہے اُسمین فرماتے ہین - دیباچہ
اور خاتمہ مین جو کچھہ لکہا آیا ہون سب سچ ہے - کلام کی حقیقت کی داد جدا چاہتا ہون -
نگارش لطافت سے خالی نہوگی - گذارش لطافت سے خالی نہوگی - علم و ہنر سے عاری ہون
لیکن پچپن برس سے محوِ سخن گذاری ہون - مبدءِ فیاض کا مجھپر احسانِ عظیم ہے - ماخذ
میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے - فارسی کے ساتھہ ایک مناسبتِ اَزَلی اور سرمدی لایا ہون
مطابق اہل پارس کے منطق کا مزہ بہی اَبَدی لایا ہون -
ہرمزد - نام ایک پارسی ژند و پاژند کا عالم تہا اُس نے اسلام اختیار کیا - اور عبد الصمد اپنا
نام رکہا - ایام سیاحت مین ہندوستان کیطرف آنکلا - اور مرزا سے بہی ملاقات ہوئی اگرچہ انکی عمر
اُسوقت ۱۴ برس کی تہی - مگر وہی مناسبت ازلی طبیعت مین تہی جسنے اُسے کہینچا اور ۲ برس تک
گہر مین مہمان رکہکر اکتسابِ کمال کیا - اُس روشن ضمیر کے فیضانِ صحبت کا انہین فخر تہا - اور
حقیقت مین یہ امر فخر کے قابل ہے -
مینے چاہا کہ مرزا صاحب کی تصویر الفاظ و معانی سے کہینچون - مگر پہر یاد آیا کہ اُنہونے ایک
جگہہ اُنہی رنگ روغن سے اپنی تصویر آپ کہینچی ہے - مین اُس سے زیادہ کیا کرونگا انکی تقریر
کافی ہے - مگر اول اتنا سُن لو کہ مرزا حاتم علی مہر تخلص ایک شخص آگرہ مین تہے - مرزا کے
اواخر عمر مین اُس ہموطن پیارے سے خط کتابت جاری ہوئی - وہ ایک وجیہ اور طرحدار جوان

تھے اُنسے اُنسے دیدوادید نہوئی تھی۔ لیکن کسی زمانہ کے ہموطنی شعرگوئی۔ ہم مذہبی اور
اتحادِ خیالات کے تعلق سے شاید کسی جلسہ مین مرزا نے کہا کہ مرزا حاتم علی مہر کو سنتا ہون
کہ طرحدار آدمی ہین۔ دیکھنے کو جی چاہتا ہے انہین جو یہ خبر پہنچی تو مرزا کو خط لکھا اور
اپنا حلیہ بھی لکھا۔ اب اسکے جواب مین جو مرزا آپ اپنی تصویر کھینچتے ہین اُسے دیکھنا چاہیئے
بھائی تمہاری طرحداری کا ذکر مینے مغل جان سے سنا تھا۔ جس زمانہ مین کہ وہ حامد علی خان کے
نوکر تھی اور اُسمین مجھہ مین بے تکلفانہ ربط تھا تو اکثر مغل سے پہرون اختلاط ہوا کرتے تھے
اُسنے تمہارے شعر اپنی تعریف کے بھی مجکو دکھائے۔ بہرحال تمہارا حلیہ دیکھکر تمہارے
کشیدہ قامت ہونے پر مجکو رشک نہ آیا۔ کسواسطے کہ میرا قد بھی درازی مین انگشت نما ہے۔ تمہارے
گندمی رنگ پر رشک نہ آیا۔ کسواسطے کہ جب مین جیتا تھا تو میرا رنگ چنپئی تھا۔ اور دیدہ ور لوگ
اُسکی ستایش کیا کرتے تھے۔ اب جو کبھی مجکو وہ اپنا رنگ یاد آتا ہے تو چھاتی پر سانپ سا
پھر جاتا ہے۔ ہان مجکو رشک آیا اور مین نے خونِ جگر کھایا تو اسبات پر کہ (تمہاری)
ڈاڑھی خوب گھٹی ہوئی ہے۔ وہ مزے یاد آ گئے۔ کیا کہون جی پر کیا گذری بقول
شیخ علی حزین۔

تا دست رسم بود زدم چاک گریبان	شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم

(میرے) جب ڈاڑھی مونچھ مین بال سفید آ گئے۔ تیسرے دن چیونٹی کے انڈے گالون پر
نظر آنے لگے۔ اس سے بڑھکر یہہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ ناچار (مینے) مسی بھی
چھوڑدی اور ڈاڑھی بھی۔ مگر یہہ یاد رکھئے کہ اس بھونڈے شہر مین (یعنے دلی مین)
ایک وردی ہے عام۔ مُلا۔ حافظ۔ بساطی۔ نیچہ بند۔ دھوبی۔ سقہ۔ بھٹیارہ۔ جولاہا
کنجڑہ۔ منھہ پر ڈاڑھی سر پر بال۔ مینے جسدن ڈاڑھی رکھی اُسیدن سر منڈایا۔
اس فقرہ سے بھی معلوم ہوا کہ اپنا انداز سب سے الگ رکھنا چاہتے تھے۔ لباس انکا

اکثر اہل ولایت کا ہوتا تھا۔ سر پہ اگرچہ کلاہ پاپاخ نہ تھی مگر لمبی ٹوپی سیاہ پوستین کی ہوتی
تھی اور ایسا ضرور چاہیے تھا۔ کیونکہ وہ فارسی نویسی کو نہ فقط ذوق بلکہ عشق دلی کے ساتھ
نباہتے تھے اور لباس و گفتار کی کچھ خصوصیت نہیں وہ اپنی قدامت کی ہر بات سے محبت
رکھتے تھے خصوصاً خاندان کے اعزازوں کو ہمیشہ جانکاہ عرق ریزیوں کے ساتھ بچاتے
رہے۔ اس اعزاز پر کہ جو انکو پاس باقی تھا دو دفعہ آسمانی صدمہ پہنچے۔ اول جبکہ چچا کا انتقال
ہوا۔ دوسرے جب سنہ ۵۷ء میں ناکردہ گناہ بغاوت کے جرم میں پنشن کے ساتھ کرسی دربار
اور خلعت بند ہوا۔ اردوئے معلّٰے میں بیسیوں دوستوں کے نام خط ہیں کوئی اسکے ماتم سے
خالی نہیں۔ انکے لفظوں سے اِس غم میں خون ٹپکتا ہے اور دل پر جو گذرتی ہوگی وہ تو خدا
ہی کو خبر ہے۔ آخر پھر اُنکی جگہ اور اپنا حق لیا۔ اور بزرگوں کے نام کو قایم رکھا۔
سنہ ۴۲ء میں گورنمنٹ انگلشیہ کو دہلی کالج کا انتظام از سرنو منظور ہوا۔ ٹامسن صاحب
جو کئی سال تک اضلاع شمال و مغرب کے لفٹنٹ گورنر بھی رہے اُسوقت سکرٹری تھے۔
وہ مدرسین کے امتحان کے لئے دلی آئے۔ اور چاہا کہ جسطرح سو روپیہ مہینہ کا ایک مدرس عربی
ہے ایسا ہی ایک فارسی کا بھی ہو۔ لوگوں نے چند کاملوں کے نام بتائے۔ اُنمیں مرزا کا نام
بھی آیا۔ مرزا صاحب حسب الطلب تشریف لائے۔ صاحب کو اطلاع ہوئی۔ مگر یہ پالکی
سے اُتر کر اس انتظار میں ٹھہرے کہ حسب دستور قدیم صاحب سکرٹری استقبال کو تشریف لائینگے۔
جبکہ نہ وہ اُدہر سے آئے نہ یہ اُدہر سے گئے اور دیر ہوئی تو صاحب سکرٹری نے جمعدار سے
پوچھا۔ وہ پھر باہر آیا کہ آپ کیوں نہیں چلتے۔ انہوں نے کہا کہ صاحب استقبال کو تشریف
نہیں لائے میں کیونکر جاتا۔ جمعدار نے جاکر پھر عرض کی۔ صاحب باہر آئے اور کہا کہ جب
آپ دربار گورنری میں بہ حیثیتِ ریاست تشریف لائیں گے تو آپ کی وہ تعظیم ہوگی۔ لیکن
اِسوقت آپ نوکری کے لئے آئے ہیں۔ اُس تعظیم کے مستحق نہیں۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ

گورنمنٹ کی ملازمت باعث زیادتی اعزاز سمجھتا ہون - نہ یہ کہ بزرگون کے اعزاز کو بھی گنوا بیٹھون! - صاحب نے فرمایا کہ ہم آئین سے مجبور ہین - مرزا صاحب رخصت ہوکر چلے آئے - صاحب موصوف نے مومن خان صاحب کو بلایا - اُنسے کتاب پڑھواکر سُنی اور زبانی باتین کرکے اَسّی روپیہ تنخواہ قرار دی - انہون نے سَو روپیہ سے کم منظور نہ کئے - صاحب نے کہا سو روپے لو تو ہمارے ساتھ چلو اُنکو دل نے نہ مانا کہ دلی کو الوداع کہین

مرزا کے کُھلے ہوئے دل اور کُھلے ہوئے ہاتھ نے ہمیشہ مرزا کو تنگ رکھا - مگر اس تنگدستی مین بھی امارت کے تمغے قایم تھے - چنانچہ اُردوئے معلی کے اکثر خطوط سے یہ حال آئینہ ہے - مرزا تفتہ[۱] اپنے شاگرد رشید کو ایک خط مین لکھتے ہین - سو روپیہ کی ہنڈی وصول کرلی - ۴۴ روپے داروغہ کی معرفت اُٹھ گئے تھے وہ دئے - ۵۰ روپیہ محل مین بھیجدئے ۲۶ باقی رہے وہ بکس مین رکھ لئے - کلیان سودا لینے بازار گیا ہے - جلد آگیا تو آج ورنہ کل یہ خط ڈاک مین بھیجدونگا خدا تمکو جیتا رکھے - اور اجر دے - بھائی! بُری آ بنی ہے - انجام اچھا نظر نہین آتا - قصہ مختصر یہ کہ قصہ تمام ہوا -

کدارناتھ آپکا دیوان تھا - اُسی عالم مین ماہ بماہ آکر چٹھا بانٹ دیتا تھا - آپ کہین سفر مین گئے ہین تو اُسکو لئے خطوط مین بار بار احکام بھیجتے ہین - چنانچہ ایک خط مین لکھتے ہین - منڈی مین ۱۲ دن کی میعاد تھی - ۶ دن گذر گئے تھے ۶ دن باقی تھے - مجکو صبر کہان - ہنڈی کاٹ کر روپئے لے لئے - قرض متفرق سب ادا ہوا - بہت سبکدوش ہو گیا - آج میرے پاس ۱۰۴ روپئے نقد بکس مین ہین - اور ۴ بوتل شراب کی - اور ۳ شیشے گلاب کے توشہ خانہ مین موجود ہین الحمد للہ علی احسانہ -

ایک اور جگہہ اپنی بیماری کا حال کسیکو لکھتے ہین محل سرا اگرچہ دیوان خانہ کی بہت قریب ہے پر کیا امکان جو چل سکون - صبحکو تو نیچے کہانا یہین آجاتا تھا پلنگ پر سے کہسک پڑا -

[۱] مرزا صاحب سوبہی عمر مین بڑے معلوم ہوتے تھے - فارسی کے عاشق تھے - اسلئے باوجود ہندو ہونیکو مرزا تفتہ کلام سن کر خوش ہوتے تھے - دیوان قصاید اور دیوان غزلیات جیسا ادا تھا - فارسی ۲ ... جانتے تھے - ۱۲

ہاتھ منہہ دہو کر کہانا کہایا - پہر ہاتھ دہو کر کُلّی کی - پلنگ پہ جا پڑا - پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے - اُٹھا اور حاجتی مین پیشاب کر لیا - اور پڑ رہے -

نواب الٰہی بخش خان مرحوم کی صاحبزادی سے مرزا صاحب کی شادی ہوئی - اور اُسوقت ۱۳ برس کی عمر تہی - باوجودیکہ اوضاع و اطوار آزادانہ رکہتے تہے - لیکن آخر صاحب خاندان تہے - گہرانے کی لاج پہ خیال کر کے بی بی کا پاس خاطر بہت مدِ نظر رکہتے تہے - پہر بہی اس قید سے کہ خلاف طبع تہی - جب بہت دق ہوتے تہے تو ہنسی مین ٹالتے تہے - چنانچہ دوستون کی زبانی بعض نقلین بہی سنین اور انکے خطوط سے بہی اکثر جگہہ پایا جاتا ہے - ایک قدیمی شاگرد سے ایسے معاملات مین بے تکلفی تہی - اُسنے امراؤ سنگہ نام ایک اور شاگرد کی بی بی کے مرنے کا حال مرزا صاحب کو لکہا - اور یہ بہی لکہا کہ ننہے ننہے بچے ہین - اب اَور شادی نہ کرے تو کیا کرے؟ پہر بچے کون پالے؟ اُس شخص کی ایک بی بی پہلے مر چکی تہی - یہ دوسری بی بی مری تہی - اب حضرت اُسکی جواب مین تحریر فرماتے ہین - امراؤ سنگہ کے حال پر اُسکے واسطے رحم اور اپنے واسطے رشک آتا ہے - اللہ اللہ - ایک وہ ہین کہ دو بار انکی بیڑیان کٹ چکی ہین - اور ایک ہم ہین کہ ایک اوپر پچاس برس سے جو پہانسی کا پہندا گلے مین پڑا ہے تو نہ پہندا ہی ٹوٹتا ہے نہ دم ہی نکلتا ہے - اُسکو سمجہاؤ کہ بہائی تیرے بچّون کو مین پال لونگا تو کیون بلا مین پہنستا ہے -

جب انکی پنشن کہلی تو ایک اَور شخص کو لکہتے ہین - تجہکو میری جان کی قسم اگر مین تنہا ہوتا تو اس وجہہ قلیل مین کیسا فارغ البال و خوشحال رہتا - مرزا صاحب نے فرزند اپنا روحانی یعنے پاک خیالات اور عالی مضامین سے ایک انبوہ بیشمار اپنی نسل مین یادگار چہوڑا مگر افسوس کہ جسقدر ادہر سے خوش نصیب ہوئے اُسیقدر فرزندان ظاہری کی طرف سے بے نصیب ہو گئے - چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہین - سات بچے ہوئے - مگر بعض برس دن کے بیچ و بیش مین سب ملک عدم کو چلے گئے - انکی بی بی کے بہانجے آلٰہی بخش خان مرحوم کے نواسے

زین العابدین خان تھے - وہ بھی شعر کہا کرتے تھے - اور عارف تخلص کرتے تھے -
عارف جوان مرگئے - اور دو ننھے ننھے بچے یادگار چھوڑے - بی بی ان بچون کو بہت
چاہتی تہین - اسلئے مرزا نے اُنہین اپنے بچونکی طرح پالا - بڑہاپے مین اُنہین گلو کا ہار
کئے پہرتے تہے - جہان جاتے وہ پالکی مین ساتھ ہوتے تہے - اُنکے آرام کے لئے آپ بے آرام
ہوتے تہے - اُنکی فرمائشین پوری کرتے تہے - افسوس کہ مرزا کے بعد دو نوجوان مرگئے -
نواب احمد بخش خان مرحوم کے رشید فرزند مرزا صاحب کی تکلیف نہ دیکھ سکتے تہے -
کمال کی دولت اُنسے لیتے تہے - دنیا کی ضرورتون مین اُنہین آرام دیتے تہے - چنانچہ
نواب ضیاء الدین خانصاحب شاگرد ہین - **نواب امین الدین**
خان مرحوم والی لوہارو بھی آداب خوردانہ کے ساتھ خدمت کرتے تہے - نواب
علاء الدین خان والی حال اُسوقت ولیعہد تہے بچپن سے شاگرد ہین - چنانچہ مرزا صاحب
نواب علاء الدین خان صاحبکو لکہتے ہین میان! بڑی مصیبت مین ہون -
محل سرا کی دیوارین گرگئی ہین - پاخانہ ڈہ گیا - چہتین ٹپک رہی ہین - تمہاری پہوپہی کہتی
ہین کہ ہائے دبی ہائے مری - دیوان خانہ کا حال محلسرا سے بدتر ہے - مین مرنے سے نہین ڈرتا
فقدان راحت سے گہبرا گیا ہون - چہت چہلنی ہے - ابر دو گہنٹے برسے تو چہت چار گہنٹے
برستی ہے - مالک اگر چاہے کہ مرمت کرے تو کیونکر کرے - مینہ کہلے تو سب کچھ ہو - اور
پہر اثنائے مرمت مین مین بیٹھا کسطرح رہون - اگر تم سے ہوسکے تو برسات تک بہائی
مجکو وہ حویلی جسمین میر حسن رہتے تہے اپنی پہوپہی کے رہنے کو - اور کوٹھی مین سے وہ بالاخانہ
مع دالان زیرین جو الٰہی بخش خان مرحوم کا مسکن تہا میرے رہنے کو دلوا دو - برسات
گذر جائیگی مرمت ہو جائیگی - پہر صاحب اور میم اور بابا لوگ اپنے قدیم مسکن مین آرہینگے
تمہارے والد کے ایثار و عطا کے جہان مجہپر احسان ہین - ایک یہ مروت کا احسان میرے

[1] نواب الٰہی بخش خان مرحوم کی بیٹی - نواب احمد بخش خان مرحوم کی حقیقی بھتیجی بیوی [illegible] [2] [illegible]
[illegible]

پایان عمر میں اور بھی بھی - غالب -

مرزا کثیر الاحباب تھے - دوستوں سے دوستی کو ایسا نبا ہتے تھے کہ اپنایت سے زیادہ - انکی دوست پرستی خوش مزاجی کے ساتھ رفیق ہوکر ہر وقت ایک دائرہ شرفا اور رئیس زادونکا انکے گرد و کہاتی تھی - انہی سے غم غلط ہوتا تہا اور اسی میں انکی زندگی تھی - لطف یہہ ہے کہ دستوں کی لڑکونسے بھی وہی باتیں کرتے تھے جو دوستونسے - اُدہر یہہ بہار نوجوانونکا موٴدب بیٹھنا - اِدہر سے بزرگانہ لطیفوں کا پہول بی برسانا - اُدہر سعادتمندوں کا چپ مسکرانا اور بولنا تو حد ادب سے قدم نہ بڑہانا - اِدہر پہر بھی شوخی طبع سے باز نہ آنا ایک عجیب کیفیت رکہتا تہا - بہرحال انہی لطافتوں اور ظرافتوں میں زمانے کی مصیبتوں کو ٹالا - اور ناگوار کو گوارا کر کے ہنستے کہیلتے چلے گئے - چنانچہ میر مہدی میر سرفراز حسین - نواب یوسف مرزا وغیرہ اکثر شریف زادوں کے لئے خطوط اردوئے معلّے میں ہیں جو کہ ان جلسوں کے فوٹو گراف دکہاتے ہیں -

زمانہ کی بیوفائی نے مرزا کو وہ فارغ البالی نصیب نہ کی جو انکے خاندان اور کمال کے لئے شایان تھی - اور انہی دونوں باتوں کا مرزا کو بہت خیال تہا - لیکن اسکے لئے وہ اپنے جی کو جلا کر دل تنگ بھی نہوتے تھے - بلکہ ہنسی میں اُڑا دیتے تھے - ان دونوں باتوں کی سند میں دو خط نقل کرتا ہوں - ایک خط میر مہدی صاحب کے نام ہے کہ ایک شریف عالی خاندان ہیں - اور انکے رشید شاگرد ہیں - دوسرا خط منشی ہرگوپال صاحب تفتہ تخلص کے نام ہے جنکا ذکر خیر اجمالاً پہلے لکہا گیا -

میر مہدی تم میرے عادات کو بہول گئے - ماہ مبارک رمضان میں کبہی مسجد جامع کی تراویح ناغہ ہوئی ہے - میں اس مہینے میں رامپور کیونکر رہتا نواب صاحب مانع رہے اور بہت منع کرتے رہے برسات کے آموں کا لالچ دیتے رہے مگر بہائی میں ایسے انداز سے چلا کہ چاند رات کے دن یہاں آ پہنچا - یکشنبہ کو غرّہ ماہ مقدس ہوا - اسی دن سے ہر صبح

کو حامد علی خان کی مسجد مین جا کر جناب مولوی جعفر علی صاحب سے قرآن سنتا ہون۔
شب کو مسجد جامع جا کر نماز تراویح پڑہتا ہون۔ کبہی جو جی مین آتی ہے تو وقت صوم مہتاب باغ
مین جا کر روزہ کہولتا ہون۔ اور سرد پانی پیتا ہون۔ واہ واہ کیا اچہی طرح عمر بسر ہوتی ہے
اب اصل حقیقت سنو لڑکون کو ساتہہ لیگیا تہا وہان اِنہون نے میرا ناک مین دم کر دیا۔
تنہا بہیجدینے مین وہم آیا کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ہو تو بدنامی عمر بہر رہے اسلیئے
جلد چلا آیا۔ ورنہ گرمی برسات وہین کاٹتا۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات جاؤنگا
اور بہت دنون تک یہان نہ آؤنگا قرار داد یہہ ہے کہ نواب صاحب جولائی ۱۸۵۹ء سے
کہ جسکو یہہ دسوان مہینا ہے سو روپیہ مجہے ماہ بماہ بہیجتے ہین۔ اب مین جو وہان گیا تو
سو روپیہ مہینا بنام دعوت اَور دیا۔ یعنے رامپور رہون تو دوسو روپیہ مہینا پاؤن اور
دِلّی رہون تو سو روپئے۔ بہائی سو دوسو مین کلام نہین۔ کلام اسمین ہے کہ نواب صاحب
دوستانہ و شاگردانہ دیتے ہین مجکو نوکر نہین سمجہتے ہیں۔ ملاقات بہی دوستانہ رہی
معانقہ و تعظیم جسطرح احباب مین رسم ہے وہ صورت ملاقات کی ہے۔ لڑکون سے مینے نذر دلوائی
تہی بس ہر حال غنیمت ہے۔ رزق کے اچہی طرح ملنے کا شکر چاہیے۔ کمی کا شکوہ کیا؟ انگریزی
سرکار سے دس ہزار روپیہ سال ٹہیرا۔ اسمین سے مجکو ملے ساڑہے سات سو روپیہ سال
ایک صاحب نے نہ دیئے مگر تین ہزار روپیہ سال عزت مین وہ پایہ جو رئیس زادونکے واسطے
ہوتا ہے نبارہ۔ خانصاحب بسیار مہربان دوستان القاب۔ خلعت سات پارچہ اور
جیغہ و سرپیچ و مالائے مروارید۔ بادشاہ اپنے فرزندون کے برابر پیار کرتے تہے۔
بخشی۔ ناظر۔ حکیم۔ کسی سے توقیر کم نہین۔ مگر فائدہ وہی قلیل۔ سو میری جان یہان
بہی وہی نقشہ ہے۔ کوٹہری مین بیٹہا ہون۔ ٹٹی لگی ہوئی ہے۔ ہوا آرہی ہے۔ پانی کا جہجر
دہرا ہوا ہے۔ حقہ پی رہا ہون۔ یہ خط لکہہ رہا ہون۔ تمسے باتین کرنیکو جی چاہا یہ باتین کرلین۔

۲ غرہ رمضان سے لیکر یہانتک مقطا شرح طبع ہے۔ کیونکہ جو باتین ان فقرون ... مرزا انکے کوسلا ہوا کرتے تہے
دوسرہ خط غدر کے ... کا ہے اس وقت ... دو ...

خط بنام منشی ہرگوپال تفتہ بس تو اب تم اسکندرآباد مین رہے کہین اور کیون جاؤگے - بنک گہر کا روپیہ کہا چکے ہو - اب کہان سے کہاؤگے میان نہ میرے سمجہانیکو دخل ہے نہ تمہارے سمجہنے کی جگہ ہے - ایک چرخ ہے کہ وہ چلا جاتا ہے جو ہونا ہے وہ ہوا جاتا ہے - اختیار ہو تو کچہہ کیا جائے - کہنے کی بات ہو کچہہ کہا جائے - مرزا عبدالقادر بیدل خوب کہتا ہے -

رغبت جاہ چہ و نفرت اسباب کدام	زین ہوسہا بگزر یا نگزر - میگزرد

مجکو دیکہو کہ نہ آزاد ہون نہ مقید - نہ رنجور ہون نہ تندرست - نہ خوش ہون نہ ناخوش - نہ مردہ ہون نہ زندہ - جئے جاتا ہون - باتین کئے جاتا ہون - روٹی روز کہاتا ہون - شراب گاہ گاہ پئے جاتا ہون - جب موت آئے گی مر بہی رہون گا - نہ شکر ہے نہ شکایت ہے جو تقریر ہے بسبیل حکایت ہے -

مرزا کے تمام خاندان کا اور بزرگون کا مذہب سنت وجماعت تہا - مگر اہل راز اور تصنیفات سے بہی ثابت ہے کہ انکا مذہب شیعہ تہا - اور لطف یہ تہا کہ ظہور اسکا جوش محبت مین تہا نہ کہ تبرا و تکرار مین - چنانچہ اکثر لوگ انہین نصیری کہتے تہے اور وہ سنکر خوش ہوتے تہے - ایک جگہ کہتے ہین

منصور فرقۂ علی اللّٰہیان منم	آوازۂ انا اسداللہ برافگنم

تمام اقربا اور حقیقی دوست سنت وجماعت تہے لیکن اُنکی اپنایت مین کسیطرح کی دوئی نہ معلوم ہوتی تہی مولینا فخرالدین کے خاندان کے مُرید بہی تہے - دربار اور اہل دربار مین کبہی اس معاملہ کو نہین کہولتے تہے اور یہ طریقہ دہلی کے اکثر خاندانون کا تہا تصنیفات دیو اُردو مین تقریباً ۱۸۰۰ شعر کا ایک دیوان انتخابی ہے کہ ۱۸۴۹ء مین مرتب ہوکر چہپا اسمین کچہہ تمام اور کچہہ ناتمام غزلین ہین اور کچہہ متفرق اشعار ہین - غزلون کے

تخمیناً ۰۰ ۱۱ شعر - قصیدون کے ۱۹۲ شعر - مثنوی ۳۳ شعر - متفرقات قطعون کے ۱۱۱ شعر - رباعیان ۱۶ - دو تاریخین جنکے ۸ شعر - غرضکہ عالم مین مرزا کا نام بلند ہے اُس سے ہزارون درجہ عالم معنے مین کلام بلند ہے - بلکہ اکثر شعر ایسے اعلیٰ درجہ رفعت پر واقع ہوئے ہین کہ ہماری نارسا ذہن وہان تک نہین پہنچ سکتے - جب اِن شکایتون کے چرچے زیادہ ہوئے - تو اُس ملک بے نیازی کے بادشاہ نے کہ اقلیم سخن کا بہی بادشاہ تہا اپنی غزل کے ایک شعر سے سبکو جواب دیدیا -

نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا	گر نہین ہین مرے اشعار مین معنی نہ سہی

اور ایک رباعی بہی کہی -

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل	سُن سُن کے اُسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہین فرمائش	گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

آزرده تخلص - عبداللہ خان نام - ۴۰ - ۴۵ برس کے مشاق تہے - ایسے بلند مضمون اور نازک خیال پیدا کرتے تہے کہ قابو مین - لا سکتے تہے اور انہین عمدہ الفاظ بہی ایسی چُستی اور درستی سے باندھتے تہے کہ وہ مضمون سما بہی نہ سکتا تہا - اسلئے کبہی تو مطلب کچہہ کا کچہہ ہو جاتا تہا اور کبہی کچہہ بہی نہ رہتا تہا سنگلاخ اور مشکل ردیفوں مین غزل کہتے تہے - فکر مضامین اور تلاش الفاظ مین تن بدن کا ہوش نہ تہا - غور کے ساتہہ کاوش کرتے تہے - اور آپ ہی آپ مزے لیتے تہے - ہونٹ چباتے چباتے ایک طرف سے سفید ہو گیا تہا - بعض شعر پڑہ کر کہتے تہے کہ آنکہوں سے لہو ٹپک پڑا تہا جب یہ شعر کہا تہا - بعضے پر کہتے تہے کہ مہینے تک برابر پڑہتا رہا - پڑہتے اس زور و شور سے تہے کہ دیکہنے سے تعلق رکہتا تہا - مشاعرون مین غزل سناتے تہے تو صف مجلس سے گزر کر آگے نکل آتے تہے - بعض اشعار ہی سے کہ اور قلعہ مین اکثر مرشد زادے (شہزادے) شاگرد تہے مگر یہاں سب سے جی شعرائے باکمال کو جا کر سناتے تہے - اور واہ واہ کی چیخین اور تعریفون کو قربان و فریاد لیکر چھوڑتے کیونکہ اُسے اپنا حق سمجہتے تہے - ذوق مرحوم باوجود کم سخنی اور عادت خاموشی کے خوب خوب بہت خوب کہتے اور مکرر پڑہواتے تہے - مسکراتے اور چہرہ پہ سرور ظاہر کرتے گویا شعر کی کیفیت مین جہوم رہے ہین - لیکن مرزا تو ایسے دل لگی کے مصالح ڈہونڈتے رہتے تہے - یہ نعمت خداداد سے - شعر سنتے اور کبہی کبہی

ایک دن استاد مرحوم سے مرزا صاحب کے انداز نازک خیالی کا۔ اور فارسی ترکیبوں کا۔ اور لوگوں کی مختلف طبیعتوں کا ذکر تھا۔ میں نے کہا۔ کہ بعض شعر صاف بھی نکل جاتا ہے تو قیامت ہی کر جاتا ہے۔ فرمایا۔ خوب! پھر کہا کہ جو مرزا کا شعر ہوتا ہے اُسکی لوگوں کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ شعر اُنکے میں تمھیں سناتا ہوں۔ کئی متفرق شعر پڑھکر تھے۔ ایک ابتک خیال میں ہے۔

دریا معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سر دامن بھی ابھی تر نہوا تھا

اسمیں کلام نہیں کہ وہ اپنے نام کی تاثیر سے مضامین و معانی کے بادشاہ تھے۔ دو باتیں انکے انداز کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں۔ اول یہ کہ معنے آفرینی اور نازک خیالی اُنکا شیوۂ خاص تھا۔ دوسرے چونکہ فارسی کی مشق زیادہ تھی اور اُس سے انہیں طبعی تعلق تھا۔ اسلئے اکثر الفاظ اسطرح ترکیب دیجاتے تھے کہ بول چال میں اسطرح بولتے نہیں

کافر ہیں جو تمھیں استاد کہتے ہیں۔ شعر کی خدا ہو خدا۔ سجدہ کا اشارہ کرتے اور کہتے سبحان اللہ سبحان اللہ میں اُن دنوں میں عجب شوقین تھا۔ اپنا مشتاق سمجھکر مجھسے بہت خوش ہوتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ بس تم ہماری کلام کو سمجھتے ہو۔ رستہ میں مل جاتے تو دس قدم دور سے دیکھکر کھڑے ہو جاتے۔ اور جو نیا شعر کہا ہوتا۔ اُسے وہیں سے اکڑ کر پڑھتے۔ پھر شعر سُنتے سناتے چلتے۔ قلعہ کے نیچے میدان میں گھنٹوں ٹہلتے اور شعر پڑھتے رہتے۔ غریب خانہ پر بھی تشریف لاتے اور پھر بہت کم بیٹھتے ایک دن رستہ میں ملے دیکھتے ہی کہنے لگے۔ آج گیا تھا۔ اُنہیں بھی سُنا آیا۔ میں نے کہا کیا۔ کہا کہ لو کہا

ڈیڑھ جزیہ بھی تو ہے مطلع و مقطع غائب
غالب آسان نہیں صاحب دیوان ہونا

پھر بیان کیا کہ ایک جلسہ میں مومن خان بھی موجود تھے۔ مجھسے سب نے شعر کی فرمایش کی میں نے ناسخ کی غزل پر غزل کہی تھی وہ سُنائی۔ مقطع پر بہت حیران ہوئے ع کہ جسکو کہتے ہیں جرنج هفتم ورق ہے دیوان هفتمین کا۔ پوچھنے لگے کہ کیا آپ ساتواں دیوان لکھتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں ابتو آٹھواں بھی جب ہو گئے۔ عمومی واقعات پہ اکثر شعر کہا کرتے تھے۔ مومن خان کو کنور رجیت سنگھ نے ہتنی دی۔ دیکھو صفحہ ۱۴۴۸۔ آپنے کہا

جنھیں میں وہ مومن مکان لیتا ہے
سمجھے ہیں کہ جو ہتنی کا دان لیتا ہے

دلی میں شیرین ایک بڑی نامی رنڈی تھی۔ وہ حج کو چلی۔ آپنے کہا۔ بصفحہ دیگر

لیکن جو شعر صاف صاف نکل گئے ہین وہ ایسے ہین کہ جواب نہین رکہتے - اہل ظرافت بہی اپنی نوک جھوک سے چوکتے نہ تہے چنانچہ ایک دفعہ مرزا بہی مشاعرہ مین تشریف لے گئے - حکیم آغا جان عیش ایک خوش طبع شگفتہ مزاج شخص تہے - دیکہو صفحہ ۴۹۶ غزل طرحی مین یہ قطعہ پڑہا -

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجہے تو کیا سمجہے   مزا کہنے کا جب ہے اِک کہے اور دوسرا سمجہے
کلام میر سمجہے اور زبان میرزا سمجہے   مگر انکا کہا یہ آپ سمجہیں یا خدا سمجہے

اسیواسطے اواخر عمر مین نازک خیالی کے طریقہ کو بالکل ترک کر دیا تہا - چنانچہ دیکہو اخیر کی غزلین صاف صاف ہین دونو کی کیفیت جو کچہہ ہے معلوم ہو جائیگی - سن رسیدہ اور معتبر لوگون سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں انکا دیوان بہت بڑا تہا یہ منتخب ہے - مولوی فضل حق صاحب کہ فاضل بے عدیل تہے - ایک زمانہ مین دہلی کے عدالت ضلع مین

بجا ہے شیرین اگر چہوڑ دتی حج کو چلی   مثل ہے نسو چوہے کہا کے بلی حج کو چلی

برس ہوگئی - وہ جو چیئے نہ ہے اکثر سنڑ یاد تہے - حافظہ لے بے وفائی کی - شاید حروف و کاغذ و فاکرین جو یادہو لکہہ دیتا ہون اور آنکی جان خراشی اور رہ بادی کا افسوس کرتا ہون -

ہین جہلیان بہوون کی جبین پر شکن کے اند   اُلٹی پہر بہتی گنگا - جیسی بہون کے اندر
دنیا جو منقلب کا اُلٹا ہے کارخانہ   ہے مہر شمع وا تدون - دیں انجمن کر اندر
ہین وہ ہون نخل جو ہے سلسبیل دریائی   سر ہی جو کشتی عمل نار جیل دریائی -
مجہہ اترتی ہے گرداب آسمان سے وحی   ہے راہبر خضر جبرئیل دریائی -
مین کالا پانی پڑا ماتا ہون ہر شب و روز   زمین کا گز ہے میرا کلک میل دریائی -
بنا ہے کنگرۂ غار و - ملک دشت حصار   سا ہر آبلہ برج فصیل دریائی -
ہوا ہے شاعری کی معشوق آبدار کو دہت   ہمارا خامہ ہے خر طوم فیل دریائی
جہاز ہے مرا ایک تار منکر دم ہو   مرے عمل میں ہے جیسے تفصیل دریائی
مین ایسا کوچ کی ہون موج مین بہا جاتا   حباب وار ہون کوس رحیل دریائی
ہماری موج تلاطم سے آشنائی ہے   ہے آب شور ہے دیتا زمیل دریائی
ہے اوج مرد مکو دیدہ - مردم آبی   کمال دیدۂ تر سے سبیل دریائی -

سررشتہ دار تھے - اُسی عہد مین مرزا خان عرف مرزا خانی صاحب کوتوال شہر تھے -
وہ مرزا قتیل صاحب کے شاگرد تھے - نظم نثر فارسی اچھی لکھتے تھے - غرضکہ یہ دونو
باکمال مرزا صاحب کے دلی دوست تھے - ہمیشہ باہم دوستانہ جلسے اور شعر وسخن کے چرچے
رہتے تھے - اُنہون نے اکثر غزلون کو سُنا اور دیوان کو دیکہا تو مرزا صاحب کو سمجہا یا کہ
یہ اشعار عام لوگون کی سمجہ مین نہ آئینگے - مرزا نے کہا اتنا کچہہ کہہ چکا - اب تدارک کیا
ہوسکتا ہے - اُنہون نے کہا کہ خیر ہوا سو ہوا - انتخاب کرو اور مشکل شعر نکال ڈالو -
مرزا صاحب نے دیوان حوالہ کردیا - دونون صاحبون نے دیکہکر انتخاب کیا - وہی
دیوان ہے جو کہ آج ہم عینک کی طرح آنکہون سے لگائے پہرتے ہین -

عود ہندی - کچہہ تقریظین کچہہ اور نثرین اور خطوط ہین - اکثر خطون مین
اُن لوگون کے جواب ہین - جنہون نے کسی مشکل شعر کے معنے پوچہے یا کوئی امر تحقیق
طلب فارسی یا اُردو کا دریافت کیا -

اُردوے معلّے - سنہ ۱۲۸۵ھ سنہ ۱۸۶۹ع چند شاگردون اور دوستون نے جسقدر
اُردو کے خطوط انکے ہاتہہ آئے ایک جگہ ترتیب دیے - اور اُس مجموعہ کا نام مرزا نے خود
اُردوے معلّے رکہا - ان خطوط کی عبارت ایسی ہے گویا آپ سامنے بیٹہے گل

وحشت مجہے زنجیر پنہاتی ہی تہی اکثر	طفلی مین ہی ہنسلی میری جاتی ہی تہی اکثر
جب تہا زر گل کیسۂ غنچے کی گرہ مین	بلبل بڑی گلچہرے اڑاتی ہی تہی اکثر
دم کا جو درہم یہہ باندہے خیال اپنا	بے پل صراط اُتر بین - یہ ہے کمال اپنا
طفلی ہی سے ہر مجہکو وحشت سراسر الفت	شم مین گڑا ہے آہو کے نال اپنا
کسب شہادت اپنا - ہے یاد کسکو قاتل	ساتہے مین تیغ کے سر لیتے مین ڈہلی اپنا
بہاتا ہے جوش عشق سے نہر بین وشو نمین ہونا	ہے اب شورہ گریہ آپ زلالی اپنا
جہیجک کی آبلون کی مین باگ موڑتا ہون	

افشانی کررہے ہین - مگر کیا کرین کہ انکی باتین بہی فن ناسی کے خوشنما تراشون اور
عمدہ ترکیبون سے مرصع ہوتی ہین بعض فقرے کم استعداد ہندوستانیون کے کانون
کو نئے معلوم ہون تو وہ جانین - یہ علم کی کم رواجی کا سبب ہے - چنانچہ فرماتے ہین
کیا جگرخون کن اتفاق ہے - اب ورنگ وروزی کی تقصیر معاف کیجئے - بس جانبین
کو دل کی آرامش کا ترک کرنا - اور خواہی نخواہی بابو صاحب کے ہمراہ رہنا - یہ ترجمہ
سیری ارزش کے فوق ہے - سرمایۂ نازش قلمرو ہندوستان ہو - بعض جگہ تمام
محاورۂ فارسی کا ترجمہ کیا ہے - جیسے - میر - اور - سودا - وغیرہ استادون کے
کلام مین لکہا گیا ہے چنانچہ انہی خطون مین فرماتے ہین - اسقدر عذر چاہتے ہو
یہہ لفظ انکے قلم سے اسواسطے نکلا کہ عذر خواستن جو فارسی کا محاورہ ہے وہ اس
باکمال کی زبان پر چڑہا ہوا ہے - ہندوستانی عذر کرنا یا عذر معذرت کرنی - بولتے
ہین - نظر اس دستور پہ اگر دیکہو تو مجہے اس شخص سے خس برابر علاقہ عزیز داری کا نہین
یہ بہی ترجمہ - نظر برین ضابطہ - کا ہے - منشی نبی بخش تمہارے خط نہ لکہنے کا گلہ رکہتے
ہین - گلہ دارند و شکوہ ہا دارند فارسی کا محاورہ ہے - کیون صاحب کول مین آنا
منشی نبی بخش کے ساتہہ غزل خوانی کرنی - اور ہمکو یاد نہ لانا - یاد آوردن خاص ایران کا
سکہ ہے - ہندوستانی یاد کرنا بولتے ہین - جو آپ پہ معلوم ہے وہ مجہہ پر مجہول نہین ہے
ہرچہ برشما منکشف ہست برمن مخفی نماند -
ان خطون کی طرز عبارت بہی ایک خاص قسم کی ہے - کہ ظرافت کے چٹکلے اور لطافت
کی شوخیان اسمین خوب ادا ہوسکتی ہین - یہ انہی کا ایجاد تہا کہ آپ مزا لے لیا اور
اورونکو لطف دے گئے - دوسرے کا کام نہین - اگر کوئی چاہے کہ ایک تاریخی حال -
یا اتفاقی خیال - یا علمی مطالب - یا دنیا کے معاملات خاص مین مراسلے لکہے تو اس

انداز مین ممکن نہین - اس کتاب مین چونکہ اصلی خط لکھے ہین اسلئے وہ انکی ظاہر و باطن کی حالت کا آئینہ ہے - اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے غم و الم ہمیشہ انہین ستاتے تھے اور وہ علوِ حوصلہ سے ہنسی ہی مین اڑاتے تھے - پورا لطف ان تحریرون کا اُس شخص کو آتا ہے کہ جو خود انکے حال سے اور مکتوب الیہ کی چال ڈھال سے اور طرفین کے ذاتی معاملات سے بخوبی واقف ہو - غیر آدمی کی سمجھ مین نہین آتین - اسلئے اگر ناواقف اور بیخبر لوگون کو اسمین مزا نہ آئے تو کچھ تعجب نہین -

اس کتاب مین - قلم - التماس - کو مونث - پیشش - بیداد - بارک کو مذکر فرمایا ہے ایک جگہ فرماتے ہین - میرا ایدو ہ نسبت اور دنون کے فصیح ہوگا -

لطائف غیبی - اس رسالہ مین منشی سعادت علی کی طرف روئے سخن ہے - اگرچہ اسکے دیباچہ مین سیف الحق کا نام لکھا ہے مگر انداز عبارت اور عبارت کے چٹکلے صاف کہتے ہین کہ مرزا ہین - سیف الحق در حقیقت وہی میان داد خان ہین - جن کے نام چند رقعے مرزا صاحب کے اردو معلے مین ہین - چنانچہ ایک رقعہ مین اُنہین فرماتے ہین کہ صاحب مینے تمکو سیف الحق خطاب دیا - تم میری فوج کے سپہ سالار ہو -

تیغ تیز - مولوی احمد علی پروفیسر مدرسہ ہگلی نے قاطع برہان کے جواب مین موید البرہان لکھی تھی - اسکے بعض مراتب کا جواب مرزا صاحب نے تحریر فرماکر تیغ تیز نام رکھا -

قاطع برہان کے اخیر مین چند ورق سید عبداللہ کے نام سے ہین - وہ بھی مرزا صاحب کے ہین -

تصنیفات فارسی

فارسی کی تصنیفات کی حقیقتِ حال کا لکھنا اور انپر رائے لکھنی اردو کے تذکرہ نویس کا کام نہین ہے - اسلئے فقط فہرست لکھتا ہون -

قصائد - حمد و نعت مین - آئمہ معصومین کی مدح مین - بادشاہ دہلی شاہ اودھ

گورنروں اور بعض صاحبان عالیشان کی تعریف میں ہیں۔

غزلوں کا دیوان مع دیوان قصاید کے ۱۲۳۳ھ میں مرتب ہو کر انتلون کے ذریعے اہل ذوق میں پہیلا اور ابتک کئی دفعہ چھپ چکا ہے۔

پنج آہنگ - اسمین پنج آہنگ کے پانچ باب - فارسی کے انشا پردازوں کے لئے جو انکو انداز میں لکہا جا بیں - ایک عمدہ تصنیف ہے۔

۱۸۶۲ء میں قاطع برہان چہپی - بعد کچہہ کچہہ تبدیلی کے اسکو چہپوایا - اور درفش کاویانی نام رکہا - برہان قاطع کی غلطیاں نکالی ہیں - مگر اسپر فارسی کے عہدہ داروں نے سخت حملوں کے ساتہہ مخالفت کی۔

نامۂ غالب - قاطع برہان کے کئی شخصوں نے جواب لکہے - چنانچہ میرٹہہ میں حافظ عبدالرحیم نام ایک معلم نابینا تہے - اُنہوں نے اسکا جواب ساطع برہان لکہا - مرزا صاحب نے خط کے عنوان میں حافظ صاحب موصوف کو بطور جواب کے چند ورق لکہے - اور اُنکا نام نامۂ غالب رکہا۔

مہر نیمروز - حکیم احسن اللہ خان طبیب خاص بادشاہ کے تہے - اُنہیں تاریخ کا شوق تہا - اور اہل کمال کے ساتہہ عموماً تعلق خاطر رکہتے تہے - مرزا کی اُنکے ایما اول کتاب مذکور کا ایک حصہ لکہا - اسکے ذریعے سے ۱۸۵۰ء میں باریاب حضور ہو کر خدمت تاریخ نویسی پر مامور ہوئے - اور نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خان غالب بہادر نظام جنگ خطاب ہوا - چنانچہ پہلی جلد میں امیر تیمور سے ہمایون تک کا حال بیان کر کے مہر نیمروز نام رکہا - ارادہ تہا کہ اکبر سے لیکر بہادر شاہ تک کا حال دوسری جلد میں لکہیں - اور ماہ نیم ماہ نام رکہیں کہ غدر ہو گیا۔

دستنبو - ۱۱ - مئی ۱۸۵۷ء سے یکم جولائی ۱۸۵۸ء تک حال لغاوت درج

تباہی شہر - اپنی سرگذشت - غرض کل ۵ امہینے کا حال لکھا ہے -
سبد چین - دو تین قصیدے - چند قطعے - چند خطوط - فارسی کے اُس مین ہین
کہ دیوان مین درج نہوئے تھے -
اواخر عمر مین اپنا کلام اپنے پاس نہ رکہتے تہے - اُردو کی تصنیفات نواب حسین مرزا صاحب
کے پاس رہتی تہین اور وہ ترتیب کرتے جاتے تہے - فارسی نواب ضیاء الدین احمد خان صاحب
کو بہیجدیتے تہے - کہ اُنہین نیر رخشان تخلص کرکے اپنا رشید شاگرد اور خلیفہ اول قرار
دیا تہا - خلیفۂ دوم - نواب علاء الدین خان صاحب تہے -
اُنکے خطون سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی انشا پردازی کے شوق کو بڑی کاوش اور
عرقریزی سے نباہتے تہے - اسیواسطے مرنے سے ۱۰ - ۱۵ برس پہلے اُنکی تحریرین اُردو
مین ہوتی تہین چنانچہ ایک دوست کو خط مین خود فرماتے ہین -
بندہ نواز! زبانِ فارسی مین خطون کا لکہنا پہلے سے متروک ہے پیرانہ سری اور ضعف کے
صدمون سی محنت پژوہی اور جگر کاوی کی قوّت مجہہ مین نہین رہی - حرارتِ غریزی
کو زوال ہے اور یہ حال ہے کہ -

مضمحل ہوگئے قوی غالب	وہ عناصر مین اعتدال کہان

مجہہ آپ ہی کی تخصیص نہین - سب دوستون کو جنسے کتابت رہتی ہے اُردو ہی مین نیاز نامہ
لکہا کرتا ہون - جن جن صاحبونکی خدمت مین آگے مین نے فارسی زبان مین خطوط لکہے
اور بہیجے تہے انہین سے جو صاحب اِسوقت موجود ہین - اُنسے بہی عند الضرورت اُسی زبان
مروّج مین مکاتیب مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ہے -
ردّ ئے معلّےٰ مین مرزا حاتم علی بیگ مہر کو تحریر فرماتے ہین: - میرا ایک قطعہ ہے کہ وہ مینے
کلکتہ مین کہا تہا تقریب یہ کہ مولوی کرم حسین ایک میرے دوست تہے اُنہون نے ایک

مجلس مین چکنی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ آپنے کفدست پہ رکہکر مجہسے کہا کہ اسکی کچہہ تشبیہات نظم کیجے مینے وہان بیٹہے بیٹہے نو دس شعر کا قطعہ لکہکر انکو دیا اور صلہ مین وہ ڈلی اُنسے لی۔

قطعہ

ہے جو صاحب کے کفدست پہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے اُسے جسقدر اچہا کہیے

خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکہیے
ناطقہ سربگریبان کہ اسے کیا کہیے

اختر سوختہ قیس سے نسبت دیجیے
خال مشکین رخ دلکش لیلے کہیے

حجر الاسود دیوار حرم کیجیے فرض
نافہ آہوئے بیابان ختن کا کہیے

صومعہ مین اسے ٹہیرائیے گر مہر نماز
میکدہ مین اسے خشت خم صہبا کہیے

مسی آلودہ سر انگشت حسینان لکہیے
سر پستان پریزاد سے مانا کہیے

اپنے حضرت کے کفدست کو دل کیجیے فرض
اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

غرضکہ بیس بائیس بیتیان ہین۔ اشعار سب کب یاد آتے ہین۔ بہول گیا۔ نواب زینت محل کو بادشاہ کے مزاج مین بہت دخل تہا۔ مرزا جوان بخت انکے بیٹے تہے اور باوجودیکہ بہت مرشدزادون سے چہوٹے تہے۔ مگر بادشاہ انہی کی ولیعہدی کے لئے کوشش کررہے تہے۔ جب انکی شادی کا موقع آیا تو بڑی دہوم کے سامان ہوئے۔ مرزا نے یہہ سہرا کہکر حضور مین گزرانا۔

سہرا

خوش ہو اے بخت کہ ہے آج ترے سر سہرا
باندہ شہزادہ جوان بخت کے سر پہ سہرا

کیا ہی اس چاند سے مکہڑے پہ بہلا لگتا ہے
ہے ترے حسن دل افروز کا زیور سہرا

سر پہ چڑہنا تجہے پہتا ہے پر اے طرف کلاہ
مجہکو ڈر ہے کہ نہ چہینے ترا لمبر سہرا

ناؤ بہر کر ہی پروئے گئے ہونگے موتی
ورنہ کیون لائے ہین کشتی مین لگا کر سہرا

سات دریا کے فراہم کئے ہونگے موتی
تب بنا ہوگا اس انداز کا گز بہر سہرا

رخ پہ دولہا کے جو گرمی سے پسینا ٹپکا | ہے رگِ ابر گہربار سراسر سہرا
یہ بھی اک بے ادبی تھی کہ قبا سے بڑھ جائے | رہ گیا آن کے دامن کے برابر سہرا
جی میں اترائیں نہ موتی کہ ہمیں ہیں اک چیز | چاہیے پھولوں کا بھی ایک مقرر سہرا
جبکہ اپنے میں سماویں نہ خوشی کے مارے | گوندھے پھولوں کا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا
رخِ روشن کی دمک گوہرِ غلطاں کی چمک | کیون نہ دکھلائے فروغِ مہ و اختر سہرا
تار ریشم کا نہیں ہے یہ رگِ ابرِ بہار | لائیگا تابِ گرانباریِ گوہر سہرا؟

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے کہدے کوئی بڑھکر سہرا

مقطع کو سنکر حضور کو خیال ہوا کہ اسمیں ہم پر چشمک ہے گویا اسکے معنے یہ ہوئے کہ اِس سہرے کے برابر کوئی سہرا کہنے والا نہیں - ہمنے جو شیخ ابراہیم ذوق کو استاد اور ملک الشعرا بنایا ہے یہ سخن فہمی سے بعید ہے - بلکہ طرفداری ہے - چنانچہ اُسیدن اُستادِ مرحوم جو حسبِ معمول حضور میں گئے - تو بادشاہ نے وہ سہرا دیا کہ استاد اِسے دیکھیے اُنہوں نے پڑھا اور بموجب عادت کے عرض کی - پیر و مرشد درست بادشاہ نے کہا کہ اُستاد! تم بھی ایک سہرا کہدو - عرض کی بہت خوب - پہر فرمایا کہ ابھی لکھدو - اور ذرا مقطع پہ بھی نظر رکھنا - اُستاد مرحوم وہیں بیٹھ گئے اور عرض کیا -

سہرا

اے جوان بخت مبارک تجھے سر پر سہرا | آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا
آج وہ دن ہے کہ لائے درِ انجم سے فلک | کشتیِ زر میں مہِ نو کی لگا کر سہرا
تابِ حسن سے مانندِ شعاعِ خورشید | رخِ پُر نور پہ ہے تیرے منور سہرا
وہ کہے صلِّ علیٰ یہ کہے سُبحان اللہ | دیکھے مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا
تا بنی اور بنے میں رہے اخلاص بہم | گوندھیے سورۂ اخلاص کو پڑھکر سہرا

دہوم ہے گلشنِ آفاق مین اس سہرے کی — گائین مرغانِ نواسنج نہ کیونکر سہرا

روئے فرخ پہ جو ہین تیرے برستے انوار — تا بہ بارش ہے بنا ایک سراسر سہرا

ایک کو ایک پہ تزئین ہے دمِ آرائش — سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

ایک گوہر بہی نہین صدکانِ گہر مین چہوڑا — تیرا بنوایا ہے لے لیکے جو گوہر سہرا

پہرتی خوشبو سے ہے اترائی ہوئی بادِ بہار — اللہ اللہ رے پہولون کا معطر سہرا

سر پہ طرہ ہے مزین تو گلے مین بدہی — کنگنا ہاتہ مین زیبا ہے تو منہ پر سہرا

رونمائی مین تجہے دے مہ و خورشید فلک — کہولے منہ کو جو تو منہ سے اٹہا کر سہرا

کثرتِ تارِ نظر سے ہے تماشائیون کے — دمِ نظارہ ترے روئے نکو پر سہرا

ق

دُرِ خوش آب مضامین سے بنا کر لایا — واسطے تیرے ترا ذوق ثناگر سہرا

جسکو دعویٰ ہے سخن کا یہ سنا دو اسکو — دیکہہ اسطرح سے کہتے ہین سخنور سہرا

ارباب نشاط حضور مین ملازم تہین۔ اسیوقت انہین ملا۔ شام تک شہر کی گلی گلی کوچہ کوچہ مین پہیل گیا دوسرے ہی دن اخبارون مین مشتہر ہو گیا۔ مرزا بہی بڑے ادا شناس اور سخن فہم تہے۔ سمجہے کہ تہا کچہہ اور ہو گیا کچہہ اور یہ قطعہ حضور مین گذرانا۔

قطعہ معذرت

منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی — اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہین مجہے

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہگری — کچہہ شاعری ذریعۂ عزت نہین مجہے

آزادہ رو ہون اور مرا مسلک ہے صلحِ کل — ہرگز کبہی کسی سے عداوت نہین مجہے

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون — مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجہے

استادِ شہ سے ہو مجہے پرخاش کا خیال — یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہین مجہے

جامِ جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر
سوگند اور گواہی کی حاجت نہین مجھے

مین کون اور ریختہ - ہان اس سے مدعا
جز انبساطِ خاطرِ حضرت نہین مجھے

سہرا لکھا گیا ز رہ امتثالِ امر
دیکھا کہ چارہ غیرِ اطاعت نہین مجھے

مقطع مین آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات
مقصود اس سے قطعِ محبت نہین مجھے

روئے سخن کسیکی طرف ہو تو روسیاہ
سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے

قسمت بری سہی پہ طبیعت بری نہین
ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہین مجھے

صادق ہون اپنے قول کا غالب خدا گواہ
کہتا ہون سچ کہ جھوٹ کی عادت نہین مجھے

کلکتہ مین بہت سے اہل ایران اور بڑے بڑے علما و فضلا موجود تھے - مگر افسوس ہے کہ وہان مرزا کے کمال کے لئے ایسی عظمت نہوئی جیسی کہ انکی شان کے لئے شایان تھی - حقیقت مین انکی عظمت ہونی چاہئے تھی - اور ضرور ہوتی مگر ایک اتفاقی پیچ پڑ گیا - اسکی داستان یہہ ہے کہ مرزا نے کسی جلسہ مین ایک فارسی کی غزل پڑھی - اسمین ایک لفظ پر بعض اشخاص نے اعتراض کیا - اور اعتراض بموجب اس قاعدہ کے تھا جو مرزا قتیل نے ایک اپنے رسالہ مین لکھا ہے - مرزا نے سنکر کہا کہ قتیل کون ہوتا ہے؟ اور مجھے قتیل سے کیا کام؟ - ایک فرید آباد کا کھتری تھا - مین اہل زبان کے سوا کسیکو نہین سمجھتا - وہ لوگ اکثر مرزا قتیل کے شاگرد تھے - اس لئے آئین مہمان نوازی سے آنکھین بند کرلین اور جوش و خروش خاص و عام مین پیدا ہوا - مرزا کو تعجب ہوا اور اس خیال سے کہ یہ فتنہ کسیطرح فرو ہو جائے - سلامت روی کا طریقہ اختیار کرکے ایک مثنوی لکھی - اور اسمین کچھہ شک نہین کہ داد سخنوری کی دی ہے - معرکہ کا سارا ماجرا نہایت خوبی کے ساتھہ نظم مین ادا کیا - اعتراض کو شدت سے دفع کیا - اپنی طرف سے انکسار مناسب کے ساتھہ معذرت کا حق پورا کیا - لیکن زیادہ تر افسوس یہہ ہے کہ جب مثنوی [illegible] دل کے

جلسہ مین پڑہی گئی تو بجاے اسکے کہ کمال کو تسلیم کرتے - یا یہان سے آپکی زیادتیون کا
عذر کرتے - ایک نے عمداً کہا کہ اس مثنوی کا نام کیا ہے؟ - معلوم ہوا کہ **بادِ مخالف** - تیرے
نے گلستان کا فقرہ پڑہا - بکر از صلحا را بادِ مخالف در شکم پیچید اور سب نے ہنس دیا -

لطیفہ - دلی مین مشاعرہ تہا - مرزا نے اپنی فارسی غزل پڑہی مفتی صدرالدین خانصاحب
اور مولوی امام بخش صاحب صہبائی جلسہ مین موجود تہے مرزا صاحب نے جسوقت یہ مصرع
پڑہا ع بوا دئیے کہ دران خضر را عصا خفت است + مولوی صہبائی کی تحریک سے مفتی صاحب
نے فرمایا کہ - عصا خفت است مین کلام ہے - مرزا نے کہا کہ حضرت! مین ہندی نژاد ہون
میرا عصا پکڑ لیا - اُس شیرازی کا عصا نہ پکڑا گیا - ع ولے بجاے اول عصاے شیخ بخفت بہ
اُنہون نے کہا کہ اصل محاورہ مین کلام نہین ہے کہ مناسب مقام ہے یا نہین -

لطیفہ - ایک دفعہ مرزا بہت قرضدار ہوگئے قرضخواہون نے نالش کردی - جوابدہی
مین طلب ہوئے - مفتی صاحب کی عدالت تہی - جسوقت پیشی مین گئے یہ شعر پڑہا -

قرض کی پیتے تہے مے لیکن سمجہتے تہے کہ ہان — رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایکدن

مرزا صاحب کو ایک آفت ناگہانی کے سبب سے چندروز جیلخانہ مین اسطرح رہنا پڑا کہ
جیسے حضرت یوسفؑ کو زندان مصر مین - کپڑے میلے ہوگئے - جوئین پڑگئی تہین -
ایکدن بیٹہے انہین سے جوئین چن رہے تہے - ایک رئیس وہین عیادت کو پہنچے - پوچہا
کیا حال ہے آپنے یہ شعر پڑہا -

ہم غمزدہ جسدن سے گرفتار بلا ہین		کپڑون مین جوئین بخیون کے ٹانکون سے سوا ہین

جسدن وہانسے نکلنے لگے اور لباس تبدیل کرنیکا موقع آیا تو اُن کا کرتا وہین پہاڑ کر
پہینکا اور یہ شعر پڑہا -

ہاے اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت **غالب**		جسکی قسمت مین ہو عاشق کا گریبان ہونا

حسین علیخان چھوٹا لڑکا ایک دن کھیلتا کھیلتا آیا کہ دادا جان مٹھائی منگا دو آپنے فرمایا کہ پیسے نہیں۔ وہ صندوقچہ کھولکر ادھر ادھر پیسے ٹٹولنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔

درم و دام اپنے پاس کہاں	چیل کے گھونسلے مین ماس کہاں

پنشن سرکاری ماہ بماہ ملتی تھی۔ مخاربت دہلی کے بعد حکم ہوا کہ ششماہی ملا کرے۔ اس موقع پر ایک دوست کو لکھتے ہین۔

رسم ہے مردہ کی چھ ماہی ایک	خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار
مجھکو دیکھو کہ ہون بقیدِ حیات	اور چھ ماہی ہو سال مین دوبار

مگر یہ دو شعر حقیقت مین ایک قصیدے کے ہین جسکی بدولت بادشاہ دہلی کے دربار سے ششماہی تنخواہ کے لئے ماہواری کا حکم حاصل کیا تھا۔ فارسی کے قصائد مین بھی اس قسم کی غزل و نصب انہون نے اکثر کئے ہین۔ اور یہ کچھ عجیبات نہین انوری وغیرہ اکثر شعرا نے ایسا کیا ہے۔

لطیفہ۔ مولوی فضل حق صاحب۔ مرزا کے بڑے دوست تھے۔ ایکدن مرزا انکی ملاقات کو گئے۔ انکی عادت تھی کہ جب کوئی بے تکلف دوست آیا کرتا تو خالق باری کا یہ مصرع پڑھا کرتے تھے۔ ع بیا برادر آو رے بھائی۔ چنانچہ مرزا صاحب کی تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے اور یہی مصرع کہکر بٹھایا۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ مولویصاحب کی رنڈی بھی دوسرے دالان سے اٹھکر پاس آن بیٹھی۔ مرزا نے فرمایا۔ ہاں صاحب۔ اب وہ دوسرا مصرع بھی فرما دیجئے۔ ع
بنشین مادر بیٹھ ری مائی۔

لطیفہ۔ مرزا کی قاطع برہان کے بہت شخصون نے جواب لکھے ہین۔ اور بہت زبان درازیان کی ہین۔ کسی نے کہا کہ حضرت آپنے فلان شخص کی کتاب کا جواب نہ لکھا۔ فرمایا بھائی۔ اگر کوئی گدھا تمہارے لات مارے تو تم اسکا کیا جواب دوگے۔

لطیفہ۔ بہن بیمار تھیں۔ آپ عیادت کو گئے۔ پوچھا کیا حال ہے۔ وہ بولیں کہ مرتی ہوں۔
قرض کی فکر ہے کہ گردن پر لئے جاتی ہوں۔ آپ نے کہا کہ بوا بھلا یہ کیا فکر ہے۔ خدا کے ہاں کیا
مفتی صدرالدین خان بیٹھے ہیں جو ڈگری کر کے پکڑوا بلائیں گے۔

لطیفہ[1]۔ ایک دن مرزا کے شاگرد رشید نے آکر کہا۔ حضرت آج میں امیر خسرو کی قبر پر گیا
مزار پر کھرنی کا درخت ہے اسکی کھرنیاں میں نے خوب کھائیں۔ کھرنیوں کا کھانا تھا کہ گویا فصاحت
و بلاغت کا دروازہ کھل گیا۔ دیکھئے تو میں کیسا فصیح ہو گیا۔ مرزا نے کہا کہ ارے میاں
تین کوس کیوں گئے۔ میرے پچھواڑے کے پیپل کی پیپلیاں کیوں نہ کھالیں۔ چودہ
طبق روشن ہو جاتے۔

لطیفہ۔ بعض بعض شاگردوں نے مرزا سے کہا کہ آپنے حضرت علیؑ کی مدح میں بہت قصیدے
اور بڑے بڑے زور کے قصیدے کہے۔ صحابہؓ میں سے کسی کی تعریف میں کچھ نہ کہا؟ مرزا
نے ذرا تامل کر کے کہا کہ۔ ان میں کوئی ایسا دکھا دیجئے تو اسکی تعریف بھی کہدوں۔
مرزا صاحب کی شوخی طبع ہمیشہ انہیں اس رنگ میں شور بور رکھتی تھی جس سے ناواقف لوگ
انہیں الحاد کی تہمت لگاتے تھے۔ اور چونکہ یہ رنگ انکی شکل و شان پر عجیب معلوم ہوتا تھا۔
اسلئے انکے دوست ایسی باتوں کو سنکر چونکتے تھے۔ جوں جوں وہ چونکتے تھے وہ اور بھی
زیادہ چھینٹے اڑاتے تھے۔ انکی طبیعت سرور شراب کی عادی تھی۔ لیکن اسے گناہ الہی سمجھتے تھے
اور یہ بھی عہد تھا کہ محرمؐ میں ہرگز نہ پیتے تھے۔

لطیفہ۔ غدر کے چند روز بعد پنڈت موتی لعل کہ ان دنوں میں مترجم گورنمنٹ پنجاب کے
تھے صاحب چیف کمشنر پنجاب کے ساتھ دلی گئے۔ اور حبّ الوطن اور محبتِ فن کے سبب سے مرزا صاحب
کی ملاقات کی۔ ان دنوں پنشن بند تھی۔ دربار کی اجازت نہ تھی۔ مرزا صاحب دل شکستگی کے شکوہ و شکایت
سے لبریز ہو رہے تھے۔ اثنائے گفتگو میں کہنے لگے۔ کہ عمر بھر میں ایک دن شراب نہ پی ہو تو کافر اور ایک

[1] یہ لطیفہ کئی شاعروں کی طرف منسوب ہے۔

دستہ ہی مار ہی تو مسلمان ہیں - پہر میں نہیں جانتا کہ مجھے سرکار نے باغی مسلمانوں میں
کس طرح شامل سمجھا -

لطیفہ - بہوپال سے ایک شخص دلی کی سیر کو آئے - مرزا صاحب کے بہی مشتاق ملاقات تہے
چنانچہ ایک دن ملنے کو تشریف لائے - وضع سے معلوم ہوتا تہا کہ نہایت پرہیزگار
اور پارسا شخص ہیں - اُنسے بکمال اخلاق پیش آئے - مگر معمولی وقت تہا - بیٹہے سرور
کر رہے تہے - گلاس اور شراب کا شیشہ آگے رکہا تہا - اُن بیچارہ کو خبر نہ تہی کہ آپ کو یہ
شوق بہی ہے - اُنہوں نے کسی شربت کا شیشہ خیال کر کے ہاتہہ میں اُٹہا لیا - کوئی شخص
پاس سے بولا کہ جناب یہ شراب ہے - بہوپالی صاحب نے جہٹ شیشہ ہاتہہ سے رکہدیا اور کہا
کہ میں نے تو شربت کے دہوکے میں اُٹہایا تہا - مرزا صاحب نے مسکرا کر اُنکی طرف دیکہا اور
فرمایا کہ - زہے نصیب - دہوکے میں نجات ہوگئی -

لطیفہ - ایکدفعہ رات کو انگنائی میں بیٹہے تہے - چاندنی رات تہی - تارے چہٹکے ہوئے
تہے - آپ آسمان کو دیکہکر فرمانے لگے کہ جو کام بے صلاح و مشورہ ہوتا ہے بے ڈہنگا ہوتا ہے
خدا نے ستارے آسمان پر کسی سے مشورہ کر کے نہیں بنائے - جبہی بکہرے ہوئے ہیں -
نہ کوئی سلسلہ نہ زنجیر نہ بیل نہ بوٹہ -

لطیفہ - ایک مولویصاحب جنکا مذہب سنت و جماعت تہا - رمضان کے دنوں میں
ملاقات کو آئے - عصر کی نماز ہو چکی تہی - مرزا نے خدمتگار سے پانی مانگا - مولویصاحب
نے کہا حضرت غضب کرتے ہیں رمضان میں روزے نہیں رکہتے مرزا نے کہا سُنی مسلمان
ہوں - چار گہڑی دن سے روزہ کہول لیا کرتا ہوں -

لطیفہ - رمضان کا مہینا تہا - آپ نواب حسین مرزا کے ہاں بیٹہے تہے - پان منگا کر
کہایا - ایک صاحب فرشتہ سیرت نہایت متقی و پرہیزگار اسوقت حاضر تہے - اُنہوں نے
آواز کو کم کر

ط مرزا صفدر علی صاحب مرحوم ... کرتے تہے - جنکا امام باڑا ابہی تک منٹوؤں کے کوچہ

متعجب ہوکر پوچھا کہ قبلہ آپ روزہ نہین رکھتے - مسکرا کر بولے شیطان غالب ہے

یہ لطیفہ اہل ظرافت میں پہلے سے بہی مشہور ہے کہ عالمگیر کا مزاج سرمد سے کشیدہ

تہا اسلئے ہمیشہ اُنکا خیال رکھتے تہے چنانچہ قاضی قوی جو اس عہد میں قاضی شہر

تہا اس نے ایک موقع پر سرمد کو بہنگ پیتے ہوئے جا پکڑا - اول بہت سے لطائف

و ظرائف کے ساتہہ جواب سوال ہوئے - آخر جب قاضی نے کہا کہ شنیں متبع کلام

اسطرح ہے - کیون حکم الہی کے برخلاف باتین بناتا ہے - اُس نے کہا کہ - کیا کروں

بابا شیطان قوی کا ہے -

لطیفہ - جاڑے کا موسم تہا - ایکدن نواب مصطفٰے خان صاحب مرزا کے گہر آئے

آپنے اُنکے آگے شراب کا گلاس بہر کر رکہدیا - وہ اُنکا منہہ دیکہنے لگے - آپنے فرمایا کہ پیجئے

چونکہ وہ تائب ہو چکے تہے اُنہوں نے کہا کہ مین نے تو توبہ کی - آپ متعجب ہوکر بولے

کہ ہین کیا جاڑے میں بہی؟ -

لطیفہ - ایک صاحب نے اُنکے سُنانے کو کہا کہ شراب پینی سخت گناہ ہے - آپنے ہنسکر

کہا کہ بہلا جو پیئے تو کیا ہوتا ہے - انہوں نے کہا - ادنے بات یہ ہے کہ دعا نہین قبول

ہوتی - مرزا نے کہا کہ آپ جانتے ہین شراب پیتا کون ہے؟ - اول تو وہ کہ ایک

بوتل اولڈ ٹام کی - یا سامان سامنے حاضر ہو - دوسرے بیفکری - تیسرے صحت - آپ

فرمائیے کہ جسے یہ سب کچہہ حاصل ہو اُسے اور چاہئے کیا جسکے لئے دعا کرے -

مرزا صاحب کو مرنے سے ۲۰ برس پہلے اپنی تاریخ فوت کا ایک مادہ ہاتہہ آیا

بہت بہایا اور اُسے موزون فرمایا -

تاریخ فوت

منکہ باشم کہ جاودان باشم	چون نظیری نماند و طالب مرد

در ہیر سندہ ور کدامین سال؟ ... ر غالب - بگو کہ غالب مرد

اس حساب سے سنہ ۱۲ ہجری میں مرنا چاہئے تہا۔ اسی سال شہر میں سخت وبا آئی۔ ہزاروں آدمی مرگئے۔ اُن دنوں دلّی کی بربادی کا غم تازہ تہا۔ چنانچہ میر مہدی صاحب کے جواب میں آپ فرماتے ہیں۔ وبا کو کیا پوچھتے ہو؟ قدر اندازِ قضا کے ترکش میں یہی ایک تیر باقی تہا۔ قتل ایسا عام۔ لوٹ ایسی سخت۔ کال ایسا پڑا وبا کیوں نہو۔ لسان الغیب نے دس برس پہلے فرمایا ہے۔ ۲۵

ایک مرگِ ناگہانی اور ہے	ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام

میاں! ۱۲۷۷ھ کی بات غلط نہ تہی مگر میں نے وبائے عام میں مرنا اپنے لائق نہ سمجہا۔ واقعی اسمیں میری کسرِ شان تہی۔ بعد رفعِ فسادِ ہوا کے سمجہ لیا جائیگا۔

غزلیں

تماشائے بہ یک کف بردنِ صد دل پسند آیا	شمارِ سبحہ مرغوبِ بتِ مشکل پسند آیا
کشایش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا	بہ فیضِ بیدلی نومیدیٔ جاوید آساں ہے
کہ اندازِ بخوں غلطیدنِ قاتل پسند آیا	ہوائے سیرِ گل آئینۂ بے مہریٔ قاتل

ہر یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہوا	دہر میں نقشِ وفا وجہِ تسلی نہ ہوا
یہ زمرد بہی حریفِ دمِ افعی نہوا	سبزۂ خط سے ترا کاکلِ سرکش نہ دبا
وہ ستمگر مرے مرنے پہ بہی راضی نہوا	میں نے چاہا تہا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹوں
گرنفس جادۂ سرمنزلِ تقوی نہ ہوا	دل گذرگاہِ خیالِ مے و ساغر ہی سہی
کوششِ منتِ کشِ گلبانگِ تسلی نہوا	ہوں ترے وعدہ نکرنے میں بہی راضی کہ کبہی
ہم نے چاہا تہا کہ مرجائیں سو وہ بہی نہوا	کس سے محرومیٔ قسمت کی شکایت کیجے
ناتوانی سے حریفِ دمِ عیسیٰ نہ ہوا	مرگیا صدمۂ یک جنبشِ لب سے غالب

۲۵ اپنے تئیں لسان الغیب ... دیا۔

کل کے لئے کر آج نہ خسّت شراب میں
یہ سوءِ ظن ہے ساقئ کوثر کے باب میں

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخئ فرشتہ ہماری جناب میں

جاں کیوں نکلنے لگتی ہے تن سے دمِ سماع
گر وہ صدا سمائی ہے چنگ و رباب میں

رَو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھئے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

اُتنا ہی مجھکو اپنی حقیقت سے بُعد ہے
جتنا کہ وہمِ غیر سے ہوں پیچ و تاب میں

اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

ہے مشتمل نمودِ صُوَر پر وجودِ بحر
یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں

شرم اک ادائے ناز ہے اپنے ہی سے سہی
ہیں کتنے بے حجاب کہ ہیں یوں حجاب میں

آرائشِ جمال سے فارغ نہیں ہنوز
پیشِ نظر ہے آئنہ دائم نقاب میں

ہے غیب غیب جسکو سمجھتے ہیں ہم شہود
ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہوں بندگئ بوتراب میں

آہ کو چاہئے اک عمر اثر ہوتے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہوتے تک

دامِ ہر حلقہ میں ہے حلقۂ صد کامِ نہنگ
دیکھیں کیا گذرے ہے قطرے پہ گہر ہوتے تک

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب
دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہوتے تک

ہمنے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن
خاک ہو جائینگے ہم تمکو خبر ہوتے تک

پرتوِ خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہوتے تک

یک نظر بیش نہیں فرصتِ ہستی غافل
گرمئ بزم ہے ایک رقصِ شرر ہوتے تک

غمِ ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہوتے تک

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا — اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

ترے وعدہ پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا — کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا — کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیمکش کو — یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح — کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا — جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

غم اگرچہ جان گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے — غم عشق گر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شب غم بری بلا ہے — مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایکبار ہوتا

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا — نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا — جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دوچار ہوتا

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

درد منت کش دوا نہ ہوا — میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو — ایک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

ہم کہاں قسمت آزمانے جائیں — تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب — گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

ہے خبر گرم انکے آنے کی — آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی — بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

جان دی دی ہوئی اسیکی تھی — حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما — کام گر رک گیا روا نہ ہوا

رہزنی ہے کہ دلستانی ہے ۔ لیکے دل دلستان روانہ ہوا

کچھ تو پڑھئے کہ لوگ کہتے ہین
آج غالب غزل سرا نہ ہوا

کوئی امید بر نہین آتی ۔ کوئی صورت نظر نہین آتی

موت کا ایکدن معین ہے ۔ نیند کیون رات بھر نہین آتی

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی ۔ اب کسی بات پر نہین آتی

جانتا ہون ثواب طاعت و زہد ۔ پر طبیعت ادھر نہین آتی

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہون ۔ ورنہ کیا بات کر نہین آتی

کیون نہ چیخون کہ یاد کرتے ہین ۔ میری آواز گر نہین آتی

داغ دل گر نظر نہین آتا ۔ بو بھی ای چارہ گر نہین آتی؟

ہم وہان ہین جہان سے ہمکو بھی ۔ کچھ ہماری خبر نہین آتی

مرتے ہین آرزو مین مرنیکے ۔ موت آتی ہے پر نہین آتی

کعبہ کس منہہ سے جاؤ گے غالب
شرم تمکو مگر نہین آتی ۔

حسن مہ گرچہ بہنگام کمال اچھا ہے ۔ اُس سے میرا مہ خورشید جمال اچھا ہے

بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ ۔ جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا ۔ ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے

بے طلب دین تو مزا اُسمین سوا ملتا ہے ۔ وہ گدا جسکو نہو خوئے سوال اچھا ہے

اُنکو دیکھے سے جو آجاتی ہے منہہ پر رونق ۔ وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے

دیکھیے پاتے ہین عشاق بتون سے کیا فیض ۔ ایک برہم[…] کہ یہ سال اچھا ہے

ہم سخن تیشہ نے فرہاد کو شیریں سے کیا
جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہے

قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے
کام اچھا ہے وہ جسکا کہ مآل اچھا ہے

خضر سلطان کو رکھے خالق اکبر سرسبز
شاہ کے باغ میں یہ تازہ نہال اچھا ہے

ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دلکے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی
قسمت کھلی ترے قد و رخ کے ظہور کی

اک خونچکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

واعظ نہ تم پیو نہ کسیکو پلا سکو
کیا بات ہے تمہارے شراب طہور کی

لڑتا ہے مجھسے حشر میں قاتل کہ کیوں اٹھا
گویا ابھی سنی نہیں آواز صور کی

آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج
اڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی

گو واں نہیں پہ وانکے نکالے ہوئے تو ہیں
کعبہ سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

کیا فرض ہے کہ سبکو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اسقدر
کی جس سے بات اسنے شکایت ضرور کی

غالب گر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں
حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی

نوید امن ہے بیداد دوست جاں کے لئے
رہی نہ طرز ستم کوئی آسماں کے لئے

بلا سے گر مژۂ یار تشنۂ خوں ہے
رکھوں کچھ اپنی بھی مژگان خوں فشاں کے لئے

وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں روشناس خلق اے خضر
نہ تم کہ چور بنے عمر جاوداں کے لئے

رہا بلا میں بھی میں مبتلائے آفت رشک
بلائے جاں ہے ادا تیری اک جہاں کے لئے

فلک نہ دور رکھ او[illegible] میں ہی نہیں
دراز دستی قاتل کے امتحاں کے لئے

مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغ اسیر
کرے قفس مین فراہم خس آشیان کے لئے

گدا سمجھکے وہ چپ تھا مری جو شامت آئے
اٹھا اور اٹھکے قدم مینے پاسبان کے لئے

بقدر شوق نہین ظرف تنگنائے غزل
کچھ اور چاہئے وسعت مرے بیان کے لئے

دیا ہے خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے
بنا ہے عیش تجمل حسین خان کے لئے

زبان پہ بار خدایا یہ کسکا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کے لئے

نصیر دولت و دین اور معین ملت و ملک
بنا ہے چرخ برین جسکے آستان کے لئے

زمانہ عہد مین اُسکے ہے محو آرایش
بنینگے اور ستارے اب آسمان کے لئے

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحر بیکران کے لئے

ادای خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا
صلای عام ہے یاران نکتہ دان کے لئے

مرزا سلامت علی دبیر

خاندانی شاعر نہتھے[۲۵]۔ لڑکپن مین مرثیہ پڑہتے تھے۔ اس شوق نے ممبر کی سیڑہی سے مرثیہ گوئی کے عرش الکمال پر پہنچا دیا۔ میر مظفر حسین ضمیر کے شاگرد ہوئے اور جو کچھ اُستاد سے پایا اُسے بہت بلند اور روشن کرکے دکہایا۔ تمام عمر مین کسی اتفاقی سبب سے کوئی غزل یا شعر کہا ہو! ورنہ مرثیہ گوئی کے فن کو لیا اور اس درجہ تک پہنچا دیا جس سے آگے ترقی کا رستہ بند ہوگیا۔ ابتدا سے اس شغل کو زاد آخرت کا سامان سمجھا اور نیک نیتی سے اُسکا ثمرہ لیا۔ طبیعت بھی ایسی گداز پائی تھی جو کہ اس فن کے لئے نہایت موزون

[۲۵] تذکرۂ سراپا سخن مین لکہا ہے کہ انکے والد مرزا آغا جان کاغذ فروش تھے۔ پر ایک جگہ اسی کتاب مین لکہتے ہین۔ دبیر ولد مرزا غلام حسین۔ متشاقان مرزا آغا جان کاغذ فروش سے ہین ـــــ موصوف کو شوق ہے کہ شرفا کے باب مین کچھ نہ کچھ نکتہ طنز کا نکال لیتے ہین۔ اسلئے خاندان [illegible] یقین ہے نہ شک۔

اور مناسب تھی۔ انکی سلامت روی۔ پرہیز گاری۔ مسافر نوازی۔ اور سخاوت نے صفتِ
کمال کو زیادہ تر رونق دی تھی۔

شاگردانِ الٰہی کی طبیعت بھی جذبۂ الٰہی کا جوش رکھتی ہے۔ بچپن سے دل چونچال تھا۔
ابتدائے مشق مین کسی لفظ پر اُستاد کی اصلاح پسند نہ آئی۔ شیخ ناسخ زندہ تھے مگر
بوڑھے ہو گئے تھے۔ انکے پاس چلے گئے۔ وہ اُسوقت گھر کے صحن مین مونڈھے بچھائے جلسہ
جمائے بیٹھے تھے۔ انہون نے عرض کی کہ حضرت! اس شعر مین مَینے تو یہ کہا ہے۔ اور
اُستاد نے یہ اصلاح دی ہے۔ اُنہون نے فرمایا کہ اُستاد نے ٹھیک اصلاح دی ہے
انہون نے پھر کہا کہ حضرت کتابون مین تو اسطرح آیا ہے۔ اُنہون نے کہا کہ نہین۔ جو
تمہارے اُستاد نے بتایا ہے وہی درست ہے۔ انہون نے پھر عرض کی حضرت آپ کتاب
کو ملاحظہ تو فرمائین۔ شیخ صاحب نے جھنجلا کر کہا۔ ارے تو کتاب کو کیا جانے!
ہمارے سامنے کتاب کا نام لیتا ہے! ہم کتابین دیکھتے دیکھتے خود کتاب بن گئے ہین۔
آپے غصے ہوئے کہ لکڑی سامنے رکھی تھی وہ لیکر اُٹھے۔ یہ بھاگے۔ اُنہین بھی
ایسا جوش تھا کہ دروازہ تک انکا تعاقب کیا۔

لکھنؤ کے اُڑانے اور چمکانے والے غضب تھے آخر مرزا کا عالم شباب تھا اور کمال بھی عین
شباب پر تھا کہ جوانی کا بڑھاپے سے معرکہ ہوا۔ نواب شرف الدولہ میر ضمیر کے بڑے
قدردان تھے۔ اُنسے ہزارون روپے کے سلوک کرتے تھے۔ ابتدا مین انکے سبب سے۔
اور پھر مرزا کے جواہر کمال کے باعث سے انکی بھی قدردانی کرتے تھے۔ انکی مجلس مین
اول مرزا۔ بعد انکے میر ضمیر پڑھا کرتے تھے۔

ایک موقع پر مرزا نے ایک مرثیہ لکھا جسکا مطلع ہے۔ ع دستِ خدا کا قوتِ بازو حسین ہے
میر ضمیر کے سامنے جب اصلاح کے لئے پیش کیا تو انہین اسکے نئے خیالات۔ اور طرز بیان۔

اور ترتیب مضامین پسند آئی۔ اُسے توجہ سے بنایا۔ اور اُسی اثنا میں نواب کے ہان
ایک مجلس ہونے والی تھی۔ رشید شاگرد سے کہا کہ بھئی اس مرثیہ کو ہم اُس مجلس میں پڑھینگے
یہ تسلیم کر کے تسلیم بجا لائے اور مرثیہ اُنہی کو دیدیا۔

گھر میں آئے تو بعض احباب سے حال بیان کیا۔ مسودہ پاس تھا وہ بھی سنایا۔ کچھ تو پاید نکا
چمکانا۔ کچھ اس سبب سے کہ ذوق و شوق کے پھول ہمیشہ شبنم تعریف کے پیاسے ہیں۔
اور نواب کو خبر پہنچ گئی تھی۔ اُدھر کے اشاروں میں انعام کی ہوا آئی۔ غرض انجام یہ
ہوا کہ اُستاد مرثیہ صاف کر کے لیگئے کہ وہی پڑھینگے۔

بموجب معمول کے اوّل مرزا صاحب ممبر پر گئے۔ اور وہی مرثیہ پڑھا۔ بڑی تعریفیں ہوئیں
اور مرثیہ خوب سرسبز ہوا۔ اُستاد کہ ہمیشہ شاگرد کے پڑھنے پر باغ باغ ہوا کرتے تھے
اور تعریفیں کر کے دل بڑھاتے تھے اب خاموش بیٹھے ہیں۔ کچھ غصہ کچھ بیوفائی زمانہ
کا۔ کچھ اپنی محنتوں کا افسوس۔ اور فکر یہ کہ اب میں پڑھونگا تو کیا پڑھونگا۔ اور اس سے
بڑھکر کیا پڑھونگا جسمیں اُستادی کا رتبہ رہے نہیں تو اپنے درجہ سے گرے ہی تو نہیں
غرض انکے بعد یہ پڑھے اور کمال کی دستار صحیح سلامت لیکر ممبر سے اُترے۔ لیکن اُستاد کا
دل پھر گیا۔ یار لوگوں نے شاگرد کو نقطۂ مقابل کر کے بجائے خود اُستاد بنا دیا۔ اور
وُہی صورت ہوگئی کہ ایک مجلس میں دونوں کا اجتماع موقوف ہوگیا۔ زمانے اپنے قاعدے بموجب
چند روز مقابلے سے شاگرد کا دل بڑھایا اور آخر بڑھاپے کی سفارش سے اُستاد کو آرام کی جگہ
دی۔ وہ اپنے حریف میر ضلیق کے سامنے گوشۂ عزلت کا مقابلہ کرنے لگے۔ اور یہاں میر انیس
اور مرزا دبیر معرکے گرم ہو گئے۔

دونوں باکمال نے سخن شناسوں کے ہجوم کو دو حصوں میں بانٹ لیا۔ آدھے انیسیے ہوئے
آدھے دبیریے۔ انکے کلام میں محاکمہ کرنے کا لطف جب ہے کہ اُستاد کے [illegible]

مرثیے بجائے خود پڑہو- اور پہر مجلسونمین سُنکر دیکہو کہ ہر ایک کا کلام اہل مجلس پر کسقدر
کامیاب یا ناکام رہا- مجے اِسکو مزا نہین- مین اس نکتہ پر میر انیس کے حال مین ذکر
کرونگا مگر اتنا یہان بھی کہتا ہون کہ میر انیس صاحب صفائی کلام- لطف زبان
چاشنی محاورہ- خوبئ بندش- حسنِ اسلوب- مناسبتِ مقام- طرزِ ادا- اور سلسلہ کی
ترتیب مین جواب نہین رکھتے- اور یہی رعایتین انکی کم گوئی کا سبب تہین- مرزا دبیر
صاحب- شوکتِ الفاظ- مضامین کی آمد- اُسمین جا بجا غم انگیز اشارے- درد خیز
کنائے- المناک اور دلگداز انداز جو مرثیہ کی غرضِ اصلی ہے- اِن وصفونمین بادشاہ
تہے- یہہ اعتراض حریفونکا درست ہے کہ بعض ضعیف روایتین اور دلخراش مضامین
ایسے نظم ہوگئے ہین جو مناسب نہ تہے- لیکن انسان کی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہے
کہ جب ایک مقصود کو مدِ نظر رکہکر اُسپر متوجہ ہوتا ہے تو اور پہلوؤنکا خیال بہت کم
رہتا ہے- انہین ایسی مجلسونمین پڑہنا ہوتا تہا جہان ہزارہا آدمی دوست و دشمن
جمع ہوتا تہا- تعریف کی بُنیاد گریہ و بکا اور لطفِ سخن اور ایجادِ مضامین پر ہوتی تہی-
کمال یہہ تہا کہ سبکو رُلانا اور سبکے مُنہ سے تحسین کا نکالنا- اِس شوق کے جذبہ اور فکر ایجاد
کی محویت مین جو کچہہ قلم سے نکل جائے تعجب نہین- نکتہ چینی ایک چہوٹی سی بات ہے- جہان
جاہا دو حرف لکہدئے- جب انسان تمام عمر اُسمین کہپا دے- تب معلوم ہوتا ہے کہ کتنا کہا
اور کیسا کہا- ایجاد و اختراع کے لفظ پر ایک لطیفہ یاد آیا کہ اصولِ فن سے متعلق ہے
اہلِ ذوق کے ملاحظہ کے لئے لکہتا ہون-

آتشی لطیفہ- مرزا دبیر کی جوانی تہی اور شاعری بہی عین جوانی پر تہی کہ ایک
دہوم دہام کا مرثیہ لکہا- اُسکا نمود ار تمہید سے چہرہ باندہا- رزمیہ و بزمیہ مضامین
بہت خوب زورِ طبع دکہلایا- تمام ایجاد یہہ کیا کہ لشکرِ شام سے ایک بہادر پہلوان تیار

کرکے میدان مین دیتے ہین۔ اسکی ہیبت ناک صورت بدصورت۔ آمد کی آن بان۔ اُسکے اسلحہ جنگ
اُنکے خلاف قیاس مقادیر وزن سے طوفان باندہا ہے۔ پہلے اِس سے کہ یہ مرثیہ پڑھا جائے
شہر مین شہرہ ہو گیا ہے۔ ایک مجلس قرار پائی اُسمین علاوہ معمولی سامعین کے سخن فہم اور
اہلِ کمال اشخاص کو خاص طور پر بہی اطلاع دی گئی۔ روزِ معہود پر ہجوم خاص و عام ہو
[illegible] اسباب سے یہ ہوئی تہین کہ خواجہ آتش باوجود پیری و آزادی کے
تشریف لائے۔ مرثیہ شروع ہوا سب لوگ بموجب عادت کے تعریفونکے غل مچاتے رہے۔
[illegible]۔ خواجہ صاحب خاموش سر جہکائے [illegible] سنتے رہے۔
مرزا صاحب مرثیہ پڑہکر ممبر سے اُترے۔ جب دلونکے جوش ٹہنڈے ہوئے تو خواجہ صاحب
کے پاس جا بیٹہے اور کہا کہ حضرت! جو کچھ مینے عرض کیا آپنے سُنا۔ فرمایا۔ ہون
بہئی سُنا۔ اِنہین اتنی بات پر قناعت کب تہی؟۔ پہر کہا۔ آپکے سامنے پڑہنا
گستاخی ہے لیکن آپنے ملاحظہ فرمایا؟۔ انہون نے فرمایا۔ بہئی سنا تو سہی مگر مین
سوچتا ہی ہون کہ یہ مرثیہ تہا۔ یا لندہور بن سعدان[ف] کی داستان تہی
(واہ رے اُستاد کامل اتنے سے فقرہ مین عمر بہر کے لئے اصلاح دے گیا)
مرزا صاحب نے ۲۹ محرم ۱۲۹۱ھ کو ۷۲ برس کی عمر مین انتقال کیا۔ اس مدت مین کم
سے کم ۳ ہزار مرثیہ لکہا ہوگا۔ سلامون اور نوحون اور رباعیونکا کچھ شمار نہین۔
ایکمرثیہ بے نقط لکہا جسکا مطلع ہے ع ہم طالع ہما مراد ہم رسا ہوا۔
اسمین اپنا تخلص بجائے دبیر کے عطارد لکہا ہے۔ اور کچھ شک نہین کہ انکے ساتھ
ہندوستان مین مرثیہ گوئی کا خاتمہ ہوگیا۔ نہ اب ویسا زمانہ آئیگا نہ ویسے صاحب کمال پیدا ہونگے

[ف] ملک لندہور کی خلاف عقل لڑائیان اور خوارق العادت گرز دریان اسپہ کے قصہ کو
شان و شکوہ اسطرح بڑہاتے ہین کہ رستم و اسفندیار شاہنامہ مین منہہ چہپا لیتے ہین

میر ببر علی انیس

لکھنؤ مین تعلیم و تربیت پائی اور ضروریاتِ فن سے آگاہی حاصل کی۔ بزرگانہ ذاتی کمال مین باپ کے شاگرد تھے اور جسطرح عمر مین دونو بھائیون سے بڑے تھے اسیطرح کمال مین بھی فایق تھے۔ ابتدا مین انہین بھی غزل کا شوق تھا۔ ایک موقع پر کہین مشاعرہ مین گئے اور غزل پڑھی۔ وہان بڑی تعریف ہوئی۔ شفیق باپ خبر سنکر دلمین تو باغ باغ ہوا گئے [illegible] ہونہار فرزند سے پوچھا کہ کل رات کو کہان گئے تھے؟ انہون نے حال بیان کیا۔ غزل سنی اور فرمایا۔ کہ بھائی! اب اس غزل کو سلام کرو اور اس شغل مین زورِ طبع کو صرف کرو۔ جو دین و دنیا کا سرمایہ ہے۔ سعادتمند بیٹے نے اسی دن ادہر سے قطعِ نظر کی۔ غزل مذکور کی طرح مین سلام لکھا۔ دنیا چھوڑ کر دین کے دائرہ مین آگئے اور تمام عمر اسی مین صرف کر دی۔ نیک نیتی کی برکت نے اسمین دین بھی پایا اور دنیا بھی۔ اسوقت تک یہہ اور انکے ہمعصر اپنے استادون کی اطاعت کو طاعت سمجھتے تھے۔ سلام مرثیے۔ نوحے۔ رباعیان کہتے تھے اور مرثیہ کی مقدار ۳۵ ۔ ۴۰ سے ۵۰ بند تک تھی۔

زمانہ کی خاصیت طبعی ہے کہ جب نباتات پرانے ہو جاتی ہین تو انہین نکال کر پھینک دیتا ہے۔ اور نئے پودے لگاتا ہے۔ میر ضمیر اور میر خلیق کو بڑھاپے کے پلنگ پر بٹھایا۔ میر انیس کو باپ کی جگہ ممبر پر ترقی دی۔ ادہر سے مرزا دبیر انکے مقابلہ کے لئے نکلے۔ یہہ خاندانی شاعر نہ تھے مگر میر ضمیر کے شاگرد رشید تھے۔ جب دونو نوجوان میدان مجالس کا جولانیان کرنے لگے تو فنِ مذکور کی ترقی کے بادل گرجتے اور برستے اٹھے۔ اور نئے اختراع ایجادون کے [illegible]۔ بڑی بات یہہ تھی کہ بادشاہ سے لیکر امرا اور غربا تک

میر حیدر علی [illegible] سلام۔ انہی کے متعلق مین رہتے تھے اور بڑا پایا کر گئے تھے۔ میر انیس ۱۲۹۳ھ م

بہا رکھتے تھے - تو جو انکے کمال کو جو خوش اعتقاد و قدردان تھے وہ بزرگان
سے شمار میں زیادہ اور وزن میں بہت بھاری تھے - کلام نے وہ قدر پیدا کی کہ اشعار
بہشت ہی میں ہو تو ہو - قدردانی بھی فقط زبانی تعریف اور تعظیم و تکریم میں ختم نہ ہوجاتی
تھی - بلکہ نقد و جنس کے گراں بہا انعام تحائف اور نذرانے انکی نذر میں پیش ہوتے تھے - ان ترغیبوں کی بدولت
فکروں کی پرواز اور ذہنوں کی رسائی امید سے زیادہ بڑھ گئی - دونوں باکمالوں نے ثابت کردیا
کہ حقیقی اور تحقیقی شاعر ہم ہیں - اور ہم ہیں کہ ہر رنگ کے مضمون - ہر قسم کے خیال
ہر ایک حال کا آئینہ الفاظ کے جوڑ بند سے ایسا طلسم باندھ دیتے ہیں کہ چاہیں رلا دیں
چاہیں ہنسا دیں - چاہیں تو حیرت کی صورت بنا کر بٹھا دیں -

یہہ دعوی بالکل درست ہے کیونکہ شاہد انکی تصدیق کو ہر وقت حاضر رہتا ہے اور دلائل
کی حاجت نہ تھی - سکندر نامہ جسکی تعریف میں لوگوں کے لب خشک ہیں اسمیں چند ہی
جنگ ہیں - رزم زنگبار - جنگ دارا - جنگ روس - جنگ فور - جنگ فغفور - ایسے ہی
بزم کی چند تمہیدیں اور جشن ہیں - شاہنامہ کہ ۶۰ ہزار شعر فردوسی کی عمر بھر کی کمائی
ہیں - انہوں نے ایجاد مضامین کے دریا بہا دئے - ایک مقرری مضمون کو سینکڑوں
نہیں - ہزاروں رنگ سے ادا کیا - ہر مرثیہ کا چہرہ نیا - آمد نئی - رزم جدا - بزم
اور ہر ایک میں مضمون اچھوتا - تلوار نئی - نیزہ نیا - گھوڑا نیا - انداز نیا - مقابلہ
اور اسپر کیا منحصر ہے - صبح کا عالم دیکھو تو سبحان اللہ - رات کی رخصت - سپیدہ
کا پھٹنا - نور کا ظہور - آفتاب کا طلوع - مرغزار کی بہار - شام ہے تو شام غریباں کی
اداسی - کبھی رات کا سناٹا - کبھی تاروں کی چھاؤں کو چاندنی اور اندھیرے
رنگ سے دکھایا ہے - غرض جس حالت کو لیا ہے اسکا سماں باندھ دیا ہے - آمد مضامین کی یہ
نہ رہی - جن مرثیوں کے بند ۴۰ ۵۰ سے زیادہ [illegible] ۱۵۰ سے گذر کر

بھی اُٹھ گئے۔ مرزا دبیر مرحوم نے کم سے کم ۱۰ ہزار مرثیہ ضرور کہا ہوگا اور سلام و نوحوں کا
کیا شمار ہے۔ رباعیاں تو باقی تھیں۔

دونوں اُستادوں کے ساتھ طرفداروں کے دو جتھے ہو گئے۔ ایک انیسیئے کہلاتے تھے ایک
دبیرئیے۔ اگرچہ انکے فضول فخریوں اور اعتراضوں کی بے جا تکرارین اور جھگڑے بھی
پیدا کئے مگر بہ نسبت نقصان کے فائدہ زیادہ ہوا کیونکہ بے حد تعریفوں نے دونوں
اُستادوں کے فکروں کو شوقِ ایجاد اور مشقِ پرداز مین عرش سے بھی اونچا اُچھال دیا
دونوں اُمّتیں جو اپنے دعوؤں پر دلیلیں پیش کرتی تھیں۔ کوئی وزن مین زیادہ
ہوتی تھی۔ کوئی مساحت مین۔ اسلئے یکطرفی فیصلہ نہوتا تھا۔

انیسی اُمت اپنے سخن آفرین کی صفائی کلام۔ حسنِ بیان اور لطفِ محاورہ پیش
کرکے نظیر کی طلبگار ہوتی تھی۔

دبیری اُمّت۔ شوکتِ الفاظ۔ بلند پروازی اور تازگیِ مضامین کو مقابلہ مین حاضر
کرتی تھی۔

انیسی امت کہتی تھی کہ جسے تم فخر کا سرمایہ سمجھتے ہو یہ باتیں دربارِ فصاحت مین نامقبول
ہوکر خارج ہو چکی ہین کہ فقط کوہ کندن اور کاہ برآوردن ہے۔

دبیری امت کہتی تھی کہ تم اسے دشواری کہتے ہو۔ یہ علم کے جوہر ہین۔ اسے بلاغت
کہتے ہین تمہارے سخن آفرین کے بازوؤں مین علم کی طاقت ہو تو پہاڑوں کو چیرے اور
جواہر نکالے۔ انیس کے کلام مین ہے کیا؟ فقط زبانی باتوں کا جمع خرچ ہے۔

انیسی امت اس جواب پر چمک اُٹھتی تھی اور کہتی تھی کونسا خیال تمہارے سخن آفرین
ہے جو ہمارے معنی آفرین کے ہاں نہیں ہے۔ تم نہیں جانتے۔ جسے باتوں کا جمع خرچ
کہتے ہو یہ صفائی، جزالت اور زبان [illegible] قدرتِ بیان کی خوبی ہے۔ اسے سہلِ ممتنع کہتے ہین۔

یہ جوہر خدا داد ہے۔ کتابیں پڑھنے اور کاغذ سیاہ کرنے سے نہیں آتا۔

دبیر نے اِس تقریر کو سنکر کسی مرثیے کی تمہید۔ یا میدان کی آمد۔ یا رجز خوانی کے بند پڑھنے شروع کر دیئے۔ جنمیں اکثر آیتوں یا حدیثوں کے فقرے تضمین ہوتے تھے۔

انیس نے کہتے تھے۔ اسے کسی کافر کو انکار ہے۔ مگر اتنا ہی پڑھیے گا۔ آگے نہ پڑھیے گا دوسرے مطلب کیطرف انتقال کیجیے گا تو سلسلہ میں ربط بھی نصیب نہ ہوگا۔ حضرت! فقط لفاظی کی دھوم دھام سے کچھ نہیں ہوتا۔ ادائے مطلب اصل شے ہے۔ اسپر گفتگو کیجیے گا تو پوری بات بھی نہ ہو سکے گی۔ یہ قادر الکلام باکمالونکا کام ہے۔ جنکو اس فن کے اصول بزرگوں سے سینہ بہ سینہ پہنچے ہیں وہی اس کام کو جانتے ہیں۔

دبیر نے اِسکے جواب میں اپنی سخن آفرینی کی آمدِ طبیعت۔ مضامین کا وفور۔ لفظوں کی بہتات دکھاتے تھے۔ اور جا و بے جا کہتے جاتے تھے کہ دیکھیے کیا محاورہ ہے۔ دیکھیے صاف بول چال ہے۔ ساتھ اِسکے یہ بھی کہتے تھے کہ کسکا منہ ہے جو اکو بیٹھکر سو بند کہکر اُٹھے؟ برس دن تک خامہ فرسائی کی اور محرم پہ ۱۰ ۱۵ مرثیے لکھکر تیار کیئے تو کیا کیئے۔ وہ بھی دوا ور بھائیونکے مشورے ملاکر اور سیاحتونکے پسینے بہاکر۔

انیس نے کہتے تھے۔ درست ہے جو رات بھر میں سو بند کہتے ہیں وہ بے ربط اور بے اصول ہی ہوتے ہیں۔ اور جب ادائے مطلب پر آتے ہیں تو اتنے بھی نہیں رہتے۔ ساتھ اِسکے بعض مصرع بھی پڑھ دیتے تھے۔ جنپر بے محاورہ ہونیکا اعتراض ہوتا تھا۔ یا تشبیہیں ناقص ہوتی تھیں۔ یا استعارے بے ڈھنگے ہوتے تھے۔

اعتراضونکی رد و بدل یہاں تک ہوتی تھی کہ دبیر نے کہتے تھے کہ جو قبولیت خدا نے ہمارے سخن آفرین کو عطا کی ہے کب کسیکو نصیب ہوتی ہے۔ جس مجلس میں انکا کلام پڑھا گیا کہرام ہو گیا۔ کیسے غم انگیز اور درد خیز مضامین ہیں۔ انکے لفظ [illegible] اتفاق [illegible]

انیس کہتے ہیں سلام کہا پڑھینگے۔ انکی آواز تو دیکھیو۔ اور انہیں مرثیہ پڑھنا تو آتا ہی ہیں
غرض جھگڑا الو دعویدار دونکو کوئی تقریر خاموش نکر سکتی تھی۔ البتہ مجبوری۔ کہ دونو
کے گلے تھکا کر آوازیں بند کر دیتی تھی۔ اور منصفی بیچمیں آکر کہتی تھی۔ دونو اچھے۔ دونو
اچھے۔ کبھی کہتی وہ آفتاب ہیں یہہ ماہ۔ کبھی یہہ آفتاب وہ ماہ۔

لکھنؤ کے بے فکرے لڑانے میں کمال رکھتے تھے اور تماشے کے عاشق۔ دبیر تو غیر تھے
بھائی کو بھائی سے لڑادیا۔ مدت تک بگڑی رہی۔ میر انیس کے پاس آتے تو کہتے حضور
جب تک اصلاحی مرثیے ہیں۔ پڑھے جائیں۔ جسدن آپکا بن دیکھا مرثیہ پڑھا۔
قلعی کھل جائیگی۔ دوسرے بھائی سے کہتے۔ حضور عمر کی بزرگی اور شے ہے۔ لطف زبان اور
شے ہے۔ یہہ نعمت آپکا حصہ ہے۔

الغرض یہہ پاک روحیں جنکی بدولت ہماری نظم کو قوت اور زبان کو وسعت حاصل
ہوئی صلہ انکا سخن آفرین حقیقی عطا کرے۔ ہمارے شکریہ کی کیا بساط ہے لیکن یہہ
بات جتانے کے قابل ہے کہ اقلیم سخن میں جو دائرہ انکے زیر قلم تھا۔ انکے جوش طبع میں
اسکا بہت سا حصہ سخن آرائی اور رزم و بزم نے دبالیا۔ مرثیت کا میدان بہت
تنگ رہگیا۔ اور افسوس کہ اصل مدعا انکا وہی تھا جسے آپ کھو بیٹھے۔

جب تک لکھنؤ آباد رہا۔ جب کسی اور شہر میں جانے کا ذکر ہوتا تو دونو صاحب یہی فرماتے
تھے کہ اس کلام کو اسی شہر کے لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ اور کوئی اسکی قدر کیا جانے گا۔
اور ہماری زبان کے لطف کو کیا سمجھے گا۔ لیکن تباہیٔ لکھنؤ کے بعد اول ۱۲۷۶ء میں
مرزا دبیر صاحب مرشدآباد بلائے گئے۔ وہ گئے اور ہمیشہ الہ آباد اور بنارس میں
جاتے رہے۔ میر انیس مرحوم اول ۱۸۵۹ء اور پھر ۱۸۶۰ء میں نواب قاسم علیخان کی طلب
اور اصرار سے عظیم آباد گئے اور رہے۔ پھر ۱۸۷۱ء میں جبکہ ارسطو جاہ غفران پناہ

کے خلف الرشید مولوی سید شریف حسین خانصاحب حیدرآباد میں آئے تو انکی
سے نواب تہور جنگ بہادر نے میر انیس کو طلب فرمایا - اب بھی انکی پابندی وضع انہیں
نکلنے نہ دیتی تھی مگر مولوی صاحب موصوف کے کہنے کو بھی ٹال نہ سکتے تھے - اِسلئے مجبور گئے
اہل حیدرآباد نے انکے کمال کی [illegible] ہی قدر کی جیسی کہ چاہیے - مجلسوں میں لوگ اس کثرت
سے آتے تھے کہ عالیشان مکان [illegible] وسعت بھی جگہہ نہ دے سکتی تھی - دروازہ پر
پہرے کھڑے کر دیتے تھے کہ مستند اور سخن فہم لوگوں کے سوا کسیکو آنے نہ دو - اور کسی
ساتھہ دو دوستوں سے زیادہ آدمی نہ آنے پائیں - اسپر بھی لوگ اِس کثرت سے
تھے کہ کھڑے رہنے کو غنیمت سمجھتے تھے اور اسمیں خوش تھے کہ ہم نے سُنا تو سہی -

میر انیس صاحب جب وہان سے پھرے تو حسب وعدہ الہ آباد میں اُترنا پڑا -
ایک مجلس بڑی شان و شوکت کے ساتھہ منعقد ہوئی - میرے شفیق قدیم مولوی
ذکا اللہ صاحب کہ میور کالج میں پروفیسر ہیں سلکتہ فہم و سخن شناس اُنسے زیادہ
کون ہوگا؟ - اِس مجلس کا حال خود مجھسے بیان کرتے تھے کہ خاص و عام ہزاروں
آدمی جمع تھے - کمال اور کلام کی کیا کیفیت بیان کروں - محویت کا عالم
وہ شخص ممبر پر بیٹھا پڑھ رہا تھا اور یہہ معلوم ہوتا تھا - کہ جادو کر رہا ہے - مقطع
کی ٹیپ پڑھتے تھے اور مزے لیتے تھے -

عمر گذری ہے اِسی دشت کی سیاحی میں | پانچویں پشت ہے شبیر کی مداحی میں

اُنکی بلکہ انکے گھرانے کی زبان اُردو ہے معلے کے لحاظ سے تمام لکھنؤ میں مستند تھی
اور اِنہیں بھی اِس بات کا خیال تھا لیکن طبیعت میں نہایت اِنکسار تھا حسن اخلاق
گفتگو میں انکی تقریر کو اتنا بچائے ہوئے لے چلتا تھا کہ باتیں خط اعتدال سے بھی [illegible]
ہی نہ جانے پاتی تھیں - اِسپر ایک ایک لفظ کا شکر کے تو [illegible] میں اپنا کلام سنا

اشا یہ فالفا پر اتنا کہہ اٹھتے تھے یہہ میرے گہر کی زبان ہے - حضرات لکھنؤ اس
لہہ ہنین فرماتے - اس سے یہہ بہی معلوم ہوا کہ اب تک اپنے تئین لکہنؤ کا باشندہ
ننا چاہتے تھے -

لوی شریف حسین خانصاحب کہتے کہ حیدرآباد مین ایک دن چند معززاشخاص
یٹہے تہے - ایک صاحب انکی شاعری کی تعریف کرنے لگے - فرمایا - بہی شاعر کون
ہون - دو کہڑے کا کہنے والا ہون - وہ بہی نہین معلوم کہ جس طرح چاہئے ہوتا ہے یا نہین
شہ مین خود بہی انسے ملا - اور لوگوں سے بہی سُنا - کم سخن تہے - اور بولتے تو وہ
قرہ کہ موتی کی طرح ٹانکنے کے قابل - ارسطو جاہ مولوی رجب علیخان بہادر حسب الطلب
احب چیف کمشنر بہادر لکہنؤ مین تہے ایک دن بعض عمائد شہر موجود - میرانیس
احب بہی تشریف رکہتے تہے - کہین سے آم آئے - چونکہ عمدہ تہے - مولوی صاحب
مرح نے طاسون مین پانی بہروا کر رکہوادئے اور سب صاحبون کو متوجہ
یا - ایک حکیم صاحب اسی جلسہ مین حرارت کی شکایت کر رہے تہے - مگر شریک
شنی ہوئے - کسی بزرگ نے کہا - حکیم صاحب! آپ تو ابہی حرارت کی شکایت
اتے تہے - حکیم جی تو بغلین جہانکنے لگے میرانیس نے فرمایا - فعل الحکیم
یخلو عن الحکمتہ -

طرح انکا کلام لاجواب دیکہتے ہو اسیطرح انکا پڑہنا بہی بے مثال ہی تھا انکی
از - انکا قدو قامت - انکی صورت کا انداز غرض ہر شے اس کام کے لئے ٹہیک
موزون واقع ہوئی تہی - انکا اور انکے بہائیونکا بہی قاعدہ تہا کہ ایک بڑا
ئینہ سامنے رکہکر خلوت مین بیٹہتے تہے اور مرثیہ پڑہنے کی مشق کرتے تہے -
نع حرکات یکا یک چہرے اور بات بات کو دیکہتے تہے اور آپ اسکی موزونی و

ہوکر آواز دے

ناسوز و نی کو اصلاح دیتے تھے - ذوق

ہنر ور اپنے ہی عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں		بنا کے آئینہ دیکھو ہے پہلے آئینہ گر

یہ بات درست ہے کہ مرزا دبیر کے پڑھنے میں وہ خوش ادائی نہ تھی لیکن حسن قبول اور فیض تاثیر خدا نے دیا تھا - اُنکا مرثیہ کوئی اور بھی پڑھتا تھا اکثر ... رُلانے میں کامیاب ہوتا تھا کہ یہی اِس کام کی علت غائی ہے

خاتمۂ کتاب

پانچوان گو ... ہو چکا مگر سب سوگوار بیٹھے ہیں کہ دَورِ نہین ہو چکا ہندستان کا ہمدم یعنے عاشقانہ شاعری ہو چکی - اور اُسکی ترقی کا چشمہ بند ہوا - اہل مشاعرہ نوحہ خوانی کر رہے ہیں کہ اے صدر نشینو تم چلے اور حسن و عشق کے چرچے اپنے ساتھ لے چلے کہ متاع عشق کے بازار تھے تو تمہارے دَم سے تھے - نگارِ حُسن کے سنگار تھے تو تمہارے قلم سے کبھی قیس و کوہکن کے نام لینے والے تھے - اور کبھی لیلی و مجنون کے جوبن کو جلوہ دیتے تھے لیکن اجسام فانی کے پرستش کرنیوالے ہین جو کہتے ہین کہ تم گئے اور شاعری ہو چکی نہین نہین تمہاری تصنیفین یعنی حکایتین اور روائتین جبتک موجود ہین - تم آپ موجود ہو - تمہاری فخر کی دستارین آیسے تحسین و آفرین کے پھولون سے نامدار ہین جو ہمیشہ لہلہاتے رہینگے - اور گلے مین اُن سدا بہار پھولون کے ہار ہین جنکو کبھی خزان کا ہاتھ نہ پہنچے گا -

حیاتِ دوام کا خدائی چشمہ جاری ہے جسکے کنارے پر عہد بعہد پانچون جلسے جمع ہوئے ہیں آب حیات کا دَور چل رہا ہے - چشمہ کا پانی زمانہ کے گذرنے کی تصویر کھینچتا ہے - سوچین ظاہری زندگی کو الوداع کہتی چلی جاتی ہین - تمہارے جلسے لیکن ہر عہد کی ... (ہمیشہ) ...

لطنت سے تعلق ہوتا ہے - یورپ کے ملکوں مین قدیم سے دستور ہے کہ سلطنت کی
اندرونی اور بیرونی زور قوم کی ذاتی اور علمی لیاقتوں پر منحصر ہوتے تہے -
اور سلطنت کے کل انتظام اور اُسکے سب جسم کے کاروبار - اُنھی کے شمول اور اُنھی کی
رق ریز تدبیرون سے قرار پاتے تہے - یہ بہی ظاہر ہے کہ اونکی تجویزون کی بنیاد -
لمی - اور عقلی اور تاریخی تجربہ کے زورون پر قایم ہوتی تھی - پھر لیاقت مذکورہ
سینکڑون ہی مین منحصر نہین بلکہ ہزارون مین پھیلی ہوئی ہے - اسمین جہان
مہاتِ سلطنت ہین - وہان ایک یہ بہی تھا کہ ہر امرِ تنقیح طلب جلسۂ عام کے اتفاقِ
ئے سے تحریرون اور تقریرون مین فیصل ہوتا تھا - موقع پر جب ایک شخص جلسۂ عام
استادہ ہو کر کوئی مطلب ادا کرتا تھا تو اِدہر کی دنیا اودہر ہو جاتی تھی -
جب طرف ثانی اِسکے مقابل مین جوابِ ترکی بہ ترکی دیتا تھا تو مشرق کے آفتاب
ب سے طلوع کر دیتا تھا - اور اَبتک بہی فقط تقریرون اور تحریرون کے زور
ہزارون لاکھون آدمیون کو متفق کر کے ایک رائے سے دوسری رای پر پہیر
ین - خیال کرنا چاہیے کہ اپنے بیان مین کیسی طاقت اور زبان مین کیا کیا زور
بر خلاف ہندستان کے کہ یہان کی زبان مین اگر ہوئے تو ایک بادشاہ کی خوشی
مین چند شعرا کے دیوان ہوئے - جو فقط تفریحِ طبع اور دل لگی کا سامان
کجا زمین کجا آسمان - نہ وہ جوہر پیدا ہوا نہ کسی نے اوسکے پیدا کرنیکا ارادہ کیا -
د اِسکو اردو کی خوش اقبالی - اور خوش رواجی قابلِ رشک ہے - کیونکہ اسکی
و برج بھاشا - جو اپنی بہارِ جوانی مین بہی فقط ایک ضلع مین امین دین کی زبان تھی - خود
دلی سے نکلی - جسکا چراغ دلی کی بادشاہت کے ساتھ گل ہونا چاہیے تھا - پھر بہی اگر یورپ بیچ
نہین کھڑے ہو کر آواز دین کہ - اِس ملک کی زبان کیا ہے - تو جواب یہی سنین گے کہ اُردو

ہین - اور خون کے دریا ملکون سے ملکون مین بہا دیتے ہین - مگر اپنے موقع پر وہ نام
جس سے ایک بہادر کی بہادری دیکہکر دلون مین قوم کی ہمدردی اور رفیق پر جان
نثار کرنے کا ولولہ پیدا ہو - وہ نہین -

دوسرے کوچہ مین اگر علم کی تعریف پر اُترتے ہین تو اُسکی برکت سے بیرے پیغمبر - ملائک
فرشتہ - بنا دیتے ہین - کاش اسکے عوض مین چند ظاہر کہلے کہلے فایدے بیان کرتے
جس سے ہر شخص کے دل مین اسکا شوق پیدا ہو اور عالم جاہل سمجھ جائے کہ اگر بے علم
تو خواری و ذلت کی زندگی سے دین و دنیا دونو خراب ہونگے - ہمارے تصنیفات مین
کچھ ذکر ہی نہین - اور افسوس کہ ابتک بھی ہم نے اسپر توجہ نہین کی - انگریزی مین
خیالات اور مضامین ایسے ہین کہ ہماری زبان نہین ادا کر سکتی - یعنے جو لطف
انگریزی زبان مین ہے وہ اُردو مین پورا ادا نہین ہو سکتا - جو کہ حقیقت مین زبان
کی ناطاقتی کا نتیجہ ہے - اور یہہ اہل زبان کے لئے نہایت شرم کا مقام ہے -
اگر شایستہ قومون کی انشا پردازی سوال کرے کہ اُردو کی انشا کیون اس حالت
مبتلا رہی؟ - تو حاضر جوابی فورًا بول اُٹھیگی کہ - قوم کی انشا پردازی بموجب
حالات کے ہوتی ہے اور خیالات اُسکے بموجب حالاتِ ملک اور تربیتِ ملکی کے
ہین - جیسی ہندستان کی تعلیم و شایستگی تھی - اور بادشاہون اور امیرون
کی قدردانی تھی - ویسی ہی انشا پردازی رہی - اور خاتمۂ کلام اس فقرہ پر ہے
کہ کوئی پرند اپنے بازوؤن سے بڑہکر پر نہین مار سکتا - اُسکے بازو فارسی سنسکرت
بہاشا وغیرہ تھے - پہر اردو بیچاری - انگلینڈ - یا روم - یا یونان کے محلون
کیونکر جا بیٹھتی - مگر حقیقت مین عقدہ اس سوال کا ایک اور گرہ مین بند ہے
وہ یہہ ہے کہ ہر ایک شے کی ترقی کسی ملک مین اُسقدر زیادہ ہوتی ہے - جسقدر

لھمایہ و اذیت ڈھونڈ دتو ذرا نہین - چند مضمون ہین کہ ہماری زبانون پر بہت
دن ہین - مگر حقیقت مین ہم اُنمین بھی ناکام ہین - مثلاً ہم اگر کسیکے حسن کی تعریف
ہین تو رشکِ حور اور غیرتِ پری پر قناعت نکرکے اُسے ایک پتلا ناممکنات ومحالات
دیتے ہین - مگر کسی حسین کا حُسنِ خداداد خود ایک عالم ہے کہ جو کچھہ آنکھون سے
دلون پر گزر جاتی ہے - دل ہی جانتے ہین - بس اُسی کو اسطرح کیون نہین
ردیتے کہ سُننے والے بھی کلیجہ پکڑکے رہجائین -

بلونت جوان کی تعریف کرینگے تو - رستم - تہمتن - اسفندیار - روئین تن - شمشیر
رغا - نہنگِ قلزمِ ہیجا وغیرہ وغیرہ لکھ کر صفحے سیاہ کردینگے - لیکن اُسکی بلند
- پھرے ہوئے ڈنڑ - چوڑا سینہ - بازؤنکی گُلاوٹ - پتلی کمر - غرض خوشنما بدن -
ون ڈیل ڈول بھی ایک انداز رکھتا ہے - اوسکی اپنی دلاوری اور ذاتی بہادری
چھہ نہ کچھہ ہے - جسکے کارنامون نے اُسے اپنے عہد مین ممتاز کر رکھا ہے - اوسی کو
سی کیون نہین ادا کردیتے - جسے سنکر مردار خیالون مین اکڑ تکڑ - اور کُلبلاتی ہوئے
ن اُمنگ پیدا ہو جاتی -

ن کی تعریف سے کبھی فلک کی سبز باغ اور گلشنِ انجم کر دل پر داغ دینگے - کبھی اُسے فردوس
رجناتِ روی زمین بنائینگے - بلکہ ایک ایک پھول - اور ایک ایک پتی کی تعریف مین
سے ورق سیاہ کردینگے - مگر اُسکی ہریاول کا لہلہانا - پھولونکا چُہچہانا - میٹھی میٹھی
ن کا آنا - آبِ روان کا لہرانا - موزون درختون - گلزار کی تختون کی بہار
ل - اور طوطی کی چہک - پپیہے کی کوک - کوئل کی ہوک - جو کہ روحانی تفریح کے
نکی دلپر اثر کرتی ہے - اُسکا بیان اسطرح نہین کرتے جسکے پڑھنے سے آنکھون
ا جائین - میدانِ جنگ ہو تو زمین کے طبقون کو اُڑا کر آسمان مین تلپٹ کر دیتے

کہ روئداد وقت کی - اور صورتحال معاملہ کی ایسی ہو رہی تھی کہ جو کچھ ہوا ہو
ہو سکتا تھا - دوسری صورت ممکن نہ تھی - اور یہہ تو ناممکن ہے کہ ایک فلسفہ
حکمت اخلاق کا خیال لکھین - جسکی صفائی کلام لوگون کے دلون کو اپنی طرف
- اور اوسکے دلائل جو حسن بیان کے پردہ مین برابر چلے دیتے جاتے ہین - و
دلون سے تصدیق کے اقرار لیتے جائین - اور جس بات سے روکنا یا جس کام
جھوکنا منظور ہو - اسمین پوری پوری اطاعت سننے والون سے لے سکین -
یہہ قباحت فقط نازک خیالی نے پیدا کی کہ استعارہ و تشبیہ کے انداز - اور مترادف
فقرے تکیہ کلام کی طرح ہماری زبان قلم پر چڑھ گئے - بے شک ہمارے متقدمین
اوسکی رنگینی اور نزاکت کو دیکھکر بھولے مگر نہ سمجھے کہ یہ خیالی رنگ ہماری اصلی جوہر
کو خاک مین ملانے والا ہے - یہی سبب ہے کہ آج انگریزی ڈھنگ پر لکھنے مین - یا
مضامین کے پورا پورا ترجمہ کرنے مین ہم بہت قاصر ہین - نہین ہماری اصلی
پردازی اس رستہ مین قاصر ہے -

انگریزی تحریر کے عام اصول یہہ ہین کہ - جس شے کا حال یا دل کا خیال لکھئے تو -
اُسے اسطرح ادا کیجئے کہ خود وہ حالت گذرنے سے یا اُسکے مشاہدہ کرنے سے
جو - خوشی - یا غم - یا غصہ - یا رحم - یا خوف - یا جوش - دل پر طاری ہوتا ہے
یہہ بیان وُہی عالم - اور وُہی سماں دل پر چھا دیوے -

بے شک ہماری طرز بیان اپنے چست بندش اور قافیون کے مسلسل کھٹکا
کانون کو اچھی طرح خبر کرتی ہے - اپنے رنگین الفاظ اور نازک مضمونون سے خیال
مین شوخی کا لطف پیدا کرتی ہے - ساتھ اسکے مبالغہ کلام اور عبارت کی دھوم
دھام سے زمین آسمان کو تہ و بالا کر دیتی ہے - مگر اصل مقصود یعنی دلی اثر نا

بہرحال ہمین اپنے بزرگون کی اس صنعت کا شکریہ ہی کرنا چاہئے کہ ہندی بھاشا کے
جو اضافت کی طوالت - کا - کے - کی - سے - ادا ہوتی - وہ فارسی کی اضافت
مین آکر مختصر ہوگئی - اِسکے علاوہ استعارہ و تشبیہ جو بھاشا مین شاید اِس سبب سے
جاتے تھے کہ وہ کتاب یا انشا پردازی کی زبان نہ تھی - یا اِس سبب سے کہ برابر
اور کے - کے آنے سے کلام بدمزہ ہوجاتا تھا - اسیطرح بہت تشبیہ مین
ی لفظون کے بڑھا دے سے کلام مرتبۂ فصاحت سے گرجاتا تھا - آب انھون
، فارسی کو اسمین داخل کرکے استعارہ و تشبیہ سے مرصّع کردیا - جس سے وہ خیالون
نزاکت - اور ترکیب کی پختگی - اور زورِ کلام - اور تیزی و طرّاری مین بھاشا
، آگے بڑھگئی - اور بہت سے نئے الفاظ اور نئی ترکیبون نے زبان مین وسعت
ی پیدا کی -

ی فخر کے ساتھ یہہ افسوس بھی دل سے نہین بھولتا کہ اِنھون نے ایک قدرتی
دل کو جو اپنی خوشبو سے مہکتا اور رنگ سے لہکتا تھا مفت ہاتھ سے پھینکدیا -
لیا ہے؟ - کلام کا اثر - اور اظہارِ اصلیت - ہماری نازک خیال اور باریک بین
، استعارون اور تشبیہون کی رنگینی اور مناسبتِ لفظی کے ذوق شوق مین
یا سے خیال پیدا کرنے لگے -

صلی مطالب کے ادا کرنے مین بے پروا ہوگئے - انجام اِسکا یہہ ہوا کہ زبانکا
ب بدل گیا - اور نوبت یہہ ہوئی کہ اگر کوشش کرین تو فارسی کی طرح -
ہ - اور مینا بازار - یا فسانہ عجائب - لکھہ سکتے ہین - لیکن ایک ملکی معاملہ
یخی انقلاب اِسطرح نہین بیان کرسکتے جس سے معلوم ہوتا جائے کہ واقعہ مذکور
ہوا اور کیونکر اختتام کو پہنچا - اور اوس سے پڑہنے والے کو ثابت ہوجائے

دیکھو یہہ دونو باغ آمنے سامنے لگے ہین تمنے مقابلہ کیا؟ دونو کے رنگ ڈہنگ
کیا فرق ہے؟ - بھاشا کا فصیح استعارہ کی طرف بھول کر بھی قدم نہین رکھتا
جو جو لطف آنکھون سے دیکھتا ہے - اور جن خوش آوازیون کو سُنتا ہے - یا
خوشبوئیون کو سونگھتا ہے - اُنھی کو اپنی میٹھی زبان سے - بے تکلف - بے لمبا
صاف صاف کہدیتا ہے -

لیکن نہ سمجھنا کہ ہندستانین مبالغہ کا زور تھا ہی نہین - سنسکرت کا انشا پرداز
بگڑ جائے تو زمین کے ماتھے پر پہاڑ تیوری کے بل ہو جائین - اور دہانِ غار مین
دانت پیسنے لگین - اِن مضامین کو دیکھکر اوّل ہمین وہ عام قاعدہ یاد آتا
ہر ملک کی انشا پردازی - اپنے جغرافیئے اور سرزمین کی صورتِ حال کی تصویر بلکہ
رسم و رواج اور لوگون کی طبیعتون کا آئینہ ہر - سبب اسکا یہہ ہر کہ جو کچھ
یا انشا پرداز کے پیش نظر ہوتا ہے - وہی اوسکی تشبیہون اور استعارون کا سامان
(۲) معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح - ایران - خراسان - اور توران زمین مین بہار
موسم دلون کو شگفتہ کرتا ہے - یہان برسات کا موسم دلون مین ذوق و شوق
پیدا کرتا ہے وہان بہار مین بلبلِ ہزار داستان ہے - یہان کوئل اور پپیہا
برج بھاشا کے انشا پرداز برسات کے لطف اور اوسکی کیفیتین بہت خوب دکھاتے
ہین - جہانگیر نے اپنے توزک مین سچ کہا ہے کہ ہندستان کی برسات - ہمارے
فصلِ بہار ہر - اور کوئل یہان کی بلبل ہر - اِس موسم مین عجب لطف سے بولتی ہے
اور مستیان کرتی ہے - بہار کے موسم کا کچھہ لطف یہان ہے تو بسنت رُت کو
ہوتا ہے - جسمین ہولی کے رنگ اوڑتے ہین - پچکاریان چھٹتی ہین - گلال کے
چلتے ہین - وہ باتین نہین جو فارسی والے بہار کے نام پر کرتے ہین -

پکارتے ہین - پپیہے الگ پکارتے ہین - محبت کا متوالا چنبلی کے جھرمٹ مین آتا ہے تو ٹھنڈے ٹھنڈے ہوا لہک کر پھوار بھی پڑنے لگے ہے یست ہوکر وہین بیٹھ جاتا ہے - اور شعر پڑھنے لگتا ہے -

جب ایک شہر کی خوبی بیان کرتے ہین تو کہتے ہین - شام ہوتے ایک مقام پر پہنچا - دیکھتا ہے کہ پہاڑیان ہری بھری ہین اور گرد ہرسبز میدان مین بسی ہوئی گانوان ہین - پہاڑ کے نیچے ایک دریا مین نرمل جل بہ رہا ہے جیسے موتی کی آب - بیچون بیچ مین شہر آباد - جب اسکے اونچے اونچے مکانون اور برجیون کا عکس پڑتا ہے تو پانی مین کلسیان جگمگ جگمگ کرتی ہین - اور دوسرا شہر آباد نظر آتا ہے - لب دریا کے پیڑ بوٹون اور زمین کے سبزی کو برسات نے ہرا کیا ہے کہ دودھیلین گایون اور بکریون کا چارا ہو جائے -

جب اُداسی اور پریشانی کا عالم دکھاتے ہین تو کہتے ہین کہ - آدھی رات ادھر آدھی رات اُدھر - جنگل سنسان - اندھیر بیابان - مرگھٹ مین دور دور تک راکھ کی ڈھیر جلے ہوئی لکڑ پڑے - کہین کہین چتا مین آگ چمکتی ہے - بھوتون پریتون کی ڈراونی صورتین - اور بھیانک مورتین ہین - کوئی تاڑ سا قد - لال لال دیدے پھاڑے لنبے لنبے دانت نکالے - گلے مین کھوپریون کی مالا ڈالے کھڑا ہنس رہا ہے - کوئی ایک ہاتھی کو بغل مین مارے بھاگا جاتا ہے - کوئی ایک کالا ناگ لکڑی کی طرح کھڑا چبا رہا ہے پیچھے غل ہوتا چلا آتا ہے کہ لیجیو لیجیو - مار لو مار لو - جانے نہ پائے - دم بھر مین سب بھوت پریت غائب ہوتے ہین - غل شور تھمتا ہے - پھر مرگھٹ کا میدان سنسان ہے پتّے ہوا سے کھڑکتے ہین - ہوا کا سنّاٹا - پانی کا شور - اُلّو کی ہوک - گیدڑون بولنا - اور کتّون کا رونا - یہ ایسی وحشت ہے کہ پہلے ڈر بھی بھول جاتے ہین -

پھیلی ہوئی ہین - چاندنی کی بیل کرک کے درخت پر لپٹی جاتی ہے - عشق پیچہ گرد
پر چڑھا جاتا ھے - اُسکی ٹہنیان نکلتی ہین - جیسے سانپ لہرا رہے ہین - پھولون کے
گچھے پڑے جھوم رہے ہین - میوے والے زمین کو چوم رہے ہین - نیم کے پتون کی
سبزی اور پھولون کی سفیدی بہار پر ھے - آم کے بَور مین اُسکے پھولون کی مہک
آتی ہے - بھینی بھینی بُو - جی کو بھاتی ہے - جب درختون کی ٹہنیان ہلتی ہین تو
کے پھولون کا مینہہ برستا ہے - پھل پھلاری کی بوچھاڑ ہو جاتی ہے - دھیمی
ہَوا اُنکی بُوباس مین بسی ہوئی - رَوِشون پر چلتی ہے - ٹہنیان ایسی ہلتی ہین جیسے
کوئی جوبن کی متوالی - اٹکھیلیان کرتی چلی جاتی ہے - کسی ٹہنی مین بھونرے گونج
- کسی مین تتیون کی بھنبھناہٹ الگ ہی سما باندہ رہی ہے - پرند درختون پر بول
رہے ہین اور کلول کر رہے ہین - حوض مین چادر اِس زور سے گرتی ہے کہ کان
پڑی آواز نہین سنائی دیتی - اُس سے چھوٹی چھوٹی نالیون مین پانی لہراتا
ہے تو عجب بہار دیتا ہے - درختون سے جانور اُترتے ہین - نہاتے جاتے ہین
لڑتے جاتے ہین - پر ونکو پھڑاتے ہین اور اُڑ جاتے ہین - چرند زمین پر چوکڑیان
بھرتے پھرتے ہین - ایکطرف سے کوئل کی کُوک - ایکطرف سے کوکلے کی آواز اِسی
مین عاشق مصیبت زدہ بھی کہین اکیلا بیٹھا جی بہلا رہا ہے - اور اپنے جُدائی کے
دُکھہ کو مزے لے لیکر اُٹھاتا ہے -

برسات کا سماں باندھتے ہین تو کہتے ہین - سامنے سے کالی گھٹا جھوم کر اُٹھی - ابر اُمڈ
رہا ہے - بجلی کوندتی چلی آتی ہے - سیاہی مین سارس - اور بگلون کی سفید
قطارین بہارین دکھا رہی ہین - جب بادل کڑکتا ہے اور بجلی چمکتی ھے تو پرند
کبھی دبک کر ٹہنیون مین چھپ جاتے ہین کبھی دیوار و منڈیر لگ جاتے ہین - مور